UNIVERSAL LIBRARY

OU_222811

UNIVERSAL LIBRARY

**OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY**

Call No. ٨٩١٥٤٣٠٥ ادیب جلد ۳ — Accession No. U 998.

Author مرتبہ نوبت رائے نظر

Title ادیب جلد ۱۹۱۱ء

This book should be returned on or before the date last marked below.

۸۹۱۴ ط۳ ھ

ردیب ـ

# ادبی معلومات

( از "ناخدا" )

صفحہ


| | | |
|---|---|---|
| ( ۱ ) ایک ہسپانوی شاعر کی شہادت | از پابلو نرودا | ۴۲۷ |
| ( ۲ ) ادب عالم اور ادب جدید | از کارل ریڈاک | ۴۳۱ |
| ( ۳ ) چینی ادب اور قومی جنگ | از پاؤ سن زنگ | ۴۳۸ |
| ( ۴ ) ہندی شاعری کی ایک صنف ( نازکہ بھید ) | | ۴۴۳ |

ادیب اردو کا باتصویر ماہوار رسالہ

# ادیب

## جلد سوم

جنوری لغایت جون ۱۹۱۱ء

جس میں

پچاس نامور اہل قلم کے ایکسو مضامین - تین سو چار صفحات

میں درج ہیں اور

ستاون رنگین و سادہ تصاویر شامل ہیں


مرتبہ

نوبت راے نظر لکھنوی

پیارے لال شاکر میرٹھی



مطبوعہ انڈین پریس، الہ آباد،

قیمت فی جلد دو روپیہ

# فہرست مضامین


| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| مسئلہ سالمات | ۱ - ۱۱۴ - ۱۶۶ |
| روضۂ ممتاز محل | ۷ - |
| مجموعۂ سوشیل | ۱۵ |
| ویسٹ منسٹر ایبے | ۱۹ |
| اجنٹا کے غار | ۲۸ |
| میں کون ہوں | ۳۶ |
| نہر سویز کا نظارہ | ۴۱ |
| شمس العلما مولانا ذکاء اللہ | ۴۴ |
| سالِ نو | ۴۹ |
| سیرِ دریا | ۴۹ |
| کلام اکبر | ۵۰ - ۱۴۴ - ۲۰۱ |
| کلام چکبست | ۵۱ - ۲۰۱ |
| بیانِ آرزو | ۵۱ |
| جلوۂ روح | ۵۲ |
| گور غریباں کا پرنس | ۵۳ |
| نوحۂ حیات | ۵۳ |
| نمائش الہ آباد | ۵۴ |
| سرورِ مغفور | ۵۵ |
| تقریر مسٹر روزولٹ | ۵۷ |
| مشرقی و مغربی تہذیب | ۶۶ |
| ٹیپو سلطان | ۶۸ |
| دیباچۂ جام سرور | ۸۹ |
| بنگالیوں کی اردو شاعری | ۹۷ |
| نویدِ مقدم شاہی | ۹۹ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| وادی چورل | ۱۰۰ - |
| نالۂ نے | ۱۰۰ |
| تتلی | ۱۰۱ |
| کلام ابر | ۱۰۱ - ۲۰۰ |
| ایڈیٹوریل | ہر نمبر کے آخر میں |
| مصوّرانِ لکھنؤ | ۱۰۵ |
| اندور کا محرم | ۱۲۳ |
| نمائش ممالک متحدہ | ۱۲۹ |
| عبدالرزاق خان لاری | ۱۴۱ |
| رخصت سرما | ۱۴۵ |
| کلام سرور | ۱۴۵ |
| جوانی | ۱۴۶ |
| کشمیر | ۱۴۷ |
| ترانۂ مسرت | ۱۴۸ |
| پردۂ زنگاری | ۱۴۹ |
| گرفتاریٔ دل | ۱۴۹ |
| جوپائی | ۱۵۰ |
| نوحۂ سرور | ۱۵۰ |
| توحید | ۱۵۳ |
| مالک الدولہ صولت | ۱۶۱ |
| ویدانت | ۱۶۸ |
| قدیم عربوں کا علم الاصنام | ۱۸۱ |
| امتحان محبت | ۱۸۵ |
| لکھنؤ کا قدیم تمدن | ۱۸۹ |

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| زمانہ اور ادیب | ۱۹۴ |
| بیگمات دہلی کی سیر دریا | ۱۹۸ |
| آفتاب | ۱۹۸ |
| میرے دوستانے والے | ۱۹۹ |
| قطعہ تاریخ | ۲۰۰ |
| سلام | ۲۰۱ |
| جشن سالگرہ مبارک | ۲۰۲ |
| غزل | ۲۰۲ |
| ادب اردو کی طوائف الملوکی | ۲۰۵ |
| قاعدہ | ۲۰۹ |
| پھولوں کی زندگی | ۲۱۲ |
| سری کرشن جی | ۲۱۴ |
| میلہ دیوگڑہ اڑیا | ۲۲۱ |
| کرنل الگزنڈر ہملٹن پیری | ۲۲۴ |
| آرزوے شہرت | ۲۲۷ |
| نیشن | ۲۲۹ |
| شیخ امیر اللہ صاحب تسلیم | ۲۳۱ |
| امپیریل لائبریری | ۲۳۴ |
| مستقبل اسلام | ۲۳۶ |
| جناب رشید لکھنوی | ۲۴۰ |
| موت اور اُس کی یاد | ۲۴۲ |
| انتخاب دیوان میرحسن | ۲۴۴ |
| کلام شوکت | ۲۴۵ |
| یادگار سرور (غیر مطبوعہ کلام) | ۲۴۵ |
| پھول | ۲۴۶ |
| غزل | ۲۴۶ - ۲۵۰ |
| مسدس | ۲۴۶ |
| گفتگو | ۲۴۸ |
| کلام عارف | ۲۴۸ |
| دم واپسیں | ۲۴۹ |
| نوحہ وفات حضرت کمال | ۲۴۹ |
| کیا کرتے کیا نہ کرتے | ۲۵۰ |
| رباعیات | ۲۵۰ |
| تاریخ وفات حضرت کمال | ۲۵۰ |
| تاج و تخت | ۲۵۳ |
| دھرم کا خیال | ۲۵۸ |
| عالم و ما فی العالم | ۲۶۱ |
| شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی | ۲۷۱ |
| قدیم ہندوستان کی بحری تجارت | ۲۷۸ |
| حسب و نسب | ۲۸۵ |
| غزل فارسی | ۲۸۶ |
| ہمارے قیصر کی تاجپوشی | ۲۸۷ |
| دیانند انگلو ویدک اسکول | ۲۹۱ |
| غزل | ۲۹۴-۲۹۹-۳۰۰ |
| رباعیات | ۲۹۴ - ۲۹۸ |
| تاریخ انتقال | ۲۹۵ |
| دیپ دان | ۲۹۶ |
| دولت و شہرت | ۲۹۷ |
| زنجیر لوہے کی | ۲۹۷ |
| علم | ۲۹۸ |
| قومی نظم | ۳۰۰ |

# فہرست تصاویر

## جنوری سنہ ۱۹۱۱ء

(۱) ولادت سکندر (رنگین) (۲) لکشمی جی (۳) روضۂ تاج محل۔ (۴) سر ولیم ویڈربرن (۵) آنریبل پنڈت سندر لال سی۔ آئی۔ ای۔ (۶) مولانا محمد اسمٰعیل صاحب (۷) رائے پربھو لال صاحب۔ بی۔ اے (۸) خسرو باغ (۹) سیر دریا۔

## فروری سنہ ۱۹۱۱ء

(۱) ستی (رنگین) (۲) قطعات قلمی (۳) ٹیپو سلطان کا آخری معرکہ (۴) فتح حیدر (۵) رائٹ آنریبل ارل کریو جدید وزیر ہند (۶) ہز ایکسلنسی وائیکونٹ لارڈ ہارڈنگ (۷) سمندر کی دیوی (۸) میگھ ناد اور پرمیلا (۹) اعلیٰ حضرت حضور جارج پنجم دام ملکہ (۱۰) علیا حضرت ملکہ معظمہ میری دام اقبالہا۔

## مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

(۱) گوبردھن لیلا (رنگین) (۲) خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب (۳) سکھ کنیاں مہا ودیالہ فیروزپور (۴) سجادن دیو (۵) اندور کا سرکاری امام باڑہ (۶) اندور کا سرکاری تعزیہ (۷) ہوائی جہاز (۸) جنٹس کرشنا سوامی آئیر (۹) عروس بہار۔

## اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

(۱) بیگمات دہلی کی سیر دریا (رنگین) (۲) سری رامچندر جی (۳) منشی جوالا پرشاد صاحب برق مرحوم (۴) سکھ کنیاں مہا ودیالیہ (۵) اراکین سکھ کنیاں مہا ودیالہ (۶) خان بہادر مولانا محمد ذکاءاللہ مرحوم (۷) جلسہ تعمیر جدید ہائی کورٹ الہ آباد (۸) نشکنتلا اور دشینت (۹) مرزا کاظم حسین صاحب محشر۔

## مئی سنہ ۱۹۱۱ء

(۱) سری کرشن جی (رنگین) (۲) رادھا کی رسوئیں۔ (۳) قلعۂ رام نگر (۴) کرنل الگزنڈر ہملٹن پیری (۵) دربار جہانگیر (۶) شیخ امیر اللہ صاحب تسلیم لکھنوی (۷) پروفیسر آرمنیس ومیبری (۸) جناب رشید لکھنوی

## جون سنہ ۱۹۱۱ء

(۱) شہریار و دختران وزیر (رنگین) (۲) اعلیٰ حضرت ملک معظم جارج پنجم دام ملکہ (۳) علیا حضرت ملکہ معظمہ میری دام اقبالہا (۴) سیارگان کلاں کے گردش کے دوائر اور اُن کے چاند (۵) منگل (مریخ) نصف کرۂ شمالی و نصف کرۂ جنوبی (۶) منگل (مریخ) جیسا دوربین میں نظر آتا ہے۔ (۷) پروفیسر جے آر سیلے صاحب (۸) شمس العلماء ڈاکٹر سیّد علی صاحب بلگرامی مرحوم (۹) تصویر بیکسی (۱۰) خاندان شاہی (۱۱) دیانند انگلو ویدک اسکول دیرہ دون (۱۲) دیپ دان۔

ولادت سکندر
( از حکیم محمود خاں صاحب لکھنوی )

انڈین پریس الہ آباد

جنوری سنہ ۱۹۱۱ء

# ادیب

جلد ۳ — نمبر ۱

## مسئلہ سالمات

### تمہید

**سالمات** کا مسئلہ سائنس کا ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ اسکا جداگانہ وجود اور بہت پُرانی تاریخ ہے۔ اسلاف نے اسپر اسقدر غور نہین کیا اور اسکی ماہیت کی بابت اُنھون نے وسیع تحقیق و تدقیق سے کام نہین لیا جیسی زمانۂ حال کے عالمون اور محققون کی کوششون سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ عظیم مسئلہ زمانۂ قدیم کی تمام مہذب اقوام کے سامنے یکے بعد دیگرے پیش ہوا۔ یونانیون۔ ہندوؤن اور مسلمانون نے علی الترتیب اپنی علمی ترقیون اور کوششون کے زمانے مین اسپر غور کیا اور اسکی اصلیت کی گتھی سُلجھانے کی سعی کی۔ ہر زمانہ اور ہر متمدّن ملک کے محققان طبیعیات کی خاص توجہ اسکی طرف مائل رہی۔ عالم ومافی العالم کی مختلف محسوس اور ظاہری صورتون کی علّت اولّیہ کیا ہے۔ انکا وجود کس شئے سے مرکب ہے۔ اس مسئلہ کو عالمان حقائق الاشیا نے حل کرنیکی بے حد کوششین کی ہین اور اپنی اپنی عقل اور تحقیق کے مطابق اسکا جواب بہم پہونچانا چاہا ہے۔ مضمون ہذا مین یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ حکماے قدیم اور محققان جدید نے اس عظیم الشان سوال کے کیا جوابات دیے ہین اور اسے کس طریقہ سے حل کرنا چاہا۔ یہ مضمون کچھ مطول معلوم ہوگا مگر اسکے سوا چارہ نہ تھا۔ اسپر یورپین عالمون نے ضخیم کتابین مرتب کی ہین۔ راقم نے بہت اختصار اور اجمال سے کام لیا ہے۔ امید ہے کہ رسالۂ ادیب کے معزز ناظرین اور شائقین کمال شوق سے اسے پڑھین گے۔

"**سالمات**"۔ جدید عربی کی اصطلاح ہے۔ پُرانے مصنّف "اجزاے لایتجزیٰ" استعمال کرتے تھے۔ سنسکرت مین لفظ "پرمانو" ہے اور عامیانہ بول چال مین "ذرّے" رائج ہے۔ "مسئلہ سالمات" کا انگریزی مترادف "اٹومک تھیوری" 'Atomic Theory' ہے۔ عالمیان طبیعیات کہتے ہین کہ موجودات ارض وسما ذرّون سے

مرکبات ہین۔خلا و ملا۔ظرف و مکان پرمالون سے مملو ہین۔جب ذرّے خاص تناسب سے ارتباط پکڑتے ہین تو ایک جسم خاص وجود پذیر ہوتا ہے۔اس مسئلہ کے حامی کہتے ہین کہ اجسام کے حصّون کی تفریق ایک حد معین سے آگے محال اور ناممکن ہے اسکے برخلاف تسلسل اجسام کا نظریہ ہے۔جسکے مؤید کہتے ہین کہ وجود یا جسم (مثلاً پانی) مسلسل تقسیم ہوسکتا ہے۔پانی کا قطرہ لو۔اسے دو حصّون مین بانٹ لو۔پھر اسکے ایک جزو کو دو اور حصّون مین تقسیم کیا جاسکتا ہے۔علیٰ ہذا۔مسئلہ تسلسل کے حامی یہ بھی کہتے ہین کہ بالطبع اجسام کے اندر کوئی ایسی شئے نہین ہے جو عمل تفریق در تفریق کی مانع ہو۔ہر دو مسائل ایک دوسرے کی نقیض ہین۔مگر یہان صرف مسئلہ مقدم الذکر کے بیان پر اکتفا کی جاتی ہے۔اس سلسلے مین سب سے پہلے یونانیون۔پھر ہندوؤن اور پھر مسلمانون کے خیالات علی الترتیب بیان کئے جائینگے۔بعد ہ قرون وسطیٰ کے عالمون کے آرا ہونگے اور اخیر مین زمانۂ حال کے قیاسات اور مفروضات کا ذکر کیا جائیگا

## حکماے یونان کے خیالات

یونانی زبان مین ذرّہ کے لئے "آطوماس" خاص لفظ ہے جسکے لغوی معنی "ناقابل تقسیم ذرّہ" ہین۔لاطینی والون نے بادنیٰ تغیّر اسے اپنی زبان مین داخل کرلیا اور اسے آٹومس (Atomus) پکارنے لگے۔اینگلوسیکسن قوم کے نقل مکان کے ساتھ جب یہ لفظ انگلستان مین پہونچا۔تو ایٹم (Atom) کہلایا۔سنسکرت اور یونانی مین حالانکہ اسقدر موانست پائی جاتی ہے اور لفظون کی آوازین بھی قریب قریب مشابہ ہین مگر "آطوماس" اور "پرمانو" مین کوئی قربت اور مشابہت نہین پائی جاتی۔

یونان مین پہلے پہل لیوسپّس نے مسئلہ سالمات کو قائم کیا تھا۔یہ حکیم آیونیا کا باشندہ تھا اور پرمانی ڈاس (Permenides) اور دیمقراطس (Democritus) کے زمانے سے تھوڑے عرصہ پیشتر گزرا ہے۔اُس زمانے کے کئی یونانی عالم اسکے تاریخی وجود سے بھی منکر تھے۔مثلاً ابیقورس (Epicurus) صاف لفظون مین اسکے وجود سے انکار کرتا ہے۔زمانۂ حال کے کئی عالمون نے بھی اسکی تقلید کی۔مگر اب سب لیوسپّس کی ہستی کے قائل ہین۔لیوسپّس کی تعلیم ہمارے زمانہ تک اسکے شاگرد رشید دیمقراطس کے وسیلہ سے پہونچی ہے۔جسنے اس نظریہ کو استحکام سے قائم کرکے بڑی اشاعت دی۔یہ شخص غالباً سنہ ۴۶۰ قبل مسیح مین پیدا ہوا تھا۔مگر اسکا سنہ ولادت صحیح صحیح معلوم نہین۔اُسکے مقابلہ مین انکساغورس (Anaxagoras) نے تواتر اجسام کا قیاس قائم کیا تھا۔ان دونون کے بہت سے پیرو پیدا ہوگئے۔جنکی ایک دوسرے سے آئے دن بحث رہا کرتی تھی۔لکریشیس نے اس مباحثہ کی مفصّل کیفیت لکھی ہے۔دمقراطس کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ علم مناظرہ ومنطق سے خوب واقف اور اُسکے معلومات علوم طبعیہ بہت وسیع تھے۔اُسکی طرز تحریر بہ موثر اور شُستہ تھی۔جسکی وجہ سے اُسنے علمی دُنیا مین خاص اقتدار حاصل کرلیا تھا۔بعد مین اُسکے قیاسات کی ارسطاطالیس اور اُسکے شاگرد اعظم تاوفرسطس (Theophrastus) نے بڑی مخالفت کی تھی۔

علماے یونان کی عقل سنہ مسیحی کے آغاز سے چار پانچ صدیان پیشتر مکان وزمان۔مادّہ وحرکت کے مسائل کے تجسّس وتدقیق کیطرف مائل ہوئی تھی۔انھون نے جس قابلیت اور کمال ذہنی کے ساتھ ان مسائل کو سُلجھانے کی سعی بلیغ کی تھی وہ ورطۂ حیرت مین ڈالتی ہے۔خاصکر جب ہم علوم وفنون کی طفولیت پر نظر دقیق ڈالتے ہین تو یہ استعجاب اور بھی بڑھ جاتا ہے۔بعض مغربی عالمون کی تحقیقات سے زیادہ تر اور ایک

حدتک علم دوست پُرانے عربون کے علمی وسائل سے اہل یونان کی علمی ترقیون پر خاص روشنی پڑتی ہے - یونانیون کے درمیان مقدار کا تصور ہندسہ کی اختراع سے ہوا تھا - جیسا قرائن سے ظاہر ہوتا ہے - ہندسہ کی مدد سے اجسام کی مساحت کا تخمینہ اور حساب ہوتا ہے - ہندسہ مسلسل نہین ہے - اجسام تواتر کے تابع ہین - اس اصول سے یہ خیال پیدا ہوا کہ خلا[لے] کا سلسلۂ تقسیم غیر متناہی ہے - الیہ مین کچھ عرصہ کے بعد زینو حکیم پیدا ہوا - اسکے زمانے مین یہ تسلیم ہونے لگا کہ زمان محدود و معین ہے - اسکے اجزاے ترکیبی یعنی منٹون کی تعداد محسوب ہوسکتی ہے ظرف (خلا) برعکس اسکے غیر محدود - غیر متناہی اور قابل تفریق مانا گیا - یعنی ظرف کو جتنا چاہو تقسیم کرتے چلے جاؤ - اسکے سلسلہ کا کوئی انجام ظاہر نہ ہوگا - زینو نے حرکت کے خلاف تقریرین شروع کر دین - ارسطا طالیس کے زمانہ تک اسکے خیالات غالب رہے - جسنے دلائل قاطع سے یہ ثابت کر دیا کہ مکان و زمان مشروط و محدود اور اصول تقسیم کے محکوم ہین - کچھ عرصہ تک علما کے عقلی قوا، اسی طرف رجوع اور اسی کو سُلجھانیکے درپے رہے - تحقیق و تجسّس کا جو طریقہ اُسوقت مروّج تھا - اُس سے مادّہ کی ماہیت کی تدقیق مین بھی کام لیا گیا - ایک گروہ ایسا پیدا ہوگیا جو کہنے لگا کہ اگر مادّہ اپنی وسعت پذیری کیوجہ سے خلا مین موجود ہے تو کیون وہ اسی عقلی عمل کا فرمان پذیر نہین ہوسکتا - جس سے ہم مکان کی تقسیم نامتناہی دریافت کر لیتے ہین مگر مسئلہ سالمات کے طرفدارون نے یہ قضیہ پیش کردیا کہ مادّہ اور خلا ایک نہین ہین - انہین امتیاز ملحوظ رکھنا امر لازمی ہے - عالم کا ہر حصّہ ذرّون سے پُر نہین ہے بلکہ ایک سے زیادہ خطے انکے وجود سے خالی ہین - اگر ہر جگہہ ذرّے ہی ذرّے ہون اور اُنکے درمیان خلا نہ ہو تو حرکت محال ہے - اسکے وسیلہ سے جب ذرّہ ایک جگہہ سے سرکتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ خالی جگہہ مین جائے اگر وہ پہلے ہی سے لبریز ہو تو حرکت ناممکن ہے - اس نظریہ کے مخالف کہتے تھے کہ عالم مین ہر جگہہ مادّہ ہی مادّہ بھرا ہوا ہے - اسکا امتلا عالمگیر اور خلا کے انتہائی گوشون تک ہے - اسکے اندر حرکت اُسیطرح ہے جیسے مچھلی پانی کے اندر محسوس کرتی ہے - جب وہ پھرتی ہے تو یہ اُسکے سامنے سے ہٹ جاتا ہے اور وہ اسکے اردگرد ہوکر گزر جاتی ہے - لکرشیس نے ہردو گروہون کے استدلال کو اپنی ایک فلسفی تصنیف مین مفصّل بیان کیا ہے - مگر ہماری غرض اُسکے اجمالی تذکرہ سے حکماے یونان کے متناقض خیالات دکھاتا ہین جو ذرّون کی بابت اُس دور اُفتادہ زمانے مین رائج تھے -

الیہ کے فلاسفرون کے خیالات کے خلاف جب انحراف شروع ہوا - تو لیوسپّس نے اپنا وہ مشہور نظریہ قائم کیا جو اسکے نام سے منسوب ہے - اس فرقہ کے حکما حرکت اور تغیر سے منکر تھے اور یہ دعوی پیش کیا کہ وہ حواس کا دھوکہ ہین - وہ یہ بھی کہتے تھے کہ عقل ہمین ہدایت کرتی ہے کہ موجودات لاتغیّر ہین مگر تجربہ اس خیال کی معقولیت کو کبھی تسلیم نہین کرسکتا - اسواسطے کائنات کے اندر جو تغیّرات واقع ہوتے ہین اُنکی توضیح و تشریح کے واسطے کوئی اور مسئلہ قائم کرنیکی ضرورت لاحق ہوئی - ہراقلی طیس (Heraclitus) نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ عالم مین لگاتار تبدیلیان واقع ہوتی رہتی ہین - موجودات نئی نئی شکلین اختیار کرتے رہتے ہین - آگ سے پانی اور خاک اور دیگر اشیا ترکیب پکڑتی ہین - یہ تمام صورتین ہیولی کی ہین - اہل الیہ

---

لے "انسائیکلو پیڈیا بریٹانکا" جلد دوم صفحہ ۳ -

کہتے تھے کہ اصول واجب الوجود (ہیولیٰ) کیواسطے لازم ہے کہ وہ انقلابات مین برابر قائم رہے - پہلے خیال کو تسلیم کرنا دشوار ہے اور دوسرے سے چشم پوشی محال ہے - ایک طرح سے یہ دونون خیال ایک دوسرے کے محتاج ہین - فیثاغورس کے مقلدون نے اصول اولی ہندسہ قرار دیا اور مادّیت اور اُسکی مختلف ہیئتون سے منحرف ہوگئے - مگر لیوسپس اور دمقراطوس نے سالمات تسلیم کئے اور تمام تغیرات عالم اُنکی گردشون سے منسوب کئے - اُنکے خیال مین ذرّہ یا پرمانو ناقابل تفریق اور ناقابل محسوس ہے - سالمات کا قد اور صورت غیر مساوی ہوتی ہے - مگر وہ ایک ہی مادّہ کی اصل سے ہوتے ہین - مسئلہ سالمات کے بانی اور اُسکے نامور شاگرد کا یہ بھی خیال ہے کہ جب ذرّے ترکیب پذیر ہوتے ہین تو طرح طرح کی اشیاء عالم وجود مین آتی ہین اور جب انکے درمیان انتشار واقع ہوتا ہے اور اتصال کی قوت زائل ہوجاتی ہے تو وہ ناپید ہوجاتے ہین مگر سالمات بالطبع ابدی و ازلی ہین اور انکا انہدام ناممکن ہے - لیکن ذرّون کا اجتماع و انتشار حرکت سے واقع ہوتا ہے اور حرکت کے واسطے عالم کے بعض حصّون مین خلاے مطلق لازم ہے جیسا پہلے ذکر ہوچکا ہے - دمقراطوس نے خاص مشاہدات کی بناپر یہ اصول قائم کئے تھے - جیسا ڈبلیو کرال صاحب حکیم مذکور کی ایک نامور تصنیف کے حوالہ سے لکھتے ہین - جسمین اُسکی فلسفیانہ تعلیمات مشرح و مفصّل درج ہین -

سالمات صورت - ترکیب اور حیثیت مین ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہین - صورت کے ساتھ حجم لازم اور اُس سے وزن ملزوم ہوتا ہے - مگر اجسام کے یہ خواص طبعی ہین اور اوصاف محسوسہ اُسسے اُترکر ہین - گول ذرّون سے گرمی - کھُدرے ذرّون سے سفیدی اور صاف ستھرے ذرّون سے سیاہی منسوب کی گئی تھی - دی مقراطیس نے آگ کو ایک ذرّہ خاص قرار دیا تھا اور اسکی ہیئت کروی مقرر کی بقول ڈاکٹر - ای - ٹسلر[51] اُسنے یہ خیال ہراقلیطس سے اخذ کیا تھا -

یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ حرکت کیسے پیدا ہوتی ہے اور کہان سے آتی ہے جس سے سالمات مین اتفاق و مفارقت واقع ہوتی ہے - بقول دی مقراطس تغیر خلا کی حرکت ہے - اس خیال کو الفقروس نے بڑی وضاحت و صراحت سے ظاہر کیا تھا مگر مسئلہ سالمات کے حامیون نے اس اہم سوال کے سلجھاؤ سے پہلوتہی کی اور صرف یہ دعویٰ پیش کیا کہ سالمات مین حرکت ابتدا سے ہے مگر یہ کہنا دشوار ہے کہ آیا اُنکے نزدیک حرکت کی وجہ کشش ثقل تھی یا صرف ایک بیقاعدہ گرداب - ڈاکٹر ٹسلر جرمن ماہرِ علوم یونانی مقدم الذکر اور ہری گرا اور لینپ مین موخر الذکر خیال کے حامی ہین - کرال صاحب کہتے ہین - اُس زمانے کے یونانی علما کشش کے خیال سے ناآشنا تھے - اس مسئلہ گرداب کو زمانہ حال ہی مین مانا گیا ہے جسکے حامی جرمنی کے نہایت نامور ماہر طبعیات و ریاضیات ہیلم ہولٹز اور انگلستان کے نہایت زبردست فاضل لارڈ کیل ون تھے - مگر بیسوین صدی کے شروع مین یہ نظریہ رد ہوگیا - اسکی رو سے یہ مانا گیا کہ ذرّون کا وزن اور ہیئت کے عدم مساوات کیوجہ سے تصادم واقع ہوتا ہے جس سے اُنکے ریزے جھڑ جاتے ہین اور ایک قسم کا بھنور پیدا ہوجاتا ہے - اردگرد کے کئی ذرّے جو اتصال جبلّی کیوجہ سے ایک دوسرے سے متحد و متصل ہوسکتے ہین

[51] "فلاسفی ڈر گریخن" (فلسفہ یونان) مطبوعہ لپزگ ۱۸۹۲ء - [52] ملاحظہ ہو میموئل لینبنگ کی کتاب "مسائل مستقبل" صفحہ ۲۷ -

لکشمی جی
( از راجہ راوی ورما مرحوم )

ایک قسم کے رقص مین مصروف ہوجاتے ہین۔ مثلاً جب کوئی آدمی حقہ پیتا ہے اور دھوان مُنہ کے راستہ سے باہر نکلتا ہے تو اُسکے گرداب پڑنا شروع ہوجاتے ہین جو ہر دم بڑھتے اور پھیلتے چلے جاتے ہین یا جب تالاب مین پتھر پھینکا جاتا ہے تو پانی مین حلقے پڑنے لگتے ہین جو پھیلتے پھیلتے کنارون تک جا پہونچتے ہین۔ ذرّون کے ان گرداب خلائی سے رفتہ رفتہ دُنیائین پیدا ہوئین۔ اس قسم کے اسباب اور وجوہ پر مسئلہ سالمات کے حامیون نے اپنے خیالات قائم کئے تھے۔ جنکی کچھ عرصہ کے بعد افلاطون نے تردید کی اور یہ خیال ظاہر کیا کہ عالم مین بیشمار دُنیائین موجود ہین۔ جنمین سے کئی ایک بڑی بڑی دُنیاؤن سے ٹکرانے سے نیست و نابود ہوگئی ہین۔ ان دُنیاؤن کے درمیانی فاصلہ کو القروس "متاکوس میا" اور سسرو "انٹر منڈیہ" کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ ذرّون کے اس بھنبور کے گرداگرد ریزون کا ایک قسم کا چھلکا سا بنجاتا ہے جو ایک عرصہ دراز کے بعد ہلکا پڑجاتا ہے۔ بھاری بھاری ذرّے وسط مین مجتمع ہوجاتے ہین جس سے کرۂ ارض بنگیا اور ہلکے ہلکے ذرّے اُسکے محیط پر جمع ہوگئے۔ عالم کے چارون حصّون سے جو اجسام اُسکے پاس پہونچتے ہین وہ اُنھین متحرک رکھتا ہے۔ مگر اپنی حرکت کی تیزی کیوجہ سے انگارے کیطرح سُرخ اور دہکتے رہتے ہین۔ یہ تارے ہین۔ دُنیائین جب گھومنے سے کمزور اور پُرانی ہوجاتی ہین تو چند قرون کے گزرنے کے بعد برباد ہوجاتی ہین۔ وہ کبھی کبھی تصادم سے بھی بگڑ جاتی ہین۔ دی مقراطس نے اپنے مسئلہ سالمات کو نہ صرف دُنیا اور مافیہا کی ترکیبون اور صورتون تک محدود رکھا۔ بلکہ اسے روح انسان پر بھی عائد کیا۔ اُسکے خیال کی رو سے روح سالمات سے مرکب ہے۔ انھین سے لطیف ترین آتشی ذرّے ہین جنکی ترتیب و تقسیم تمام اجسام مین اسطرح پر ہے کہ دو معمولی ذرّون کے درمیان ایک ذرّہ روحی ہے۔ جس سے حرکت اور خیال پیدا ہوتا ہے۔ اُسنے جو آتشی جزو تسلیم کیا ہے۔ وہ ہراقلی طوس کا تتبع ہے۔ جسنے آگ کو ہیولی قرار دیا تھا۔ محسّس کیوجہ بھی اُسنے سالمات قرار دئے تھے۔ مثلاً بینائی لطیف ذرّون سے پیدا ہوتی ہے جو اُن اجسام کی صورت برابر قائم رکھتے ہین جنسے وہ خارج ہوتے ہین اور آنکھ کے حسّی پردون[۱] کو متاثر کرتے ہین۔ اُسنے آواز کو بھی مادّی ٹھہرایا۔ ادراک سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بالکل واضح نہین ہوتا بلکہ اُسے تخیّل روشن کرتا ہے۔

دی مقراطس کے شاگردون اور مقلدون مین ایک نامور عالم ناسی فینز نامے تھا جو سنہ ۳۲۵ ق۔م مین القروس کا اُستاد بنا اور اُسے مسئلہ سالمات کی اصلیت سے واقف کیا۔ دمقراطس نے اپنی زندگی مین یہ کوشش کی تھی کہ مظاہر عالم کو ایک خاص قاعدہ کے تابع کرے اور اُنکے اسباب اصلی کی ایک علّت مقرر کرے۔ مگر القروس نے انسان کی حالت روحانی و اخلاقی کی علّت علوم طبیعیہ کے اصول پر قائم کی۔ اُسنے یہ بھی دعوی پیش کیا کہ اگر علوم طبیعیہ اس مسئلہ کو حل نہین کرتے تو اُنکا عدم وجود برابر ہے اور وہ کسی مصرف کے نہین ہین۔ اسواسطے اُسنے بادنی تغیر دی مقراطس کے خیالات کو تمام و کمال قبول کرلیا۔ مگر جہان اُسنے قطع و برید کی وہان اُسے کامیابی نصیب نہین ہوئی۔ مثلاً اول الذکر اتفاق کا قائل نہ تھا اور نہ بعض مظاہر کی بنا اس سے منسوب کرتا تھا۔ مگر القروس بہت دفعہ اس سے کام لیتا اور اسکی

[۱] ڈیلز "یونانی نسخہ جات قدیم" حصہ ۱۱

طرف رجوع ہوتا تھا۔

علاوہ ازین اسکا یہ خیال تھا کہ سالمات اور خلا کے ماسوا اور کوئی شے عالم مین نہین ہے۔ ذرّے سخت ہین جنھین وہ "انتی طیبیہ (Avtituttía)" کے نام سے پکارتا ہے۔ خلا نرم اور لچکدار ہے۔ بوجھ پڑنے سے خاص صورت اختیار کرلیتا ہے۔ ذرّے ایسے ننھے ننھے ہین کہ وہ محسوس نہین ہو سکتے اور اُنکے اجزا بن سکتے ہین۔ مینہ کے قطرون کی طرح اپنے بوجھ سے ذرّے نیچے گرتے ہین۔ خلا خالی ہے۔ وہ اُنکی مزاحمت کے بالکل ناقابل ہے اُنکے درمیان ایک ابتدائی حرکت موجود ہے جسکا دمقراطوس قائل نہ تھا۔ بعض ذرّے اپنا اصلی رُخ بدلدیتے ہین اور دوسرون سے ٹکرا جاتے ہین۔ جس سے اُنکے درمیان ایک استمراری گرداب پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے رفتہ رفتہ دُنیائین وجود مین آئین۔ جیسے دی مقراطس بھی مانتا تھا۔ مگر اسلاف نے القروس کے اس خیال پر بڑا مضحکہ اُڑایا اور اسے جاہلون کا مسئلہ قرار دیا۔ اُسنے آزادی ارادت اور فعل مختاری[۵۱] کو بھی اسی حرکت سے منسوب کیا۔ ذرّون کی حرکت دوامی اور اجسام کے اندر انکے اجرا کا خیال بعد کی اختراع تھی۔ القروس وغیرہ اس سے ناآشنا تھے۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ روح ذرّون سے بنی ہے۔ مگر یہ صرف آتشی ذرّے نہین ہین بلکہ ہوائی ہین اور ایک نہایت لطیف اور پاک شے بھی انکے ساتھ مخلوط ہے جو لامسہ اور علم کا وسیلہ ہے۔ اسطرح اُسنے روح کو ایک جداگانہ حیثیت دی۔ جو مادہ پرستون کے تصور کی ضد ہے۔ اُسنے سالمات روح کی حرکت اور علم کی یکسانیت پر بڑا زور دیا تھا اور یہ خیال اُسنے بقول کرال صاحب ارسطاطالیس سے[۵۲] اخذ کیا تھا۔ دی مقراطس کہتا تھا۔ خواص حسیہ معنوی ہین۔ مگر القروس کہتا ہے یہ حقیقی ہین اور حواس دھوکے مین نہین ڈالتے ہین۔ ہر قسم کے ذرّے ایک دوسرے سے مخلوط ہوتے ہین۔ ایک قسم کے ذرّے ایک شخص کو متاثر کرتے ہین اور دوسری قسم کے اور آدمیون کو ایک عجیب ڈھنگ سے محسوس ہوتے ہین۔ اسوجہ سے مختلف اشیا کا لوگون پر جُدا جُدا اثر پڑتا ہے۔ اس مسئلہ کی بابت القروس کی تعلیم دی مقراطس سے زیادہ واضح ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ترکیب اجسام مین سالمات پہلو بہ پہلو ہوتے ہین۔ ارسطاطالیس نے اسپر یہ حجت پیش کی تھی کہ اس سے ارتباط حقیقی واقع نہین ہوتا بلکہ خلط ملط ہو جاتا ہے۔ القروس نے پھر یہ نظریہ قائم کیا کہ خاص خاص ذرّے ایک دوسرے سے ربط پکڑتے ہین اور اسطرح اجسام وجود مین آتے ہین۔ اس خیال کی زمانہ حال کے عالمان کیمسٹری نے بھی ایک حد تک تصدیق و تائید کردی ہے۔

القروس کے انتقال کے بعد اُسکے پیرو اُسکی تعلیمات کے بڑی سختی سے پابند رہے۔ اسیوجہ سے مسئلہ سالمات مین اور ترقی نہین ہوئی۔ لکریشس نے کچھ عرصہ کے بعد اپنے اُستاد کے خیالات کو منضبط کیا۔ اس سے تھوڑے عرصہ پیشتر ملک بتھینیا (Bithynia) کے حکیم اس کلیپیادیس نے اس فرقہ کے مسئلہ سالمات کی بنا پر اپنا اصول طب قائم کیا تھا۔

(باقی آیندہ)

جے۔ آر۔ رائے

۵۱ برگر صاحب۔

۵۲ ماخوذ از "انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس" جلد دوم صفحہ ۱۹۹ مطبوعہ ایڈنبرا نومبر ۱۹۰۹ء

# روضۂ ممتاز محل

ہم اسوقت فن تاریخ کی تاریخ لکھنا نہیں چاہتے اور یہ بھی ثابت کرنے کی بیکار کوشش نہیں کرتے کہ دراصل خود فن تاریخ بھی ایک مستقل علم ہے یا کسی علم کا شعبہ۔ ہم جس عنوان پر مختصر بحث کرنا چاہتے ہین وہ مورخین یا مضمون نگارون کے فرائض ہین۔

اسمین شک نہین کہ فن تاریخ مستقل علم یا شعبہ جو کچھ ہو نہایت معمر ومسن ہے۔ اگر اسکی قدامت کا پتہ لگایا جاے تو یہ ثابت ومحقق ہو جائیگا کہ اسکے ہیولیٰ کا وجود زمانے کے ساتھ ساتھ موجود ہے۔

اس فن مین یہ ایک نادر خوبی دیکھنے مین آتی ہے کہ یہ جسقدر معمر ہوتا جاتا ہے اُسیقدر اُسکی جوانی دن دونی ترقی کرتی جاتی ہے۔ گویا آجکل ہزارون سال کی عمر پانے کے بعد بھی اسکے شباب نے تمام دُنیا کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔

اسنے تاریخ پیدائش سے آجتک ہزارون روپ بدلے ہین اگر کسی زمانے مین اسنے تمثیلات کا روپ بھرا تھا تو کسی عہد مین کہانیون اور قصّون کی صورت اختیار کی۔ اگر کبھی اصنام کے قالب اختیار کئے تھے تو کہین ڈرامون مین اسکا ظہور ہوا اور اس بہروپیے کی تلوّن مزاجی کی بھی یہ کیفیت رہی ہے کہ یہ جب کبھی معراج ترقی پر پہونچا ساتھ ہی ایسی رجعت قہقری کی کہ اسمین سب تنزل کے اسباب نمودار ہو گئے بلکہ اکثر اسکے نفس وجود ہی پر گفتگو ہونے لگی۔

بہرنوع اسکی کبھی اور کسیوقت ایک صورت وشکل پسند نہین آئی۔ اسکے ان مختلف صورتون کو دیکھتے تناسخ کا مسئلہ ٹھیک ٹھیک اسی تلوّن مزاج پر صادق آتا ہے۔ اسکے یہ مختلف روپ کیا تھے؟ مختلف عہد کا مذاق تھا۔

یہ قاعدہ ہے کہ جب دُنیا مین کسی چیز کا ظہور یا اُسکی ایجاد ہوتی ہے تو پہلے پہل اُسکی حالت غیر منتظم رہتی ہے اور جیسا جیسا اُسمین ضروریات کا احساس ہوتا جاتا ہے اُسکی تکمیل و ترتیب کیجانب زمانے کا میلان بڑھتا جاتا ہے۔ بالکل یہی کیفیت فن تاریخ کی صدیون تک رہی ہے۔

دَور اوّل مین جو اسکے وجود کا پہلا دور تھا اُسکو خیالی تصویر سے تعبیر کر سکتے ہین۔ دَور وسطی مین اُسنے ایک نامکمل خاکے کی صورت اختیار کی۔ اور دَور ثالث مین جب اسکا فوٹو مکمل ہو چکا اور اسکے حسین خط وخال زمانے کا دل لُبھانے لگے تو اسکی تلوّن مزاجی نے اسکی وہ پہلی صورت پھر مسخ کر دی جو اصلی اور عین شباب کے زمانے مین ہونا چاہئے تھی۔ اس انقلاب سے اسکو اسقدر صدمہ پہونچا کہ یہ قریب قریب درگور کے مکروہ لفظ سے یاد کئے جانے کے قابل ہو گیا۔

خدا عربون کا بھلا کرے کہ جب اُنھون نے اسکو بستر مرگ پر لیٹا ہوا دیکھا تو اپنی جدت وتحقیق کے ایسے جواہر مہرے چٹائے کہ اسنے پہلی سی زندگی ہی نہین حاصل کی بلکہ اسکا وہ پہلا روپ ایسا دلکش ہو گیا کہ تمام دنیا اُسپر جان دینے لگی اور غیر معمولی ترقی کے ساتھ اسکا شباب روز افزون ترقی کرنے لگا۔

افسوس اسکا یہ حسنِ دوروزہ بھی چلتی پھرتی چھاؤن ثابت ہوا اور اسکے حسن اور خوبیون کا یہ مجموعہ بہت جلد منتشر

ہوکر اسمین پہلے سے زیادہ انحطاط کا ظہور ہونے لگا اور گھٹتے گھٹتے اسمین اسقدر ضعف آگیا کہ اسکی سیر صرف رزمگاہون تک محدود ہوگئی۔

ہم دَور آخر کے بھی تین دَور قرار دیسکتے ہین۔ اسکا پہلا دَور جو خاص عروج اسلام کے عہد سے شروع ہوکر عباسیون کی سلطنت کے اختتام کے ساتھ ختم ہوگیا ایک ایسے کمال کا دَور تھا کہ گویا مردۂ صدسالہ کے ڈھانچ مین از سر نو روح پھونک دی گئی تھی اور صرف روح پھونکر اُسکو زندہ کرنے ہی پر اکتفا نہین کیا گیا تھا بلکہ اس بات کی کوشش کی گئی تھی کہ اسکا دلفریب چہرہ جملہ ضروریات حُسن سے آراستہ ہوکر وحشت زا طبیعتون کو بھی مانوس بنالے۔

یہ عربون ہی کی جدت طرازی کا اثر ہے کہ یہ فن ایک مستند اور مبسوط علم کی حد تک پہونچ گیا۔ اُنھون نے اسکے قوانین و ضوابط ضبط کرکے مورخین کے فرائض مقرر کردئے اور دُنیا کی وہ کونسی رطب و یابس شئے ہوتی تھی جس سے اسمین بحث نہ کیجاتی ہو۔ اسکا سب سے پہلا موضوع تمدن کی بحث تھی اور اس بحث کی تحت مین اسکے کُل لوازمات کا ذکر کیا جاتا تھا تاکہ آیندہ نسلون پر اُسکی پوری روشنی پڑسکے۔ کیون نہو قوانین قدرت کے مطابق جو قوم تمدن مین ترقی پر ہوتی ہے خاص ایجاد و ترقی اُسی کا حصّہ ہوتا ہے۔ مگر افسوس بعد کے انقلابات نے اسکے ساتھ کچھ ایسا بُرا سلوک کیا کہ ہم اپنے اس دعوےٰ کی تائید مین بدیہی ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہین۔ تاہم اسکے مٹے مٹائے آثار کبھی کبھی اور کہین کہین نظر آجاتے ہین۔

اسکا دَور ثانی نہایت ضعیف و کمزور ثابت ہوا ہے اور بظاہر اسکی کمزوری کا سب سے عظیم تر سبب اسلام کا ضعف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ دَور ثانی آپس کی خانہ جنگیون سے شروع ہوا اور جب کسی قوم مین خانہ جنگی کا بازار گرم ہوجاتا ہے تو اُسکا بجز فن خانہ جنگی کے اور فنون مین ترقی کرنا دشوار ہے اسلئے آج ہم دیکھتے ہین کہ اس دَور کے مورخین سوائے جدال و قتال کے ایسے اہم واقعات کا ذکر تک نہین کرتے کہ جنسے اُس زمانے کے تمدن کا دوسرا پہلو بھی روشن نظر آئے۔ اگر ہماری راے تاریخ کے بعض ضروری پہلوؤں کو تاریک بنانے کی اجازت دیتی ہے تو ہم اسی دَور کو تاریک کہنے کے لئے بالکل آمادہ ہین کیونکہ جب اُنکے اسلاف اُنکے لئے فن تاریخ کی تدوین کے بہتر سے بہتر سبق آموز طریقے چھوڑ گئے تھے تو اُنکا کام تھا کہ اگر اُسمین کچھ اضافہ نہ کرتے تو صرف اُنھین کے نقش قدم پر چلے چلتے۔ اُنکے اسپر عمل نہ کرنے ہی کی وجہ ہے کہ اگر ہم اس دَور مین اقوام متمدنہ کے کارنامون کو دریافت کرنا چاہین تو بجز صف آرائیون اور جنگ و جدال کے ہماری معلومات پر اور اور واقعات کی بالکل روشنی نہین پڑتی اسلئے جس مضمون پر آج ہم قلم اُٹھانا چاہتے ہین سوائے ادھر اُدھر کی باتین بتانے کے فرصت پانے کے ہمسے اس فن کی زیادہ خدمت نہین ہوسکتی۔

دَور آخر کا دور ثالث کچھ مبارک نظر آتا ہے اس دَور مین اس امر پر متفقہ کوشش کی جارہی ہے کہ اُسکو از سر نو زندہ کرکے ایسا لباس پہنایا جائے کہ یہ پہلے سے زیادہ بارونق دکھائی دے لیکن ہمارا اس کوشش مین کامیاب ہونا بوجوہ مذکورہ کسیقدر دشوار معلوم ہوتا ہے۔ البتہ جن متمدن اقوام نے اس اہم فرض کو اپنے سر لیا ہے اسوجہ سے اُنسے اسکی تکمیل کا اطمینان ہوسکتا ہے کہ عربون کا وہ تمام ذخیرہ جو اُنھون نے اپنے زمانے مین جمع کیا تھا اُنھین اقوام کے قبض و تصرف مین ہے۔

عربون نے اس فن کے متعلق جو طریقے ایجاد و اختیار کئے تھے اُنکا سب سے اعلیٰ اور بہترین طریقہ ایک درایت بھی تھا جسکو آجکل کی متمدن اقوام نے صرف برائے نام اختیار نہین کیا۔ بلکہ اسپر اس حد تک عمل کیا ہے کہ بازی اُنھین کے ہاتھ رہیگی۔

خدا خدا کر کے اب ہندوستان مین بھی اس طریقے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے لیکن اس حد تک اسکی ترقی نہین ہوئی کہ جس سے اطمینان بخش نتیجہ نکل سکے۔ ظاہرا اسکی قوی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابھی ہمارے دماغ اس قابل نہین ہین یا ہم اپنے دماغون پر بار ڈالکر اُنسے کام لینا نہین چاہتے۔ خصوصاً اس فن مین ہماری سہل انکاری آیندہ نسلون کیلئے نہایت بد اثر نتیجے ترتیب دے رہی ہے۔

خدانخواستہ اسوقت ہمکو کسی پر حملہ کرنا مقصود نہین ہے مگر تمثیلاً ہم سیر مالوہ ہی کے مضمون کو جو ایک مشہور رسالہ مین شائع ہوا ہے پیش کرتے ہین جسمین محقق مضمون نگار نے اورنگ آباد دکن کا تذکرہ کرتے ہوئے رابعہ دورانی کو اورنگ زیب کی بیٹی لکھا ہے حالانکہ دل رس بانو جسکا لقب رابعہ دورانی تھا خاص اورنگ زیب عالمگیر کی بیگم تھی۔ اسیطرح ایک عرصہ دراز سے روضۂ تاج محل کی تعمیر کی صحیح لاگت کی نسبت بھی مورخون سے لیکر مضمون نگارون تک مین اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور کسی نے تحقیق و تدقیق سے خاطر خواہ کام نہین لیا۔

یون تو آج تک اکثر اہل قلم نے تاج محل کی نسبت طبع آزمائی کر کے بہت کچھ زور قلم دکھایا ہے لیکن ہم زمانۂ حال کے ایک مشہور مضمون نگار کے مضمون کو جو ایک مشہور پرچے مین شائع ہوا ہے منتخب کر کے یہ دکھانا چاہتے ہین کہ فاضل مضمون نگار نے بھی تعمیر روضہ کی لاگت کی نسبت زیادہ غور و درایت سے کام نہین لیا ہے۔ اسمین شک نہین کہ روشن دماغ مضمون نگار نے اغیار کے اعتراضات کو ایسے مدلل و مستند طریقے سے رد کیا ہے کہ اُنکی شیخی اور غلط بیانی کی پوری پوری قلعی کھل گئی۔ ہم فاضل مضمون نگار کو اس لاجواب کامیابی پر مبارکباد دیتے ہین۔ لیکن فاضل مضمون نگار نے غیر اقوام کے خیالات کی تردید کے بعد ہی تعمیر روضہ کے اخراجات کیجانب توجہ کرتے ہوئے اس بارہ مین چند مورخین کی رائین بیان کر کے آخر اسی کو ترجیح دی ہے کہ اس روضہ کا پچاس لاکھ کی لاگت مین تیار ہونا کچھ عجب نہین۔ حالانکہ فاضل مضمون نگار کا یہ فیصلہ کسیطرح صحیح ثابت نہین ہوسکتا۔ چنانچہ ہمکو چند وجوہ مندرجۂ بالا خیال کی تائید کر کے فاضل مضمون نگار کے ہم آہنگ ہونے مین بہت کچھ تامل ہے۔

پہلی بدیہی وجہ یہ ہے کہ ایسی نادرۂ روزگار عمارت پچاس لاکھ کی قلیل رقم مین تیار نہین ہوسکتی۔

دوسری وجۂ موجہ یہ ہے کہ فاضل مضمون نگار کی تحقیق کے موافق روضہ کی تعمیر مین روزانہ بیس ہزار مزدور کام کرتے تھے اگر بیس ہزار مزدورون کی مزدوری کا حساب فی مزدور یہ روزانہ ایک آنے ہی سے لگائین تو بیس ہزار آدمیون کی مزدوری روزانہ ایک ہزار دو سو پچاس اور ماہانہ سینتیس ہزار پانسو اور سالانہ چار لاکھ پچاس ہزار ہوئی۔ چونکہ روضہ کی تیاری کی مدت مین بھی اختلاف ہے اسلئے ہم فاضل مضمون نگار کی بیان کردہ مدتون کے منجملہ اُسکی تیاری کی مدت اقل درجہ بارہ سال ہی قرار دین تو اوپر بتائے ہوئے حساب سے اس مدت مین چون لاکھ روپیہ صرف ادنیٰ معمارون کی اجرت مین صرف ہونا ثابت ہوتا ہے جو فاضل مضمون نگار کی مشخصہ رقم سے چار لاکھ زیادہ ہے۔ ابھی

اس حساب مین اُن اعلیٰ کاریگرون کی اجرت شامل نہین ہے جنکو فاضل مضمون نگار نے تعداد مین ۳۸ اور ماہوار دار بیان کیا ہے اگر اُنکے بھی اخراجات کا اندازہ لگایا جاے تو ۳۸ اعلیٰ صناعون مین پانچ شخص ایسے تھے کہ ایک ایک کی ہزار ہزار اور ۳۳ اشخاص کی تنخواہ دو دو سو تھی - اوّل الذکر صناعون کی بارہ سال کی تنخواہ سات لاکھ بیس ہزار اور موخر الذکر کاریگرون کی تنخواہ نو لاکھ پچاس ہزار چار سو روپیہ ہوئی اگر ان تمام رقمون کو ایکجا کر لیا جاے تو جملہ ستّر لاکھ ستّر ہزار چار سو روپیہ ہوئے جو پچاس لاکھ کے مقابلے مین بیس لاکھ ستر ہزار چار سو زائد ہین -

اگر یہان ہم یہ فرض بھی کر لین کہ ادنیٰ مزدورون کی تعداد کم بلکہ نصف تک ہوگی حالانکہ یہ محالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ادنیٰ درجہ کا مزدور بھی جو صرف بارکشی کے کام پر لگایا جاتا تھا روزانہ ایک آنہ سے بھی کم مزدوری پر ملسکے پھر بھی اس افراط و تفریط کے بعد دس ہزار ادنیٰ معمارون کی اجرت کا حساب کیا جائے تو بھی روضہ کی تیاری تک اُنکی مزدوری ستائیس لاکھ ہوتی ہے - اور اگر اعلیٰ صناعون کی تنخواہ کو بھی اسیطرح نصف تعداد تک گھٹا دیا جاے تو سولہ لاکھ نوّے ہزار دو سو روپیہ برآمد ہوتی اور ان دونون کا جملہ تینتالیس لاکھ نوّے ہزار دو سو روپیہ ہوا - اگر پچاس لاکھ سے یہ رقم منہا کر دیجاے تو سات لاکھ نو ہزار آٹھ سو روپیہ باقی رہے جس سے تمام مال مسالہ اور دوسرے زینتی کامون کا جنسے روضہ سجا گیا تھا انجام پانا بالکل خلاف عقل ہے - اگر مزدورون کی اجرت سے بالکل قطع نظر کر کے صرف تنخواہ دارون کی تنخواہون کا حساب لگائین تو سولہ لاکھ ستر ہزار چار سو ہوتے ہین اور اسطرح بھی پچاس لاکھ کی مقدار صحیح ثابت نہین ہوتی - گو کسی زمانہ مین اجرت کی ہزار ارزانی ہو لیکن ہمنے جس ادنیٰ اجرت سے حساب لگایا ہے اُس سے کم اجرت پر مزدور کا ملنا یقینی طور پر دشوار اور ناممکن ہے -

ہان البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم شاہجہان کی دریادلی اور رعایا پروری سے جو اُسکا خاصہ تھا نظر چرا کر صرف اُسکی جباری کو لے لین تو اُسوقت ہمکو اس حساب و کتاب کی مطلق ضرورت باقی نہین رہتی اور ہم یہ کہکے فرصت پاسکتے ہین کہ شاہجہان نے اس روضہ کی تعمیر مین ظلم و ستم سے کام لیکر بلا ادا ے اجرت و قیمت مُفت کام لیا تھا -

مضمون مذکورہ مین فاضل مضمون نگار نے تیاری روضہ کی مدت کی نسبت ٹیورنیر کی راے کو ترجیح دی ہے جسکا یہ بیان ہے کہ روضہ بائیس سال کی مدت مین تیار ہوا - اگر ہم مندرجۂ بالا حساب بائیس سال کی مدت پر لگائین تو شائد کرورون تک نوبت پہونچ جاے - اسکے بعد پھر فاضل مضمون نگار کا یہ قیاس کہ شائد پچاس لاکھ صرف تنخواہ دارون مین صرف ہوا ہوگا اور پتھرون و سائبان کی تعمیر اسمین شامل نہین ہے ایک حد تک درست نہین پایا جاتا کیونکہ بائیس سال تک تنخواہ دارون کا خرچ جنکی شخصی تعداد اور تنخواہ کی مقدار جو اوپر بتائی گئی ہے اُس حساب سے تیس لاکھ باسٹھ ہزار چار سو روپیہ ہوتی ہے اور پچاس لاکھ کی بھرتی کے لئے پھر بھی اُنیس لاکھ ستانوے ہزار چھ سو کم پڑتے ہین - مندرجۂ صدر تحقیق کی رو سے اسقدر سستے دامون مین روضہ کی اصل عمارت تو کیا تعمیر ہوتی بلکہ اسکی متعلقہ دوسری عمارتون کی تعمیر بھی ممکن نہین - چنانچہ ہم آگے چلکر یہ ثابت کرینگے کہ مذکورہ رقم روضہ کے صرف ایک ایک حصہ یا ایک ایک جزو پر صرف ہوئی ہے -

پھر عنوان اختلاف کو دُور کرنا درایت اور ہماری فکر و جستجو کا

کام ہے آج تک مابعد کے جن جن مورخین اور مضمون نگارون نے روضہ کی تیاری کی لاگت مین جو صحیح اندازہ سے کام نہین لیا اُسکی قوی وجہ ایک یہی ہوسکتی ہے کہ وہ موجودہ زمانہ کی غلط مطبوعہ تاریخون پر بھروسہ کرتے رہے اور پرانے قلمی نسخون کو تلاش کرکے موجودہ مطبوعہ تاریخون سے مقابلہ نہین کیا۔

بدنصیب تخت طاؤس کی بھی جو عجائبات دُنیا مین شمار ہونے کے قابل تھا اسیطرح ایک عرصہ تک قیاسی حالت رہی ہے اسکی قیمت کو اگر جہاندیدہ ڈاکٹر برنیر نے چار کرور بیان کیا ہے تو بادشاہ نامہ کے مورخ صرف تین ہی کرور تخت طاؤس کی تیاری کا صرفہ بتاکر اپنے فرض سے سبکدوش ہوگئے ہین اور مولانا آزاد ایسے محقق نے بھی صرف ایک ہی کرور پر اکتفا کی ہے لیکن ٹیورنیر جوہری ایک مدت تک جانچتے رہنے کے بعد یہ کہتا ہے کہ ایک ایسا تخت جو ہزارون بیش بہا جواہرات مین ڈوبا ہوا ہو کبھی چھ کرور سے کم مین تیار نہین ہوسکتا۔

غرضکہ جس مورخ کو دیکھو ایک دوسرے کی راے سے مخالف ہے اور جب خود مورخون مین اسطرح کا اختلاف پایا جاے تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ اُسکی اصل حقیقت تک ہمارا قیاس جاسکے لیکن نہین ہمکو چاہئے کہ جس امر مین مورخون کو اختلاف ہو اُسوقت ہم درایت سے کام لین۔ یا مطبوعہ کتابون سے درگذر کرکے خاص خاص کتب خانون مین پرانی اور قلمی تاریخون کی ورق گردانی کرین پھر کوئی بات نہین کہ ہم اُسکی اصلی حقیقت تک نہ پہونچ سکین جسکی ہمکو تلاش ہے۔

تخت طاؤس کی نسبت ایک قابل اور متجسس مضمون نگار نے جو سٹی ہائی اسکول کا طالب علم اور مدرسہ سلطانیہ حیدرآباد کا ٹرسٹی ہے اپنی خداداد قابلیت اور روشن خیالی کی داد دی ہے اور تخت طاؤس کے ہر ایک بیش بہا جواہر کو گن گن کر صرف اُنکی تعداد ہی نہین بتائی بلکہ تعداد کے ساتھ اُنکا وزن اور وزن کے ساتھ اُنکی خوش رنگی۔ خوش رنگی کے ساتھ تخت کی قیمت و ہیئت کے بعد اسکے کل لوازمات کا ایک ایسا نقشہ کھینچ دیا ہے کہ اگر مضمون مین مجموعی لاگت بھی نہ بیان کیجاتی تو اتنا ضرور ثابت ہوجاتا کہ تخت طاؤس کی قیمت اُن سب قیمتون سے بالاتر ہے جو اس سے پہلے تک بیان کی گئی ہین۔

اسیطرح بیچارہ نادرۂ روزگار روضہ بھی آجتک تختۂ مشق بنا ہوا دُنیا بھر کی جولانیون کا لکدکوب رہا لیکن کسی نے بھی اسکی صحیح صحیح لاگت نہین بتائی جسکو ہم آیندہ بتانے والے ہین۔

اب ہم تمہید و نیز اوپر کے تمام حساب وکتاب سے فراغ حاصل کرکے روضہ کے اخراجات کے متعلق ہماری جو کچھ تحقیق ہے ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔

فی الحقیقت روضہ کے اخراجات کا صحیح صحیح اندازہ بتانا نہایت مشکل کام تھا لیکن ہماری ایک درازمدت کی تلاش و محنت نے ہمکو مختلف وسیلون سے اسکے ایسے صحیح مرکز تک پہونچا دیا ہے کہ صحت و تفصیل کے اعتبار سے اگر ہم یہ دعوے کرین تو گو کسی حد تک ہمارا ایسا دعویٰ بیجا نہ ہو لیکن بیجا نہ ہوگا کہ روضہ کی تاریخ مین ایک ایسا قابل قدر اضافہ ہوا ہے جس تک شاید کسی کی رسائی نہین ہوئی تھی اور اسکے بعد سے تاج بی بی کے روضہ کے متعلق اس قسم کے جسقدر مضامین مضمون نگارون کے قلم سے نکلین گے اُنکا ماخذ عجب نہین کہ یہی مضمون ہو۔

خاص ہماری تحقیق کے لحاظ سے جو بالکل قرین قیاس ہے

ارجمند بانو بیگم یا ممتاز محل عرف تاج بی بی شاہجہان کی چہیتی بیگم او آصف خان وزیر اعظم پسر اعتماد الدولہ کی حسین وجمیل بیٹی تھی۔

یہ شہنشاہ بیگم سنہ ۱۰۰۱ھ مین پیدا ہوئی اور جب اُسکا سن پورے اکیس سال کا ہوا تو اُسکے حسن وخلق کی شہرت سے شاہجہان کو دل ہی دل مین اپنا گرویدہ بنالیا اور جب شاہجہان کے عشق کے شعلے آہون کیساتھ دل سے نکل نکل کر ہونٹون پر نمودار ہونے لگے تو جہانگیر نے اپنے اکلوتے فرزند کا یہ حال دیکھکر اس بارے مین سرتاج حسینان یعنی نورجہان (جونکہ ارجمند بانو نورجہان کی بھتیجی تھی) سے مشورہ کیا اور کوئی مبارک وسعید دن تاریخ ٹھہراکر شاہانہ تزک واحتشام کے ساتھ رسوم شادی اداکرکے وارثِ تاج وتخت کی آرزو پوری کردی۔

ارجمند بانو بیگم شادی کے بعد صرف اکیس سال زندہ رہی اس قلیل مدت مین اُسکے بطن سے چودہ اولادین ہوئین لیکن اُسکے آخری دم تک صرف ساتھ ہی بیٹے اور بیٹیان باقی رہین۔ جسوقت ارجمند بانو کو دہرآرا بیگم کا آخری حمل رہا اور وضع حمل کے ایام قریب پہونچ گئے تو اُسنے یک بیک اپنے پیٹ سے جنین کے رونے کی آواز سُنی۔ اور یہ جاناکہ اب میری عمر کا پیمانہ لبریز ہوچکا اُسیوقت اپنے عاشق زار شوہر کو محل مین طلب کرکے حسب ذیل وصیتین کین۔

(۱) میرے مرنے کے بعد آپ دوسری شادی نہ کرین جس سے سوتیلی اولادمین لڑائی جھگڑے ہونیکا اندیشہ ہے۔

(۲) میرے پاس ایک کرور روپیہ نقد جمع ہے اُسکو میری اولاد پر تقسیم فرمادین۔

(۳) میرے مرنے کے بعد میرے مزار پر ایک ایسا عالیشان اور بیش بہا روضہ تعمیر کرایا جاے کہ بالکل آپ کی اولوالعزمیون کے شایان اور بیش قیمتی اور خوبصورتی مین بجز ایوانات فردوس کے کوئی اُسکا مثل ونظیر نہ ہو۔

چند روز بعد جب دہرآرا بیگم کا تولد ہوا تو ارجمند بانو کا وہ خیال پورا ہوگیا جسکا اُسکو دھڑکا لگا ہوا تھا۔ارجمند بانو کی موت جو برہان پور مین واقع ہوئی اُسکے شوہر شاہجہان کے لئے کوئی معمولی غم نہ تھا۔جسوقت بیگم کی موت کی خبر وحشت اثر شاہجہان کے کانون تک پہونچی تو بے اختیاری کے ساتھ ایک دردناک چیخ ماری اور بیہوش ہوگیا۔

جب ارجمند بانو بیگم کا نازک اور خوبصورت جسم ایک مدت کے بعد پیوند زمین کردیا گیا تو ایک عرصہ تک تمام شہر ومحلات شاہی مین ماتم برپا رہا اور جب شاہجہان کو غم والم سے کسیقدر افاقہ ہوا تو اُسنے اپنی مرحومہ بیگم کی وصیتون کی جانب توجہ کی۔

ممتاز محل کی وصیت کے موافق وہ نقد وجنس جسکو اُسنے جمع کیا تھا اُسکی اولاد پر تقسیم کردیا اور اس سے فراغت حاصل کرکے روضہ کی تیاری مین مصروف ہوا اور دور ودراز ممالک سے اس فن کے نادر الوجود اُستادون کو طلب کرکے روضہ کے متعدد نقشے مرتب کرائے۔آخرالامر عیسیٰ خان نامی نقشہ نویس کا مرتب کیا ہوا نقشہ جسکو ایک ہزار ماہوار مقرر کرکے رُوم سے طلب کیا تھا پسند کرکے حکم دیا کہ اسی نقشہ کے مطابق روضہ کی تعمیر شروع کیجاے۔

اس روضہ مین طغرا نویسی اور پچیکاری وغیرہ کے لئے جو اُستاد دُور دور سے بلوائے گئے تھے اُنمین عیسیٰ خان رُومی نقشہ نویس کے علاوہ امانت خان شیرازی طغرا نویس ایکہزار اور اسمٰعیل خان رومی گنبد ساز پانسو اور محمد خان بغدادی خوشنویس نوسو۔اور کاظم خان کلس ساز دوسو ماہوار پاتے تھے

اور تین شخص ہندو جنکے نام موہن لال۔ منوہر سنگھ اور منو لال لاہور کے رہنے والے پچیکاری کا کام کرتے تھے۔ اول و دوم کی تنخواہین پان پانسو اور تیسرے کی تنخواہ پانسو اسی تھی اور انکے علاوہ اور اور کاریگر بھی جو سو سو دو دو سو ماہوار پاتے تھے بہت تھے۔ ان اُستادون کی کارسازی کا ایک ادنیٰ کرشمہ یہ تھا کہ ایک چھوٹے سے پھول کو باسٹھ عدد مختلف رنگ والے پتھرون سے اُسکے رگ و ریشہ کے ساتھ سجاتے تھے اور اسمین اعلیٰ صناعی و چابکدستی یہ ہوتی تھی کہ اگر کلان بین سے بھی دیکھین تو اُسکے پیوند تمیز نہو سکین اور انھین کاریگرون کا دوسرا کام جسکی تعریف و توصیف انسانون سے ممکن نہین یہ تھا کہ جہان انھون نے عیسیٰ خان رومی کے نقشہ پر سنگ مرمر کی تختیون مین بیل بوٹے رنگا رنگ پتھرون سے نقش کئے ہین اُنمین اُنکے پھول اور پھل کی وہ تمام حالتین دکھائی ہین جو بہار و خزان سے تعلق رکھتی ہین۔ مثلاً کسی بیل مین اُسکا بار لانا دکھلایا گیا ہے تو پہلے ناشگفتہ کلی سے ابتدا کی گئی ہے اور اسکے بعد نیم شگفتہ اور اسکے ساتھ ہی نہایت شگفتہ اور ترو تازہ پھول دکھائے ہین۔ جہان ان اُستادون کو خزان کا سمان بتانا مقصود تھا۔ بیلون کے پتے زرد اور اُنکے پھول مرجھائے ہوئے سرنگون۔ اسیطرح بیلون کی مناسبت سے پھلون کی بھی وہ تمام کیفیتین بتائی گئی ہین جو معمولاً آغاز سے کامل رسیدگی تک ہوا کرتی ہین۔ بعض بعض جگہہ تو یہ منظر پیش نظر ہو جاتا ہے کہ مرجھائے ہوئے پھول اور پختہ ثمر اپنی اپنی ڈالیون سے ابھی ابھی جدا ہونیوالے ہین۔ غرضکہ بہار و خزان دونون موسمون کے موثر سین اس خوبی و صفائی سے ظاہر کئے گئے ہین کہ روضہ کی سیر کرنے والون کو بلا مبالغہ ایک سرسبز و شاداب باغ کا دھوکا ہو جاتا ہے۔

امانت خان طغرانویس اور محمد خان خوشنویس کے طغرون اور کتبون مین یہ صنعت و خوبی ہے کہ جہان اُنپر جس کسی انسان کی نظر پڑی وہ حیران و ششدر رہگیا۔ انکے طغرون و کتبون کے ایک ایک حرف اور ایک ایک نقطہ مین یہ دلآویزی کا اثر ہے کہ ایکبار نظر ان تک جانے کے بعد واپس ہونا نہین جانتی۔ انکی کششون مین کشش اور انکے دائرون مین جذب کی کیفیت موجود ہے۔

یون تو خطاطی مین انکی اعجوبہ روزگار ہزارون صنعتین ہین جنکا ہو بہو نقشہ کھینچنے پر ہمارا قلم پورا قادر نہین ہے لیکن پھر بھی اسوقت ہم اُنکی اعلیٰ صناعیون مین سے ایک معمولی صنعت کا ذکر کرتے ہین وہ یہ ہے کہ دروازہ کی پیشانی پر سنگ مرمر کی تختی مین سورۂ والفجر کے حروف بخط ثلث سنگ موسیٰ کے تراشکر بٹھائے ہین اور انمین مناظر و مرایا کے اصول اس حد تک مدنظر رکھے ہین کہ نیچے اوپر جسقدر آیتین لکھی ہین وہ سب کی سب دیکھنے والے کو ایک ہی پیمانہ کی معلوم ہوتی ہین اور انکے حروف در نقطے تک ایک ہی قلم سے نکلے ہوئے اور کل کے کل ایک ہی قالب مین ڈھلے ہوئے دکھائی دیتے ہین حالانکہ یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ دور کی چیز نزدیک کی بہ نسبت ضرور چھوٹی معلوم ہوتی ہے جیسے کہ دُور دُور کے عظیم الشان درخت اور ہیبت ناک پہاڑیان معمولی پودے اور ٹیلے معلوم ہوتے ہین اور اونچی اونچی عمارتون کے کنگرے اپنے اصلی حجم و ضخامت سے بہت چھوٹے نظر آتے ہین۔ لیکن بخلاف اسکے یہان نظر پڑتے ہی اس قاعدہ کے غلط کہنے پر ہر شخص مجبور ہو جاتا ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ بے نظیر صناع اپنی صنعت کے یہ لاجواب جوہر دکھانے کے لئے بلندی کی مناسبت سے اوپر کی تحریر کو اس صحیح حساب اور انداز

سے جلی کرتے گئے ہین کہ نیچے سے لیکر اوپر تک کی تحریر سب ایک ہی پیمانہ کی معلوم ہوتی ہے۔

یہ نادرۂ روزگار بلکہ غیرت فردوس روضہ کامل سترہ سال کی مدت مین محمد حنیف کارفرماے معماران کے زیر اہتمام تیار ہوا ہے اور اسپر تخمیناً ہین - اجرتین - قیمت اسباب وسامان تعمیر وغیرہ مین کُل چار کرور، اٹھارہ لاکھ اڑتالیس ہزار آٹھ سو چھبیس روپیہ سات آنے چھ پائی صرف ہوے ہین - اور اُن جواہرات کی قیمتین اسمین شامل نہین ہین جو خزانہ شاہی سے دئے گئے تھے - اس رقم کے منجملہ بعض خاص خاص ابواب کی تفصیل اور چند اعلیٰ اور اپنی خوبی ولطافت کیوجہ سے دیکھنے والونکی نظرون کو اپنی جانب کھینچنے اور دلون کو مائل کرنے والی ممتاز اشیا کی لاگتون کا ذکر بھی اس ضمن مین خالی از دلچسپی نہو گا۔

روضہ کی متعلقہ دوسری عمارتون کی تیاری مین ۹۷ لاکھ ۵۵ ہزار تین سو چھبیس روپیہ تیرہ آنے خرچ ہوئے - آبنوس کے جو کواڑ یہان لگائے گئے تھے صرف وہی پینتالیس ہزار چار سو اٹھارہ روپیہ مین تیار کرائے گئے تھے - سب سے زیادہ ناظرین کو یہ سُنکر حیرانی ہوگی کہ ارجمند بانو اور شاہجہان کی مرقدون پر سنگ رخام کی جو تعویذین نصب ہین اور جنکی خوبصورتی اور صنعت کا بیان ہمارے امکان سے باہر ہے وہ چھپن ہزار آٹھ سو گیارہ روپیے لاگت کی ہین - مرقد کے اطراف کی جالی کے سنگ یشب کے صرف دو کواڑ چون ہزار چھ سو ستیاسی روپیہ چودہ آنے مین بنے تھے۔

ان اخراجات کے علاوہ ہم بعض قیمتی پتھرون کا بھی کچھ ذکر کردینا مناسب سمجھتے ہین جنکا اثنا ء تلاش مین ہمین پتہ ملا ہے اور جو روضہ کی مافوق العادت صناعی وخوبصورتی وغیرہ کا اصلی عنصر واقع ہوئے ہین۔

اس روضہ کی تیاری اور آرائش مین تقریباً تیس قسم کے اعلیٰ اور قیمتی پتھرون سے کام لیا گیا ہے جنمین متعدد قسم کے قیمتی جواہر بھی شریک ہین - ہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے یہان اُن پتھرون کی ایک فہرست دیتے ہین کہ کسقدر اور کہان کہان سے لاکر روضہ مین نصب کرائے گئے تھے۔

| نمبر | قسم | کس مقام سے منگوایا گیا | تعداد | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | عقیق | بغداد | ۳۱۰ | |
| ۲ | یمنی | یمن | ۲۴۰ | |
| ۳ | فیروزہ | تبت | ۴۴۰ | |
| ۴ | لاجورد | لنکا | ۲۸۰ | |
| ۵ | مونگہ | دریاے شور | ۱۱۰ | |
| ۶ | سلیمانی | دکن | ۴۵۴۰ | |
| ۷ | غوری | کنارۂ دریاے کھماج | بیشمار | |
| ۸ | تانبڑہ | گنگا سے بنارس | ۳۱۵ | |
| ۹ | سنگ طلا | دکن | ۳۷۰ | |
| ۱۰ | پاسے زہر | کوہ کماعون | ۱۰۱۰ | |
| ۱۱ | سنگ اعجوبہ | سورت | ۵۰۱۰ | |
| ۱۲ | سنگ موسیٰ | . | ۷۴۵ | یہ پتھر کہان سے لائے گئے کچھ معلوم نہوا |
| ۱۳ | سنگ کھٹواز | . | ۷۰۴۵ | |
| ۱۴ | سنگ رخام | . | ۵۷۷۵ | |
| ۱۵ | سنگ سُرخ | . | بیشمار | |
| ۱۶ | سنگ یشب | کھماج | ۲۵۴۵ | |
| ۱۷ | سنگ نخود | سیلگدھ | ۷۸۲۵ | |
| ۱۸ | سنگ مرمر | جے پور | بیشمار | |

| نمبر | قسم | کس مقام سے منگوایا گیا | تعداد | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| ۱۹ | سنگ یشمی | بجے پور | ۳۲ | یہ کہاں سے لایا گیا تھا معلوم نہ ہوا |
| ۲۰ | یاقوت احمر | خزانۂ شاہی | ۵۴ | |
| ۲۱ | نیلم | ″ | ۴۵ | |
| ۲۲ | پکھراج | ″ | ۹۷ | |
| ۲۳ | زمرد | ″ | ۹۷ | |
| ۲۴ | الماس | ″ | ۱۲۵ | |
| ۲۵ | سنگ سماق | ملیبار | ۷۴ | |
| ۲۶ | سنگ گوالیار | گوالیار | ۴۵ | |
| ۲۷ | سنگ چقماق | ۔ | ۷۵ | یہ پتھر کہاں سے لائے گئے معلوم نہ ہوا |
| ۲۸ | سنگ مقناطیس | ۔ | ۷۷ | |
| ۲۹ | سنگ عیسیٰ | ۔ | ۹۰ | |
| ۳۰ | سنگ مرمر | کشمیر | ۴۲ | |

جب روضہ کی عمارت پوری تکمیل کو پہونچ گئی تو شاہجہان کو یہ خیال ہوا کہ ایسے بے مثل اور نادر الوجود روضہ کی میرے بعد حفاظت و نگرانی بھی ضرور ہے اور اسی خیال سے اُسنے اخراجات شکست وریخت اور ماہوارات محافظ و حفاظ اور روزانہ لنگر خانہ وغیرہ کے لئے تین لاکھ سولہ ہزار ایک سو اکسٹھ روپیہ سات آنے سالانہ آمدنی کی جاگیرین روضہ کے نام وقف کردین۔

افسوس آج نہ شاہجہان ہے نہ اسکی الوالعزمیان لیکن روضہ ممتاز محل سے اُسکا نام ہمیشہ زندہ رہیگا جسکی حیرت انگیز صناعیان عدیم النظیر ہین۔

سید شہاب الدین توقیر مہدوی

# مجموعہ سوشیل

جسطرح ایک ملکی زبان کی ترقی کے واسطے علمی رنگ مین مختلف علوم و فنون کی کتابون اور معلومات کی ضرورت ہے اور اسکے سوائے کوئی زبان ایک علمی زبان کا درجہ یا پایہ نہین حاصل کرسکتی اُسیطرح ایک قوم یا ایک ملک کے نظام ترقی کیواسطے مختلف مجموعون کی ضرورت ہے۔ اگر کسی قوم یا کسی ملک مین کوئی بادشاہ یا پریسیڈنٹ نہ ہو یا کسی پیشرو کی حکومت نہ ہو تو نہین کہا جاسکتا کہ اُس ملک یا اُس قوم کا نظم و نسق کس اصول پر چل رہا ہے اگر کسی بادشاہت یا جمہوریت کا کوئی ضابطہ اور کوئی قانون نہ ہو تو اُس صورت مین بھی یہ نہین کہا جائے گا کہ وہ ملک یا وہ قوم کسی ضابطہ اور قانون کے تابع ہے۔

بیماریان اور عوارض ہر ملک مین ہوتے ہین اگر اُنکے ازالہ اور قیام صحت کے واسطے طبّی قوانین کی تدوین نہ ہو تو یہ نہین کہا جائیگا کہ ایسے قطعۂ ملک یا گروہ مین عوارض اور امراض کے ازالہ کیواسطے کوئی قانون یا ضابطۂ علاج تدوین کیا گیا ہے اور اُسپر کسی نہ کسی حد تک اعتبار اور وثوق کیا جاسکتا ہے۔

چاہے انسان کتنا ہی آزاد منش اور اُسمین تعلقات کی کتنی ہی کمی کیون نہ ہو پھر بھی وہ طبعاً اس بات کا گرویدہ اور خواہشمند ہے کہ اُسکی زندگی کے واسطے کچھ نہ کچھ قواعد اور ضوابط ہون۔ جو گروہ اور جو لوگ اکل و شرب کے متعلق طبّی قواعد سے بے بہرہ ہین اور یہ نہین جانتے کہ قیام صحت کیواسطے

کن کن باتون اور کس حفظ ما تقدم کی ضرورت ہے وہ بھی اپنے دائرے مین کچھ نہ کچھ قواعد رکھتے ہین اور اُنکا ایک حدتک عمل بھی ہوتا ہے۔ مہذّب اور نیم مہذّب قومون مین جسقدر قواعد زیست اور قوانین معاشرت اسوقت پائے جاتے ہین اُن سب کا مجموعہ ایک ہی دفعہ نہ تو آسمان سے گرا ہے اور نہ زمین سے پیش کیا ہے۔ یہ دُنیا کے اردگرد منتشر تھا اور مختلف الوان مین پایا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ بعض لوگون نے اسے جمع کیا اور آخرکار ایک بڑا دفتر بنگیا۔ جن لوگون اور جن قومون نے ان اجزائے منتشرہ کو ایک جگہہ پر جمع کرلیا اور اُسے ایک مجموعی صورت مین پیش کیا وہ رفتہ رفتہ ان منتشر اجزا سے واقف اور شناسا ہونے لگے اور جن قومون نے اسطرف توجہ نہ کی یا پہلے مجموعون مین کوئی ترقی کرکے نہ دکھائی اُنکا نام غیر مہذّب قومون مین لکھا گیا۔

یہ ہے تہذیب اور بے تہذیبی کی ساری کائنات۔

تہذیب کوئی پری نہین جسے کسی منتر یا جادو سے قابو مین لایا جاتا ہے اور وحشت یا بے تہذیبی کوئی بلا نہین ہے کہ راہ چلتے گلے کا ہار ہوجاتی ہے۔ یہ دونون حالتین اپنی ہی کوشش اور بے ہمتی کا ثمرہ ہین۔ ہان اسکے ساتھ جب تک فضل خدا شامل حال نہ ہو انکے آثار مشکل سے ظاہر ہوتے ہین۔ لیکن ہمت اور کوشش کا سرمایہ بھی خدا کے فضل ہی سے میسّر آتا ہے۔

جہان ہمت اور نیک نیتی اور استقلال نہین وہان خدا کا فضل بھی نہین اور جہان خدا کا فضل نہین وہان یہ حالت بھی نہین۔

تعلیم اور تربیت سے سب کمالات حاصل ہونے کی امید کیجا سکتی ہے اور یہی دو گُر ہین۔ لیکن جبتک تعلیم اور تربیت سے کام نہ لیا جائے گا کوئی فائدہ مترتب نہین ہوسکتا ہے۔ اگر سارنگی بناکر ایک کونے مین رکھدیجائے، بجائی نہ جائے اور نہ اُسکی حفاظت کیجائے تو وہ صدائین کیونکر دیسکتی ہے۔

لیکن قومی ترقی کے واسطے محض تعلیم اور تربیت ہی ضروری نہین بلکہ یہ کہ ان دونون کمالات سے کام بھی لیا جائے لوگ کہتے ہین کہ اپنے بزرگون اور اسلاف کی کہانیان اور کمالات کا تشریحاً و مجازاً قوم کے روبروے پیش کرنا اُنکے حوصلون اور ہمتون مین نشو و نمائی روح پھونکنا ہے یہ بالکل درست۔ اس عمل سے دلون مین اُمنگ اور ریس پیدا ہوتی ہے اور اُٹھتی نسلین خصوصاً قدم آگے رکھتی ہین اور نظائر سے زندہ مثالین سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ لیکن اگر ایسا مادہ ہی سرے سے نہو اور لوگون کے دلون مین یہ جذب ہی نہ پایا جائے تو اسکا اثر کیا ہوگا بلکہ بعض دفعہ طبائع کے خام ہونے کی وجہ سے کسی حدتک اُلٹا اثر ہوگا۔ (جیسے کہ اسوقت کسی حدتک ہو بھی رہا ہے)۔

کسی قوم کے بنانے کے واسطے جبتک دلون کی زمین درست اور ہموار نہ بنائی جائے تب تک ایسی تخم ریزی سے اکثر اوقات خرابیان ہی پیدا ہوتی ہین سب سے پہلا کام یہ ہے کہ قوم اور قوم کے افراد کو یہ سکھایا جائے کہ:-

(الف) تہذیب ہے کیا۔

(ب) وہ کن کن اجزا سے مرکب ہے۔

(ج) اُسکی ترقی اور عروج کن اسباب کے تابع ہین۔

(د) وہ اسباب مادّی مواد کیطرح جمع رکھے جاسکتے ہین۔

(ہ) شروع شروع مین تہذیب کی ضرورت ہے یا پالٹیکس کی۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہندوستان مین ابتک ان مواد کے متعلق کہانتک مسالہ جمع کیا گیا ہے اور کہانتک اُسمین

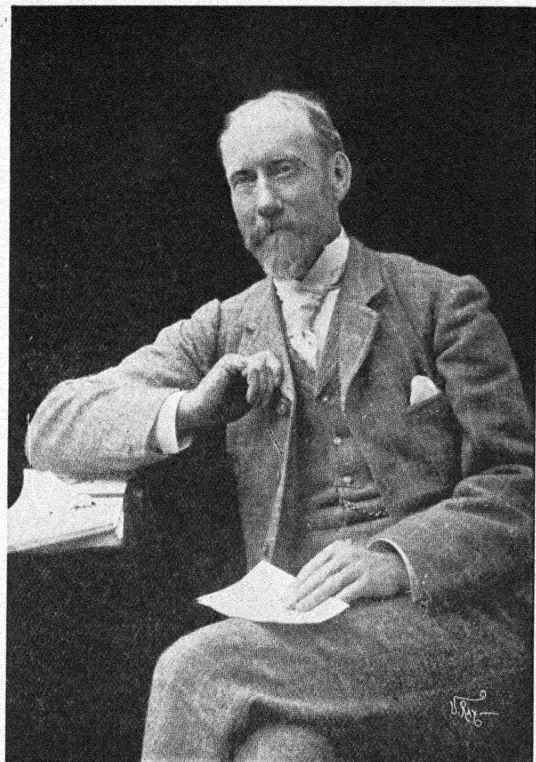

سر ولیم ویڈر برن

انڈین پریس الہ آباد

کامیابی ہوئی ہے۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ علمی رنگ مین اسطرف اب تک ایک قدم بھی اُٹھایا گیا ہے؟

کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اسوقت علمی رنگ مین ہمارے پاس کوئی ایسا ذخیرہ موجود ہے؟

ان سب سوالات کا جواب نفی مین ہی ہوگا اور ہونا بھی نفی مین ہی چاہئے۔کیونکہ جب اس بارہ مین اتبک کچھ کیا ہی نہین گیا ہے تو اثبات مین کسطرح جواب ہو سکتا ہے۔پالٹکس اور فلسفہ یا اقتصاد پر تو شاید بُری بھلی چند کتابین پائی بھی جائین لیکن مقام بالا کے متعلق ایک کتاب بھی علمی رنگ مین سارے ملک اور ساری قومون مین موجود نہین ہے۔جب بدقسمتی سے کوئی ایسا سامان نہین پایا جاتا تو یہ کسطرح کہا سکتا ہے کہ ان ضرورتون کے عام کرنے کے واسطے یہ سامان علمی رنگ مین اب تک مہیا ہو چکے ہین اور قوم اور ملک اُنسے یہ کام لے رہا ہے۔

ہندوستان مین اسوقت چھوٹی بڑی قومین رہتی ہین اور اُنکا سوشل شیرازہ بالکل پراگندہ اور بکھرا ہوا ہے۔یہ پراگندہ اور بکھرا ہوا ہی نہین بلکہ اصولاً بھی ایک دوسرے سے جداگانہ ہے گو اُسکی ایک آدھ طناب دوسرے سے کہین کہین یا کسی کسی فاصلہ پر جا کر مل بھی جاتی ہے اور ملکی شرکت یا آب وہوا کی یکسانیت کی وجہ سے اُنمین کہین کہین میل جول یا نسبت بھی پائی جاتی ہے لیکن پھر اُسمین اسقدر فاصلہ اور بُعد ہے کہ اخیر پر یہی کہنا پڑے گا کہ یہ شیرازہ گویا اصولاً ہی پراگندہ اور پریشان تھا اور اُسکا ایک ہونا درحقیقت مشکل بھی ہے۔

ہمیشہ یہ شور اور واویلا کیا جاتا ہے کہ ہندوسان کی مختلف قومین کیون آپسمین مل جل کر نہین رہتین اور اُنمین کیون ایک فیاض اور باامن گورنمنٹ کے ماتحت مضبوط ملاپ نہین ہوتا لیکن یہ کبھی نہین سوچا جاتا کہ جب دو ندیون کے آپسمین ملا دینے کی کوشش کیجاے تو کیا یہ ضروری نہین کہ اُن دونون کے درمیان جو کچھ نشیب و فراز اور مغاک اور اونچے ڈھیر پائے جاتے ہین اُنکا تو سب سے پہلے موازنہ کر لیا جاے اور یہ قیاس تو کیا جاے کہ کیا اُنکا آپسمین ملاپ ہو بھی سکتا ہے یا یہ کوشش ہی فضول ہوگی۔

مختلف قومون کے ملانے کیواسطے اول یہ دیکھنا اور غور کرنا ہے کہ اُنمین

(۱) سوشل رنگ مین اختلاف کیا کیا ہین۔

(۲) اُنکی اصلی بنیاد کیا ہے۔

(۳) اُنمین اصلاح اتحادانہ کہان تک ہو سکتی ہے۔

اور یہ تینون باتین اُسوقت زیر بحث آسکتی ہین جب کوشش کرکے یہ ذخیرے اور یہ سامان جمع کیا جاے کہ ہمارے ملک اور ہماری قومون مین سوشل احاطہ کی کیا کچھ وسعت ہے اور یہ بات اُسوقت تک نہین حاصل ہو سکتی جب تک یہ بحث نکیجاے اور یہہ علمی رنگ مین ظاہر نکیا جاے کہ اس ملک و قوم کی آب وہوا کے اعتبارات سے امور سوشل سے مراد کیا ہے اور بالمقابل دیگر ملکون اور دیگر قومون کے اُنمین علمی اور عملی رنگ مین فرق کیا ہے۔یورپ مین صدہا عالمون نے عمرین خرچ کرکے یورپ کے مختلف حصون مین پھر پھر کر ضخیم کتابین اس مضمون پر لکھی ہین اور ابھی تک بس نہین الف سے لیکر ی تک بحث کی ہے یہ ظاہر کیا ہے کہ:۔

(۱) سوشل امور کی بنیاد کہان سے پڑی۔

(۲) سوشل سے مراد کیا ہے۔

(۳) اُنمین اختلاف اور تضاد کیونکر ہوگیا یا کیونکر ہوتا ہے۔

(۴) اُنکی حجّت اور غلطی کا معیار کیا ہے۔

(۵) سوشیل حلقہ کہان تک وسیع ہے۔

(۶) سوشیل حلقہ کی حجت کے دلائل عملی اور علمی کیا ہین۔

(۷) سوشیل کے صحیح طریقون کے احفاظ اور ترقی کا قانون کیا ہے۔

(۸) سوشیل اصولون اور مذہبی اصولون مین کیا تعلق اور کیا نسبت ہے۔

(۹) قانون اخلاق اور سوشیل طریقون مین کیا نسبت اور واسطہ ہے۔

(۱۰) سیاسی قوانین اور سوشیل قوانین مین کیا نسبت ہے۔

(۱۱) معاشرت اور معیار کی فی نفسہ نسبت اور تعلق سوشیل فلسفہ کے اعتبار سے کہان تک اور کس حد تک ہے۔

جو باتین یورپ کے وحشیون۔ گڑ ڈیون ویرانہ پسند لوگون کے گھر دن۔ کنبون اور جماعتون مین پائی جاتی ہین اور جو امور یورپ کے کبائر اور امرا کے خاندانون مین مروج اور زیر مشق تھے اُنکا آپسمین مقابلہ کرکے اور اُنکا دور تک پتہ لگاکر ایک صحیح قانون سوشیل بنا دیا گیا ہے اور اس خوش اسلوبی سے اُسے علمی رنگ مین لاکر دکھایا ہے کہ ابتک اُسکے جامعین کی مسلسل اور سُتھری کوششون کے شکریہ سے ملک وقوم سبکدوش نہین ہوئی۔

جن اصول اور جن امور پر اصولی رنگ مین یورپ والون نے بہ وسعت محنتین کی ہین اُن سب کا بنیادی پتھر وہ دریافتین اور وہ ابتدائی تحقیقاتین ہین کہ جو شروع شروع مین بزرگان ملت نے کی تھین اُنسے سب مسالہ جمع کیا گیا ہے جسطرح منطق اور صرف ونحو لوگون کے مکالمات سے لی جاکر ایک علم یا فن بنا دیگئی ہے اُسیطرح سوشیل امور کی عام دریافت سے سوشیل فلسفہ کی بنیاد پڑی ہے اسوقت ہمارے ملک اور ہماری قومون کے مقابلہ مین زمانہ کن ضرورتون کا سوشیل رنگ مین احساس کرارہا ہے مندرجہ ذیل ہے۔

(ا) ہر قوم کے قابل اور سوچنے والے اپنی اپنی قوم کے سوشیل امور کی دریافت اور تحقیقات ابتدائی کرین۔

(ب) اس جستجو مین رہین کہ ہر قوم مین سوشیل امور کی بنیاد کیونکر پڑی۔

(س) یہ خصوصیت سے دیکھا جاے کہ:۔

مذہبی اطراف سے کون کون سے امور سوشیل مین شامل ہوئے۔

(د) سوشیل امور مین کون کون سی باتین مذاہب مین گئین۔

(ی) سوشیل امور اور اخلاق مین کیا فرق کیا جاتا ہے۔

(ف) اور اُنمین فرق کے وجوہ کیا کچھ ہین۔

(ق) موجودہ روش کے مطابق اُنکے متعلق حجّت اور غلطی کے پرکھنے کا کیا معیار ہے۔

جب ان ابتدائی امور کی دریافت اور تحقیقات کسی حد تک ہولے تو پھر یہ دیکھا جاے کہ مختلف قومون کے رسوم سوشیل اور اخلاق مین کہان کہان الحاق ہوتا ہے اور کہان کہان تضاد ہے۔

اسکے بعد یہ کوشش ہونی چاہئے کہ اُنھین ایک مجموعہ مین رکھکر دیکھا جاے کہ ان سب مین علمی وعملی رنگ مین کیا کچھ نسبت ہے اور اُس نسبت کے وجوہ کیا ہین اور یہ کہ مذاہب کی دستبرد سے وہ کہان تک محفوظ ہین اور کہان تک

آنریبل رائے بہادر پنڈت سندر لال صاحب سی-آئی-ای

انڈین پریس الہ آباد

مذاہب کی دست اندازی ہے ان مدارج کے طے کرنے کے بعد یہ دیکھا جاسے کہ کیا آئین اور مذاہب کے احکام اور اخلاقی مواد مین کوئی نسبت پیدا کیجا سکتی ہے - جب یہ سب مراحل طے ہو لین تو پھر علمائے قوم بعد تفریق یہ دیکھ لین کہ علمی رنگ مین ایک مجموعہ سوشیل تدوین کیا جاسے اور اصولی طور پر یہ بحث کیجاسے کہ اس ملک اور ان اقوام کی بہبود اور بہتری کے واسطے کن متفقہ سوشیل امور کی ضرورت ہے - اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام قومین اور تمام فرقے رفتہ رفتہ پرانی راہون سے ہٹ کر ایک نئی شاہ راہ پر آتے جائینگے اور اُنکے دلون سے وہ تفریقی مادّہ دُور ہوتا جائیگا کہ جو اسوقت ملک اور قومون کے حق مین زہر ہلاہل سے بھی زیادہ مہلک ثابت ہو رہا ہے -

یہ ایک ایسا علمی اور عملی مسلک ہے کہ اگر اسپر ملک کے چند باہمت بھی چل پڑین تو اسکا بہت کچھ عملی رنگ مین فائدہ اور اثر دیکھا جاسکتا ہے لیکن ملک و قوم مین یہ ہمت کہان کہ اس مہم کیواسطے ایک متفقہ کمیٹی مقرر کرے اور ہر صوبہ مین اُسکی شاخین صوبہ کی حیثیت اور حالت کے مطابق کھولی جائین اور پھر اُنکے اخیر پر ایک بڑا قیمتی مجموعہ تیار ہو کر ملک و قوم مین شائع کیا جاسے - کاش کوئی ایک ہی شخص اُٹھ کھڑا ہو اور یہ کام شروع کر کے دکھائے مسٹر ہربرٹ سپنسر کی روح کسی مین حلول کرے اور اُسکے ہاتھون یہ کام شروع ہو کر انجام کو پہونچے اخبارات اور رسالے اسپر وقتاً فوقتاً زور دین اور مختلف پیرایون مین اسکا قومون اور ملک مین اعلان کرین شاید کہ اس تگ و دو سے کوئی روح حرکت اور جنبش مین آجاسے اور کوئی عملی صورت نکل آئے تاکہ ملک و قوم کے واسطے ایک سوشیل ذخیرہ مہیا ہو سکے -

شاید کہ ہمین بیضہ پر و بال برآرد

**سلطان احمد**

---

# ویسٹ منسٹر ایبے

فصل خزان کے آخری دور مین جن دنون طبیعتین پژمردہ اور مضمحل رہتی ہین اور جب صبح اور شام کا عالم یکسان نظر آتا ہے اور اختتام سال سے ایام کا دُھندھلا اور تاریک موسم پیش نظر ہوتا ہے، مین نے ایک روز چند گھنٹے ویسٹ منسٹر ایبے کے گرد پھرتے مین گذارے - اس عمارت کہنہ کی پُر حزن عظمت مین ضرور کوئی نہ کوئی ایسی چیز موجود تھی جو اس موسم کے ساتھ خاص نسبت رکھتی تھی اور جب مین اسکی دہلیز سے گذر کر اندر گیا تو یہ خیال ہوا کہ آج طبقات سلف پر قدم رکھتا ہون اور آثار قدیمہ مین اپنے آپ کو کھوئے دیتا ہون -

ویسٹ منسٹر اسکول کے اندرونی دالان سے مین ایک ایسے پست محراب دار راستے پر آیا جو دور تک چلا گیا تھا - جسکی صورت تہ خانون کی سی تھی اور جسمین چوڑی چوڑی دیوارون کے گول گول روزنون سے خفیف سی روشنی بھی آتی تھی - اس تیرہ و تار گذرگاہ سے مجھے عمارت کے دُور دُور کے حجرے اور گوشے نظر آئے اور ساتھ ہی سیاہ لبادہ پہنے ہوئے ایک مُسن مجاور کی صورت بھی دکھائی دی جو ادھر ادھر ٹہل رہا تھا اور

ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کسی قبر سے مردہ نکل آیا ہے طبیعت کو مکدر کردینے والے ان نشانات شکستہ سے گذر کر خانقاہ تک پہونچنا دل کو سنجیدگی کے ساتھ فکر و غور کرنے کے لئے تیار کردیتا ہے۔ یہ حجرے۔ پہلے زمانے کی عزلت اور خموشی کا ابتک پتہ دے رہے ہین۔ سفید سفید دیوارین سیل سے بدنما ہوگئی ہین اور بہت صدیان گذر جانے کیوجہ سے دن بدن شق ہوتی جاتی ہین۔ دیوارون کی قبرون کے کتبون پر سفید رنگ کی گھاس اُگ آئی ہے جسنے نقوش تربت اور یادگار رفتگان کو چھپالیا ہے۔ محرابون کی بیش قیمت اور دلفریب منقش سطح سے اب جادو تراش چھینی کے نقش ونگار مٹ گئے ہین اور وہ گل سُرخ جو محراب کے وسطی پتھر کی رونق تھے اب اپنی باریک پتیون کی زیب وزینت زائل کرچکے ہین۔ یہان کی ہر شے مین گو رفتار زمانہ کے ساتھ انہدام کے آثار نمایان ہین مگر اس شکستگی پر بھی موثر اور بھلی معلوم ہوتی ہے۔ موسم خزان کے آفتاب کی ایک زرد کرن ان حجرون کے صحن مین پڑتی تھی جسکے بیچون بیچ مین ایک گھاس کا طبقہ چمکنے لگتا تھا اور محراب وار گذرگاہ کا ایک گوشہ بھی اس ہلکی دھوپ سے روشن ہوجاتا تھا۔ محرابون مین ہوکر نظر کبھی نیلگون آسمان کی جانب کسی بادل پر پڑتی تھی اور کبھی خانقاہ کی سُنہری اور سورج کی شعاعون سے زرق برق کلسیون کو فلک سے باتین کرتی دیکھتی تھی۔

جب مین حجرون مین سے کبھی اس شوکت اور شکستگی کی باہمی تصویر پر غور کرتا ہوا اور کبھی قبرون کے کتبون کو پڑھنے کی کوشش کرتا ہوا جنکا میرے پانون کے نیچے ایک فرش سا بنا تھا۔ گذر رہا تھا میری توجہ تین صورتون کی جانب منعطف ہوئی جنھین کسی ناتجربہ ہاتھ نے تراشا تھا اور اب کئی قرن گذر جانے پر انکا حال ابتر و خستہ تھا۔ یہ شکلین زمانہ ماضی کے کارپردازان خانقاہ مین سے تین آدمیون کی تھین۔ انمین سے ہر ایک کی تربت کی تحریرین معدوم تھین اور صرف نام باقی تھے۔ یہ بھی از سرنو عقب سے درست کئے گئے تھے۔ مین کچھ دیر تک ایام رفتہ کے اس تبدیلی روزگار سے بچے ہوئے تبرک پر اپنے خیالات مین کھڑا سوچا کیا جیسے دریائے زمانہ کے ایک دور دراز کنارے پر بحال تباہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ نہ اُس سے کسی روایت کا پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ کبھی زندہ تھے اور اب راہی عدم ہوئے۔ نہ اس بات کے سوا کوئی سبق حاصل ہوتا ہے کہ انسان کی ایسی بھی ہوس کیا جو خاک ہوجانے پر بھی دوسرون سے اطاعت پذیری کی اُمید رکھے یا کتبے کے وسیلے سے دنیا مین اپنا نام زندہ رکھنے کی خواہش کرے۔ کچھ عرصہ اور گذرنے پر یہ شکستہ آثار بھی محو ہوجائینگے اور یہ قبرین یادگار بھی نہ رہینگی۔ ابھی میری نظر کسی تربت کے کتبے سے نہ ہٹنے پائی تھی کہ میرے کانون مین خانقاہ کے گھنٹے کی آواز آئی جسنے ایک کنگرہ سے دوسرے کنگرہ تک اور ایک حجرے سے دوسرے حجرہ تک ایک مسلسل گونج پیدا کردی۔ ایسی جگہہ جہان قبرین ہی قبرین ہون اس صدا کا گوش زد ہونا فی الواقع ایک چونکا دینے والی بات تھی۔ گویا اسنے زبان حال سے کہدیا کہ یہ ایک گھنٹہ ہمین موج دریا کی طرح بہاکر کنارہ قبر کی جانب اور نزدیک لے گیا۔ مین ایک محرابدار دروازہ تک بڑھتا چلا گیا جو خانقاہ کے اندرونی حصہ مین کھلتا تھا۔ اس جگہہ آکر عمارت کی وسعت حجرون کی محرابون کے مقابلے مین پوری پوری دلنشین ہوجاتی ہے۔ یہان کے وسیع اور بھاری بھرکم ستونون کی تعداد اور انکی محرابون کی عجیب وغریب بلندی مشاہدہ کرکے آنکھین حیران رہجاتی ہین اور انسان جب اُن ستونون کے برابر سے گذرتا ہے تو اپنے ہاتھ کی صنعت اور کاریگری کے سامنے بالکل ہیچ اور بے مایہ نظر آتا ہے۔ اس عظیم الشان منزل کی فراخی اور تیرگی سے دلون پر ایک پُراسرار

خوف غالب آتا ہے۔ ہم یہان نہایت احتیاط اور آہستگی سے قدم رکھتے ہوئے آتے ہین گویا اس مقبرہ کی مقدس خموشی کے توڑنے کا ڈر لگا رہتا ہے۔ تاہم ہر قدم کی آواز دیوار کے برابر سرگوشی کرتی معلوم ہوتی ہے اور قبرون کے درمیان کچھ کہنی ہوئی ہمین اُس سکوت کی یاد دلاتی ہے جسمین ہم مخل ہوئے۔

اس جگہہ کا ہولناک عالم روح پر ایک خاص اثر ڈالتا ہے اور دیکھنے والے کو اس مقام کا دل سے احترام کرنے کے لئے خاموش کر دیتا ہے اور ہمین اس امر کا احساس ہوتا ہے کہ ہم زمانۂ قدیم کے مشاہیر اور اکابر قوم کے مجمع عُظام کے درمیان کھڑے ہین جنکے کارنامون سے تاریخ کے اوراق سیاہ ہین اور جنکا شہرہ چار دانگ عالم مین پھیل چکا ہے۔

باوجود اس تمام عبرت خیز ہیبت کے انسانی طمع کی خام خیالی اور خود داری پر ہمین یہ دیکھکر ہنسی آتی ہے کہ وہ سب لوگ جنھین زندگی مین بڑی بڑی سلطنتین تسکین نہ دے سکین اب یکجا جمع ہین اور خاک مین لوٹ رہے ہین اور کس تحمل کے ساتھ اُنمین سے ایک کو ایک چھوٹا کونہ دوسرے کو ایک چھوٹا گوشہ تیسرے کو ایک چھوٹا سا ٹکڑا عطا کیا گیا ہے اور اُس نام کو جو ایک مدت تک تمام عالم کو محو خیال اور گرم تحسین رکھنے کا دم بھرتا تھا اب صرف چند سالون کے لئے فراموشی سے بچانے اور کسی سیاح کے ایک نظر دیکھ لینے کے لئے کتنے طریقے کیسی کیسی شکلین اور کیا کیا صنعتین اختیار کی گئی ہین۔

مین نے کچھ وقت طبقۂ شعرا مین گذارا جو اس قبرستان کے دالانون مین سے ایک کے آخری سرے پر واقع ہے۔ یہ قبرین عموماً سادہ ہین کیونکہ علما اور فضلاء کی زندگی مین کوئی بات اس قابل نہین ہوتی جو کسی بُت تراش کے لئے طبع آزمائی کا باعث ہو شکسپیئر (Shakespeare) اور اڈیسن (Addison) کی یادگارین انکے بُت بنا کر رکھے گئے ہین مگر زیادہ تر بسٹ (Bust) (نصف قد کی تصویر) اور کہین کہین کتبے موجود ہین۔ اگرچہ ان یادگارون پر بالکل سادگی برتی ہے تاہم مین نے خوب دیکھا ہے کہ ایبے مین آکر زائرین کا وقت اسی حصہ مین زیادہ صرف ہوتا ہے۔ اُنکا سرد اشتیاق اور وہ مہمل تعریف جو بزرگان و یلان روزگار کی قبرین دیکھکر اُنھین کرنا پڑتی ہے یہان آتے ہی شفقت اور محبت آمیز جذبے مین بدل جاتی ہے۔ انکو وہ ایسا سمجھتے ہین گویا انکے دوست اور احباب کی قبرین ہین۔ کیونکہ فی الحقیقت مصنّف اور ناظرین مین کچھ رشتۂ موانست ضرور ہوتا ہے۔ آیندہ نسلون کو متقدمین کا علم بذریعۂ تاریخ ہوتا ہے جو روز بروز کمزور اور پُرانی ہوتی جاتی ہے۔ مگر مصنّف اور اُسکے ہمجنس افراد کا ربط ضبط روز بروز تازہ چست و مضبوط اور قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ اُسنے اپنی زندگی انھین کیلئے وقف کی تھی اُسنے انکے واسطے دُنیاوی عیش و نشاط کو خیرباد کہا اور سوشل زندگی کی خوشیون کا دروازہ اپنے اوپر بند رکھا اسلئے کہ وہ ان گرد و نواح کی باتون کو چھوڑکر زمانۂ قدیم کے دور اُفتادہ دلون سے ہمکلام ہو سکے۔ دُنیا کو چاہیئے کہ اسکی شہرت کو قائم رکھے کیونکہ وہ جبر و تشدد اور کُشت و خون کے عوض خریدی نہین گئی ہے۔ بلکہ مصنّف کی صدہا پُرسعی خوشیون کی قربانی سے ہاتھ آئی ہے۔ آیندہ نسلون کو چاہیئے کہ اُس شخص کی یادگارون کا احسان مانین کیونکہ اُسنے انکے لئے یہ ایک ترکہ چھوڑا ہے جسمین خالی اور نمائشی باتون سے کام نہین لیا گیا ہے بلکہ دانائی اور فراست کا گنجینہ ہے۔ یہ اعلیٰ خیالات کے چمکتے ہوئے جواہر ہین اور زبان کی رگِ جان ہین۔

اس گوشۂ شعرا سے مین ایبے کے اُس حصے مین پہونچا

جہان بادشاہون کے مزار تھے۔ اور اب اُس جگہ ٹہلنے لگا جہان کبھی عبادت گاہین تھین اور آجکل اکابر ملک کی قبرین اور یادگارین ہین۔ مین نے جدھر نظر ڈالی وہان یا تو کوئی شاندار نام کندہ دیکھا یا کسی شاہی مقتدر خاندان کے نشانات دیکھے جنکا نام صفحہ تاریخ پر شہرت کے ساتھ تحریر ہے۔ موت کے ان تیرہ و تار مکانون مین غور سے دیکھنے پر بہت سی عجیب وغریب صورتین نظر پڑتی ہین۔ بعض اُن مین سے طاقون مین دوزانو ہوکر سرگرم پرستش ہین۔ بعض قبرون پر پڑی ہین اور نہایت پاک طینتی کے ساتھ دست بستہ ہین۔ بڑے بڑے جری سپاہی زرہ پہنے ایسے پڑے ہین گویا جنگ کی تکان اُتار رہے ہین۔ پادری اپنا عصا لئے اور خاص ٹوپی پہنے موجود ہین۔ اُمرا اپنے اپنے تاج اور قبائین زیب تن کئے ایک شاہانہ طریق مین آرام فرمارہے ہین اس مقام کو دیکھکر جو اس طریق سے معمور تھا اور جہان ہر شکل سکوت کے عالم مین مہر بلب کھڑی تھی یہ معلوم ہوتا تھا گویا ہم کسی داستان کے ایسے شہر مین آگئے ہین جہان کے باشندے یک بیک بدلکر پتھر ہوگئے۔

مین ایک مزار کو غور سے دیکھنے کے لئے ٹھہرا جسپر زرہ بکتر پہنے ہوئے کسی جنگی سردار کی مورت پڑی تھی۔ بازو پر ایک بڑی سپر تھی۔ دونون ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے قبول دعا کے متمنی تھے چہرہ کو خود نے ڈھانپ لیا تھا اور اسکی ٹانگین بشکل صلیب ایک دوسرے پر رکھی تھین۔ اسلئے کہ وہ جری سپاہی جہاد مین حصہ لیچکا تھا۔ یہ ایک مجاہد کی قبر تھی۔ یعنی اُن فوجی جانباز اور پر شوق بہادرون مین سے ایک کی جنھون نے مذہب اور افسانے مین ایک تعلق پیدا کردیا تھا اور جنکے کارنامے اصلی اور خیالی باتون۔ تواریخ اور پریون کے قصون کے درمیان سلاسل کا کام دیتے ہین۔ ان جفاکش اور دلیر آدمیون کی قبرون پر ضرور کچھ خوبصورتی عیان ہے۔ اسلئے کہ وہ سیدھے سادے فوجی نشانات اور گاتھک فن بت تراشی کی صناعیون سے زینت یاب ہین۔ انھین پرانے گرجاؤن سے جہان وہ عموماً پائی جاتی ہین ایک خاص مناسبت ہے اور اُنپر غور کرتے ہوئے قوت متخیلہ اُن روایتون کے واقعات کو اُن بہادرانہ من گھڑت قصون اور دلیرانہ شان وشوکت کو از سر نو زندہ کردیتی ہے جنکو شاعرون نے حضرت عیسیٰ کے مرقد کی لڑائیون کے اذکار مین منظوم کیا ہے۔ یہ جیتی جاگتی یادگارین آثار قدیم کی ہین اور اُن آدمیون کی ہین جو اب حافظہ کی حدود سے نکل چکے ہین اور اُن اوضاع واطوار کی توضیح کرتی ہین جنسے ہمارے یہان کے مراسم کو کوئی تعلق نہین رہا۔ اب یہ چیزین ایسے دور دراز اور اجنبی ملک کی معلوم ہوتی ہین جہان کا ہمین کوئی تحقیقی علم نہین۔ اور جسکی نسبت ہمارے خیالات بالکل مہمل اور بعید از اصلیت ہین۔ ان گاتھک مقبرون کی تراشی ہوئی صورتون پر نہایت سنجیدگی سلے ہوئے اور خالف کرنیوالے آثار آشکار ہین گویا یہ بت بستر مرگ پر پڑے سوتے ہین اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آخری جانکنی کی حالت مین موت کی دعا مانگ رہے ہین۔ ان قبرون نے حقیقت مین میرے جذبات پر ایک زیادہ دیرپا اثر چھوڑا بہ نسبت اُن خیالی باتون اُن فرسودہ توہمات یا اُن فرضی تمثیلون کے جو موجودہ زمانہ کی قبرون پر اکثر پائی جاتی ہین۔ مجھے بعض پرانی قبرون کے کتبون کی عمدگی دیکھکر بھی حیرت ہوئی۔ زمانہ سلف مین بات کو سادگی کے ساتھ ادا کرتے تھے مگر اُس سے فخر کی بو ضرور آتی تھی۔ کوئی کتبہ میرے دیکھنے مین ایسا نہین آیا جو عالی خاندان اور عالی نسب ہونیکا اس سے بڑھکر پتہ دے سوائے ایک کے جو کسی گھرانے کی شرافت کو یون بتاتا ہے کہ "تمام بھائی بہادر تھے اور تمام بہنین نیک خصلت"۔

طبقہ شعراء کے مقابل کے دالان مین ایک قبر ہے جو حال کی

صنعت کا ایک مشہور و معروف نمونہ ہے اور جو مجھے باوجود رفیع الشان ہونے کے کچھ ڈراونی نظر آئی۔ یہ روبیلاک کا بنایا ہوا مسز نائٹ نگیل کا مدفن ہے۔ قبر کا زیرین حصہ کچھ ایسا دکھایا گیا ہے گویا اسکے سنگ مرمر کے دروازے کھلے پڑتے ہین اور اُسمین سے ایک کفن ڈالے انسانی پنجر باہر نکلتا نظر آتا ہے اسکا کفن اسکے بے گوشت ڈھانچ سے گرا جاتا ہے جب وہ اپنے شکار پر بھالا مارنے کو آگے بڑھتا ہے۔ عورت بیچاری اپنے خوف زدہ خاوند کے آغوش مین پڑی ہے۔ جو اس بات کی فضول اور مجنونانہ کوشش مین ہے کہ اُس چوٹ کو روک دے۔ یہ تمام کام ایک مہیب اصلیت اور سرگرمی کے ساتھ انجام دیا گیا ہے اور یہ خیال گزرتا ہے کہ فتحمندی کی ایک بے معنی جھنکار اُس بھوت کے پھیلے ہوئے جبڑون سے نکل رہی ہے اور ہم اُسے سنتے ہین۔ مگر کوئی بتلائے کہ اس بات کی کیا ضرورت تھی کہ ہم غیر ضروری اور خوف آلود بالون سے نظارہ موت کو بیس انداز کرین اور اُن اشخاص کی قبرون کے گرد جنھین ہم محبت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ ڈرا دینے والی چیزین جمع کردین۔ مدفن کے گرد ہمیشہ وہ چیزین ہونی چاہئین جو رفتگان کے لئے ہمدردی اور احترام دلون مین پیدا کرین اور زندہ آدمیون کو نیکی کی جانب لیجائین۔ یہ جگہ ایسی ہونی چاہئے کہ آدمی دیکھکر ڈرین اور اسکے قریب آنے سے اُنھین کراہت پیدا ہو۔ بلکہ اس قابل ہے کہ یہان رنج والم اور خیالات و تصورات مین غرق رہین۔

جب ہم ان تیرہ و تار محرابون کے نیچے نیچے اور سنسان راستون پر رفتگان کے حالات کا مطالعہ کرتے ہوئے اِدھر اُدھر پھرتے ہین تو کاروبار مین مشغول آبادی کی آواز باہر سے کبھی کبھی کانون مین پہونچتی ہے کبھی کسی گاڑی کی گھڑگھڑاہٹ سُنائی دیتی ہے کبھی کسی خوشدل آدمی کا قہقہہ اور کسی جم غفیر کا شور و شغب گوش زد ہوتا ہے۔ دنیاداروں کا یہ ہنگامہ موت کے آرام ابدی کے مقابلے مین بڑا موثر تھا۔ مشغول اور منہمک دنیا کی امواج کا برابر اُٹھنا اور اس گورستان کی چار دیواری سے ٹکرانا خیالات پر ایک حیرت افزا اثر پیدا کرتا تھا۔

مین یون ہی ایک قبر سے دوسری قبر تک اور ایک عبادتگاہ سے دوسری عبادتگاہ تک پھرا کیا۔ دن آہستہ آہستہ ڈھل رہا تھا۔ ایبے کے گرد پھرنیوالون کے پاؤن کی آواز مدھم اور کم پڑتی جاتی تھی۔ اور وہ خوش آواز گھنٹہ اب نماز مغرب کے لئے بلا رہا تھا۔ مین نے کچھ فاصلے پر مطربان گرجا کو دیکھا جو اپنی اپنی پوشاکین پہنے ہوئے اور راستون کو طے کرتے ہوئے گانے کی جگہ داخل ہوئے مین ہنری ہفتم Henry VII کے حجرۂ عبادت کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ ایک تاریک اور سُنسان مگر شاندار محراب مین ہو کر زینہ کے ذریعہ سے یہان پہونچتے ہین۔ بڑے بڑے برنجی دروازے جنمین نہایت نفیس اور دلفریب کام تھا۔ ذرا مشکل سے کھلتے ہین گویا اس عظیم الشان مقبرہ مین عام آدمیون کے آنے جانے سے ناخوش ہین۔

یہان آکر آنکھ عمارت کی عظمت و رفعت اور پتھر کے باریک کام کی خوشنمائی کو دیکھکر حیران رہ جاتی ہے۔ دیوارین تک کاریگری کے انواع واقسام کے نمونون سے پُر ہین۔ کہین گلکاری کی بہار نظر آتی ہے۔ کہین بڑے بڑے طاق بنے ہین۔ جن مین کثرت سے اولیا اور شہیدون کے بُت رکھے ہین۔ سنگتراش کے اس صنعت آمیز کام کو دیکھکر یہ گمان ہوتا ہے کہ پتھر سے وزن اور استواری چھین لی گئی ہے اور کسی جادو کے اثر سے وہ معلق ہین۔ وہان کی منقش چھت مکڑی کے جالے کی حیرت انگیز باریکی اور نفیس مضبوطی کے طرز پر بنائی گئی ہے۔

اس حجرۂ عبادت کے دونو جانب آرڈر آف دی باتھ کے سردارون کے اونچے اونچے احاطے کھنچے ہوئے ہین جن مین شاہ بلوط کی منقش لکڑی لگی ہوئی ہے جسمین گاتھک طرز تعمیر کی عجیب اور بد نما صنعت گری موجود ہے۔ احاطون کی بُرجیون پر اُن اُمرا کے خود اور کلغیان

رکھی ہین اور جا بجا اُنکی تلوارین اور چادرین بھی آویزان ہین - اوپر کی طرف اُنکے پرچم لہرا رہے ہین جن پر جنگی نشانات تحریر ہین اور جو چھت کے سادہ ابھرے ہوئے کام کے سامنے اپنی سُنہری ارغوانی اور قرمزی رنگون کی چمک دمک کا خوب مقابلہ کرتے ہین - اس رفیع الشان مقبرہ کے بیچون بیچ مین اسکے بانی کی قبر ہے - اُسکا اور اسکی ملکہ کا بُت دونو ایک پُر تکلف مرقد پر دراز ہین اور ان سب کے گرداگرد ایک منقش اور پُرصنعت برنجی کٹہرا کھڑا ہے -

اسجگہ شان وشوکت کے ساتھ ساتھ کچھ کچھ وحشت اور کبیدگی کے آثار بھی پائے جاتے ہین - قبرون اور فتوحات کی اشیاء کا حیرت انگیز طریقہ مین یکجا جمع ہونا - بڑے بڑے زندہ دل اور اُلوالعزم حضرات کے نشانات کا ان قدیم یادگارون کے پہلو بہ پہلو واقع ہونا ایک عجیب اثر رکھتا ہے جو خاک اور فراموشی کا بدیہی ثبوت دیکر صاف صاف بتا رہی ہین کہ آگے پیچھے سب کا انجام یہی ہوگا - دل کو تنہائی کا احساس اس سے زیادہ کہین نہین ہوسکتا جیسا کہ زمانہ سلف کے اُن خاموش اور غیر آباد مقامات کو دیکھکر ہوتا ہے جہان کبھی آدمیون کی وجہ سے بڑی رونق تھی اور شب و روز خوشی کے شادیانے بجتے تھے - اُمرا اور اُنکے وابستگان دولت کے خالی احاطے اور وہ خاک آلود مگر شاندار پرچم جو کبھی اُنکے آگے آگے اُڑتے تھے دیکھکر میرے خیال نے اُس منظر کو میری نظر کے سامنے کھینچا جب یہ ہال ملک کی حسین خاتونون اور دلیر سردارون سے پُر تھا جو اپنی شاہانہ اور فوجی زرتار پوشاکون سے چکا چوند پیدا کرتے تھے - اور جب مکینون کی آمد و رفت سے یہان ہر وقت چہل پہل رہتی تھی - اب یہ سب باتین مفقود تھین اور ملک الموت کا سکہ اس جگہ بیٹھ چکا تھا - صرف اُن پرندون کے چہچہے - یہان کا سکوت کبھی کبھی توڑ دیتے ہین جنھون نے اپنے گھونسلے اِدھر اُدھر مختلف حصون اور کالسون مین بنالئے ہین اور یہی آثار عمارت کی ویرانی اور تنہائی کا یقینی پتہ دیتے ہین -

جب مین نے پھیریرون پر لکھے ہوئے نامون کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ اشخاص صفحہ روزگار پر دور دور منتشر تھے - بعض سمندرون مین پریشان پھرتے تھے - بعض مسلح آدمی غیر ممالک مین اپنے کاروبار مین مشغول تھے - بعض دربارون اور کونسلون کی تجاویز اور کارسازیون مین حصہ لیتے تھے مگر سب اس بات کے متلاشی تھے کہ ظاہری اعزاز کے اس مقام مین اُنھین مزید امتیاز کے ساتھ جگہ دیجائے - یعنی اُنھین ایک گوشہ یہان دفنانے کے لئے عنایت کیا جائے - اس عبادت گاہ کے دونو جانب تھوڑے فاصلے پر دو یکسان قبرون کی اثر پذیر اور عبرت خیز تمثیل نظر آتی ہے - جو ظالم کو نیچا دکھا کر مظلوم کے ہم پلہ بناتی ہے اور جہان جانی دشمنون کی خاک بالآخر ملجاتی ہے - ایک قبر مین خود بین الزبتھ آرام کرتی ہے اور دوسری مین اُسکی شکار کردہ قبول صورت اور حرمان نصیب میری کوین آف سکاٹس موت کی نیند سو رہی ہے - کوئی گھڑی ایسی نہین گزرتی جب آخر الذکر ملکہ کی قسمت پر ہمدردی کی آہ نہ کھینچی جائے اور جسکے ساتھ ساتھ اسکے ظالم کے جلانے کو آتش غضب نہ ہو - یہ تماشا ہے کہ الزبتھ کی قبر کی دیوارین ہمیشہ گونج اُٹھتی ہین جب اُسکی رقیب ملکہ کی قبر پر کوئی شخص آکر درد انگیز آہ بھرتا ہے - میری کوین آف سکاٹس کی تربت پر خاص حسرت اور اُداسی برستی ہے - روشنی بڑی کشمکش کے بعد خاک آلود کھڑکیون مین سے اندر آتی ہے اور وہان اکثر اندھیرا رہتا ہے - دیوارین امتداد زمانہ اور موسم کی وجہ سے اب بدرنگ اور بدنما ہوچلی ہین - قبر پر اُسکا سنگ مرمر کا بنا ہوا بُت دراز ہے جسکے چارون طرف زنگ آلود لوہے کا کٹہرا لگا ہے جسپر اُسکے قومی نشان اور ایک جھاڑی کی تصویر کندہ ہے - مین اب چلتے چلتے تھک گیا تھا لہذا کچھ دیر آرام کے لئے

اس قبر کے نزدیک بیٹھ گیا اور اس بیکس ملکہ کی پُرانقلاب اور آفت رسیدہ زندگی کی حکایت سوچنے لگا۔

اب پاؤن کی آہٹ تک ایبے کے قریب سُننے مین نہ آتی تھی۔مین گاہے گاہے کسی پادری کی آواز جو شام کی نماز ادا کرتا تھا اور گانیوالون کی صدا جو درمیان مین گا اُٹھتے تھے سنتا تھا۔یہ بھی تھوڑی دیر کے لئے بند ہو گئی اور اب چارون طرف سناٹا چھا گیا۔ خاموشی۔تنہائی اور تاریکی جو ہر لحظہ بڑھتی جاتی تھی اس مقام کی کیفیت کو اور بھی خوفناک اور سنجیدہ بناتی تھی۔

"کیونکہ خاموش قبرون سے نہ کوئی آواز آتی ہے۔نہ دوستون کی پُرمسرت آمد و رفت معلوم ہوتی ہے۔نہ وہان عاشقون کے شکوہ و شکایت۔نہ والدین کی نصیحت الغرض کوئی بات سُنائی نہین دیتی۔ وہان فراموشی۔خاک اور تاریکی کے سوا کچھ نہین ہوتا"

یکایک سرگرمی کے ساتھ۔بجتے ہوئے ارگن کی صدائین دُگنے تگنے زور سے کانون مین پڑتی ہین اور آواز کی بڑی بڑی موجون کی طرح لوٹتی ہین۔اُنکا اُتار چڑھاؤ اور اُنکی عظمت اس عالی شان عمارت کے لئے کیسی زیبا ہے۔کس دبدبہ کے ساتھ وہ اس بڑی منزل کی محرابون مین پھیلتی ہین اور ان موت کے حجرون مین اپنے سُرون کے میل سے ہول پیدا کرتی ہین اور اس خاموش قبرستان کو گویا بنا دیتی ہین۔ کبھی تحسین و آفرین کے الفاظ مین بلند ہوئین اور اپنی سُریلی آوازون کو پے درپے اونچا اُٹھانے لگین۔کبھی وہ تھم گئین اور گانیوالون کی دھیمی دھیمی آواز نہایت خوشگوار سُر مین نکلنے لگی اور بلند ہو کر چھت کے قریب نغمہ سرائی کرنے لگی۔اسوقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آسمان سے اتری ہوئی متبرک آوازین ہین جو اس عمارت کی اونچی اونچی محرابون مین گونج رہی ہین۔پھر ارگن نے اپنی صدا بلند کی اور ہوا مین سُریلاپن پیدا کرکے اُسے روح انسانی پر اثر ڈالنے کے لئے بھیج دیا۔اہا ہا کیا سُہانی لے ہے اور کیسے عمدہ سُر ملے ہوئے ہین۔آواز ہر دم گہری اور زوردار ہوتی جاتی ہے اور تمام خالی عمارت کو بھرنے کے بعد دیوارون سے ٹکرا کر جھنجھناتی ہے۔سُنتے سُنتے کان سُن پڑ گئے اور ہوش و حواس مختل ہو گئے۔اب آواز پھر پوری شادمانی کے ساتھ اُٹھی اور زمین سے آسمان تک پھیل گئی۔روح سکتے کے عالم مین ہے اور ان میٹھی اور خوش آہنگ آوازون کے ساتھ آسمان کی طرف پرواز کر رہی ہے۔

تھوڑی دیر تک مین حیران بیٹھا رہا اور مجھ پر وہ وجدانی کیفیت طاری ہو گئی جو اکثر خوش آیند نغمہ سننے کے بعد ہو جاتی ہے۔ شام کا اندھیرا بڑھتا آتا تھا اور قبرین زیادہ ہیبت ناک معلوم ہونے لگین تھین۔نیز گھنٹے کی آواز بھی بتا رہی تھی کہ اب دن رخصت ہو رہا ہے۔

مین اُٹھا اور ایبے سے چلنے کو تیار ہوا۔جب مین سیڑھیون سے اُترا جنسے عمارت مین داخل ہوتے ہین۔میری آنکھ ایڈورڈ دی کنفیسر (Edward the Confessor) کی درگاہ پر جا پڑی اور مین ایک چھوٹے سے زینے سے جو وہان لگا تھا اوپر چڑھ گیا تاکہ مقبرون کے ان لوٹے پھوٹے آثار کو بھی ایک نظر دیکھ لون۔یہ متبرک جگہ کُرسی دیکر اونچی اُٹھائی گئی ہے اور اسکے ارد گرد بادشاہون اور بیگمات کی تُربتین بنی ہوئی ہین۔اُس بلندی سے نگاہ ستون اور جنگ کے فتح کئے ہوئے عجائبات مین سے ہو کر نیچے کے حجرون اور کمرون تک پہنچتی ہے جن مین بے شمار قبرین موجود ہین اور جہان بہادر لوگ۔پادری۔ اراکین سلطنت۔اور مدبر قبر کی خاک مین ملے پڑے ہین۔میرے قریب ہی تاجپوشی کے کام کے لئے شاہ بلوط کا بنا ہوا بڑا تخت رکھا تھا جسمین پُرانے گاتھک مذاق کے موافق بد نما نقش و نگار مرتسم تھے۔اس تمام نظارہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسکو تھیٹر کے طرز پر بنایا گیا ہے تاکہ دیکھنے والے پر کچھ اثر پیدا ہو۔

یہان انسانی کر و فر اور جاہ و حشم کی ابتدا اور انتہا کے نمونے

موجود تھے اور اسی جگہ تخت اور تربت مین فی الواقع ایک قدم کا فاصلہ نظر آتا تھا۔ کیا کوئی شخص یہ خیال نہ کرے گا کہ یہ بُتّے کی یادگارین یہان اسلئے جمع ہین کہ موجودہ صاحب عظمت اور اہل دول کے لئے ایک سبق ہون اور قابل فخر رفعت کے ساتھ ساتھ یہ بتا تی جائین کہ آخرکار زمانہ انکو بھی بے اعتنائی اور تحقیر تک بہت جلد پہونچا دیگا۔ کتنی جلدی ایک تاج جو آج کسی کے لئے زینت فرق تھا کل قعر نیستی مین پڑ جائیگا اور قبر کی خاک اور ذلت گوارا کریگا اور کسی فرومایہ اور کمینے تماشائی کے قدمون سے روندا جائیگا۔ یہ بات دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ یہان اب قبر بھی کوئی متبرک جگہ شمار نہین کیجاتی۔ بعض طبائع مین ایک قسم کی بیہودگی ہوتی ہے جو اُنھین مقدّس اور قابل تعظیم بالون کی تحقیک کے لئے اجازت دیدیتی ہے اور بعض بدطینت آدمی ایسے بھی ہوتے ہین جو کسی عالی مرتبت شخص کی اُس حقیر متابعت اور ذلت آمیز خوشامد و اطاعت کا بدلا جسکا اظہار وہ اُسکی زندگی مین کرتے ہین۔ اسکی قبر پر لینے سے خوش ہوتے ہین۔ ایڈورڈ دی کنفیسر کا تابوت کھلا پڑا ہے اور اُسکی لاش سے تجہیز و تکفین کی چیزین سب لُٹ چکی ہین۔ متبرک ملکہ الزبتھ کے ہاتھ سے شاہانہ عصا چرا لیا گیا ہے۔ ہنری ہیجم کا بُت بلا سر موجود ہے۔ کوئی شاہی قبر ایسی نہین ہے جو اس بات کا ثبوت نہ دے کہ محکوم انسان کی اطاعت جھوٹی اور بدعہدی سے پُر ہے۔ بعض اُجاڑ پڑی ہین۔ بعض کی حالت خراب و خستہ ہے اور تمام قبرون کو بگاڑ دیا گیا ہے اور اُنکی تحقیر کی گئی ہے۔

شفق شام کی کرنین اب اونچی اونچی محرابون کے رنگین شیشون پر پڑنے لگی تھین اور ایبے کے نیچے کے حصّے اب دونون وقت ملنے کی وجہ سے تاریک ہو چلے تھے۔ تمام حجرون اور اندر کے راستون پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا تھا۔ بادشاہون کی صورتین اور بُت دن چھپنے کی وجہ سے دُھندلے ہو گئے تھے اور قبرون کی سنگ مرمر کی مورتون نے اسوقت مدھم روشنی مین عجیب و غریب صورتین اختیار کی تھین۔ سرد ہوا چلنے سے قبر کے اندر ٹھنڈی سانس بھرنے کا گمان ہوتا تھا۔ کچھ فاصلے پر گوشۂ شعرا مین پھرتے ہوئے کسی ملازم کے پاؤن کی آہٹ بھی بُری اور خوفناک معلوم ہوتی تھی۔ مین اب اُن راستون سے لوٹنے لگا جنسے صبح کو آیا تھا اور جب بڑے پھاٹک سے نکلا اور اُسکے کواڑ بند ہوئے تو تمام عمارت اس شور سے گونج اُٹھی۔

مین نے اس امر کی کوشش کی کہ جو چیزین مین آج دیکھکر آیا ہون اور جنکے تصور مین مین ابتک مستغرق تھا اُنھین اپنے دل مین ترتیب دے لون۔ مگر وہ سب اس سے پیشتر ہی منتشر اور ناقابل امتیاز ہو چکی تھین۔ پھاٹک سے باہر نکلنے کی دیر تھی کہ وہ نام۔ وہ کتبے اور فتوحات کی یادگارین سب خیالات کے ساتھ منتشر ہو گئین۔

مین نے سوچا کہ قبرون کے اس بڑے اجتماع کو سوا اسکے کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ ذلت و ذمائم کا خزانہ ہے۔ یا یون کہئے کہ شہرت کے تکبر اور فراموشی کے تیقّن پر مکرر سہ کرر دُہرائے ہوئے وعظ اور تلقین کا بڑا مجموعہ ہے۔ فی الحقیقت یہ مقام ملک الموت کی بادشاہت ہے یا اُسکا سایہ دار رفیع الشان شاہی قصر ہے جہان وہ بڑے تُزک و احتشام کے ساتھ رونق افروز ہوکر دنیا کے طمطراق اور شان و شوکت پر ہنستا ہے۔ اور بڑے بڑے بادشاہون کی آخری یادگارون کو فراموشی کا جامہ پہنا کر خاک کے برابر کر دیتا ہے۔ کوئی غور کرے کہ نام آوری اور تشہیر کو امرٹ کہنا کس نادانی سے شیخی مارنا ہے۔ وقت اپنے صفحے ہمیشہ اُلٹتا جاتا ہے۔ ہم حال کی کہانیون مین اسقدر منہمک ہین کہ اُن اکابر اور اُنکی روایتون کے ذکر تک کی مہلت نہین ملتی جو زمانۂ ماضی کے لئے باعث دلچسپی تھین۔ ہر زمانہ بذات خود ایک کتاب ہے جسے جلد بھلا دینے کے لئے ایک طرف پھینکدیا جاتا ہے۔ آج کا بُت گذشتہ کل کے ہیرو (Hero) کی یاد کو ہمارے دل و دماغ سے نکالکر پھینکدیتا ہے اور

وہ خود اپنے کل آنے والے جانشین کے داخل ہوتے ہی الگ ہوجائیگا۔ سرٹامس براؤن صاحب لکھتے ہین "جتنی جلدی ہم اپنے بزرگان کو بھول جاتے ہین اُتنی ہی جلدی ہمارے پس ماندگان ہمین بھلا دینگے"۔ تاریخین مدھم پڑتے پڑتے روایتین ہوجاتی ہین واقعات شکوک اور بحث و مباحثہ کی وجہ سے بالکل دُھندلے معلوم ہوتے ہین۔ کتبے لوح تربت سے محو ہونے لگتے ہین اور بت اپنی کُرسی سے گر جاتے ہین۔ بڑے بڑے کالم شاندار محرابین اور اونچے اونچے پرمیڈ[لہ] (Pyramid) یہ سب ریت کے سوا اور کیا ہین اور انکی تحریرات سطح خاک پر لکھے ہوئے حروف کی نسبت کیا زیادہ وقعت رکھتی ہین۔ اس حالت مین کسی مقبرہ کی حفاظت سے کیا حاصل اور اجسام مُردہ معطر مسالون سے کب قائم رہ سکتے ہین۔ سکندر اعظم کے جسم کا ذرہ ذرہ ہوا مین پریشان ہے اور اسکا خالی تابوت عجایب گھر کی حیرت افزا اشیا مین شمار ہوتا ہے مصری مومیات جو کیمبیسس Cambyses اور روزگار کے ہاتھون سے بچ رہی تھین اب انسانی حرص وہوس کے تصرف مین ہین اور جا بجا زخمون کو اچھا کرتی ہین۔ فرعون کی ممی مرہم کا کام دینے کی غرض سے بازار مین فروخت ہونے آگئی ہے۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ اس عمارت مین جو اسوقت میرے سرپر اپنی پوری رفعت کے ساتھ استادہ ہے وہ کونسی خوبی ہے جو اسے دیگر عظیم الشان مقبرون کے انجام و آخرت سے بچالیگی۔ کبھی نہ کبھی وہ دن ضرور آئیگا جب اسکی جلوہ فگن محرابین جو اسوقت اونچی اونچی کھڑی ہین زیر پا خاک مین ملی پڑی ہونگی۔ اور جب بجائے سُریلی صداؤن اور کلمات تحسین کے یہان ٹوٹی پھوٹی محرابون سے ہوا سیٹی بجاتی ہوئی سن سے نکل جائیگی اور اُلو شکستہ برجون سے اپنی نحس آواز لگائیگا۔ جب آفتاب کی روشن کرنین ملک الموت کے ان تاریک محلات پر پڑینگی اور جب منہدم ستونون پر عشق پیچان کی بیل چڑھنے لگیگی اور فوکس گلوو (Fox Glove) کسی لاپتہ تربت پر پھول چڑھائیگا اور اپنی بہار دکھاکر مُردہ کو چڑائیگا۔ اسطرح ہر ایک بشر دار فانی سے گذر جاتا ہے اور ایک نہ ایک دن تذکرون اور انسان کی یاد داشت سے اُسکا نام ونشان تک مٹ جاتا ہے۔ اُسکی تاریخ ایک کہانی رہ جاتی ہے جسے سُن چکے ہین اور اُسکی قبر بربادی کا منظر دکھائی دیتی ہے۔

(ترجمہ واشنگٹن ارونگ) **جیدیال سکسینہ**

**معیار صداقت**۔ مہاتما ستیہ دھاری جی نے صداقت کی جانچ کے لئے ایک نہایت مبسوط کتاب لکھی ہے جو منذرجہ بالا نام سے موسوم ہے۔ اسکی ضخامت ۲۵۲ صفحات ہے اور ایکسو پچہتر سے زائد مختلف مضامین درج ہین۔ قابل مصنف نے فلسفۂ زندگی اور اخلاق کا کوئی پہلو فروگذاشت نہین کیا ہے۔ کتاب کو بالاستیعاب پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کیسی طوفانی اور بحر ناپیدا کنار ہے۔ بہت سی خوبیون کے ساتھ اس کتاب مین ایک قابل افسوس نقص بھی ہے اور وہ غیر آریہ مذاہب پر حملے ہین جو ایسی اخلاقی کتاب کے لئے موزون نہین۔ قیمت فی جلد عہ رینیجر جیون سُدھا ریتد کالا لاہور سے دستیاب ہوسکتی ہے۔

[لہ] مخروطی مینار۔

# اجنٹا کے غار

بودھ مذہب والون کے دلچسپ اور مشہور غار جنھین "اجنٹا کے غار" کہتے ہین اندھیادری کے ٹیلون مین شہر اجنٹا کے شمال و مغرب مین چار میل کے فاصلے پر واقع ہین۔ ان غارون کو جانے کے راستہ مین علی الخصوص برسات مین اور نیز اُسکے قبل ملک دکن کا ایک نہایت خوشنما اور قابل دید منظر پیش نظر ہوتا ہے لیکن گرمی کے موسم مین وہ سب چیزین خشک ہو جاتی ہین۔

اہل یورپ کو ان غارون کا حال کچھ کم سو برس سے معلوم ہوا ہے۔ پہلے پہل جو انگریز لوگ انھین دیکھنے گئے وہ مدراس کے فوجی افسر تھے۔ ۱۸۱۹ء مین انکا وہان جانا ہوا تھا۔ انکے بعد سر جان مالکم نے ڈاکٹر جے برڈ کو روانہ کیا تھا کہ وہ اُن غارون کو غور سے دیکھین اور اُنکا حال دریافت کرین۔ اسکے بیشتر صدیون سے خوفناک جنگل نے اُن تک پہونچنے کے راستے بند کر رکھے تھے اور ملک نے اُنکو فراموش کر دیا تھا۔ اور اُنکی لاثانی صناعیان جھاڑی جنگل کے پتون سے منھ چھپائے پڑی تھین۔ اُن کے اطراف مین شیر تیندوے ڈھنکا کرتے اور بھیل لوگ رہا کرتے تھے۔ انکی دیوارون پر جو قابل قدر نقش و نگار اور سنگ تراشی کے نمونے ہین اُنکو امتداد زمانہ سے نقصان پہونچا ہے لیکن وہ اتنا جتنا ایلورا کے غارون کو انکے نقش و نگار مین سے بعض عمدہ مورتین بیرحم تماشائی اُڑا لے گئے ہین۔ لیکن آخر کو سرکار آصفیہ نے ممانعت کر دی ہے کہ کوئی وہان دست اندازی نہ کرے اور اب ان غارون پر ایک پہرا بھی مقرر رہتا ہے جو تماشائیون کے ساتھ اندر جاتا ہے تاکہ کوئی شخص دست درازی نہ کرنے پائے۔

دولت انگلشیہ نے ان غارون کے عمدہ نقشے بنوانے مین بہت کوششین کین ہین چنانچہ دو مرتبہ کپتان جل نے جو ہندوستان مین ایک نامور مصور تھے ۱۸۴۷ء اور ۱۸۴۸ء مین انکے عمدہ نقشے تیار کئے تھے اور یہ نقشے لندن کے شیش محل مین نمائش کے لئے رکھے گئے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ ۱۸۶۶ء مین اُس محل مین آگ لگی اور یہ تمام نقشے برباد ہو گئے۔ ان نقش و نگار کی نسبت اختلاف ہے کیونکہ مسٹر جے برجس جنکے نوٹون سے یہ بیان لیا گیا ہے کہتے ہین کہ اسکی تاریخ کا پورا پورا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ لیکن بعض قدیم نقوش جو نمبر ۹ اور نمبر ۱۰ کے غارون مین ہین انکے نزدیک سن عیسوی کی دوسری صدی کے ہین اور باقی اکثر چھٹی صدی کے۔ لیکن بعضے ساتوین صدی کے بھی ہین اور مسٹر گریفتھس کی رائے ہے کہ اطالیہ مین چودھوین صدی کے درمیان جس قسم کے نقش و نگار تیار ہوئے تھے اُسی قسم کے یہ بھی معلوم ہوتے ہین جس سے پایا جاتا ہے کہ ان کے اور اُن کے خیالات مین بہت مشابہت تھی۔ ان کے بنانے والے خواہ کوئی ہون لیکن انکی نسبت اتنا تو خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ضرور دنیادارون سے میل جول رکھتے تھے اور اُنکے حالات سے بخوبی واقف تھے کیونکہ وہان کے نقش و نگار مین روزانہ زندگی کی شکلین نہایت عمدگی سے دکھلائی گئی ہین اور غالباً یہ انھین لوگون کا کام ہے جو رات دن اُسکو دیکھتے ہون گے۔ اُن کے نہایت باریک بین اور صاحب ذہن وقاد ہونے مین کوئی کلام نہین۔

ذیل مین ہر ایک غار کی نسبت کیفیت درج کی جاتی ہے۔

## غار نمبر ۱

یہ ایک خانقاہ ہے جو بہ نسبت دوسری خانقاہون کے نہایت خوبصورت ہے اسکی نہایت عمدہ کھدی ہوئی دیوڑھی ہین جو برآمدے کے سامنے ہے گزشتہ شان و شوکت کے کسیقدر نشان نظر آتے ہین۔ برآمدے کے باہر دونون طرف دو کمرے ہین جنکے دروازون کے سامنے دو دو ستون ہین اور اُسکے مغربی جانب کا کمرہ دوسرے کمرے سے ملا ہوا ہے جو ½ ۱۳ فیٹ مربع اور کسی قدر تاریک ہے اسکے داہنے طرف کے کمرے سے دوسرے دو کمرے ملحق ہین جو کسیقدر چھوٹے ہین۔ اسکا برآمدہ ۶۴ فیٹ لمبا ½ ۹ فیٹ چوڑا اور ½ ۱۲ فیٹ بلند ہے اسکے کنارے نقش و نگار اور سنگ تراشی کا ایک عجیب نمونہ ہین۔ سامنے کے دروازے کے چوکھٹے مین بھی نقش و نگار ہین اور اُوپر کی کالس کے حصے مین جدا جدا خانے ہین جنمین انسانی مورتین اور راج ہنس کے خوبصورت جوڑے ہین۔ جنکے پر نقش و نگار کے اوپر سایہ کئے ہوئے ہین تاکہ وہ جگہ عمدہ نمایش سے خالی نہ رہے۔ یہ صنعت سنگالیون سے زیادہ خصوصیت رکھتی ہے۔

برآمدہ کے بیچ مین ایک وسیع دروازہ ہے جو ایک بڑے دالان سے جو تقریباً چونسٹھ مربع فیٹ ہے ملا ہوا ہے اور اسکے اطراف مین بیس ستون ہین اور ستونون کے درمیان ½ ۱ فیٹ کا راستہ ہے اور اسمین ویسی ہی سنگ تراشی ہے جیسی سیلون برہما چین کے بودھ لوگ کیا کرتے ہین۔ اُن کے بیچ مین ایک ستون ہے جسکے نقش و نگار قابل تعریف ہین۔ اسپر چار ہرن بنے ہوئے ہین اور اُن کے سر اس حساب اور خوبی سے تراشے گئے ہین کہ ایک سے دوسرے مین ذرہ برابر فرق نہین۔ اگر انمین سے ایک سر دوسرے کی گردن سے چسپان کر دیا جاوے تو اوسی کا سر معلوم ہوگا۔

اس غار مین جوگیون کے لئے کمرے بنے ہوئے ہین اور بودھ کی ایک تصویر ہے جو بیس فیٹ کی وسعت مین ہے۔ اس غار مین بہت سے نقش و نگار ہین جو علم آثار قدیم کے نہایت دلچسپ نمونے ہین اور انمین جو تصویرین شیرین اور خسرو کی خیال کیجاتی ہین وہ بھی قابل دید ہین۔

## غار نمبر ۲

یہ بھی ایک خانقاہ ہے لیکن پہلی خانقاہ سے چھوٹی اور صناعی مین بھی اُس سے دوسرے درجے پر ہے۔ اس غار مین جو عبادت کی جگہ ہے وہ تقریباً بارہ فیٹ لبی اور گیارہ فیٹ چوڑی اور گیارہ فیٹ پانچ انچ اونچی اور تاریک۔ چونکہ ایک مدت تک چمگادڑ اسمین رہا کرتے تھے اسلئے اُسکی چھت کی نقاشی بالکل خراب ہوگئی ہے۔ لیکن اسکے برآمدے مین ابھی بہت سے نقش و نگار ایسے ہین جنکا فوٹو برابر لیا جا سکتا ہے۔ برآمدہ۔ دالان اور پوجا کی جگہ کے نقش و نگار بہت سے اُن راجاؤن اور رانیون کے واقعات کو ظاہر کر رہے ہین جو اُن مین کندہ ہین۔ پوجا کی جگہ کی دیوارون پر بودھ اور اسکے پرستارون کی تصویرین ہین اور اسکے مقابلہ مین چھت کے ایک حصہ پر لٹکتی ہوئی مورتین بنی ہوئی ہین جو بودھ کو پھول نذر دے رہی ہین۔ اس غار مین اڑتیس قسم کے نقش و نگار ہین جو علحدہ علحدہ پہچانے جاتے اور بخوبی سمجھ مین آتے ہین۔

## غار نمبر ۳

یہ ایک چھوٹی سی خانقاہ ہے جو ٹیلے کے اوپر سامنے کھدی ہوئی ہے، لیکن تمام نہین ہوئی۔ اسکا برآمدہ ۲۹ فیٹ لمبا اور سات فیٹ چوڑا ہے اور اسکی چھت کے نیچے چھ ستون ہین۔

چار گول اور دو مربع لیکن ان پر کچھ نقش و نگار نہین ہین۔ دالان مین جانے کا ایک دروازہ ہے لیکن وہ برابر کھدا ہوا نہین اور اسی مین ہوکر ایک دوسرے درجے مین جاتے ہین۔

## غار نمبر ۴

یہ بھی ایک خانقاہ ہے۔ اور سبھون سے بڑی ہے۔ اسکا برآمدہ ستائیس فیٹ لمبا اور بارہ[۱۲] فیٹ چوڑا اور سولہ فیٹ اونچا ہے اور اسمین آٹھ ستون ہشت پہل ہین جو بالکل سادے ہین۔ اس برآمدہ کے دونون طرف دو کمرے ۱۰ فیٹ لمبے اور ½۸ فیٹ چوڑے ہین۔ انکے چھوٹے چھوٹے دروازون پر تین تین زینے لگے ہوئے ہین۔ اس غار کے دالان کے تین دروازے ہین۔ بیچ کا دروازہ اجنٹا کے تمام غارون کے دروازون سے نہایت مکمل اور خوبصورت ہے۔ یہان علاوہ بہت سی عمدہ مورتون کے بودھ کی ایک مورت ہے جسمین وہ دعا مانگ رہے ہین۔ اس مورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بھی اُسی زمانے کے قریب قریب بنی ہے جسمین ایلورا۔ ڈھیڈ ناٹا اور اورنگ آباد کا ساتوان غار بنایا گیا ہے۔ برآمدے کی چھت جسمین ایک جگہ نہایت آبدار رنگ کی ہے۔ اس غار مین کوئی نقش و نگار نہین۔ اسکا دالان ستاسی مربع فیٹ ہے اور اسمین سادے اٹھائیس[۲۸] ستون ہین۔ ان پر ویسے نقش و نگار نہین جیسے پہلے اور دوسرے غار کے کھمبون پر ہین۔ لیکن اسکی کالنس بہت خوبصورت ہے۔

## غار نمبر ۶

اس غار مین دو درجے ہین لیکن نیچے کے درجے کا تمام برآمدہ گرا ہوا ہے اسکا دالان جو بینتالیس[۴۵] مربع فیٹ کا ہے اسمین تقریباً سولہ ستون تھے لیکن اب فقط سات باقی رہ گئے ہین۔ چونکہ اسمین لوگ رہتے اور ہمیشہ آگ جلایا کرتے تھے اسلئے وہ خراب ہوگیا ہے۔ اور اسکی شکل ویرانہ کیسی معلوم ہوتی ہے، اُسکے اوپر کے درجے پر چڑھنے کے زینے جو دروازے کے پاس ہین بالکل شکستہ ہوگئے ہین اسلئے اوپر کے برآمدے مین جانا دشوار ہے۔ اس برآمدے مین چار گول اور دو مربع ستون ہین لیکن مربع ستونون مین سے صرف ایک ہی باقی رہ گیا ہے اور واقعی یہ ایک نہایت عمدہ ستون ہے۔ اس غار مین بہ نسبت اجنٹا کے اور غارون کے بودھ کی بہت سی مورتین ہین جن مین اکثر کھڑی ہوئی ہین۔ غالباً ان غارون مین یہ غار حال ہی کے زمانے کا معلوم ہوتا ہے اگرچہ اسکے نقش و نگار دھوئین کی وجہ سے بالکل مٹ گئے ہین لیکن شاہی محل کے نقش صاف پہچانے جاتے ہین اور اندرا کی تصویر پرستش گاہ کے دروازے کے دونو طرف نظر آتی ہے۔

## غار نمبر ۷

یہ بھی ایک خانقاہ ہے لیکن اب تک جتنی خانقاہون کا بیان ہوا اُن مین اور اسمین بعض باتون کا اختلاف ہے چنانچہ اسکے برآمدے مین دو ڈیوڑھیان ہین اور ہر ایک ڈیوڑھی مین دو دو ہشت پہل ستون ہین جنکی کالنس ایلیفنٹا (گھاراپوڑی) کے دوسرے غار کے کھمبون سے کسیقدر مشابہت رکھتی ہے۔ اسمین علاوہ بودھ کے بودھی ساتر اور نیز دوسری مورتین ہین جنمین سے بعض بیٹھی ہوئی اور بعض کھڑی ہوئی ہین۔ پرستش گاہ کے دروازے کے اوپر مورتین بنی ہوئی ہین اور نیچے شیر ببر کا سر اور پنجے ہین۔ برآمدے مین سے ہوکر چھوٹے چھوٹے کمرون اور پرستش گاہ کو راستہ جاتا ہے جہان کی چھت اور کالی دیوارون پر کسی قدر نقش و نگار کے آثار باقی رہ گئے ہین۔

## غار نمبر ۸

یہ بھی ایک خانقاہ ہے لیکن اسکے سامنے کا حصہ بالکل منہدم ہوگیا ہے۔ دالان مین جو کچھ باقی ہے اُسکی لمبائی ۳۲ فیٹ چوڑائی ۱۷ فیٹ اور اُنچائی دس فیٹ ہے۔ یہ غار ٹیلے کے نشیب مین ہے جو مٹی سے پٹ گیا ہے۔ پرستش گاہ کے دالان اور پیش دالان کے دونو طرف کوٹھریان ہین۔ پیش دالان کا دروازہ بہت نیچا ہے اور اُسکے پیچھے ایک پتھر کی چوکی ہے لیکن اُسمین کوئی نقش و نگار نہین۔

## غار نمبر ۹

یہ غار ایک چھوٹا سا مندر ہے اور نہایت قدیم زمانے کا ہے۔ غالباً سنہ عیسوی سے ایک صدی پہلے بنا ہو۔ یہ ۴۵ فیٹ لمبا $\frac{3}{4}$ ۲۴ فیٹ چوڑا اور ۲۳ فیٹ دو انچ اونچا ہے۔ اسکے وسط مین ستونون کی قطار ہے جسکے دونو طرف دو راستے ہین ان ستونون کے پیچھے ایک نصف دائرہ ہے جسکے بیچ مین ایک پرستش گاہ ہے اور اسکا قطر سات فیٹ ہے اسکی بنیاد ایک سادے بیلن کی سی پانچ فیٹ اونچی ہے اور اُسکے اوپر ایک گنبد ہے جسکا قطر تقریباً ۶ فیٹ اور ۴ انچ ہے اور اونچائی ۴ فیٹ۔ اس گنبد کے اوپر ایک مربع کالس $\frac{1}{2}$ ۱ فیٹ بلند ہے اور اسکے اطراف مین کٹہرا ہے۔ اسکی صورت زمانۂ قدیم کے صندوقون کی سی ہے جسکے اوپر ایک ڈھکن ہے۔ یہ گویا ایک قسم کی میز ہے جسمین چھ خانون کی شکل ہے جنمین کا ہر ایک خانہ اپنے نیچے کے خانے سے کسیقدر باہر نکلا ہوا ہے اسکے اوپر مثل کالی کے غارون کے ایک لکڑی کا چھاتا ہے۔ اس غار کے درمیان مین ۲۱ ستون ہشت پہل ہین لیکن اُنپر کوئی نقش و نگار نہین اسمین جو کچھ نقش و نگار باقی رہ گئے ہین وہ دو یا دو سے زیادہ زمانون کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہین

اُسکی دیوارون کے بعض حصون پر دو تہین جمی ہوئی ہین۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دوسری صدی عیسوی کے اخیر نصف حصے کی ہین۔

## غار نمبر ۱۰

اجنٹا مین یہ سب سے زیادہ قدیم مندر ہے اور اسکے پہلو لکڑی کے ہین۔ یہ مندر بالکل سادہ ہے اور اسمین کسی طرح کے نقش و نگار نہین اسکی بنیاد کا قطر $\frac{1}{2}$ ۵ فیٹ ہے اور اسکا گنبد نصف کرے سے کچھ زیادہ ہے۔ اسمین ایک بڑی محراب ہے جسکے داہنی طرف یہ عبارت کندہ ہے سے ترجمہ

"گریہا مکا کی نذر + واسسٹی تھیپوترا کی طرف"

چونکہ یہ ایک نامربوط عبارت ہے اسلئے یہ کہنا ممکن نہین کہ یہ غار واسسٹی تھیپوترا نے کھودا تھا یا صرف دروازہ بنایا تھا اور وہ کون تھا۔ لیکن اسکی تعمیر یا تو دوسری صدی عیسوی کے قبل ہوئی ہے یا دوسری صدی کے نصف اول مین اس غار مین عمدہ نقش و نگار تھے اور بعض حصے ایک کے بعد دوسرے وقتون مین منقش ہوئے ہین لیکن اب کچھ کچھ اُن کے آثار باقی رہ گئے ہین۔ مسٹر برجس کی راے ہے کہ دوسری صدی عیسوی ہی اسکی تعمیر کا صحیح زمانہ ہے۔

## غار نمبر ۱۱

یہ خانقاہ ایک بلند ٹیلے پر واقع ہے۔ اور اُسکی شکل معمولی خانقاہ کی سی ہے۔ چونکہ اسکے دالان مین بے ڈول اور اصلی وضع کے ہشت پہل ستون ہین اسلئے خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اُن کھمبون کا اسوقت کا نمونہ ہے جب پہلے پہل خانقاہون مین کھمبون کا تراشنا ایجاد کیا گیا۔ اس غار مین چند کمرے بلندی پر واقع ہین اسلئے سامنے سے بمشکل دکھائی دیتے ہین اسکے بائین طرف ایک تنگ گلی ہے جو ایک مخفی کمرے کو گئی ہوئی ہے

اور اسکی سیدھی طرف ایک قسم کی پتھر کی نشست گاہ ہے اور پرستش گاہ مین بودھ کی مورت اور اس مورت کے مقابلہ مین انسان کی ایک نہایت خوبصورت تصویر ہے جو مراقبہ مین نظر آتی ہے معلوم ہوتا ہے اُسکے مُنہ اور ہاتھ کو عمداً نقصان پہونچایا گیا ہے۔ سوا برآمدے کے اس غار کے تمام نقش ونگار خراب ہوگئے ہین۔ برآمدے کی چھت اور غار کے اوپر اور راستون کے باہر جو نقش ونگار ہین وہ ابتک اصلی حالت مین موجود اور علم مساحت کا ایک عمدہ نمونہ ہین۔ اندر کے نقش و نگار صاف نظر نہین آتے لیکن اُن سے پایا جاتا ہے کہ اُنپر بودھ اور بودھی ساتوا کی مورتین تھین۔

## غار نمبر ۱۲ و ۱۳

یہ دونون قدیم خانقاہین ہین لیکن ان کے دروازے منہدم ہوگئے ہین۔ ان دونون کے اندر ستون نہین اور کوٹھریون مین پتھر کے پلنگ نما چبوترے بنے ہوئے ہین جو دوسرے صدی عیسوی کے غارون سے مشابہت رکھتے ہین۔ نمبر ۱۲ کا دالان ۳۶ ½ مربع فیٹ کا ہے اور اسکے اندر تین طرف چار چار کوٹھریان ہین۔ ان مین سے ۱۱ مین پتھر کے پایون پر دو دو پلنگ نما چبوترے بنے ہین اور دیوارون مین کمرون کے دروازون پر سائبان کھدے ہوئے ہین جو مندر کے دریچے کی شباہت رکھتے ہین۔ اور دوسری جگہپر بھی دریچہ نما نقش ہین۔ پیچھے کی دیوار مین ایک کمرے کے دروازے کے بائین طرف دو سطرون مین ایک مختصر عبارت کندہ ہے۔

## غار نمبر ۱۴

یہ غار ٹیلے مین غار نمبر ۱۳ کے برابر اوپر کو کھدا ہوا ہے اور اسمین جانے کے لئے غار نمبر ۱۲ مین ایک ناہموار سیڑھی بنی ہوئی ہے یہ غار نامکمل ہے اور غالباً بہت بعد کو تیار کیا گیا ہے۔

## غار نمبر ۱۵

اسکا برآمدہ بھی مثل ایک خانقاہ کے ہے جسکا دروازہ منہدم ہوگیا ہے اسکے دونو طرف دو کمرے ہین اسکے اندر کا دالان تقریباً مربع اور ہر طرف ۴۳ فیٹ ہے اور اسکی بلندی ۱۰ فیٹ دو انچ کی ہے۔ اسمین ستون نہین ہین لیکن چارون طرف چار چار کوٹھریان ہین۔ اسکی پرستش گاہ مین ایک پہیہ دار چوکی پر بودھ کی مورت چار زانو بٹھائی گئی ہے اور اسمین شیر ببر جتے ہوئے ہین۔ دالان مین دو تراش ثابت ہین اور پیش دالانون کی چھت پر نقش و نگار کے مٹے ہوئے آثار باقی ہین۔

## غار نمبر ۱۶

یہ ایک نہایت عمدہ خانقاہ اور بڑی عالیشان تعمیر ہے۔ تمام غارون مین اسکے نقش ونگار قابل دید ہین۔ اسکے تین دروازے ہین ایک بیچ مین اور دو بازؤن پر مع دریچون کے۔ اسکے بڑے دروازے کے دونو طرف دو مربع ستون ہین جنپر عورتون کی مورتین کھڑی ہوئی ہین۔ اسکا دالان ۶۶ ½ فیٹ لمبا ۶۵ ½ فیٹ چوڑا اور ۱۵ ½ فیٹ اونچا ہے اور اسکی چھت مین بیس ہشت پہل کڑیان لگائی گئی ہین۔ اسکے مندر مین سیدھا دالان مین ہوکر راستہ جاتا ہے۔ وہان دونو طرف دو کمرے ہین۔ مندر اور دالان کے درمیان ایک سنگین دیوار ہے مثل چلمن کے جسمین دو کھم ہین۔ مندر مین بودھ کی ایک بہت بڑی مورت ہے جو تعلیم دینے کی وضع مین تراشی گئی ہے۔ اس غار کی تاریخ سنہ ۵۰۰ء ہے اسمین چارون طرف بہت سی عبارتین کھدی ہوئی ہین۔ اور اگرچہ بہت سی مورتین یا تو بالکل مٹ گئی ہین یا ٹوٹ گئی ہین لیکن اسپر بھی جو کچھ باقی ہین وہ مشرقی صنعت کا نہایت عمدہ

نمونہ ہین - یہ نمونہ رنگ آمیزی اور نقش و نگار کی خوبصورتی کا نہین بلکہ مورتون کے چہرون پر اصلی حالتون کے نمایان کرنے کا ہے -

## غار نمبر ۱۷

یہ خانقاہ نما غار مذکورۂ بالا غار سے بالکل مشابہ ہے اور تقریباً اُسی وقت کا کھدا ہوا ہے - ہندوستان کے آثار قدیمہ کے ایک مشہور عالم مسٹر فرگوسن ان دونون غارونکو بہ نسبت دوسرے تمام غارون کے زیادہ دلچسپ خیال کرتے ہین - اس غار کے دروازے سے ایک زینہ لگا ہوا ہے جو غالباً کسی ندی تک نیچے گیا ہے - اسمین بودھ کی بہت سی تصویرین اور اٹھارہ کمرے ہین - اسمین بہ نسبت اور غارون کے عبارت تھوڑی ہے اور نقش و نگار بہت ہین خوشی کی بات ہے کہ اسمین بہت سے نقوش ایسے ہین جنکی نقل آسانی سے لیجا سکتی ہے - اس غار کا نام غار منطقہ ہے کیونکہ اسکے برآمدے کے بائین طرف ایک تعجب انگیز دنیا کا گول نقشہ ہے - غار درمیان سے آٹھ حصون مین تقسیم کیا گیا ہے اور ہر ایک حصے مین انسانون کی مختلف وضع کی شکلین کندہ ہین - سنہ ۱۸۲۸ء مین اسکے ایک حصے مین ۳۰ شکلین گنی گئی تھین اور ہر ایک شکل پانچ سے سات انچ تک لمبی ہے لیکن اسوقت اُنمین سے بہت سی مٹ گئی ہین - اس غار مین نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجے کی سنگ تراشی ہے - مسٹر برجس نے ایک فہرست لکھی ہے جس مین ۱۹۱ شکلین اور نقوش کی تعداد مندرج ہے - ان مین بہت کم ایسے ہین جو دوسرے غارون کے نقوش سے اختلاف رکھتے ہون -

## غار نمبر ۱۸

یہہ غار صرف ایک بیش دالان ہے ۱۹ فیٹ ۴ انچ لمبا اور ۸ فیٹ ۱۰ انچ چوڑا اور اسمین دو ستون ہین - یہ اسلئے بنایا گیا ہے کہ ایک پانی کے حوض کو ڈھانکے اور اسمین سے ہو کر سکے بازو کے غار مین راستہ جائے -

## غار نمبر ۱۹

مندر کے غارون مین یہ تیسرا غار ہے اسکی اندرونی ساخت غار نمبر ۹ و ۱۰ سے مختلف ہے کیونکہ وہ دونو بالکل سادے ہین اور یہ تمام منقش ہے - اسکی لمبائی ۴۶ فیٹ اور چوڑائی ۲۴ فیٹ اور اونچائی ۲۴ فیٹ چھ انچ کی ہے - اسکے بیچ مین صدر کے رُخ پر دو کھم ہین اور پیچھے پندرہ - اُنمین ہر ایک کھم گیارہ فیٹ اونچا اور اچھا تراشا ہوا ہے اسکے گنبد کے پہلوؤن مین تھوڑے تھوڑے فاصلے پر شیر کے سر بنے ہوئے ہین اور مندر کے درمیان بودھ کی مورتین ہین - جنکے اوپر تین پتھر کی چھتریان ایک کے اوپر ایک ہین - اسکی چھت بھی منقش ہے جسمین خوبصورت پھول اور بودھ کی مورتین اور مندر ہین اور اسکی دیوارون پر بھی بودھ کی تصویرین ہین اور دروازے اور بیش دالان پر ایسی عمدہ اور مکمل سنگ تراشی ہے کہ جسکا تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ممکن نہین - اس مین بودھ لوگون نے اپنی عمدہ سے عمدہ صنعت صرف کی ہے -

## غار نمبر ۲۰

یہ ایک چھوٹی سی خانقاہ ہے جسکے برآمدے مین چار ستون ہین اس برآمدے سے چھت مین کڑیان اور شہتیر نکالے گئے ہین - اسمین ایک مورت ہے جسکو بھیل لوگ میت سیندرانا تھ کہتے ہین اور علاوہ اسکے اس غار مین بودھ کی بہت سی مورتین ہین - دیوارون کی تراش بگڑ گئی ہے اگرچہ اُسکی چھت اور عام نقاشی مین سے کچھ کچھ سمجھ مین آجاتا ہے -

## غار نمبر ۲۱

یہ غار نمبر ۲۰ سے بہت دور ہے اسکا برآمدہ تمام منہدم ہو گیا ہے لیکن اسکے عمدہ تراشے ہوئے کھم جو برآمدے کے دونو طرف ہین ویسے ہی ہین جیسے غار نمبر ۱ مین ہین ان سے ظاہر ہوتا ہے

کہ غالباً یہ بھی ویسے ہی عمدہ نقش و نگار کے ساتھ تیار ہوا تھا جیسا کہ وہ غار ہے - دالان کی چھت جو ۵۱ مربع فیٹ کی ہے ۱۲ عمدہ تراش کے ستونون پر کھڑی ہوئی ہے اور یہ ستون ویسے ہی ہین جیسے نمبر ۲ کے غار مین ہین چھت اور نیز آگے اور پیچھے کے راستون کا نقش اب تک صاف دکھلائی دیتا ہے اسکی نیلاہٹ ویسی ہی تازہ ہے جیسے ایک ہزار برس پہلے تھی اور باقی جو کچھ نقش و نگار تھے وہ سب مٹ گئے ہین -

## غار نمبر ۲۲

یہ چھوٹی سی خانقاہ ½۱۶ فیٹ مربع اور ۹ فیٹ اونچی ہے - اسمین چار نا مکمل کوٹھریان ہین - دریچے وغیرہ کچھ نہین لیکن اسکا دروازہ بہت خوبصورت ہے اور ایک چھوٹا سا دو سیڑھیون کا برآمدہ ہے جسکے دونون کھمبے شکستہ ہو گئے ہین - اسمین بھی بودھ کی مورت ہے جسکے پیر ایک کنول کے پھول پر رکھے ہوئے ہین اور مندر کی داہنی طرف بودھ کی سات تصویرین کندہ ہین جنکے نیچے اُسکا نام لکھا ہوا ہے اور ہر ایک سطر مین یہ عبارت کندہ ہے - ترجمہ

سکھیا بکشو کی فیاضانہ ملاقات کا اقرار ... اسکا
معاوضہ .... ماں باپ اور تمام مخلوقات کو ہووے
.... جنھین خوبصورتی اور خوش نصیبی بخشی گئی ہے اچھے
اوصاف اور آلات .... درختان .... محافظ روشنی کا
.... اسطرح سے خوشنما ہے -

## غار نمبر ۲۳

یہ بارہ ستون کی خانقاہ پچاس فیٹ مربع اور بارہ فیٹ اونچی ہے - برآمدے مین چار مکمل ستون ہین اور نیز اُسکے دونون کونون پر پرستش گاہین بنی ہوئی ہین - اس غار مین نقش و نگار کا کہین نام نہین -

## غار نمبر ۲۴

یہ ناتمام خانقاہ ۷۵ مربع فیٹ کی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اسکو وسیع کرنے کا ارادہ تھا لیکن وہ ایسی ہی رہ گئی اگر یہ تیار ہو گئی ہوتی تو یہان کے تمام غارون مین غالباً نہایت خوبصورت ہوتی اس غار سے اسکے کھودنے کا طریقہ ظاہر ہو رہا ہے - پہلے اسمین گذاریون سے پتھر کو کھود کے سیدھی گلیان نکالی گئی ہین اور اُسکے بعد ان مقامون کو چھوڑ کر جہان جہان ستون بنانا منظور تھا درمیانی دیوارون کو توڑ دیا گیا ہے -

## غار نمبر ۲۵

یہ تین دروازے کی ایک چھوٹی سی خانقاہ ہے - اسکے دالان مین نہ کوئی کمرہ ہے اور نہ کوئی پرستش گاہ لیکن برآمدے کے کنارے پر ایک کمرہ ہے جسکے داہنے اور پیچھے حجرے بنے ہوئے ہین اسکے سامنے محوطہ ہے جسمین دو محرابین اور ایک دروازہ ہے جو اُسکے بازو کے غار کے کوٹھے پر لیجاتا ہے -

## غار نمبر ۲۶

یہ غار اس سلسلے مین چوتھا مندر اور نمبر ۱۹ اسے بہت مشابہ ہے اسکی ابتدا چھٹی صدی کے وسط سے خیال کیجاتی ہے اسکے نقوش بہ نسبت اجنٹا کے تمام غارون کے بہت زیادہ اور بالکل مکمل ہین اگرچہ وہ ایک ہی قسم کے ہین لیکن تراش کی خوبی مین اُن سے کسیقدر کم ہین اسمین کچھ عبارت بھی کندہ ہے لیکن بالکل مٹ گئی ہے - یہان ایک نہایت دلچسپ نقش ہے جو تحقیق کرنے والون کو محو حیرت بناتا ہے - اس نقش مین اکثر صورتین بہت خوبصورت بنی ہوئی ہین -

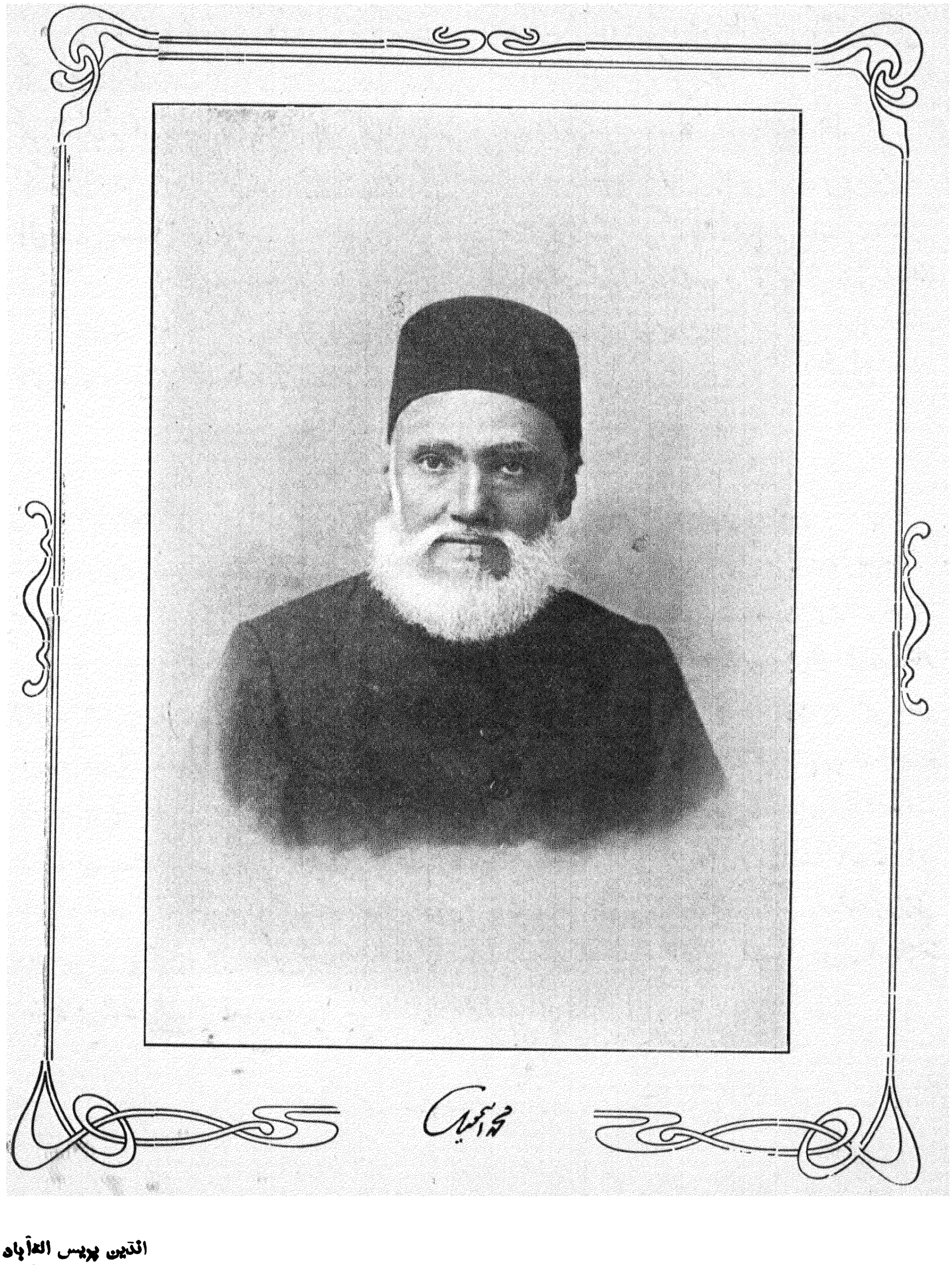
محمد اسمعیل

## غار نمبر ۲۷

یہ ایک اخیر خانقاہ ہے جسکا برآمدہ بالکل شکستہ ہوگیا ہے۔ غار کے سامنے ایک بہت بڑا ٹکڑا پڑا ہوا ہے جو مکمّل نہین کیا گیا۔ فقط پرستش گاہ کا بیش والان کھلا ہوا ہے۔ اسکے بائین طرف تین کمرے ہیں اور پیچھے دو اور نیز بائین طرف کی باقی جگہ مین ایک کمرا بنا ہوا ہے۔

## غار نمبر ۲۸ و ۲۹

پہلے غار سے ایک مندر کی ابتدا ہوتی ہے اسمین ایک بڑی محراب کے بالائی حصے کے سوا جو دریچہ ہے اور وہ بالکل مکمّل ہے۔ دوسری کوئی چیز تکمیل کو نہین پہونچی اور دوسرا غار صرف ایک خانقاہ کا برآمدہ ہے پہلے غار مین جانا سخت مشکل اور دوسرے غار مین ناممکن ہے۔

## غار نمبر ا۔ ۲۔ ۶۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۹۔ ۲۰

ان غارون مین مشہور استرکاری کے نقوش ہین جو چودہ سو برس پیشتر کے خیال کئے جاتے ہین اور جن سے ہندوستان کے اُسوقت کے لوگون کا مذہب اور اُنکی اخلاقی زندگی کے حالات دریافت ہوسکتے ہین جب یہان بودھ مذہب پھیلا ہوا تھا۔

اشتہری

---

**کلیات اسمٰعیل** ۔مولانا محمد اسمٰعیل صاحب میرٹھی اُردو زبان کے قدیم محسنوںمین ہین جنکا مشہور اُردو کورس ان اضلاع کے مدارس مین مدتون جاری رہا اور اب بھی مقبول عام ہے۔ طلبا ءاُردو کی دماغی نشو ونما مین مولانا ممدوح کی درسی تصانیف سب سے بڑی معین ثابت ہوئی ہین اور زمانۂ حال کے بہت سے اُردو خوان اصحاب آپ کے فیضان تعلیم کے ممنون ہین۔ ادبی دنیا مین آپ کی شہرت ایک لاجواب نظم سے ہوئی تھی جو ”آثار سلف“ کے نام سے موسوم ہے اور جسمین قلعۂ آگرہ کے تاریخی اور عبرت انگیز حالات نہایت مؤثر اور زوردار الفاظ مین نظم کئے گئے ہین۔ بہرنوع ایک اعلیٰ ادیب وشاعر کی حیثیت سے آپکی شہرت بہت قدیم ہے۔ حال مین آپ کا کلیات ایک نفیس اڈیشن مین شائع ہوا ہے جسکی ضخامت ۳۷۶ صفحات ہے۔ اسمین اُردو کی اُن درسی نظمون کے علاوہ جو آپ کے اُردو کورس مین شامل ہین بہت سی لٹریری نظمین بھی درج ہین اور مختلف اصناف سخن پر مبنی ہین۔ طرز بیان نہایت سادہ اور روزمرہ کے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے جو آپ کی کہنہ مشقی اور قادرالکلامی کا پتہ دیتا ہے۔ خصوصاً عورتون اور بچّون کے لئے ان نظمون کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ کلیات کے ایک حصے مین آپ کا فارسی کلام بھی درج ہے اور اُسمین بھی سادگی بیان کا التزام موجود ہے۔ کتاب کے آغاز سے پیشتر مصنف کی عکسی تصویر بھی دی گئی ہے جو ادیب مین شائع کی جاتی ہے اور چھپائی مین بھی نفاست کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ قیمت فی جلد غیر مجلّد دو روپیہ۔ مجلّد عہ جسمین سنہری حروف مین کتاب کا نام نمایان کیا گیا ہے۔ مذاق حال کے مطابق اس اڈیشن مین انٹروڈکشن (دیباچہ) اور نامور مصنف کے سوانحی حالات کی کسر رہ گئی جو غالباً دوسرے اڈیشن مین رفع کردی جائیگی۔

---

U998

# مین کون ہون

مرنا بھلا ہے اُسکا جو اپنے لئے جئے
جیتا ہے وہ جو مرچکا انسان کے لئے

جس شخص نے کبھی کوئی پروپکار نہ کیا ہو اور جسنے خود اپنے ہی لئے یا اپنی اولاد ہی کے لئے زندگی بسر کی ہو اُسکا شمار بمصداق شعر مندرجۂ عنوان زندون مین کرنا گویا سچے زندون کی توہین کرنا ہے۔ ایسے شخص کی زندگی کے حالات ہی کیا ہو سکتے ہین جو پبلک کے سامنے پیش کئے جائین۔ ایسے لکھو کہا اشخاص دنیا مین پیدا ہوتے ہین اور مرجاتے ہین اور اُنکا کوئی نقش صفحۂ روزگار پر باقی نہین رہتا۔ چنانچہ میرا بھی شمار ایسے ہی لوگون مین ہے اور اسلئے مجھے از حد خجالت ہے کہ باوجود اسکے کہ مین جانتا ہون کہ مین کیا ہون پھر بھی مین اپنے حالات کو خود اپنے قلم سے لکھنے کی جرأت کرتا ہون۔ مجھے امید ہے کہ ناظرین میری اس جسارت کو اپنی دریادلی سے معاف فرمائینگے۔

میرا جنم ۱۸۵۷ء کے غدر کے سال مین ایک متوسط حیثیت کے کایستھ خاندان مین بمقام آگرہ ہوا۔ تعجب نہین کہ ایسے شورش کے زمانہ مین میرا پیدا ہونا ہی میری شوریدگی و کج بختی کا باعث ہوا ہو کیونکہ میری زندگی زیادہ تر انواع واقسام کے مصائب وآلام ہی مین بسر ہوئی ہے۔ میرے دادا ایک بہت ہی سادہ روش اور نیک نفس آدمی تھے۔ اُنکی نسبت مین نے اپنے بچپن مین چند ایسی روایتین سُنی تھین کہ جنپر یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑے مذہبی اور برگزیدہ آدمی تھے۔ ایک عجیب وغریب روایت اُنکی نسبت یہ سُنی گئی تھی کہ کسی بنگالی نے جو کلکتے کیطرف کا رہنے والا تھا اور جو کسی سخت عارضہ مین مبتلا تھا یہ خواب دیکھا کہ کوئی شخص اُس سے کہتا ہے کہ "اگر تو متھرا جاکر فلان شخص کا جھوٹا کھائیگا تو تیرا یہ مرض جاتا رہیگا"۔ چنانچہ وہ پیادہ پا بنگالہ سے متھرا آیا اور میرے دادا کا کسیطرح پتہ لگا کر اس فکر مین ہوا کہ اُنکا جھوٹا کھانا حاصل کرے۔ میرے دادا اُسکو اپنا جھوٹا کھانا دینے پر راضی نہ ہوتے تھے مگر اُسنے کسیطرح نوکر کے ذریعے سے حاصل ہی کرلیا۔ یہ تو معلوم نہین کہ اُسکو مرض لاحقہ سے شفا حاصل ہوئی یا نہین مگر یہ روایت مین نے اپنے چچا کے زبانی سُنی تھی۔ میرے والد بھی ایک بہت ہی مذہبی آدمی تھے۔ برہمنون کے ساتھ اُنکو بہت بڑی عقیدتمندی تھی۔ جیساکہ علی العموم کایستھ دیوی کے اُپاسک ہوتے ہین میرے خاندان والے بھی قریب قریب سب ہی شاکت مت تھے لیکن میرے والد باوجود اسکے کہ اُنکا اِشٹ دیوی کا تھا اور خاندان بھی سخت شاکت مت تھا سب دیوتاؤن سے یکسان عقیدت رکھتے تھے۔ اُنمین تعصب کی بُو مطلق نہ تھی مہادیو جی کی بھی وہ ویسے ہی پرستش اور ستائش کرتے تھے جیسے وشنو بھگوان کی۔ وہ نہایت ہی نیک صفت نرم مزاج اور اعلیٰ درجہ کے مخیر آدمی تھے۔ گو زیادہ تر حصہ اُنکی خیرات کا برہمنون کے نذر ہوتا تھا۔ بسلسلۂ ملازمت سرکاری جب وہ شاہجہانپور مین تھے میرے مکتب کی رسم اُسی شہر مین

رائے پربھو لال صاحب بی اے

انڈین پریس الہ آباد

ادا ہوئی۔ اس زمانے مین کالیتھون مین مکتب کی رسم ادا ہونیکا یہ طریقہ تھا کہ مولوی صاحب بُلائے جاتے تھے اور تختی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور الف با تا لکھکر لڑکے کو پڑھاتے تھے۔ پنڈت وغیرہ نہین بلائے جاتے تھے اور اپنے مذہب کے مطابق سنسکرت یا ہندی وغیرہ کے پڑھانے کا دستور اُس زمانے مین نہ تھا۔ اُس زمانے مین کالیتھون مین زیادہ تر فارسی کی تدریس جاری تھی اور گھر کے خطوط وغیرہ سب فارسی ہی مین لکھے جاتے تھے۔ مین نے خود اپنے گھر کے لکھے ہوئے اُنھین خطوط کو جو ایک دوسرے کے ساتھ چپکے ہوئے ایک لمبے کھرّے کی شکل مین ہوتے تھے اور جنھین مکتوب کہتے تھے پڑھا تھا۔ شاہجہان پور سے میرے والد کا تبادلہ ہوجانے پر میرا آنا آگرہ کو ہوا اور یہان آنے کے بعد خاص اپنے گھر کے مکتب مین بٹھا دیا گیا۔ اس مکتب مین زیادہ تر اپنے ہی خاندان کے لڑکے پڑھتے تھے اور مولوی فضل الدین ایک معمر آدمی ہمارے پڑھانے پر مقرر تھے۔ مولوی فضل الدین ایک نہایت متقی اور باخدا آدمی تھے۔ روزہ نماز کے سخت پابند تھے اور آخر عمر مین تو قریب قریب دائم الصوم ہوگئے تھے۔ وہ ایک نہایت ہی پاکیزہ اور درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے گو دنیوی حیثیت سے وہ ہمیشہ مفلوک الحال رہے۔ مین نے اُنسے فارسی کی ابتدائی کتب کا درس حاصل کیا لیکن چونکہ میرا جانا اپنے والد کے پاس بمقام رائے بریلی جہان وہ ملازم تھے ہوا۔ اسلئے جو سلسلہ درس کا شروع ہوا تھا وہ کچھ عرصہ کے لئے ٹوٹ گیا۔ لیکن پھر مین ایک خاص مولوی صاحب کے سپرد کیا گیا جو گھر پر آکر پڑھایا کرتے تھے اور اسطرح فارسی کی تدریس ایک عرصہ تک جاری رہی۔ جب میری عمر قریب گیارہ یا بارہ سال کے تھی مجھے انگریزی شروع کرائی گئی اور مدرسہ مین داخل کیا گیا۔ مدرسہ مین میری زندگی نہایت خاموشی کے ساتھ بسر ہوئی۔ مجھے یاد ہے کہ مین مدرسہ مین سب لڑکون سے علحدہ رہتا تھا نہ کسی سے دوستی کرتا تھا اور نہ کسی کے ساتھ کھیلتا تھا۔ مجھے یہ بھی خوب یاد ہے کہ ایک زمانے مین ایک بنگالی بابو مدرسہ کی ہیڈ ماسٹری پر مقرر ہوکر آئے تھے۔ اُنسے لڑکے مطلق نہین دبتے تھے اور کوئی دن نہوتا تھا جب لڑکے ہیڈ ماسٹر صاحب سے بغاوت نہ کرتے ہون بلکہ اکثر یہ بھی ہوتا تھا کہ کھلونے کے تمنچے لڑکے اُنپر چھوڑتے تھے۔ مگر مین کبھی ان لوگون کے شریک نہ ہوا اور گو کل لڑکے کلاس چھوڑکر دھوم کرتے ہوئے کمپونڈ مین چلے جاتے تھے لیکن مین ہمیشہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا تھا۔ میری ایک عجب خاموشی کی زندگی تھی۔ صرف اپنی تحصیل علم سے کام تھا اور اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مین ہمیشہ امتحان مین اپنی کلاس مین اول نمبر رہا۔ انٹرنس کا امتحان پاس کرنے کے بعد مین میور سنٹرل کالج الہ آباد مین شریک ہوا جہان میرے چچا جو مجھپر بہت مہربان تھے ملازمت کے سلسلہ سے مقیم تھے۔ الہ آباد مین کالج کی زندگی ویسے ہی خاموشی کے ساتھ بسر ہوئی جیسی کہ اسکول کی زندگی بسر ہوئی تھی۔ میرے چچا کے دوست اکثر میری نسبت یہ کہا کرتے تھے کہ یہ عجیب لڑکا ہے جو نہ کسی سے ملتا ہے اور نہ اپنے ہی ہمعمر لڑکون کے ساتھ صحبت رکھتا ہے۔ غرضکہ بی۔ اے۔ تک میری تدریس کالج مین ہوئی اور اسی زمانے مین مجھے ہندی سیکھنے کا شوق ہوا۔ مین نے بہت جلد ہندی حروف سیکھ لئے اور جو کچھ ہندی کی تحصیل کی وہ خود ہی کی کسی پنڈت کے پاس پڑھنے کے لئے نہین گیا۔ پڑھتے پڑھتے کچھ ایسا محاورہ ہوگیا کہ بہت جلد معمولی ہندی کی کتابون کو پڑھنے اور سمجھنے لگا۔ مگر ابھی تک مذہبی کتابون کے دیکھنے کا موقع نہین

حاصل ہوا تھا۔

مذہب کا رنگ مجھپر ابتداے عمر سے چڑھا ہوا تھا جب مین تیسرے دوسرے اور پہلے درجے مین تھا جو اُس زمانے مین اسکول کے اونچے درجے تھے تو مین جنم اسٹمی کا برت نہایت عقیدت کے ساتھ رکھا کرتا تھا کہ مجھے امتحان مین کامیابی حاصل ہو۔ چنانچہ میری یہ عقیدت ہمیشہ بارآور ہوئی کیونکہ مین امتحان مین اول ہی رہتا تھا۔ اُس ابتدائی زمانے مین بھی مین خوشتر کی منظومہ رامائن اور بھاگوت کو نہایت عقیدت کے ساتھ پڑھا کرتا تھا اور یہ کتابین ہمیشہ میرے سرھانے رہا کرتی تھین۔ چونکہ میرے خاندان کے لوگ زیادہ تر شاکت مت تھے اسلئے یہ میرا ویشنوی طریقہ اُنکو خصوص میرے چچا کو پسند نہ آتا تھا اور اسلئے وہ اسکے ساعی رہتے تھے کہ مین طریقہ ویشنوی کو چھوڑکر طریقہ شاکت اختیار کرون۔ کالج مین داخل ہونے کے بعد کچھ عرصہ کے لئے مجھ مین بدعقیدگی ضرور پیدا ہوگئی تھی اور اسکی وجہ تحصیل سائنس یا درس فلسفہ انگریزی نہ تھی بلکہ میرے ایک معزز اور محترم بھائی کے لکچرون کا اثر تھا۔ میرے یہ بھائی انگریزی کے بہت بڑے فلاسفر ہین اور نہایت ہی حمیدہ صفات آدمی ہین۔ مگر اُس زمانے مین اُنکے خیالات دہریت سے بھرے ہوئے تھے۔ اُن لکچرون کا اثر مجھپر اسقدر ہوا کہ مین بدعقیدہ ہوگیا اور مذہب کیطرف میری تجسس باقی نہ رہی۔ لیکن جب بہ سلسلہ روزگار میرا آنا حیدرآباد ہوا اور کچھ عرصے کے بعد مجھے چند مذہبی کتب کے دیکھنے کا اتفاق ہوا جنہین سب سے بڑا حصہ مہابھارت کا تھا تو پھر خیالات مین تبدیلی واقع ہوئی۔ مین نے خوب غور کے ساتھ مہابھارت کا مطالعہ کیا اور اُسمین جو فلاسفی بھری ہوئی ہے اور جو اخلاقی باتین اُسمین موجود ہین اُنسے میرے دل مین بہت بڑی تحریک پیدا ہوئی اور ہندو مذہب اور ہندو فلاسفی کی عظمت کا نقش میرے دل پر ہوا۔ اُسکے کچھ عرصہ بعد سوامی وویکانند کے لکچرون کے دیکھنے کا اتفاق ہوا اور ان لکچرون کو مین نے نہایت ہی غور کے ساتھ پڑھا جسنے سونے پر سوہاگہ کا کام کیا اور میرا مضبوط عقیدہ سری شنکراچارج کی تفسیر کے مطابق ویدانت پر قائم ہوگیا۔ اگرچہ میرا عقیدہ پورا ادویت یعنی وحدت الوجود کا ہے اور ایک ہی آتما یعنی ذاتِ مطلق کی ہستی کو مانتا ہون جو نرگن اور نرا کار ہے یعنی شخصیت اور صفات کے خیالات سے بالکل مبرا ہے لیکن چونکہ میری طبیعت کچھ جوشیلی واقع ہوئی ہے لہذا مین نے عملاً طریقہ بھگتی یعنی عشق ہی کو اختیار کیا ہے اور اسلئے مین سگُن سروپ مین محو رہنا پسند کرتا ہون گو وہ محویت ابھی تک مطلق حاصل نہین ہے۔ اگرچہ کبھی کبھی اندر سے پریم کی لہرین اُٹھتی ہین اور کچھ دیر کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے مگر یہ جوش مثل سوڈا واٹر کے جوش کے اوپر ہی اوپر نکل جاتا ہے۔

چونکہ حقیقت مین میرا مضبوط عقیدہ ادویت مت سے ہے اسلئے میرے اشٹ इष्ट دیو شیو शिव ہین۔ لیکن چونکہ مین نے عملاً طریقہ بھگتی کو اختیار کیا ہے اور اسی راستہ کو جو سہل ہے اور جو میری طبیعت کے لئے موزون ہے پسند کیا ہے اسلئے مین بھگوان سری کرشن کا عاشق ہون اور جو اتھاہ پریم مجھے اُنکے ساتھ ہے وہ الفاظ مین بیان نہین ہو سکتا چونکہ ادویت مت مین شیو گیان کے اور وشنو یا سری کرشن بھگتی کے مرکز ہین اور دونون ایک ہی ایشور کے دو روپ یا ایک ہی ذاتِ مطلق ہین گو روپ اور نام سے علیحدہ علیحدہ ہون اسلئے ان دونون خیالات کا اجتماع کوئی عجیب بات نہین۔

اگرچہ مین نے طریقۂ بھکتی کو پسند کیا ہے تاہم مین کوئی پوجاری نہین- نہ مین کوئی مورت رکھکر پوجتا ہون اور نہ کبھی مندرون مین جاکر درشن کرتا ہون اور یہ کچھ اسوجہ سے نہین ہے کہ مین پرستش یا مورتی پوجا کا مخالف ہون اور نہ اسوجہ سے کہ مجھے معرفتِ حق یا دیدارِ حقیقی حاصل ہوگیا ہے بقول شخصے —

نہ دیکھا وہ کہین جلوہ جو دیکھا خانۂ دل مین
بہت مسجد مین سر مارا بہت ساڈھونڈا بتخانہ

مین کہان اور یہ دیدار حق کہان- بلکہ اسوجہ سے کہ مین اسکو بھکتی کا ادنیٰ درجہ سمجھتا ہون- گو یہ ہو کہ خود مین ہنوز اعلیٰ تر منزل کو نہین پہونچا ہون- اسیطرح میرا پاکھنڈ مت بھی نہین ہے کہ مین اسکو چھوؤن اور اُسکو نہ چھوؤن- اگرچہ جسمانی طہارت بڑی چیز ہے اور ہونی چاہیئے- لیکن جب تک روحانی طہارت حاصل نہین محض اسی کو پکڑ لینا ٹھیک نہین- جو لوگ نفس سے بالکل پاک ہین اور پاک زندگی بسر کرتے ہین مگر ہنوز درجۂ گیان یعنی عرفان کو نہین پہونچے ہین- وہ اگر چھوٗنے چھانے یا غذا وغیرہ کا پرہیز کرین تو انکو یہ سب مباح ہے- لیکن جب خود اپنا ہی نفس سیاہ ہے تو پھر یہ دیکھنا کہ فلان شخص کیسا ہے فلان غذا کیسی ہے اور کسنے پکائی ہے تمسخر کی بات نہین تو کیا ہے- دوہا

بُرا بُرا سب کوئی کہے بُرا نہ جگ مین کوے
جو من ڈھونڈھا آپنا مجھ سا بُرا نہ کوے

اس سے کہین یہ نہ سمجھ لیا جاے کہ مین ورن آشرم کے قواعد کا پابند نہین- یہ پابندی جب تک کہ نورِ عرفان نہ چمکے یا جب تک ہمین سب کے ساتھ رہنا ہے ضرور ہے اور اسلئے جہانتک ممکن ہے مین بھی پابند ہون- مخفی نہ رہے کہ گیان مارگ بھکتی مارگ اور کرم کانڈ ان تینون مین سب سے آسان طریقہ بھکتی ہی کا ہے- جنھون نے گیان کے طریقہ کو اختیار کیا ہے اُنکو بذریعہ انواع واقسام کے سادھنون یعنی ریاضتون کے پہلے نفس پر قابو حاصل کرنا پڑتا ہے اور پھر سوکلپ اور نروکلپ سمادھی یعنی مراقبہ کے ذریعہ سے یا یوگ کے دیگر طریقون سے برہم ساکشات کار یعنی اپنے مین اور ذات مطلق مین ابھید تا یا توحید کو پیدا کرنے کی کوشش کرنی پڑتی ہے اور جو لوگ کرم کانڈی ہین اُنکو سخت سے سخت جاڑے مین بھی ندی یا تالاب یا باؤلی مین غسل کرکے طہارت جسمانی کے بعد سندھیا اور پنچ یگ وغیرہ کے فرائض کو ادا کرنے کی سخت ہدایت ہے جس سے عبادت معبود و کفارۂ گناہ دونون مقصود ہین- یہ دونون طریقے سخت کٹھن ہین اور آسان ہے تو بھکتی ہی کا طریقہ ہے جسمین صرف نام کا ورد یا روپ کا دھیان ہی کافی ہے اور اسکے لئے اگر تھوڑی سی بھی جسمانی اور روحانی طہارت ہو تو کافی ہے- لیکن اگر بھکتی کو کرم کانڈ مین داخل کر دیا جاے تو وہ پھر بھکتی نہ رہی بلکہ کرم کانڈ ہی ہوا بھکتی مین اگر کوئی مشکل بات ہے تو یہی ہے کہ بیوی مین اولاد مین دولت مین جو محبت ہے اُسکو ان چیزون سے آہستہ آہستہ ہٹا کر ایشور مین جسکے لئے ہماری سچی محبت ہونی چاہیئے لگانا چاہیئے یا اُنکی محبت کو ایشور ہی کی محبت سمجھنی چاہیئے- لیکن سچ پوچھو تو یہ ویراگ یعنی ترک یا کم سے کم ترک روحانی تینون طریقون مین چاہیئے جسکے بغیر روحانی زندگی ممکن نہین ہے-

گیان اور بھکتی پر میرے جو متعدد مضامین مختلف رسالون مین شائع ہوئے ہین اُنکو پڑھکر لوگون کو شاید یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ مین نے ان سب باتون کو علم الیقین سے لکھا ہے- مگر مجھے نہایت شرمندگی کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ابھی تک یہ سب زبانی جمع خرچ ہے جسکو

انگریزی مین (Intellectual Conviction) یعنی عقلی تیقّن کہتے ہین وہ ضرور حاصل ہے مگر جسکو (Realization) یعنی دھارنا یا عملی علم الیقین کہتے ہین اُس سے مین ابھی ہزارون کوس دور ہون لیکن جب علم الیقین ہی نہین تو پھر ایسے عقلی تیقّن یا زبانی گیان سے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

اگرچہ جہانتک اپنی ذات سے تعلق ہے خواہشات کو بالفعل کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے مگر بالقوی اُنکا زور ابھی ویسا ہی موجود ہے۔ یعنی من کے اوپر اُنکا تسلط ہنوز قائم ہے۔ ایسے اشخاص کی نسبت گیتا جی مین یہ ارشاد ہوا ہے۔

कर्मेन्द्रियाणि संयम्य य आस्ते मनसा स्मरन् ।
इन्द्रियार्थान्विमूढात्मा मिथ्याचारः स उच्यते ॥

یعنی "جسنے اپنے افعال پر تو قابو حاصل کیا ہے مگر جسکے دل پر خواہشات برابر مسلّط ہین ایسے ناپاک خواہشات نفسانی کے چاہنے والے کو متھیا چاری یعنی ریاکار کہین گے"۔ پس بھگوان کے ارشاد کے مطابق میرا بھی شمار انھین متھیا چارون یعنی ریاکارون مین ہے اور اُنھین کی کرپا یعنی فضل چاہئے کہ مین اس الزام سے بری ہون۔ لہذا اُنسے میری ہمیشہ یہ التجا ہے کہ:-

کرو کر پارسائی دو سجن اپنے ہی چرنون مین
بھلا ہے یا بُرا ہے جیسا ہے آخر تمہارا ہے

لیکن جب تک یہ موہ کا جال نہ ٹوٹے یعنی نفس پر قابو حاصل نہ ہو یہ رسائی ممکن نہین۔ مگر یہان تو اسکی امید ہی نہین کہ یہ موہ کا جال کم سے کم اس جنم مین کبھی بھی ٹوٹے گا۔ کیونکہ جیسا کہ مین اپنے ایک مضمون مین لکھ چکا ہون کمزور طبیعت کے آدمی موہ یعنی نفس پر غالب نہین آسکتے اور یہ کمزوری ہی سب سے بڑا پاپ ہے جو دُنیا مین ہے اور اسلئے ایسے لوگ باوجود اسکے کہ اُنکا عقیدہ ادویت ہے اور عمل سے نہین تو عقل سے تو ضرور یہ جانتے ہین کہ وہی خود عین ذات مطلق ہین اور اسلئے وہ تمام پاپون سے مبرا ہین پھر بھی وہ آتم گیان کے نہونے کے کارن اپنے سے الگ ایک ایشور کی ہستی کو مان کر اُسکے چرنون مین اسلئے شرناگت ہونا چاہتے ہین یا اُسکے پریم مین اسلئے ڈوبنا چاہتے ہین کہ وہ گناہون سے صاف و پاک ہون۔

چنانچہ میرا بھی شمار ایسے ہی لوگون مین ہے۔ لیکن دوسرے لوگ کچھ تو اسکی تیاری بھی کرتے ہین یہان یہ بھی نہین۔ گوسائین تلسی داس جی فرماتے ہین۔

ڈاست ہی گئی بیت نشا سب کبہون نہ ناتھ نیند بھر سویو۔

डासत ही गई बीत निशा सब कबहुं न नाथ नींद भरि सोयेा ।

یعنی بچھونا ہی بچھاتے بچھاتے ساری رات گذر گئی اے ناتھ مین کبھی نیند بھر نہین سویا۔ جس سے یہ مراد ہے کہ ساری عمر تیاریون مین صرف ہوئی مقصد کبھی حاصل نہ ہوا۔ گوسائین جی نے تیاریون کا تو اقبال کیا یہان وہ بھی نہین ہے پس میرا خدا ہی حافظ ہے۔

اسکو پڑھکر شاید یہ اعتراض کیا جاے کہ جب یہی حال ہے تو پھر آپ کا یہ وعظ کرنا کیسا یہ آپ کی مضمون نگاری کیا معنی رکھتی ہے بمصداق اسکے کہ خودرا فضیحت و دیگران را نصیحت۔ مین صدق دل سے اسکا مقر ہون کہ مین کون اور میری بساط کیا کہ مین کسی کو نصیحت کرون اور جو کچھ مین نے لکھا ہے وہ صرف اُسی کی کرپا یعنی فضل ہے ورنہ میری کیا طاقت کہ مین کچھ لکھون۔

شعر

جو کچھ کہتا ہون مین یہ بھی ترا ایک کاش ہے ورنہ۔

کسے طاقت جو مُنہ کھولے یہاں ہر شخص ہارا ہے

لیکن مین یہ کہتا ہون کہ مجھپر ہندو مذہب اور ہندو فلسفہ خصوص فلسفۂ ویدانت کی عظمت کا ایسا گہرا اثر ہوا ہے کہ اُس سے میرے دل مین بیساختہ اُس فلسفہ پر مضامین لکھنے کی بہت بڑی تحریک پیدا ہوئی ہے اور ان مضامین کے لکھنے سے قطع نظر اسکے کہ اس فلسفہ کی اشاعت ہو اور لوگون کو اُسکے مطالعہ کی ترغیب پیدا ہو خود مجھ ہی کو یہ سب سے بڑا فائدہ ہوا ہے کہ اُنکے لکھنے مین مین نے جو عمیق غور کیا ہے اُسیکے ذریعہ سے مین اُن باریک نکتون کو سمجھ سکتا ہون جو پہلے کبھی میرے سمجھ مین نہ آتے تھے۔ اور اسلئے ایک معنی مین ان مضامین کے لکھنے مین مین نے خود اپنے ہی ساتھ احسان کیا ہے

میری تصانیف کچھ نہین ہین البتہ چند تالیفات ہین جنمین یہی مضامین شامل ہین جو متعدد رسالون مین شائع ہوئے ہین اور زبان ہندی مین دو ناٹک لکھے ہین۔ ایک درو پدی وستر ہرن اور دوسرا درو پدی کیش بندھن۔ ان دونون ناٹکون مین سبھا پرب سے استری پرب تک کے مہابھارت کے واقعات ڈراما کے طور پر درج کئے گئے ہین اور یہ دونون ناٹک چھپ بھی گئے ہین۔

پربھو لال

# نہر سویز کا نظارہ

ہمارے تمام بحری سفر مین ۱۹ ستمبر ایک غیر معمولی تاریخ تھی اُس روز کی دلچسپیان عمر بھر نہ بھولین گی۔ دیکھنے والون کی نگاہین تھک گئین مگر نظارے ختم نہ ہوئے۔ تڑکے ہی اُٹھکر مین ڈیک (جہاز مین سب سے اوپر کا تختہ) پر چلا گیا۔ دامن مشرق سے آفتاب کا چہرہ آہستہ آہستہ اُبھر رہا تھا۔ سمندر کا پانی اور آسمان قریب قریب ہمرنگ تھے۔ نسیم صبح کے انداز بتا رہے تھے کہ ہم کسی ایسے مقام کے قریب آ پہونچے ہین جو قدرت کی دلفریبی کے لحاظ سے اپنا پایہ نہین رکھتا۔ دائین ہاتھ عرب تھا اور بائین ہاتھ افریقہ۔ دونون طرف اونچے پہاڑ پاسبانی کر رہے تھے بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ پاسبانی کے بہانے عیب پوشی کر رہے تھے کیونکہ اُنکی وجہ سے جہاز کے مسافرون کو عرب اور افریقہ کے وہ بدنما ریگستان نظر نہین آتے تھے جہان نہ کچھ سبزی ہے نہ آبادی۔ دن رات خاک اُڑا کرتی ہے۔ سمندر کا پانی بھی کچھ سہولت پر آ گیا تھا ورنہ دو روز سے سر پر وہ طوفان اُٹھا رکھا تھا کہ خدا کی پناہ! شاید اس سہولت کی یہ وجہ ہو کہ پہاڑون سے متواتر ٹکرین کھاتے کھاتے اُسکا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔ بیچارے ریڈسی (Red Sea) کو کیا معلوم تھا کہ ابھی سو میل اور کھنچنا پڑے گا۔ ہزارہا سال تک پہاڑون کی گود مین بےفکری کی نیند سویا کیا مگر آجکل غریب کے سینے پر چوبیس گھنٹے بار لوگون کے جہاز چلتے ہین۔ ایشیائی ادا کا تقاضہ تھا کہ ریڈسی (Red Sea) ایک گوشہ مین تنہا پڑا رہے مگر یورپین تہذیب چاہتی تھی کہ باہمی ربط ضبط بڑھے خوب آمنا سامنا ہو اور دونون اپنے اپنے جوہر دکھائین چنانچہ مغربی ترقی کے سیلاب نے اُس رہے سہے تکلف کا پردہ بھی اُٹھا دیا جو یورپ کو ایشیا سے جدا رکھتا تھا۔ خدا جانے اُس حجاب مین کیا مصلحت تھی اور تھی بھی کہ نہین۔

اسمین شک نہین جب آپسمین کچھ تکلف ہوتا ہے تو

تعلقات مین قدرتی طور پر کچھ خشکی بھی آجاتی ہے۔ مگر جب ملاپ گہرا ہوتا ہے خشکی جاتی رہتی ہے۔ ناظرین خود غور فرما سکتے ہین کہ جب بیسوین صدی بیطرح ملانے پر تُلی ہو تو پھر ایشیا اور یورپ کے درمیان خشکی کیونکر قائم رہ سکتی تھی چنانچہ مڈیٹرینین (Mediterranean) نے ہاتھ بڑھایا اور ریڈسی سے ملاقات کرکے سُرخروئی حاصل کی۔ اُسی ملاپ کا نتیجہ یا یادگار نہر سوئیز ہے۔

ٹھیک دس بجے دن کو ہمارا جہاز سوئیز کینل مین داخل ہوا اور بارہ بجے تک وہین قیام کیا۔ جہاز کے ٹھہرتے ہی بیسیون مصری سوداگر کنارے سے چھوٹی چھوٹی کشتیون مین سوار ہوکر جہاز پر آگئے اور اوپر ڈیک پر چڑھ آئے۔ ہر ایک نے اپنا اپنا سامان کھولکر چیزین قرینہ سے سجا دین اور مسافرون کے ہاتھ سودا بیچنے لگے۔ چارون طرف نگاہ ڈالنے سے جہاز کا ڈیک ایک چھوٹا سا مینا بازار نظر آتا تھا۔ دو چار میوہ فروشون کے علاوہ باقی سب بساطی تھے۔ دُکانداری مین بڑے ہوشیار تھے اور چیزین بڑی گران دیتے تھے۔ عام طور پر لوگ تصویر دار خطوط (Picture Post Cards) زیادہ خریدتے تھے مین نے بھی آٹھ آنے کی تصویرین لین اور پھر آنے کے انگور۔ کچھ عرصہ بعد یہ سب سوداگر اپنی اپنی کشتیون مین سوار ہوکر پھر کنارے پر پہونچ گئے۔ اور ساڑھے بارہ بجے کے قریب جہاز بندرگاہ سوئیز سے روانہ ہوگیا۔

سوئیز کینل فی زمانہ انجینیری کے کمال کی سب سے شاندار مثال ہے اس موقع پر انسانی دل اور دماغ نے (Nature) کو بڑی کامیابی کے ساتھ چیلنج (Challenge) کیا ہے۔ پچاس سال پیشتر یہ کسکو معلوم تھا کہ افریقہ اور عرب کے لق ودق ریگستان بھی ادب سے ادھر اُدھر ہٹکر جہازون کو راستہ دینگے۔ اس قابل یادگار صنعت کی ایجاد کا سہرا فرانس کے ایک مشہور انجینیر مسٹر لسپ کے سر ہے تہذیب اور تجارت پر اُسنے وہ احسان کیا ہے کہ جسکا کچھ بدلا نہین ہوسکتا۔ فرانسیسی اپنے ہموطن پر جتنا بھی ناز کرین بجا ہے۔ کیا تعجب ہے اگر آج سوئیز اور سعید کی بندرگاہون پر جابجا لسپ کے بُت نصب ہین۔

اس نہر کی لمبائی قریب سوا سو میل کے ہے۔ ایک سرے پر بندرگاہ سوئیز ہے۔ دوسرے سرے پر بندرگاہ سعید۔ چوڑائی سو گز کے قریب معلوم ہوتی ہے۔ دو جہاز برابر برابر نہین چلتے ہین جس وقت جہاز نہر مین داخل ہوتا ہے رفتار بھی بہت کم کردیجاتی ہے یعنی قریب ۵ میل فی گھنٹہ جہاز مین بیٹھکر دونون طرف کے کنارے بہت قریب دکھائی دیتے ہین۔

عرب کے میدان کچھ خوشنما نہین ہین اور ہوتے بھی کیونکر۔ نہ درخت نہ گھاس نہ بستی نہ پانی۔ ریت ہی ریت نظر آتی تھی یا غبار آلود ہوائین۔

البتہ دوسری طرف مصر کے میدانون کا نظارہ سیاحون کی بھٹکتی ہوئی نگاہون کے لئے کچھ دلچسپی رکھتا تھا۔ وہ بات تو کہان تھی جو ہندوستان کی سرزمین مین چپہ چپہ پر پائی جاتی ہے مگر پھر بھی جو کچھ تھا غنیمت تھا۔ زیادہ تر ایک ہی قسم کے درخت دیکھنے مین آتے تھے جنکو جنگلی سرو کہنا چاہئے۔ ان درختون کی دوہری قطارین نہر کے کنارے کنارے دور تک چلی گئی ہین اور اپنے طرز پر اچھی معلوم ہوتی تھین باقی زمین پر نہ گھاس ہے اور نہ کھیت البتہ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر جھنڈ کھڑے تھے اور سب سے خوشنما وہ لمبی لمبی گھاس تھی جو نہر کے ڈھلوان کنارون پر اُگی ہوئی تھی اور پانی مین اُسکا بہت خوبصورت عکس پڑتا تھا۔ راستے مین کچھ گانون بھی آئے جو نہر کے کنارے پر آباد تھے۔ مگر ہندوستانی گانون سے بالکل مختلف تھے۔ ہمارے یہان

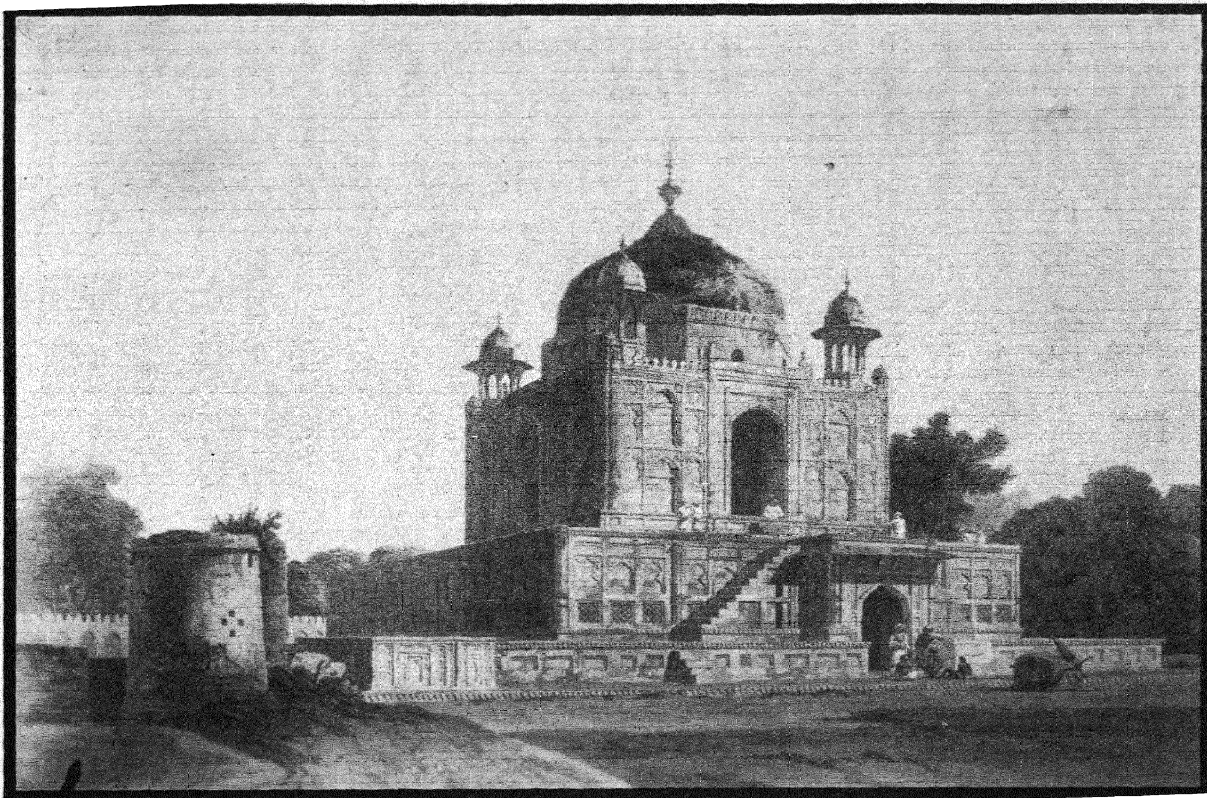

روضۂ خسرو

انڈین پریس الہ آباد

گانون کے چارون طرف کھیت ہوتے ہین - ایک آدھ تالاب ہوتا ہے اور گائے بھینس وغیرہ تو کثرت سے نظر آتی ہین مگر یہان سوائے لکڑی اور چھپر کے جھونپڑون کے اور کچھ نہین تھا - پالو جانورون مین صرف اونٹ اور کتا دکھائی دئے - نہر کے ریتیلے کنارون پر دیہاتیون کے بال بچے کھیلتے ہوئے بھلے معلوم ہوتے تھے - نہر مین کچھ جہاز ایسے ملے جنمین مٹی کھودنے کی مشینین لگی ہوئی تھین -

راستے مین دو بڑی بڑی جھیلین آتی ہین جنمین سے ہوکر سوئیز کینل نکلی ہے - جھیلون کا پانی اسقدر شفاف اور ساکت تھا کہ باوجود جہاز کے گزرنے کے بھی اُسکی پیشانی پر بل نہین پڑتے تھے - جہاز مین بیٹھکر سوئیز کینل سے گزرنا اسقدر سہانا معلوم ہوتا تھا کہ مین دوپہر کے دو بجے سے رات کے دس بجے تک لگاتار بیٹھا ہوا اُس نظارے کا لطف اُٹھاتا رہا - اُٹھنے کو تو طبیعت تب بھی نہین چاہتی تھی لیکن نیند کا وقت تھا اور کچھ سردی معلوم ہونے لگی - اسلئے بستر پر آکر سو رہا -

جس روز سے سوئیز کینل کی تعریف سُنی تھی اُسی دن سے اُسکے دیکھنے کی تمنا تھی اور جسقدر اشتیاق سے اُسے دیکھا اُسیقدر خوشنما اور دلفریب پایا - اُسکے جمال کی پوری پوری تصویر کھینچنے کے لئے ملٹن کا قلم اور خسرو کی زبان چاہئے - لسپ نے نہر نہین نکالی بلکہ دل نکالکر رکھ دیا ہے - اگر حضرت داغ اور غالب اسے دیکھ لیتے تو ضرور اپنے کلام مین اسے تسنیم کی جگہہ دیتے اور اسمین شک بھی کیا ہے کہ صنعت مین - دلفریبی مین - حُسن مین اور بانکپن مین سوئیز کینال فی الحقیقت بے نظیر اور لاثانی ہے - لوگ اسے نہر کہتے ہین مگر مین اسے سحر کہتا ہون اور ایک مین کیا جن آنکھون نے اسے دیکھا ہے نثار ہو گئین ہین - تاہم مصور بے سود اُسکا فوٹو لیتے ہین - دل کے کیمرے پر اُسکا عکس آجائے تو آجائے ورنہ ایسے نقشے کہین کاغذ پر اُترتے ہین - سہ

ایک تو تصویر اُنکی غیر کی محفل مین ہے
اک ہمارے پاس بھی ہے جو ہمارے دل مین ہے

ا - پ - لندن

**روضۂ خسرو** - الہ آباد مین خسرو باغ ایک نہایت قدیم اور تاریخی عمارت ہے - سنہ ۱۶۰۰ء مین شہزادہ سلیم (عرف جہانگیر) الہ آباد مین قیام پذیر ہوا اور بعد کو اس صوبہ کا گورنر مقرر کیا گیا - جہانگیر کو اپنے بیٹے خسرو سے سخت کاوش تھی جو ایک راجپوت رانی کے بطن سے تھا - رفتہ رفتہ یہ کاوش اسقدر ترقی کر گئی کہ خسرو کی بدنصیب مان کو اپنی زندگی وبال ہو گئی اور اُس نے خودکشی کر لی - سنہ ۱۶۲۱ء مین شہزادہ خسرو بھی اپنے سوتیلے بھائی خرم (عرف شاہجہان) کے ہاتھ سے بمقام الہ آباد قتل ہوا تھا - راجپوت رانی نے بھی یہین خودکشی کی تھی اور خسرو کی ہمشیرہ کا بھی یہین انتقال ہوا تھا اور یہ سب کے سب خسرو باغ مین دفن ہین جسکی ایک عمارت کی تصویر اس مقام پر دیجاتی ہے - غالباً یہی وہ مقبرہ ہے جسمین یہ خاندان دفن ہے - لیکن تصویر مقبرہ کا فوٹو نہین ہے بلکہ ایک پرانے مصور دانیال کی صناعی کا نتیجہ ہے -

# شمس العلما مولوی ذکاء اللہ مرحوم

رہنے کیا آئے تھے دُنیا مین امیر
سیر کر لی اور اپنے گھر چلے

دُنیا فانی ہے اور اُسکی ہر ایک چیز قانون فنا کے تابع ہے - یہ ہستی جو انسان کو اپنے حیرت انگیز کرشمے دکھا کر اپنا فریفتہ بنا لیتی ہے شئے موہوم سے زیادہ وقعت نہین رکھتی - زندگی جسکے لئے آدمی تمام عمر مصائب و تکالیف کا شکار بنا رہتا ہے اسکی حقیقت مٹّی کے کھلونے کیطرح ہے - انسان حرص و ہوا کا بندہ لاکھ سر مارے - کوشش کر کے دولت اکٹھا کرے - جاہ و منصب حاصل کرے - نام و نمود پیدا کرے لیکن ایک دن اُسے تمام دُنیاوی تعلقات سے منقطع ہو کر دو گز زمین کے سپرد ہونا ہے - موت کا زبردست ہاتھ کسی ذی روح کو پناہ نہین دے سکتا اور کوئی اسکے جابر شکنجہ سے نجات نہین پا سکتا - یہ وہ قانون ہے جسکا اثر امیر و غریب - نیک و بد جوان و پیر سب پر یکسان ہوتا ہے شخصی امتیاز - مصلحت وقت اسکے سامنے کوئی چیز نہین اور ہر شخص مجبور ہے کہ پیام اجل کے آتے ہی وہ اس جہان سے رخصت ہو - فلسفیانہ نظر سے دیکھا جاے تو موت اور زندگی پر رنج یا خوشی کا اظہار کرنا فعل عبث معلوم ہوتا ہے لیکن کسی فرد اکمل کی موت جسکی ذات بنی نوع آدم کے لئے سرچشمۂ فیض ثابت ہو چکی ہو قیامت سے کم نہین ہوتی - دُنیا مین روز ہزارون نفوس انسانی کا اتلاف ہوتا رہتا ہے لیکن قابل افسوس صرف اُس شخص کی موت ہو سکتی ہے جسکی وجہ سے ملکی و قومی منافع منصور تھے - مرنا برحق ہے لیکن ایسے وجود کا فنا ہونا حد درجہ کی مصیبت شمار کیجا سکتی ہے جسکی آنکھ بند ہونے سے اُسکے قابل قدر کارنامون کا خاتمہ ہوتا ہو - شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی کا حسرتناک واقعۂ رحلت اسی قبیل سے ہے - آپ کے انتقال کی غیر متوقع خبر سُنکر ہندوستان مین ایک سرے سے دوسرے سرے تک ماتم برپا ہو رہا ہے اور حامیانِ اُردو سب کے سب خواہ وہ ہندو ہون یا مسلمان سیاہ پوش نظر آ رہے ہین - اُردو لٹریچر کی خدمت جس مستعدی اور جانکاہی سے شمس العلماء مرحوم کے معجز نگار قلم سے ابتک ہو رہی تھی آج اُنکا خاتمہ ہو گیا اور اُردو زبان کے اولین محسنون اور سرپرستون کی فہرست سے ایک قابل پرستش نام خارج ہو گیا -

اُردو زبان کی موجودہ حالت پر جن بزرگون کو عبور حاصل ہے اور جو اُسکے خطرناک پوزیشن سے واقف ہین وہ اس بات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہین کہ اسوقت شمس العلما مولوی ذکاء اللہ ایسے بالغ نظر اور صائب الراے بزرگ کی امداد و مشورت کی کسقدر ضرورت تھی تاکہ عوام پر ظاہر ہو جاتا کہ فروعی اختلافات جو آجکل ملک مین شدّ و مد کے ساتھ پھیلائے جا رہے ہین اُنکو مصلحت اندیشی سے رفع کر کے اصولاً زبان اُردو کی بہتری کے وسائل کس خوبی سے مہیا کئے جا سکتے ہین - امیر و داغ اور سرشار ایسے خادمان اُردو کی موت پر اشک ماتم بہانے کے بعد ہمین باقی ماندہ اہل قلم بزرگون سے ڈھارس باندھنے کا موقع ملا تھا اور مجروح دل کے لئے یہی خیال مرہم کا کام دے رہا تھا لیکن ایک سال کے قلیل مدت سے

اندر ہی اندر مولانا آزاد کے بعد ہی مولوی ذکاء اللہ ایسے ذی علم اور تجربہ کار انشا پرداز کا اپنی جگہہ خالی کر دینا پورے طور پر ہمت شکن ہے اور اب غیر ممکن معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص ذاتی لیاقت و تبحّر کے زور سے آپ کی جانشینی کا حق ادا کر سکے۔

مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم کے حالات زندگی پر سرسری غور کرنے سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی مین جبکا ایک معتدبہ حصہ سرکاری ملازمت کی ذمہ داریون کا بار سنبھالنے کے نذر ہوا کسطرح اسقدر گرانبہا علمی ذخیرہ اہل ملک کے فائدہ کے لئے مہیّا کر دیا۔ اسمین شک نہین کہ آپ اُردو زبان کے سب سے بڑے مصنّف اور مؤلف تھے اور آپ کی کُل کتابین مفید مطلب ہونیکے علاوہ آپ کی وسعت نظر اور واقفیت کی ضامن ہین۔ ہم اس مضمون مین معمولی طور پر آپ کی ابتدائی زندگی کا تذکرہ کرکے آپ کے علمی مشاغل پر کسی حد تک تفصیلی نگاہ ڈالنا چاہتے ہین۔ تاکہ ناظرین ادیب کو معلوم ہو کہ اُردو کے اس سب سے بڑے ادیب نے چمنستان اُردو کی آبیاری کس کسطرح کی ہے۔ آجکل جو لوگ ذاتی افکار و قلت وقت کی آڑ مین اپنی زبان کی خدمت سے کوسون دُور بھاگنا چاہتے ہین وہ مولوی صاحب مغفور کے حالات سے سبق لیکر اپنے وجود کو ملکی زبان و ملکی ادب کے لئے سودمند ثابت کر سکتے ہین۔

مولوی صاحب مرحوم دہلی کالج کے اُن متعلّمین مین سے ہین جنکے کارنامون سے کالج کا نام ابتک روشن ہے۔ کالج عرصہ ہوا فنا ہو گیا لیکن اُسکے سپوت شاگردون کے ذکر کے ساتھ بے اختیار کالج کا نام زبان پر آجاتا ہے۔ مولوی نذیر احمد شمس العلماء آزاد اور مولوی ذکاء اللہ صاحبان تینون دہلی کی خاک سے پیدا ہوئے۔ تینون ایک ساتھ ایک ہی کالج اور ایک ہی کلاس مین داخل ہوئے اور غالباً تینون ایک ہی ساتھ فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔ دُنیاوی جھگڑون مین پھنسنے کے بعد بھی ان صاحبون نے ایک حد تک حق رفاقت ادا کیا کہ تینون نے اُردو کی سرپرستی قبول کی اور اپنی بہترین خدمات کے عوض ہر سہ حضرات گورنمنٹ عالیہ کے جانب سے "شمس العلماء" کے امتیازی خطاب سے مفتخر کئے گئے۔

مولوی ذکاء اللہ صاحب کی عمر صرف ۱۲ سال کی تھی جس وقت آپ کالج مین داخل ہوئے۔ تعلیم سے فراغت پانے کے بعد آپ اسی کالج مین معلّم ریاضی مقرر ہوئے۔ میرے خیال مین ہر شخص کے لئے یہ امر باعث فخر ہو سکتا ہے کہ جس کالج مین ایک دن وہ طالب علم بنکر آئے اُسمین اپنی ذاتی لیاقت کے وسیلہ سے اُستادی کا درجہ حاصل کرے۔ یہان سے علحدہ ہونے پر آپ کی ماموری آگرہ کالج مین اُردو لٹریچر کی تعلیم پر ہوئی غرضکہ اسطرح آپ نے سات سال تک معلّمی کا کام کیا اور اسکے بعد ۱۸۵۵ء مین ڈپٹی انسپکٹر مدارس مقرر ہو کر اضلاع بلند شہر و مرادآباد مین رہے اور گیارہ سال تک اس جگہہ پر عمدگی سے کام کرتے رہے۔ ۱۸۶۹ء مین "دہلی نارمل اسکول" کی صدر مدرسی کا عہدہ حاصل کیا۔ تین سال کے بعد آپ کو "اورینٹل کالج" مین لکچراری کی خدمت پیش کی گئی لیکن اسکا چارج لینے سے پیشتر آپ "میور کالج" الٰہ آباد مین اُردو لٹریچر کے پروفیسر مقرر کر دئے گئے۔ ۱۵ سال تک آپ اس کالج مین انٹرنس سے ایم۔ اے تک کی کلاسون کو عربی و فارسی کا درس دیتے رہے جس خوش سلیقگی و قابلیت سے آپ نے اپنی مختلف خدمات پوری کین اُس سے آپ کی علمیت کا سکہ ملک مین بیٹھ گیا اور آپ کے افسران بالا آپ کے کام سے ہمیشہ مسرور رہے۔

میور کالج کی پروفیسری کی خدمات ایک عرصہ تک قابل اطمینان صورت مین انجام دینے کے بعد آپ نے پنشن لیکر خانہ نشینی اختیار کرلی۔ ۳۶ سال ملازمت سرکاری مین صرف ہوئے اور ۲۴ سال تک وظیفہ سے مستفید ہوکر اہل ملک کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئے۔ بزم اُردو مین آپ کی جگہہ خالی پڑی ہے اور آپ ہمسے جُدا ہوگئے ہین لیکن آپ کے علمی کارنامے آپ کو حیات جاوید بخشنے کے لئے کافی ہین اور آپ کی اولاد معنوی سے نامعلوم مدت تک آپ کا نام زندہ رہیگا۔

آپ کی تصانیف کا تفصیلی ذکر ایک مبسوط مضمون کا محتاج ہے اور اگر مضمون نگار اُنپر تنقیدی نظر ڈالکر ذاتی راے کا اظہار بھی ضروری سمجھے تو گویا اُسے بجاے خود ایک مشرح و مطول تصنیف کے لئے آمادہ ہونا پڑے گا۔ اس جگہہ ہم صرف شمار واعداد سے مختصراً آپ کے علمی کارنامون کو نذر ناظرین کرنا چاہتے ہین اُنپر رد و قدح کرنے اور تعریف و تقریظ لکھنے کا یہ موقع ہے نہ اُنکی چندان ضرورت ہے کیونکہ ملک کے سربرآوردہ رسایل مین ایک عرصہ تک آپ کی کتابون پر نقادانہ ریویو شائع ہوتے رہے ہین جو مقبولیت عام کا درجہ حاصل کرچکے ہین۔ ان سطور مین اُنھین خیال کا اعادہ تحصیل حاصل سے زیادہ نہین ہوسکتا۔

کچھ عرصہ ہوا ایک اخبار مین آپ کی تصنیفات و تالیفات کی ایک جامع فہرست مین نے دیکھی تھی وہ اس جگہہ نقل کیجاتی ہے۔

| سبجکٹ | مطبوعہ | غیر مطبوعہ | جملہ |
|---|---|---|---|
| ریاضیات | ۸۱ | ۶ | ۸۷ |
| تاریخ و جغرافیہ | ۱۷ | ۱ | ۱۸ |
| علم ادب | ۱۶ | × | ۱۶ |
| علم اخلاق | ۶ | × | ۶ |
| طبیعات و ہیئت | ۷ | ۲ | ۹ |
| سیاست مدن | ۲ | ۵ | ۷ |
| | ۱۲۹ | ۱۴ | ۱۴۳ |

اس فہرست سے کل کتابون کی تعداد ۱۴۳ پائی جاتی ہے جو کچھ کم حیرت انگیز نہین ہے۔ سنہ ۱۸۵۴ء سے لیکر سنہ ۱۹۱۰ء کی یہ علمی کمائی ہے۔ گویا بالاوسط فی سال قریب تین جلدون کے ہوتی ہین۔ اب اسمین سے اگر ۳۶ برس ملازمت کے وضع کردیجئے تو اوسط بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ مولانا شبلی نے حضرت امام غزالیؒ کے حالات مین کسی جگہہ آپ کی تصانیف کا روزانہ اوسط نکالا ہے جو شاید چار صفحے ہوتے ہین۔ قریب قریب یہی اوسط مولوی ذکاء اللہ صاحب کی دماغی کوششون کا ہے۔ جو ہندوستان ایسے ملک مین جہان علمی مشاغل کی گرم بازاری ایک عرصہ سے مفقود ہے اور لوگون کی طبیعتین اکتساب علوم کیطرف سے متنفر ہین بیشک ایک عجیب بات ہے۔ میرا خیال ہے کہ اُردو مین اسوقت تک کوئی شخص مولوی ذکاء اللہ مرحوم کیطرح کثیر التصانیف نہین گذرا۔ کہا جاتا ہے کہ اگر آپ کی کتابون مین سے ہر ایک کی ایک ایک جلد کا یکجائی وزن کیا جاتا تو خود آپ کے وزن سے وہ زیادہ ہوتا۔

اس فہرست پر معمولی طور سے غور کرنیکے بعد مصنف کی ہمہ گیر قابلیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ریاضی۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ اخلاق۔ ہیئت۔ پالٹیکس کوئی مضمون آپ کی حد نظر سے باہر نہ تھا۔ اسمین شک نہین کہ آپ کو تاریخ و اخلاق سے خاص شغف تھا لیکن انصاف یہ ہے کہ بقیہ اصناف علوم مین سے آپ نے جسپر قلم اُٹھایا ہے اُسی میدان کے سوار نظر آتے ہین۔ مین اُن خوش قسمت لوگون مین ہون جنھین مولوی ذکاء اللہ کی بیش بہا کتابون کے مطالعہ کا بیشتر موقع ملا ہے۔ اُردو کی پہلی اور دوسری کتاب سے لیکر جو آپ کے

نظر انتخاب کا بہترین ثبوت ہین۔ تاریخ ہندوستان وغیرہ تک کوئی ایسی نہین جو اپنے نامور مصنّف کی ہمہ دانی کے لئے کافی شہادت نہو۔ اختلاف راے اور چیز ہے اور کسی شخص کو اختیار نہین ہے کہ دوسرے کے خیال کو محض اس سبب سے کم وقعت سمجھ لے کہ اُسکی ذاتی راے اُس سے جُداگانہ ہے لیکن اگر انصاف سے دیکھئے تو جو محنت و کوشش مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم نے اُردو کیلئے کی ہے اُسکے مفید و کار آمد ہونے مین شک نہین۔ اگر کسی جگہہ بالفرض کوئی لغزش بھی ہو گئی ہو تو وہ معقول پسند طبقہ مین قابل گرفت نہین قرار پا سکتی۔

آپ کی کتابون مین سب سے زیادہ قابل ذکر تاریخ ہندوستان تاریخ برٹش گورنمنٹ۔ سوانح عمری ملکہ معظمہ وغیرہ ہین۔ اول الذکر ۱۳ ضخیم جلدون مین اور دوسری تین جلدون مین ختم ہوئی ہے۔ مولوی سمیع اللہ صاحب مرحوم۔ سی۔ ایم۔ جی۔ جنکے قومی کامون کا زندہ نمونہ الہ آباد مین محمڈن ہوسٹل موجود ہے اور جو ایک عرصہ تک سرسید مرحوم و مغفور کے مشن کے زبردست حامی رہ چکے ہین اُنکے دوست اور احبّا کو شمس العلما ذکاء اللہ صاحب کا خاص طور پر ممنون ہونا چاہیئے کہ آپ نے آخری وقت اُنکی سوانح عمری تیار کردی۔ مولوی سمیع اللہ صاحب بلا شک قومی لیڈر تھے لیکن سرسید سے نقیض ہو جانے کے بعد آپ نے گویا گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور عام طور پر نوٹس مین نہ آتے تھے۔ اسمین کلام نہین کہ اس گوشہ گزینی سے جہان قوم اور ملک آپ کی نفع بخش خدمات سے محروم ہو گیا وہان آپ کے مفید کامون اور سود بخش خیالون کے نتائج بھی مفقود ہو گئے اور خوف تھا کہ کہین آنیوالی نسلین اپنے ایک ذی ہمّت محسن کے نام سے بھی نا آشنا نہ رہجائین لیکن مولوی ذکاء اللہ صاحب نے آپ کی لائف لکھکر نہ صرف حق ہموطنی ادا کر دیا بلکہ نوجوانان قوم کے لئے ایک مشعل روشن کر دی ہے جسکے اُجالے مین وہ صراط مستقیم سے ہٹ نہین سکتے۔

سُنا گیا ہے کہ شمس العلماے مرحوم آجکل "تاریخ اسلام" ایسے وسیع سبجکٹ پر طبع آزمائی کر رہے تھے جسکا سلسلہ افسوس ہے کہ آپ کے دم کے ساتھ ختم ہو گیا۔ کاش آپ کی یہ سعی تکمیل کو پہونچتی تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس چمن مین آپ کیا کیا گل نہ کھلاتے اور اُردو کے خزانۂ ادب کو کن کن جواہرات بے بہا سے نہ بھرتے اُمید ہے کہ آپ کے نامور فرزند اُس مسودہ کو خواہ وہ جس حالت مین ہو چھپوا دینگے اور اہل مُلک اُسے اپنی زبان کے ایک سرپرست کی آخری یادگار سمجھکر سر آنکھون پر لینگے۔

مستقل تصنیفات سے اگر قطع نظر کر کے دیکھا جاے تو آپ کے اُن مضامین کا مجموعہ کئی ضخیم کتابون کے برابر نکلے گا جو آپ نے وقتاً فوقتاً ملکی رسائل و اخبارات کے لئے تحریر فرماے تھے۔ ایک زمانہ تھا کہ آپ ہندوستان کے تمام سر برآوردہ ماہواری و ہفتہ وار پرچون مین مضامین بھیجتے تھے۔ مین کئی ایڈیٹرون سے ملا ہون اُنمین سے اکثر شمس العلما ذکاء اللہ کے خلق و مروّت کے مدّاح پائے گئے۔ اُنکا بیان تھا کہ مولوی صاحب کو مضمون بھیجنے کے لئے جب لکھا گیا تو زیادہ تر بواپسی ڈاک آپ نے بھیجا ہے۔ گویا انکار کرنا آپ کو معلوم ہی نہ تھا۔ رسالہ حسن حیدر آباد دکن تہذیب الاخلاق سائینٹفک گزٹ علیگڈھ۔ ادیب فیروز آباد۔ معارف وغیرہ رسالے آپ کے رشحات قلم معجز رقم سے ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہے ہین۔ اب یہ پرچے تو موجود نہین لیکن جو نئے نئے رسالے اُنکی جگہہ نکلتے رہے ہین اُنکی طرف بھی دست امداد بڑھاتے مین آپ نے کبھی کوتاہی نہین کی۔ مخزن۔ زمانہ۔ خاتون۔ علیگڈھ منتھلی مین عرصہ تک آپ کے مسلسل مضامین نکل چکے ہین۔ ادیب مین البتہ کوئی

مضمون آپ کا نہین دیکھا گیا لیکن مجھے امید ہے کہ اگر آپ سے درخواست کیجاتی تو ممکن نہ تھا کہ آپ مضمون نہ بھیجتے۔عــہ

پُرانے اور نئے رسالون اور اخبارون کی سالانہ جلدون مین اگر کوئی آپ کے مضامین دیکھے تو اُسے آپ کی وسعت معلومات اور واقفانہ انداز کا پتہ مل سکتا ہے۔ تاریخ۔ فلسفہ۔ سائنس۔ کیمیا۔ طرز معاشرت۔ پالیٹکس مشکل سے کوئی سبجکٹ بچا ہو جسپر آپ نے کچھ نہ کچھ نہ لکھا ہو۔ شمس العلماء حالی مدظلہ کا قول بالکل راست ہے کہ آپ کا دماغ گویا کسی بنئے کی دوکان تھی جسکو جس چیز کی خواہش ہوئی وہان سے مل گئی۔

مضمون نویسی کا شوق آپ کو بالکل ابتدائے عمر سے تھا۔ دہلی کالج مین لڑکون کی حوصلہ افزائی کے لئے وظائف ملتے تھے۔ مولوی ذکاء اللہ مرحوم ان وظائف کے زیادہ تر حقدار ٹھہرتے تھے۔ دو تمغے "ہائی پروفیشنسی" کے بھی آپ کو وہان سے ملے۔ کالج سے جو علمی شوق آپ لیکر باہر نکلے تھے وہ ہمیشہ قائم رہا۔ جسوقت آپ سررشتہ تعلیم مین ڈپٹی انسپکٹر تھے اُسوقت آپ کو بصلہ خدمات تعلیم نسوان منجانب گورنمنٹ خلعت مرحمت ہوا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو ۱۰ سال کی عمر سے علمی شوق تھا اُس زمانے مین آپ جو مضامین لکھکر اخبارون اور رسالون مین بھیجتے تھے اُنمین کسرنفسی سے اپنا نام درج نہ فرماتے۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حقیقت پسند لوگ نمایش سے کسقدر گریز کرتے ہین۔ ایک ہم ہین کہ اگر ایڈیٹر صاحب کسی غلطی سے ہمارا نام مضمون کے تحت مین لکھنا بھول جائین تو گویا اُنسے ناقابل عفو خطا سرزد ہوئی ہے۔

اکثر اہل قلم اس بات کے شاکی پائے گئے ہین اور اُنکا تذکرہ تاریخون مین موجود ہے کہ اُنکی زندگی مین اُنکی تصانیف کی قدر نہین کی گئی۔ مولوی ذکاء اللہ ہندوستان کے اُن خوش قسمت بزرگون مین ہین جنکی کتابین اُنھین کے سامنے ملک سے تبولیت کی سند پا گئی ہین اور نہ صرف پبلک نے اُنھین ہاتھون ہاتھ لیا ہے بلکہ سرکار نے بھی عزت افزائی سے دریغ نہین فرمایا۔ آپ کی کُتب ریاضی وطبیعات الہ آباد و پنجاب کی یونیورسٹیون مین بہت عرصہ تک شامل کورس رہ چکی ہین۔ اُردو کتابون کا ایک سلسلہ جو حلقہ بندی مدارس کے لئے آپ نے ترتیب دیا تھا ایک مدت دراز تک رائج رہکر دو چار سال پیشتر موقوف ہوا ہے۔ سلسلہ ریاضیات کے لئے برٹش گورنمنٹ سے آپ کو پانسو کا بیش قرار انعام عطا ہوا اور "خان بہادر" و "شمس العلما" کے معزز خطابات سے مخاطب کئے گئے۔

آپ کے اخلاق وعادات کی نسبت صرف اسقدر عرض کردینا کافی ہے کہ روشن خیال اور تعلیم جدید کے حامی ہونے کے ساتھ ہی آپ پُرانی وضع کے پابند تھے۔ خلق وہمدردی آپ کا خاص شیوہ تھا۔ سرسید کے آپ قدیمی رفیق تھے۔ ایک مرتبہ سرسید کے انتقال پر آپ سرسید میموریل فنڈ ڈیپوٹیشن کے ہمراہ لاہور تشریف لے گئے اور سنہ ۱۹۰۵ء مین اسلامیہ مدارس کے معلمین کی جو کانفرنس علیگڈھ مین منعقد ہوئی تھی اُسکے آپ پریسیڈنٹ تھے۔

افسوس ہے کہ فضل وکمال کی یہ زندہ تصویر اب ہماری نگاہون سے پوشیدہ ہے۔ اس قحط الرجال کیوقت ایسے کامل الفن۔ مشاق اور تجربہ کار ہمدرد قوم کا اُٹھ جانا بدنصیبی کی علامت ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ اُنکی روح کو اُس دُنیا مین جہان ایک دن سب کو جانا ہے اور جہان سے کوئی پلٹکر نہین آتا راحت اور اُردو کی سوگوار دُنیا کو صبر حاصل ہو۔

**سید محمد فاروق**

---

عــہ درخواست مین تامل نہین کیا گیا لیکن آپ کے اس جواب سے کہ "اب مین موت کیطرف جا رہا ہون" زیادہ اصرار کی جرأت نہین ہوئی۔ ایڈیٹر

سیر دریا

# سالِ نو

مرحبا ہے آمدِ فصلِ بہارِ سالِ نو
شکر ہے آخر ہوا اب انتظارِ سالِ نو

سال بھر مین کلبۂ احزان مین آتا ہے ضرور
روزِ اوّل سے یہ دائم ہے شعارِ سالِ نو

فرق اپنی وضع مین آنے نہین دیتا کبھی
ہے اسی باعث سے قائم اعتبارِ سالِ نو

دیکھئے کس شان سے ہونیکو ہے جلوہ نما
دل مین گھر کرتی ہے طرزِ خوشگوارِ سالِ نو

اسمین ہے شامِ اودھ صبحِ بنارس کا مزا
کسقدر دلچسپ ہین لیل و نہارِ سالِ نو

نیلگون اسکی قبا ہے اور یہ ہے سبز پوش
ہین زمین و چرخ دونون کامگارِ سالِ نو

ہو مبارک اہلِ عالم عید نوروزی تمھین
مژدہ آسایش کا ہے صوتِ ہزارِ سالِ نو

ہے نوید عیش ہر محزون غمگین کے لئے
پھونکدیگا خرمنِ کلفت شرارِ سالِ نو

ہے ہوا مین صاف صہبائے مسرت کا سُرور
بیخود و بدمست ہے ہر ہوشیارِ سالِ نو

اللہ اللہ آج رنگ گلستان کچھ اور ہے
نُور سے معمور ہے یکسر دیارِ سالِ نو

شاہدِ گُل کی یہ رعنائی غضب ہے قہر ہے
ضو فگن ہے اسمین در پردہ نگارِ سالِ نو

کون کہتا ہے کہ شبنم کے ہین قطرے گھاس پر
ہان مگر بکھرے ہین دُرِّ شاہوارِ سالِ نو

دیکھکر پانی کی لہرین دلمین آجاتی ہے موج
یہ لبالب حوض ہین آئینہ دارِ سالِ نو

کس ادا کے ساتھ بیلین لپٹی ہین اشجار سے
کیا یہ جوشِ شوق مین ہین ہمکنارِ سالِ نو

اُڑتے پھرتے ہین ہوا کی زو سے پھولونکے ورق
یا زرِ گل کوئی کرتا ہے نثارِ سالِ نو

تو ہی کر انصاف ساقی آج پیکر کیا کرون
بے پیئے ہون مین تو سرمستِ خمارِ سالِ نو

بادۂ انگور سے مدّت ہوئی توبہ کئے
پیتے ہین جامِ محبت میگسارِ سالِ نو

دوستون پر امن و راحت کی فراوانی رہے
پھول اُنکے واسطے بن جائے خارِ سالِ نو

گلشنِ ہندوستان سرسبز ہو شاداب ہو
اسکی خوش حالی پہ ہے یعنی مدارِ سالِ نو

یہ دعا ہے جارج پنجم ہمپہ ہون سایہ فگن
ہے اُنھین کی ذات سے نقش و نگارِ سالِ نو

سالِ نو کا جسطرح آغاز ہے تسکین بخش
یا الٰہی ہو یونہین انجام کارِ سالِ نو

ہو گلِ مقصود کا گردن مین ہار اسکے برس
شادمانی سے گزر جائے بہار اسکے برس

سید محمد فاروق (شاہ پوری)

۷

# سیرِ دریا

سیرِ دریا۔ لطفِ کشتی۔ اور گھٹا چھائی ہوئی
بڑھ چلی حد سے جوانی جوش پر آئی ہوئی

دستہائے گل سے کشتی کو بنا کر مہدِ گُل
لیچلا تفریح کو عہدِ شباب اور عہدِ گل

عاشق و معشوق باہم سیر کرنے کو چلے
آشنایانِ محبت ڈوب مرنے کو چلے

+ + + + +

کیا سرور افزا نشاط انگیز چھائی ہے گھٹا
بوندیان پڑتی ہین یا کیوڑا چھڑکتی ہے گھٹا

بوئے گل کے مختلف کپڑے بدلتی ہے نسیم
پنکھیان پھولونکی گویا مُنہ پہ جھلتی ہے نسیم

لیتی ہے نظارۂ ہر برگ مین لذّت نگاہ
چاٹتی ہے سبزۂ شاداب پر امرت نگاہ

جسطرح دریا مین موجون سے کوئی کشتی نشین
کھیلتا ہو ڈالکر پانی مین دستِ نازنین

کشتیِ چشمِ طراوت آشنا سے کود کر
تیرتی ہے سبزۂ مواجِ ساحل پر نظر

دور سے کوسون دور جاتی ہے فضائے آب مین
ڈبکیان کھاتی ہوئی امواج اور گرداب مین

+ + + + +

تیرتی ہین وہ بطین گرتی ہین وہ مرغابیان
اور وہ کشتی مین بیٹھا جا رہا ہے اک جوان

خوب - اک سہ پارۂ نوخیز بھی پہلو مین ہے
آدمی کے ایک دریائی پری پہلو مین ہے

ہاے وہ مستانہ انداز اور وہ رغبت کی نگاہ
وہ گلابی آنکھ وہ نشہ مین متوالی نگاہ

بیخودی مین زانوے عاشق دباے پیار سے
اور وہ سینہ پر اُسکے سر جھکائے پیار سے

عالم خلوت ہے اور معشوق در آغوش ہے
لطفِ سیر و لطفِ وصل و لطف نا و نوش ہے

\+ + + + + +

اے ہوس آلودہ! اے لذت کش آغوش یار
چین ہی چین اب تو لکھتا ہے ترا نامہ نگار

چین ہے اکیا - درحقیقت چین اسیکا نام ہے؟
کیا شبابِ چند روزہ کا یہی اک کام ہے؟

عیش کہتا ہے! - اے!! - سمجھا نہ تو مفہوم عیش
تیرتی ہے بحر غم پر کشتی موہوم عیش

تیری کشتی گرچہ او کشتی نشین جاتی ہے تیز
کشتی عمر رواں اس سے کہین جاتی ہے تیز

بس ہوا و حرص کی موجون کو اپنے ساتھ روک
ٹھہر - کشتی پھیر - ہٹتے چھوڑ اپنے ہاتھ روک

زور طوفان ہے کہین گرداب مین تو آنہ جاے
دیکھ ساحل سے کہین کشتی تری ٹکرا نہ جاے

ہے حباب بحر کے مانند انجام حیات
ایک غوطہ کھاتے ہی لبریز ہے جامِ حیات

اے حبابِ بحر - اے پروردۂ آغوش موج
تیری ہستی اک جنازہ ہے رواں بردوش موج

لذّت گہوارہ ہے جس کی تجھے ہر لہر مین
ایک تختہ بھی نہ اُبھرا ڈوبکر اُس بحر مین

دیکھ ہوتی جا رہی ہے اب گھٹا تاریک تر
اور جھونکے آمدِ طوفان کی دیتے ہین خبر

روک ہٹتے پھیر رُخ کشتی کا ناداں لوٹ آ
جان دینے کو نہ جا اے دشمنِ جان لوٹ آ

دیکھ تیرے ساتھ خطرے مین ہے تیرا ہمنشین
آہ تو اس نازنین کو بھی نہ لے ڈوبے کہین

تو نہین سُنتا کسی کی - خیر - جاتا ہے تو جا
اپنی بربادی کی کرنے سیر جاتا ہے تو جا

جا پر اس آغاز اُلفت کا بخیر انجام ہو
تیرا بیڑا پار ہو - ساحل پہ تجھکو شام ہو

**نادر علیخان نادر** (کاکوروی)

## کلام اکبر

اظہار اس معنیِ نازک کا الفاظ کی حد سے باہر ہے
ہر پھر کے سمجھ ہے گرد اُسکے جو حدّ خرد سے باہر ہے

جنھین نہین فکر آخرت کی یہ بن سنور کر اُدھر گئی ہے
اسی سبب سے عروس دنیا مری نظر سے اُتر گئی ہے

اظہار مصیبت مین اکبر تجھے کیون اتنی کد ہے
اب بہر خدا چُپ ہو رونے کی بھی اک حد ہے

جانتا ہون ہو رہا ہے جو ہونا چاہئے ...... بحث یہ ہے کب تلک اس غم مین رونا چاہئے

بے زور نمود کا اثر کیا ہے ...... جب مغز نہین تو لفظ سر کیا

آمادگی تو میری رہی ہر گناہ پر ...... فضلِ خدا سے بت ہی نہین آئے راہ پر

وضع مغرب سے مجھے کچھ بھی تسلی نہ ہوئی
ناز تو بڑھ گئے دولت کی ترقی نہوئی

یورپ مین گو ہے جنگ کی قوت بڑھی ہوئی
لیکن فزون ہے اُس سے تجارت بڑھی ہوئی

ممکن نہین لگا سکین وہ توپ ہر جگہ
دیکھو مگر پیئرس کا ہے سوپ ہر جگہ

اذانون سے سوا بیدار کن انجن کی سیٹی ہے
اسی پر شیخ بیچارہ نے چھانی اپنی پٹی ہے

کہان باقی رہے ہم مین وہ اوراد سحر گاہی
وظیفے کی جگہ یا پانیر یا آئی ۔ ڈی ۔ ٹی ہے عہ

# کلام چکبست

پر لگے تہذیب کو کشتیِ نو ایجاد سے
خدمتِ آبِ روان لیتا ہے انسان باد سے

جو بیانی ہے زبان کچھ قوتِ تقریر پیدا کر
بیان مین تازگی الفاظ مین تاثیر پیدا کر

قوم کی شیرازہ بندی کا گلہ بیکار ہے
طرزِ ہندو دیکھکر ۔ رنگِ مسلمان دیکھکر

دیدنی ہے بیخودی دار فتگان شوق کی
ہنس رہے ہین خود بخود چاکِ گریبان دیکھکر

انتشار قوم سے جاتی رہی تسکین قلب
نیند رخصت ہو گئی خواب پریشان دیکھکر

یادگار عالم وحشت ہے تہذیبِ جنون
آبلے پیدا کئے خارِ بیابان دیکھکر

آب و دانہ سے قفس کے کچھ ہمین الفت نہین
بے پر و بالی سے اپنی عاشق صیاد ہین

## غزل

دل ہی بجھا ہوا ہو تو لطف بہار کیا
ساقی ہے کیا شراب ہے کیا سبزہ زار کیا

یہ دل کی تازگی ہے وہ دل کی فسردگی
اس گلشن جہان کی خزان کیا بہار کیا

کسکے فسون حسن کا دنیا طلسم ہے
ہین لوح آسمان پہ یہ نقش و نگار کیا

اپنا نفس ہوا ہے گلو گیر وقت نزع
غیرون کا زندگی مین ہو پھر اعتبار کیا

دیکھا سرور بادۂ ہستی کا خاتمہ
اب دیکھین رنگ لائے اجل کا خمار کیا

ابکی تو شام غم کی سیاہی کچھ اور ہے
منظور ہے تجھے مرے پروردگار کیا

دنیا سے لے چلا ہے جو تو حسرتون کا بوجھ
کافی نہین ہے سر پہ گناہون کا بار کیا

جسکی قفس مین آنکھ کھلی ہو مری طرح
اُسکے لئے چمن کی خزان کیا بہار کیا

کیسا ہوائے حرص مین برباد ہے بشر
سمجھا ہے زندگی کو یہ مشت غبار کیا

خلعت کفن کا ہم تو زمانے سے لے چکے
اب ہے عروس مرگ تجھے انتظار کیا

بعد فنا فضول ہے نام و نشان کی فکر
جب ہم نہین رہے تو رہے گا مزار کیا

اعمال کا طلسم ہے نیرنگ زندگی
تقدیر کیا ہے گردش لیل و نہار کیا

چلتی ہے اس چمن مین ہوا انقلاب کی
شبنم کو آئے دامن گل مین قرار کیا

تفسیر حال زار ہے بس اک نگاہ یاس
ہو داستان درد کا اور اختصار کیا

دونون کو ایک خاک سے نشو و نما ملی
لیکن ہوا دہر سے گل کیا ہے خار کیا

چھٹکی ہوئی ہے گور غریبان پہ چاندنی
ہے بیکسون کو فکر چراغ مزار کیا

کچھ گل نہان ہین پردۂ خاک چمن مین بھی
تازہ کریگی ان کو ہوائے بہار کیا

راحت طلب کو درد کی لذت نہین نصیب
تلوون مین آبلے جو نہین لطف خار کیا

خاک وطن مین دامن مادر کا چین ہے
تنگی کنار کی ہے لحد کا فشار کیا

انسان کے بغض و جہل سے دنیا تباہ ہے
طوفان اُٹھا رہا ہے یہ مشت غبار کیا

**برج نراین چکبست**

# بیانِ آرزو

یاالہی کیا ہوئی وہ میری شانِ آرزو
اب کہان جاتی رہی وہ این و آنِ آرزو

وہ مری شام تمنا ۔ وہ مری صبح اُمید
وہ مرے اوقات فرصت وہ زمانِ آرزو

اشتیاق منزلِ مقصود جوش اضطراب
وسعت دشت خیال و کاروانِ آرزو

وہ تبسم خیز موجین بحر حسن فکر کی!
کشتئ دل اور اُسپر بادبانِ آرزو

کامیابی کی وفورِ شوق مین خوش منظری
جو مدارِ زندگی تھی اور جانِ آرزو

سازگاریِ مقدر کا وہ لطف انتظا
یعنی اک کیفیتِ راز نہانِ آرزو

ہان مگر محرومیِ قسمت کا تھا یہ انتخاب
اک متاع داغ ہے سود و زیانِ آرزو

---

عہ انڈین ڈیلی ٹیلیگراف

آہ! اے ناکامیِ جاوید یہ کیا کر دیا
ہو کے بے بس رہ گیا اک ناتوانِ آرزو

آ گئی بزمِ تمنا پر قیامت آ گئی
گر پڑا ہے ٹوٹ کر اک آسمانِ آرزو

انتہائے یاس نے سکتہ کا عالم کر دیا
محشرستانِ تحیر ہے جہانِ آرزو

کیسی کیسی حسرتوں کا خون ہوا ہے کیا کہوں
شرح درد و غم ہے میری داستانِ آرزو

وہ اُمیدیں۔ وہ اُمنگیں۔ وہ تمنائیں وہ شوق
دل سے کیونکر مٹ گیا اک اک نشانِ آرزو

نامرادی نے کیا ہے اسقدر پستی نصیب
وہم سے بھی ہو گیا بالا گمانِ آرزو

دائمی افسردگی چھائی ہوئی ہے۔ ہر طرف
بن گیا جوشِ طرب بھی ہم عنانِ آرزو

خارزارِ حسرت و حرماں دلِ پژمردہ ہے
ہو گیا صرفِ خزاں یہ بوستانِ آرزو

اس ہجومِ یاس میں بھی اے دلِ خمیازہ کش
اور باقی ہے ابھی کچھ امتحانِ آرزو

آہ عالم ناامیدی کا بھی کیا تاریک ہے
اب کہاں وہ پرتوِ حسنِ عیانِ آرزو!

اب کہاں وہ دلفریبی اور وہ دلبستگی
اب کہاں وہ دلکشیِ جاودانِ آرزو

خانۂ خالی میں ویرانی ہے کیا چھائی ہوئی
ہائے میرا دل کبھی تھا میزبانِ آرزو

نارسائیِ مقدر سے مٹا جاتا ہے یہ
آہ۔ شوقِ جبہ سائے آستانِ آرزو

کر دیا تصویرِ حیرت فرطِ حسرت نے مجھے
اب کہاں وہ گرمیِ حسنِ بیانِ آرزو

سوزشِ پنہاں کا لب تک آ نہیں سکتا گلہ
شمع کے مانند جلتی ہے زبانِ آرزو

پھر بھی اس لطفِ خلش کو کیا کہوں کیا کچھ ہے
دل میں چبھ کر رہ گئی نوکِ سنانِ آرزو

مرتے مرتے بھی نہیں جاتی ہیں یہ دلچسپیاں
ایسے لذت گیر ہیں دلدادگانِ آرزو

ناامیدی میں بھی ہوں امیدوارِ آرزو
آہ۔ کچھ پوچھو نہ ذوقِ انتظارِ آرزو

دیدے یارب پھر وہی لیل و نہارِ آرزو
گردشِ ایام لا دے روزگارِ آرزو

پھر کہیں سے مجھکو مل جائے مرا عہدِ عتیق
جسنے دے رکھا تھا مجھکو اقتدارِ آرزو

اخترِ قسمت چمک جائے پھر آئیں میرے دن
نور افگن ہو وہی شمس النہارِ آرزو

پھر ہری ہو کر پھلے پھولے مری کشتِ اُمید
گلشنِ دل میں پھر آ جائے بہارِ آرزو

پھر مرے دل میں تمناؤں کی ہو بزمِ نشاط
پھر وہی جوشِ طرب جو ہے شعارِ آرزو

پھر وہی سرمستیٔ وجدانِ بزمِ بیخودی
پھر وہی جامِ شرابِ خوشگوارِ آرزو

یاد ہیں وہ ابتدائے شوق کی کیفیتیں
چاہتا ہوں پھر وہی ارشد خمارِ آرزو

**ارشد تھانوی**

# جلوۂ روح

اے شریکِ رنج و راحت۔ اے نشاطِ زندگی
تجھسے وابستہ ہے میری انبساطِ زندگی

باغِ ہستی میں تجھی سے ہے بہارِ زندگی
تیرے دم سے ہے شگفتہ لالہ زارِ زندگی

حکمِ خلاقِ ازل سے تو ہوئی ہے جلوہ گر
رازِ مخفی سے نہیں واقف کوئی جن و بشر

حسنِ قدرت کا تماشا بھی ہویدا تجھسے ہے
ہستیِ عمرِ دو روزہ کا بھی جلوا تجھسے ہے

تو کہیں ہے شمع کی صورت کہیں پروانہ ہے
واہ کیا دلکش ترا اندازِ معشوقانہ ہے

زندگانی کا تجھی پر ہے فقط دار و مدار
گلشنِ ہستی میں تیرے دم سے آئی ہے بہار

پیکرِ ہستیِ انسان نقطۂ موہوم ہے
تو نہیں تو یہ وجودِ بے بقا معدوم ہے

— + —

ہے وہ خلاقِ جہاں وہ واقفِ رازِ نہاں
جسکی قدرت کے کرشموں نے کیا تجھکو عیاں

پھیلی ہے چاروں طرف حسنِ ازل کی روشنی
ہے اُسی کے ایک پرتو سے یہ تیری روشنی

حسنِ قدرت کا عجب نقشہ نظر آیا مجھے
قالبِ خاکی میں کیا جلوہ نظر آیا مجھے

— + —

نخل پیرائے ریاضِ جسمِ انسانی ہے تو
یا نسیمِ جاں فزائے باغِ رحمانی ہے تو

دم کے دم میں برق کی صورت چمک جاتی ہے تو
قالبِ خاکی سے اک پل میں نکل آتی ہے تو

تو قفس میں حکمِ باری سے مقید ہو گئی
ورنہ تو اس جسمِ خاکی میں نہیں رہتی کبھی

ہے ترے انوار سے روشن مری شمعِ حیات
ہے معطر تیری نکہت سے ریاضِ کائنات

جلوۂ قدرت نمایاں شانِ یکتائی سے ہے
پیکرِ ہستیِ انسان تیری رعنائی سے ہے

— + —

اے بہشتی حور۔ اے گلزار جنت کی مکین — اے مری روح روان۔ اے طائر خلد برین
اے گلستان جہان کی عندلیب خوشنوا — ہے فلک تیرا نشیمن۔ آشیان عرش علا
عالم فانی مین لیکر عیش و راحت کے مزے — لوٹتی ہے تو بہار باغ جنت کے مزے

آوج سمجھا تھا تجھے شمع شبستانی ہے تو
اب کھلا برق جہان سے بڑھ کے سیلانی ہے تو

**حافظ محمد یعقوب آوج**

# گور غریبان کا پرسش

کل سو گیا مین فکر عذاب و ثواب مین — ویرانہ ایک مجھکو نظر آیا خواب مین
گو دیکھنے مین تھا وہ بیابان ہولناک — تھین بستیان زمین کے نیچے حجاب مین
مٹی کے پتلے خاک کی بالین پہ سر دھرے — لیٹے تھے منہ چھپائے ردائے تراب مین
یون سنگ ریزے خاک پہ تھے منتشر تمام — جیسے ہون داغ غم دل خانہ خراب مین
سر دھن رہے تھے اُسکے بگولے مزار پر — اُٹھ اُٹھ کے گرد بیٹھتی تھی اضطراب مین
طائر بھی اس جگہ پہ بسیرا نہ لیتے تھے — وحشت مکین تھی خانۂ بوم و غراب مین
حسرت برس رہی تھی غریبون کی قبر پر — چلاتی تھی زمین کہ مین ہون عذاب مین
تھے کچھ مزار جنسے نکلتی تھی یہ صدا — ہر چیز بے ثبات ہے دیر خراب مین
ملتا نہ تھا کوئی کہ جو پوچھین یہانکا حال — حیران مین کھڑا تھا عجب پیچ و تاب مین
ناگاہ اک جوان مجھے آگیا نظر — دنیا سے اُٹھ گیا تھا جو عہد شباب مین
صورت اُداس خاک مین زلفین اٹی ہوئی — چہرہ نہفتہ گرد کی ہلکی نقاب مین
پوچھا یہ مین نے کچھ تو بتا اپنی سرگزشت — کیون دیکھتا ہون تجھکو مین اس انقلاب مین
غربال تیرا مصحف رخ ہو گیا تمام — کیڑے یہ کیسے لگ گئے ساری کتاب مین
مٹی مین مل کے دانت ترے ہو گئے خراب — افسوس فرق آگیا موتی کی آب مین
کچھ آبدیدہ ہو کے جو مین نے کیا سوال — مغموم دل سے اُسنے کہا یہ جواب مین
اک دن وہ تھا کہ زینت بزم طرب تھے ہم — رندون کے جگھٹے تھے ہماری جناب مین
ساقی بریز بادہ و ساغر بگردش آر — دن رات کا یہ ورد تھا عہد شباب مین
آئی کبھی نہ نیند فسانہ سُنے بغیر — پلتی تھی روح نغمۂ چنگ و رباب مین
قبلہ تھا یا کہ کعبۂ حاجت تھا میکدہ — تھی بہتی پھرتی کشتی ایمان شراب مین
تہ کر کے رکھدیا تھا مصلے کو طاق پر — ہنستے تھے سُن کے فرق عذاب و ثواب مین
ناصح کے وعظ و پند پہ کرتے تھے مضحکہ — دیکھا کبھی نہ کیا ہے خدا کی کتاب مین
افسوس آج ہم ہین اکیلے تہ مزار — سب چھُٹ گئے جو یار تھے دیر خراب مین
اب یہ اندھیری قبر ہے اور ہم اسیر غم — کیا پوچھتے ہو روح ہے کیسے عذاب مین

**ممتاز جونپوری**

# نوحۂ حیات

مار ڈالا حسرتون کے غم نے اے آہ حزین — چند دن مین ختم ہے اپنا بھی دوران حیات
گھٹ گیا زور جوانی ہو گئے اعضا ضعیف — کون اب سر پر اُٹھائے بار احسان حیات
خیریت سے جیتے جیتے ہو گئے چالیس سال — اب کہان وہ روز و شب کہئے جنھین جان حیات
کان مین آخر صدائے الرحیل آنے لگی — کچھ نہ ہم سے ہو سکا تھا جو کہ شایان حیات
اُف رے مستی شباب اللہ رے طغیانی ذوق — خوب کی جی کھولکر سیر گلستان حیات
ذرہ ذرہ دفتر مقصد تھا لیکن کیا ملا — چھان ڈالی ساری توسیع بیابان حیات
ہائے اُس دلکو سپرد نفس امارہ کیا — بد و فطرت سے تھا مضمر جسمین عرفان حیات
ہائے وہ دل نذر خواہشہا سے بیجا کر دیا — صدر مین پیکر کے جو تھا مرتبہ دان حیات
فکر تسخیر بتان اُس جذب سے ہوتی رہی — جو کہ تھا شیرازہ بند جزو ایمان حیات
یہ حواس ظاہری اور یہ حواس باطنی — شکر کے سجدے کرو جنکے ہین مہمان حیات
ہو رہا ہے چشمۂ آرام مانند سراب — تم سمجھتے ہو ترقی پر ہے طوفان حیات
ڈوبتا ہے نور آنکھون کا برنگ نجم صبح — ابتو آئینہ اُٹھا کر دیکھ لو شان حیات
ہو رہی ہے یوسف بے کاروان منزل بار — گر رہے ہین دانت جو تھے رکن ایوان حیات
ہاتھون کا رعشہ خبر دیتا ہے بڑھکر متصل — چھوٹنے ہی کو ہے کوئی دم مین دامان حیات

ضعف سے تھرا کے دونون پاؤن دیتے ہین خبر    آگیا نزدیک آخر وقت پایانِ حیات

ایک دن وہ تھا کہ نو پر اپنی خوش ہوتے تھے دوست    آج وہ دن ہے کہ ہم ہین مرثیہ خوانِ حیات

عقل رکھتے ہو تو قبل از مرگ مرنا خوب ہے

محشر اس دنیا مین کبتک آخر ارمانِ حیات

محشر

## نمائش الہ آباد

بنگیا مہر آسمانِ مراد    اخترِ قسمت الہ آباد

باغ جنت ہے اُسکے دامن مین    نقدِ عشرت ہے اُسکے دامن مین

دل سے شیدا ہین مہ جمال اُسکے    غیرتِ حور نونہال اُسکے

سیر گاہ خواص و عام ہے یہ    فرح زا دلکشا مقام ہے یہ

لطفِ تفریح و سیر توام ہے    گنگا جمنا کا یان پہ سنگم ہے

ہر سحر ہے سحر بنارس کی    شکل پیشِ نظر بنارس کی

آنکھ کیا پڑتی روے روشن پر    لوٹ ہے حُسن اسکے جوبن پر

غیرتِ کہکشان ہے راہگزر    ذرّہ ذرّہ ہے آفتاب اثر

پتّے پتّے مین حُسن کی تنویر    بوٹی بوٹی ہے کیمیا تاثیر

ایگزبیشن سے ہے عجب زینت    ہے کھلا ایک تختۂ جنت

پتّا پتّا نئے سنگار پہ ہے    گُل کا جوبن عجب بہار پہ ہے

شہر سارا بنا ہوا گلزار    اور دو طرفہ دوکانونکی ہے قطار

کارخانے کہین ہین صنعت کے    پیش خیمے کہین تجارت کے

کہین ملتان[عـہ] کی میناکاری ہے    کہین چُنتی گوالیاری ہے

قابلِ قدر کام مٹی کے    دیدنی زیورات دہلی کے

ہر طرف ہین خوشی سے محوِ کار    اپنی صنعت لئے ہوئے تجار

اپنا اپنا ہنر دکھاتے ہین    سب کو کاریگری سکھاتے ہین

کُھل رہا ہے ہر ایک کا جوہر    حسرتین لوٹ دستکاری پر

تیرِ پوشیدہ ہو رہے ہین عیان    ہر طرف ہین عجائبات جہان

صبح بانکی ہے صبحِ روزِ عید    شانِ ویلکم کلب ہے قابل دید

گھر ہے آغوشِ رود جمنا مین    یا ہے کشتیِ نور دریا مین

کمرے آراستہ دُلہن کیطرح    طرفہ گلکاریان چمن کیطرح

ہر طرف بھیڑ میہمانون کی    چُہلین آپس مین نوجوانونکی

—— ... ——

دیدنی ہے مکان پردہ کلب    واہ رے حسن شان پردہ کلب

جلوہ افگن زنان مہ پارہ    نظرین دریا پہ محوِ نظّارہ

موجین سرگرم جانفشانی مین    بجلیان لوٹتی ہین پانی مین

کبھی بڑھ بڑھ کے پاؤن چومتی ہین    کبھی ہو ہو کے مست جھومتی ہین

ہین فلک پر دماغ بجلی کے    جل رہے ہین چراغ بجلی کے

کہین بابِ طلسمِ حیرت باز    کہین اُڑتے ہوئے ہوا پہ جہاز

کہین کرتب کوئی دکھاتا ہے    نقشِ حیرت ہمین بناتا ہے

کہین شہزورونکی لڑائی ہے    کہین تقدیر آزمائی ہے

کہین فُٹ بال ہے کہین پولو    کہین ہاکی کہین ٹینس دیکھو

کہین تعلیم ہے زراعت کی    کہین تحریص شوقِ صنعت کی

کہین سرگرم کار کاٹن ملز    کہین جوہر نما ہین اولن ملز

کہین ہے نقشۂ نگارِ چین    کرمِ ریشم کی پرورش ہے کہین

کہین ہے کارشیشہ و آلات    کہین تعلیم فن تعمیرات

کارخانے کہین شکر کے ہین    کہین سامان سیم و زر کے ہین

از پئے تمغۂ سرافرازی    طبع ہے مائل شکر سازی

اُسکی مدحت مین کام جان شکرین    اُسکی توصیف مین زبان شکرین

کہین شعبے ہین آبپاشی کے    کہین چرچے ہین بُت تراشی کے

ہے کہین جنگلات کا صیغہ    فن تعمیر کا کہین شعبہ

میز بانون کا اہتمام کہین    ڈاک خانون کا انتظام کہین

عـہ اس مصرعے مین اخفاء نون اور اسقاط الف عمداً جائز رکھا گیا ہے۔

ہیں یہ احسان حضور ہی کے — کام آئے معجزہ نفتنے

کون اس صوبہ کے جو افسر ہیں — یعنے جو لفٹننٹ گورنر ہیں

شکر واجب ہوا ہز آنر کا — اوج پر نجم ہے مقدر کا

انکی تقلید فرض ہے سب پر — یہی چرچے ہمیشہ ہوں گھر گھر

ملگئی داد حسن کوشش کی — دھوم ہے دور تک نمائش کی

بادشہ خوش رہے رعیت شاد — رشک پیرس بنے الہ آباد

**خواجہ معین الدین سلام**

## سرور مغفور

آہ اے مسند نشین محفل شعر و سخن — تیری چپ سے آہ پژمردہ ہے ساری انجمن

کیا ہوئے وہ آہ تیرے نغمہ ہائے دلنواز — دلفریبا نہ تھا پیدا جنسے رنگ سوز و ساز

آہ خاموشی تری کیسی قیامت خیز ہے — ہے اداسی انجمن میں بزم حسرت خیز ہے

موجد طرز جدید شاعری تو ہے کہاں — محشرستان آہ تیرے غم میں ہے سارا جہان

خوش نوا سنجان گلشن مہر بر لب ہو گئے — اک خموشی سے تری خاموش یہ سب ہو گئے

ہمصفیرون کے بدن پر ہے لباس ماتمی — تیری فرقت میں ہوا قائم اساس ماتمی

آہ اے شانہ کش گیسوئے لیلائے سخن

آہ اے رونق فزائے روے زیبائے سخن

بلبل و گل کی سنائیگا کہانی کون اب — عشق و الفت کی دکھائیگا نشانی کون اب

تیرا اک اک لفظ تھا برق تخیل کا شرر — شوخی گفتار تیری تھی نمک پاش جگر

لذت تقریر میں سوز و گداز عشق تھا — تیرے ہر مصرع میں پنہان آہ راز عشق تھا

آہ بزم شعر میں وہ جلوہ افشانی تری — آہ وہ ذہن رسا وہ فکر نورانی تری

آہ وہ کان فصاحت نظم برجستہ کہان — طبع رنگین آہ وہ پھولون کا گلدستہ کہان

آہ وہ شان تکلم وہ ادائے گفتگو — طبع روشن سے ہوئی کیا کیا جلائے گفتگو

پیاری پیاری وہ زبان دلکش وہ انداز بیان — تیرے دم سے تھی زمین شعر رشک آسمان

اس چمن میں خون صرف آبیاری کر دیا — شاعرون میں تونے پلہ اپنا بھاری کر دیا

دیر یا عظمت ہوئی حاصل جہان آباد کو — فخر تجھ پر ہے بجا اس عالم ایجاد کو

تیری ذات معتنم سے تھا کمال شاعری

حق یہ ہے اچھا ہوا آخر مآل شاعری

تیری باتین مرنے والے یاد آئینگی بہت — خون کے آنسو ترے غم میں رلائینگی بہت

تو نہین دنیا مین لیکن نقش تیرا دل مین ہے

شمع روشن یعنی اُس اُجڑی ہوئی محفل مین ہے

**سید محمد فاروق**

## سال وفات سرور جہان آبادی

عیان سلخ ذیقعدہ بود واسئے — کہ غیم اجل ماہ رویش نہفت

سن رحلتش لاابالی ہجری — زباندان سرور از جہان رفتہ گفت

سنہ ۱۳۲۸ھ

## آہ سال غم درگا سہائے سرور آہ

سنہ ۱۹۱۰ء

ازجہان رفت شاعر بے مثل — وقت آرایش بجور گذشت

چون نالہ کنون عروس سخن — یعنے ہنگام جشن و سور گذشت

عیسوی سال لاابالی دوش — گفتہ ام "وا اے وا سرور گذشت"

سنہ ۱۹۱۰ء

**فضل ستار لاابالی۔ ایچ۔ پی**

# ایڈیٹوریل

سال نو کی نئی امنگون اور امیدون کے ساتھ **ادیب** اپنے ناظرین کی خدمت مین مبارکباد پیش کرتا ہے۔ خدا کرے یہ سال ادیب و ناظرین ادیب کے لئے غیر معمولی مسرت و کامیابی کا سال ہو۔

---

نمایش الہ آباد کے متعلق ادیب کے جس نمایش نمبر کا اعلان کیا گیا تھا اُسکی تکمیل کئی وجوہ سے نہو سکی۔ اول یہ کہ نمایش مین اسقدر کثیر صیغے ہین کہ اُنکے تفصیلی حالات درج کرنے کے لئے ادیب کے کئی نمبر بھی کافی نہوتے۔ دوسرے خود کمیٹی نمایش کیطرف سے متعدد تفصیلی رسالے شائع ہو گئے تھے جنکی نقل یا ترجمہ فضول تھا تاہم تمام ضروری حالات مع نقشہ و تصاویر پیش کر دئے گئے جو کسی آیندہ زمانے مین تاریخ کا کام دے سکین۔ احتیاطاً ختم نمایش پر بقیہ حالات بھی بطور تکملہ درج کئے جائینگے۔

---

جنوری کے "الناظر" مین "عالم خیال" کے عنوان سے ایک نظم شائع ہوئی ہے جس پر قابل ایڈیٹر نے نوٹ دیتے ہوئے ادیب کی اُس تصویر کا حوالہ دیا ہے جو اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء کے پرچے مین اسی عنوان سے شائع ہوئی تھی اور جسکے متعلق ہمنے ایک نوٹ مین یہ لکھا تھا کہ اس تصویر کے لئے جو نظم حاصل کی گئی تھی وہ اُردو شاعری کے عام مذاق کے مطابق عاشقانہ ہو گئی۔ ایڈیٹر صاحب الناظر کے خیال مین ہمارے نوٹ کا یہ مطلب تھا کہ اُردو زبان زن و شوہر کے جذبات ادا کرنے سے قاصر ہے اور اسپر اتنا اضافہ اور بھی کر بھاشا مین یہ جذبات بکثرت موجود ہین۔ حالانکہ ہمارے نوٹ کو زبان کی بحث سے ادنیٰ تعلق بھی نہ تھا اور ہم خود اسکے مدعی ہین کہ اُردو ہر قسم کے خیال ادا کرنے پر قادر ہے۔ ہمارا روے سخن صرف اُردو شاعری کے عام مذاق کیطرف تھا جو نفس پرستی کے جذبات سے مملو ہے۔ ورنہ اُردو کے بارہ ماسون مین زن و شوہر کے جذبات اس کثرت سے موجود ہین کہ الناظر کی شائع کردہ نظم بھی اُن مین کچھ اضافہ نہ کر سکی۔ ہمین اُس تصویر کے متعلق ایسی نظم کی ضرورت تھی جو شریفانہ جذبات پر مبنی ہو اور جو عالم خیال کی فلسفیانہ کیفیت پیش کر سکے۔ شریف عورتون کو اپنے حسن کا احساس تک نہین ہوتا لیکن الناظر کی شائع کردہ نظم کی ہیروئن کو سب سے پہلے یہی شکایت ہے کہ

"یہ شباب کی اُمنگ اب کسے دکھاؤن مین رُخ کا لال لال رنگ اب کسے دکھاؤن مین"

نظم مذکور کے پچاس ساٹھ شعر سب اسی قسم کے جذبات سے لبریز ہین۔ یہ جذبات خواہ اُردو مین ہون یا ہندی مین، شریفانہ جذبات نہین کہے جا سکتے۔ شریف عورتون کیلئے حیا لازمی ہے جسکی تشریح ذیل کے اشعار مین موجود ہے۔

تارون سے حیا آتی ہے پردہ ہے قمر سے ڈر ہے کہ کوئی دیکھ نہ لے روزن در سے

چادر کبھی خلوت مین سرکتی نہین سر سے بیگانہ نظر رہتی ہے شوہر کی نظر سے

خلوت مین نگاہون سے نگاہین نہین ملتین

دل ملتے ہین دل ملنے کی راہین نہین ملتین

(سرور جہان آبادی)

---

اس نمبر کی بیشتر تصاویر کے ساتھ مفصل مضامین اور نوٹ درج ہین تاہم رنگین تصویر کے متعلق یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ہمارے ہموطن دوست حکیم محمدؐ خانصاحب نے اپنی صناعی مین ولادت سکندر کے متعلق مشرقی روایات کا تتبع کیا ہے جنکی رو سے سکندر اعظم ایک ویرانے مین پیدا ہوا تھا اور اُسکی مان اُسکی ولادت کے بعد ہی مر گئی تھی۔ تصویر مین ایک یونانی عورت جنگل مین مردہ پڑی ہے اور اُسکا وہ بچہ جو دنیا کا فاتح اعظم تسلیم کیا گیا ہے اُسکے سینے سے لپٹا ہوا ہے۔ ارد گرد جنگلی جانور کھڑے ہین کہ مُردے کے گوشت سے پیٹ بھرین۔

---

سر ولیم ویڈربرن کی تصویر اُس شکر گزاری کے طور پر شائع کیجاتی ہے جو بحیثیت ایک ہندوستانی کے ہمپر فرض ہے۔ آپ ابتدا سے ابتک ہند اور اہل ہند کی محبت مین سرشار ہین اور اس پیرانہ سالی مین بھی انگلستان سے ہندوستان تک کا دور و دراز سفر محض اسلئے گوارا کیا ہے کہ اس ملک کی دو بڑی قومون ہندو مسلمانون مین اتحاد کی کوشش کرین۔ آپکی اس کوشش کو ہز اکسلنسی حضور وایسرائے نے بھی پسند کیا ہے۔

---

آنریبل رائے بہادر پنڈت سندر لال صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ اس صوبے مین خاص قابلیت کے بزرگ ہین جو صوبہ اودھ کے جوڈیشل کمشنر بھی رہ چکے ہین۔ گذشتہ کانگرس کی استقبالی کمیٹی کے آپ ہی پریسیڈنٹ تھے۔

---

رائے پربھو لال صاحب بی۔ اے کی تصویر کسیقدر کوشش سے دستیاب ہوئی ہے اسکے ساتھ آپکے حالات خود آپ ہی کے قلم سے لئے گئے ہین جو فضول تعریف اور مبالغہ سے پاک ہین۔ سوانحی حالات کیلئے یہ طریقہ نہایت مستحسن ہے جو سوانح نگاری کے لئے عام طور پر پسند کیا جائیگا۔

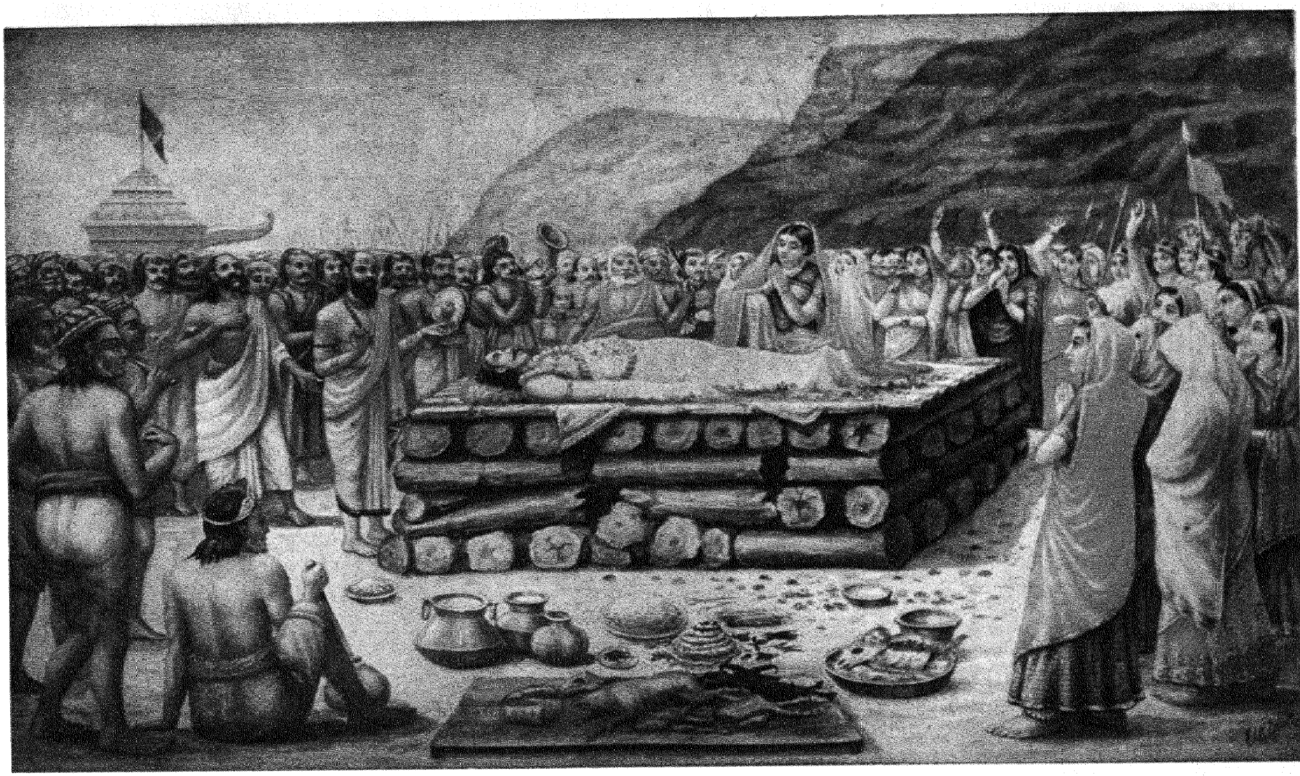

ستی

( پرمیلا زوجۂ میگھناد کا اپنے شوہر کی چتا پر ستی ہونا )

از بابو اُپندرو کمار متر

انڈین پریس الٰہ آباد

فروری ۱۹۱۱ء

# ادیب

جلد ۲ — نمبر ۲

## تقریر مسٹر روزولٹ

(سابق پریسیڈنٹ امریکہ)

۲۲-اپریل گذشتہ کو، مسٹر روزولٹ، سابق پریسیڈنٹ امریکہ نے پیرس مین ایک زبردست پُرمغز تقریر کی، جسنے سارے یورپ وامریکہ مین غلغلہ ڈالدیا- تقریر مذکور کا اقتباس ہدیۂ ناظرین ہے-

مدتون ہمارے اجداد کو جنگلیون اور وحشیون سے سابقہ رہا (کیونکہ امریکہ کے اصلی باشندے تین سو برس قبل بالکل جاہل تھے)- قدیم علوم وفنون کے خزانے جو ہمارے بزرگون کے ساتھ تھے- (اور جو اسوقت ہمارے پوربی بھائیون کے پاس ہین) ہمکو اُنکو قائم نہ رکھ سکے، اور نہ رکھ سکنا ممکن تھا- کیونکہ ہم اُسوقت اسطرحکی جنگ وجدل مین مصروف رہے، جسطرح قرنہاے ماضی مین انسان کو جنگلیون کے ساتھ مصروف رہنا پڑا تھا- اُسوقت جبکہ ہم مین ان خزانون کے قائم رکھنے کی صلاحیت نہ تھی، تو اضافہ کرنا تو اور بھی محال تھا-

بہرحال، اُن پیش روون کا زمانہ گذر گیا- صحرا و جنگل زرخیز کھیت ہوگئے اور جھوپڑے اور خیمے شہر بن گئے- حتی کہ اُسوقت کی قوم آنے والے تمدّن کی راہ بنا کر خود بھی فنا ہوگئی- اُسوقت سے اُنکی اولاد غیر معمولی سُرعت کے ساتھ ترقی کرنے لگی- اُنکی ترقی کے ساتھ اُنکے عیوب اور اوصاف کی بھی پرورش ہوتی گئی- جانداری کے ساتھ بے رحمی، دلیری کے ساتھ خودغرضی اور حفاظت حقوق مین زیادتیوں سے بے پروائی، اُنکے رگ وپے مین سرایت کرگئی- یہ اُنھین اوصاف قدیمہ کے نمونے ہین جنکو تم اُنکی جدید کاروباری مصروفیت مین دیکھ رہے ہو- مگر اب یہ حالت بھی کاروباری تمدّن کے دوسرے دَور مین غروب ہو رہی ہے-

ملک کی ترقی کے ساتھ قومی دماغ بھی ترقی کرتا گیا، اور اب

اتنی مختلف شاخون مین ترقی کرنے کے بعد وہ دماغی و روحانی غذاؤن کیطرف مصروف ہوا ہے، جسکو اُسکے اجداد اپنی جنگی مصروفیت کے سبب تصرّف مین نہ لاسکے اور اب رہبران خیال و افعال ایک نئی زندگی کا احساس کرنے لگے ہین جسکے آگے دُنیاوی منافع کی محض اسلئے قدر ہے کہ وہ ایک سیڑھی ہے جسکے ذریعہ سے ہم مقاصد اعلیٰ کی طرف راہ پاسکتے ہیں - اس نئی زندگی کی پرورش کسیقدر تو فضاے امریکہ مین ہوسکتی ہے، مگر اُسکی پوری تکمیل کیلئے ہمکو پرانی دُنیا کے خزانہ حکمت سے مدد لینی ہوگی - محض نقل کرنا کسی قوم کے لئے بھی سخت غلطی ہے - مگر بالکل نقل ہی نہ کرنا اُس سے زیادہ گمراہی ہے اور یہ سخت کمزوری ہے کہ ہم پرانی باتون سے کچھ نہ سیکھ سکین اور نہ اُن قدیم حکمتون کو زمانہ حال کی ضرورت کے مطابق زندہ رکھکر کام مین لاسکین - ہم اہل امریکہ کو چاہیئے کہ پرانی دُنیا کے آگے مودّب بیٹھکر سیکھین اور اگر ہم مین جوہر اصلی ہے تو ہم دکھلا سکین گے کہ امریکہ بھی اپنی باری مین عالم و معلّم بن سکتا ہے۔

آج مین اہل شہر کے ذاتی فرائض پر گفتگو کرونگا - یہ مضمون ہم دونون قومون کے لئے (اہل امریکہ و اہل پیرس) نہایت ہی اہم ہے، کیونکہ ہر دو قوم ایک زبردست جمہوری سلطنت کی سرپرست ہین - سلطنت جمہوری - یعنی انتظام از افرادِ قوم و برائے افرادِ قوم - ایک نہایت ہی عظیم الشان کام ہے - جسکی کامیابی تمام روے زمین کے اقوام کے لئے فخر اور جسکی ناکامی تمام اقوام عالم کی نااُمیدی و ذلت کا سبب ہوگی - اسلئے ہملوگون کے واسطے افراد قوم کے ذاتی اوصاف کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے - دوسری طرحکی سلطنت مین جہان صرف ایک شخص، یا چند اشخاص برسر حکومت ہین وہاں صرف حکمرانون کے اوصاف قابل لحاظ ہین - ایسی سلطنت

مین اگرچہ افراد قوم کے اخلاق اچھے نہ بھی ہون، مگر جو برسر حکومت ہین اُنکے اوصاف اچھے ہین، تو سلطنت کئی پشتون تک کامیاب رہ سکتی ہے اور فتوحات مین بھی اضافہ ہوسکتا ہے - کیونکہ وہان افراد قوم سے سروکار نہین اور نہ وہ قومی عظمت و جلال کے بڑھانے مین کبھی معاون ہین - مگر ہم لوگون کی حالت بالکل جُداگانہ ہے - ہماری اور آپ کی (اہل پیرس کی) کامیابی اسپر موقوف ہے کہ عام مرد و عورت اپنے فرائض عمدہ طور سے انجام دین - روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی باتون سے لیکر اُن بڑے بڑے قومی مواقع پر، جبکہ ملک کو پامردی و جانبازی کی ضرورت ہوتی ہے اپنے کو قابل اعتبار ثابت کرسکین - غرضکہ ہماری جمہوریت کو اُسیوقت ترقی ہوسکتی ہے جبکہ عام اہل شہر عمدہ ہون - اسلئے یہ ہم لوگون کا فرض ہے کہ عوام کے اخلاق کو درست کرین اور عوام کے اخلاق اُسوقت تک نہین درست ہوسکتے جبتک کہ رہبران خیال و افعال کے اخلاق بہت ہی اعلیٰ و ارفع نہون۔

بہتر ہوتا کہ انتظام جمہوریت مین زیادہ عنصر ایسے لیڈرون کا ہوتا جیسے لوگ آج کے جلسے مین شریک ہین - بشرطیکہ ایسے اشخاص کے دلون مین عوام کے ساتھ ہمدردی ہو اور اُنکے خیالات اعلیٰ ہون - حضرات! آپ کو اپنے دماغون کے پرورش کا موقع ملا ہے، آپ مین بہت سے لوگون کو فراغت نصیب ہے، آپ مین بیشتر لوگون کو دُنیاوی نعمتین اور ساز و سامان زندگی میسر ہین جو بہتیرے بندگان خدا کو نصیب نہین - آپ کو اور آپ کی طرحکے دوسرے لوگون کو جب بہت سی نعمتین عطا کی گئی ہین تو آپ سے اور اُنسے بہت زیادہ توقع بھی کیجائیگی - مگر تعلیم یافتہ اور دولت مند اشخاص مین بہت سی کمزوریان بھی ہوتی ہین جنکو مٹانے کی از حد ضرورت ہے، کیونکہ اگر یہ کمزوریان قائم رہ گئین تو حضرات!

آپ سے حسنِ عمل کی توقع کا خاتمہ ہوگیا۔

علماو فارغ البال فاضلون کو نفس کی اُس مکاری سے آگاہ رہنا چاہیئے جو اُنکو صرف نکتہ چینی، تُرش مزاجی اور عیب گیری بتاتی ہے، جسنے اُنکی آرزو و تمنا کو بہت بڑھا دیا ہے اور جسکے آگے نیکی و بدی مین کوئی فرق نہین۔ دُنیاوی معاملات کا حقارت و اہانت سے مقابلہ کرنا سخت بزدلی ہے۔ بہت سے آدمی ہین جنکو اپنی اس حقارت و اہانت پر ناز ہے اور بہت سے حضرات ہین جو دوسرون کے اُن افعال پر نکتہ چینی کرتے ہین جنکو خود اُنکے کرنے کی ہمت تک نہین۔ اُس سے زیادہ کوئی ناکارہ و بے مصرف شخص نہین جو حقارت کرتا ہے، یا حقارت آمیز نظر سے اُن چیزون کو دیکھتا ہے جو حقیقت مین قابل قدر ہین۔ اگرچہ یہ قابل قدر شے کسیکی کامیابی مین ہو یا کسی کی ناکامی مین۔ کیونکہ ناکامی بھی کامیابی کے برابر ہے اگر وہ کسی اعلیٰ مقصد مین ہو۔ خشک مزاجی، ترش کلامی، نکتہ چینی و بے رُخی، یہ سب علامات عالی دماغی کے نہین ہین، جیسا کہ نکتہ چین خیال کرتے ہین۔ بلکہ سخت کمزوری ہے جو شخص دُنیاوی کشمکش سے بھاگتا ہے اور دوسرون کے عمل کو حقارت سے دیکھتا ہے وہ حقیقت مین اپنی نکتہ چینیون کے پردے مین اپنی کمزوریون و بے عملیون کو چھپاتا ہے۔

تعریف اُنکی نہین ہے جو نکتہ چینی کرتے ہین اور نہ تعریف اُنکی ہے جو بتایا کرتے ہین کہ کام کرنے والے نے کہان لغزش کی اور کیونکر وہ بہتر طور پر کام انجام دیتا، بلکہ تعریف اُس جانباز کی ہے جو میدان کارزار مین گھُسا ہوا ہے، سارا بدن پسینہ مین غرق ہے، ہاتھ گرد آلود ہو رہے ہین، پیشانی زخمی ہوگئی ہے اور مُنہ سے خون ٹپک رہا ہے، بار بار گرتا ہے پھر اُٹھتا ہے، کوشش کرتا ہے اور ناکام رہتا ہے، غرض جو واقعی کسی کار خیر کے پیچھے جان دیئے ہوئے ہے، ایسا آدمی گو ناکام بھی رہے تو وہ کسی مقصد اعلیٰ مین ناکام رہا۔ اُسکی جگہہ ہرگز اُس سرد مہر و مردہ دل کے ساتھ نہین ہوسکتی جسنے نہ کبھی فتح کا مزہ چکھا نہ شکست کا۔

تُف ہے اُن علما پر جنکی نازک دماغی اور موشگافیون نے اُنھین کاروبار دُنیا کے لئے بالکل ناکارہ کر دیا ہے۔ آزاد اقوام جو اپنے آپ حاکم ہین اُنمین جو لوگ زاویہ نشینی و گوشہ گیری کی زندگی بسر کرتے ہین وہ بہت ہی کم فائدہ رسان ہین اور وہ تو اُنسے بھی زیادہ بے مصرف ہین، جنکا کام صرف کام کرنیوالون پر ہنسنا اور اُنکی حقارت کرنا ہے اور نہ وہ لوگ کسی مرض کی دوا ہین جو ہمیشہ اس آرزو مین رہتے ہین کہ اُسوقت کام مین ہاتھ لگائینگے جبکہ زمانہ اُنکی خواہش کے مطابق ہو جائیگا۔ صفحات تاریخ مین بے عمل آدمی کی زندگی ہمیشہ کے لئے بدنما رہ جائیگی، گو وہ زاہد خشک ہو یا رند بے پروا وہ کسی مرض کی دوا نہین جسکا دل مردہ نہ جذبات اعلیٰ سے واقف ہے نہ اعتقاد و غیر تمندی سے آگاہ، نہ دلیرون کے اُس جوش و یا مردی کو جانتا ہے جس سے وہ بجلیون پر چڑھ بیٹھتے اور طوفان کو دبا ڈالتے ہین، اگر ایسا آدمی کامیاب ہوا تو فھو المراد، اور اگر ناکام رہا جب بھی افسوس نہین۔

فرانس نے اقوام عالم کو بہت سے سبق سکھلائے ہین۔ نہایت ہی نادر بات جو اُسکی تاریخ ہمکو سکھاتی ہے وہ یہ ہے کہ انتہائے علوم و فنون کے ساتھ بھی اہل سیف و اہل قلم کا اجتماع ہوسکتا ہے۔ صدیون تک فرانسیسی سپاہیوں کی دلیری ضرب المثل رہی ہے اور اسی کے ساتھ مدتون تک زبان فرانسیسی تمام یورپ کی زبان رہی اور بڑے بڑے صنّاع و قادر الکلام اُسکی نثر کا دم بھرتے رہے۔

جنھون نے بڑی بڑی عالمانہ فضیلتین حاصل کین اُنکو

اور اُنکے ساتھ اُنکو بھی جو نہ حاصل کرسکے، ایک طرف کرو، کیونکہ یاد رکھو کہ یہ فضیلتین بھی چند دوسری چیزون کے آگے کم قدر ہین۔ مین مانتا ہون کہ ہمکو مضبوط بدن کی ضرورت ہے اور اُس سے بھی مضبوط تر دماغ کی ضرورت ہے، مگر صاحبو بدن و دماغ سے بھی بالاتر ایک چیز ہے اور وہ ہمارے اخلاق ہین! یعنی تمام اوصاف انسانی کا وہ نچوڑ جسے ہم جوہر انسانیت، دلیری، پختگی اعتقاد اور غیر تندی سے تعبیر کرتے ہین۔ مین ورزش جسمانی کا پکا معتقد ہون، بشرطیکہ یہ ہمیشہ مدنظر رہے کہ صرف بدن کی پرورش ہی انتہاے مقصد نہین۔ مین اسکا بھی ویسا ہی حامی ہون کہ لوگون کو پوری پوری تعلیم دیجاے، مگر اُس تعلیم کو مفید بنانے کے لئے بہت سی باتین فاضل از کتاب بھی بتانی ہونگی، ہمکو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ کیسی ہی زبردست ذہانت و فراست ہو، کیسے ہی اعلیٰ و ارفع خیالات ہون اور ذہن مین کیسی ہی تیزی و برّاقی ہو، اُن وزنی اور ٹھوس اخلاقی اوصاف کی کمی کو پورا نہین کرسکتے۔ نفس کشی، ضبط و تحمل، دانائی، ذمہ داری کو تنہا اُٹھا لینے کی طاقت کے ساتھ ملکر کام کرنے کی صلاحیت، دلیری، اولوالعزمی۔ یہ اوصاف ہین جو کسی قوم کو زبردست و برگزیدہ بناتے ہین۔ بغیر اسکے کوئی قوم اپنے اوپر آپ حکومت نہین کرسکتی۔

حضرات، مین اسوقت ایک بہت ہی شاندار جماعت کے آگے گفتگو کر رہا ہوں۔ مین ایک بڑی تعلیم گاہ مین تقریر کر رہا ہون جسمین فرانسیسی ذہانت کے چیدہ پھول ہین۔ مین ذہانت و طبّاعی کی پوری تعظیم کرتا ہون، مین تحصیل علوم کے اُصول مروجہ کی پوری عزت کرتا ہون، پھر بھی حضرات مجھکو یقین ہے کہ آپ میری تائید کرینگے جب مین کہونگا کہ ان سب سے زیادہ ضروری اور بالاتر وہ اخلاقی اوصاف اور نیکیان ہین جنکی ہر دم ضرورت ہوتی ہے۔ روزانہ کے عام اوصاف مین یہ بھی داخل ہے کہ ہر شخص مین فرداً فرداً کام کرنے کی صلاحیت ہو، بوقت ضرورت اپنے ملک کیلئے سینہ سپر ہوسکے اور بہت سے تندرست لڑکے رکھتا ہو۔ کام کرنے کی ناگزیر ضرورت تو اس سے ظاہر ہے کہ بہت کم لوگ ملک مین ایسے ہوتے ہین جنکو بالکل بے فکری و فراغت نصیب ہوسکے۔ مگر ایسے خوش حال لوگ بھی بیکار نہین۔ بشرطیکہ وہ اپنی فراغت کے معنی کاہلی و بیکاری نہ سمجھین۔ کیونکہ ملک مین بہت سے ایسے کام ہین جنکو ایسے ہی لوگ انجام دے سکتے ہین جو فکر معاش سے آزاد اور اُجرت و مزدوری سے مستغنی ہون۔ مگر عوام الناس کو اپنی روٹی کے لئے محنت کرنی ہوگی، اسلئے قوم کو روٹی پیدا کرنے کی پوری تعلیم دینی چاہئے اور اُسے آگاہ کردینا چاہئے کہ اگر وہ کوئی روزگار نہین کرتا ہے تو نہایت ہی بےحیا و بےغیرت آدمی ہے، وہ اس غلط خیال مین نہ پڑے کہ لوگ اُسکی کاہلی کو آزادی و بےفکری سمجھکر رشک کرتے ہین، سمجھدارون کے نزدیک وہ نہایت ہی ذلیل و مجہول الخلقت آدمی ہے۔

اُسکے بعد حضرات! دوسری خوبی یہ ہونا چاہئے کہ ہر شخص دلیر و طاقتور ہو کہ بوقت ضرورت حفاظت وطن کے لئے میدان مین کود پڑے۔

بہت سے حکماے نیک نیت ہین جو خون ریزیون اور جنگ و جدل کے سخت مخالف ہین۔ مگر اُنکی مخالفت اُسیوقت تک صحیح ہے جبکہ جنگ ناحق و ناروا ہو۔ جنگ بیشک نہایت ہی نفرت انگیز و ہولناک شے ہے اور جنگ ناحق بندگان خدا پر صریح ظلم اور گناہ عظیم ہے، مگر گناہ اُسیوقت ہے جبکہ ناحق ہے، گناہ اسلئے نہین ہے کہ وہ کُشت و خون ہے۔ ہمیشہ حق کی تائید کرنی چاہئے، اسمین لڑائی ہو یا صلح، صرف یہ خیال نہین ہونا چاہئے

کہ صلح بہتر ہے یا لڑائی، بلکہ ہمیشہ یہ خیال مدِ نظر رہے کہ حق کو فتح ہو۔ اگر یہ سوال ہو کہ کیا قوانین عدل و انصاف پھر جاری کئے جائینگے۔ تو صاحبو ایک دلیر و مضبوط قوم کیطرف سے یہی جواب ملے گا کہ "ہاں"! جو کچھ ہو جائے "ہاں"!! بیشک ہمیشہ اسکی کوشش کرنی چاہئے کہ قتل و خون کا موقع نہ آئے جسطرح ہم ہمیشہ اسکی کوشش کرتے ہین کہ آپسمین نزاع بین نہون۔ مگر کوئی غیرت مند شخص، یا کوئی غیرت مند قوم اسکو ہرگز گوارا نہین کرسکتی کہ اُسپر ناحق و ناروا ظلم ہو اور وہ چپ رہے۔

آخر مین حضرات، کام کرنیکی لیاقت اور بوقت ضرورت سینہ سپر کردینے کی صلاحیت سے بھی بڑھکر ایک ضروری امر ہے۔ کسی قوم کی سب سے بڑی دولت و نعمت یہ ہے کہ وہ اپنے پیچھے نسلین چھوڑ جائے۔ قرنہا سے ماضی مین اولاد بہت بڑی دولت سمجھی جاتی تھی، حضرات، اُسیطرح وہ بہت بڑی نعمت آج بھی ہے۔ بے ثمری و لاولدی سے بڑھکر کوئی نحوست نہین اور جو لوگ عمداً انقطاع نسل کے درپے ہین اُنکو سخت ذلیل و رسوا کرنا چاہئے۔ تمدن کا پہلا فرض یہ ہے کہ عورت و مرد بہت سے تندرست لڑکون کے والدین ہون تاکہ افراد قوم مین اضافہ ہو اور وہ کم نہونے پائین۔ اگر کسی اور سبب سے نسلین گھٹ رہی ہین تو حضرات آپ یقین جانین کہ یہ ایک سخت بدنصیبی ہے اور اگر نسلین عمداً گھٹائی جارہی ہین کہ بچون کے بکھیڑے عیش و عشرت مین خلل انداز نہون تو قوانین الٰہی کی بے خطا و دردناک سزاون سے وہ بچ نہین سکتے۔ ہملوگ بڑی بڑی جمہوری سلطنت کے افراد ہین، اگر عمداً اپنے گھرون مین بے ثمری کی نحوست کو لے آئینگے تو ہماری ساری فخر و خود ستائی ایک نہایت ہی لغو حرکت ہوگی۔ تمام تہذیب و شائستگی، تمام تراش و خراش، ہمارے مذاق سلیم، ہمارے علوم و فنون کی ترقی، تمام مال و دولت کا غلیظ انبار اخلاقی بنیادون کی کمی کو کبھی پورا نہین کرسکتے، اور انھین اخلاقی بنیادون مین حضرات! ایک زبردست بنیاد توسیع نسل کی قوت ہے۔

اخلاقی خوبیون کا رنگ ہمارے تمام افعال مین ہونا چاہئے۔ ہمارے فرائض ذاتی مین بھی اور ہماری فرائض ملکی مین بھی انسان کا سب سے بڑا فرض اُسکی ذاتِ خود اور اُسکے اہل و عیال کے متعلق ہے اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کے فرائض اُسیوقت انجام دے سکتا ہے جبکہ وہ اُنکی کفالت کے لئے روپیہ پیدا کرے۔ جب اُسکو اس سے فراغت ہوگی تو البتہ وہ کوئی قومی کام بھی کرسکتا ہے۔ پہلے جب وہ اپنا بار اُٹھالیگا تو پھر وہ قوم کا بھی بار اُٹھاسکے گا۔ وہ شخص جو قومی و ملکی خدمات مین ایسا مصروف ہے کہ اپنے اہل و عیال کی ضرورتون سے بے پروا اور اُنکو تکلیف مین رکھے ہوئے ہے، ہرگز قابل ستائش نہین، اُسپر لوگ خندہ زنی کرنے سے کبھی باز نہین آسکتے۔

مگر باین ہمہ اگرچہ روپئے کو مین قوم و افراد کے لئے نہایت ضروری سمجھتا اور اُسپر اتنا زور دے گیا ہون، مگر اُسکو بنیاد کے سوا اور کچھ نہین سمجھتا اور گو بنیاد، عمارت سے نہ جُدا ہونے والی چیز ہے، مگر وہ بنیاد ایک بالکل بے مصرف چیز ہے اگر اُسپر مقاصد اعلیٰ کی عمارت نہ بنائی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مین محض دولتمندون اور کروڑ پتیون کی وقعت نہین کرتا اور اُنکو کسی ملک و ملت کے لئے مفید نہین جانتا اور خاصکر وہ میرے ملک کے لئے تو بالکل بے مصرف ہین۔ اگر کسی نے روپیہ کو اسطرح حاصل کیا ہے، یا اسطرح استعمال کرتا ہے کہ اُسکی ذات سے دوسرون کو فائدہ پہونچے تو کیا کہنا ہے، وہ ملک کی دولت ہے۔ مگر اُسکی تعریف صرف اسی وجہ سے کرینگے کہ اُسنے اسطرح

پیدا کیا، یا اس خوبی سے خرچ کرتا ہے، ہرگز اسلئے نہین کہ وہ ایسا دولتمند ہے۔ جسطرح بہت سے انسانی مشاغل مین ہادی اور رہنماؤن کی ضرورت ہے اُسیطرح کاروباری دُنیا مین بھی بڑے بڑے رہنماؤن کی ضرورت ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ اُنکی جگہہ عام لوگ پُر کرسکتے ہین۔

کسی قوم کے لئے یہ نہایت ہی خراب بات ہے کہ وہ کامیابی کا ایک غلط معیار قائم کرکے اُسکی تعریف و تحسین کرے اور اس سے بڑھکر لغو و غلط معیار کوئی نہین ہوسکتا کہ ہم صرف مادّی ترقیون کی اتنی ناواجب عظمت کرین۔ کوئی شخص اگر کسیوجہ سے، جسکے لئے وہ خود ہی ذمہ دار ہوگا، اگر اپنے اہل و عیال کی کفالت نہ کرسکا تو بیشک اُسکو سمجھنا چاہیئے کہ اُسنے ایک بہت بڑے فرض کو ادا نہین کیا، لیکن وہ شخص جو اپنے اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتون سے مستغنی ہوگیا ہو اور اب حرص و بخل سے دولت کا انبار لگا رہا ہے، جسکے روپیہ سے قوم کو کوئی فائدہ نہین ہو رہا ہے اُسکو جان لینا چاہیئے کہ وہ ایک ناکارہ و بے مصرف وجود ہے، سمجھدار اور دانشمند لوگ نہ اُسکی عزّت کرتے ہین نہ اُسپر رشک۔ اُسکی تعریف و توصیف وہی لوگ کرینگے جنکے دل و دماغ اُس سے بھی پست ہین۔

مسئلہ مآل کی نسبت میری راے یہ ہے کہ تمام شایستہ اقوام مین لوگون کے مال کی پوری حفاظت ہونی چاہیئے اور عام طور سے حقوق انسانی و حقوق مالی ایک شے ہے لیکن جب کسی وجہ سے ان دونون حقوق مین نزاع پیدا ہو جاے تو اُسوقت یقینی دولت سے زیادہ انسانی حقوق کا پاس کیا جائیگا۔

اہل شہر کے دیگر فرائض مین ایک امر یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ جن امور کو پسند کرین، یا کسی شے کی تعریف و توصیف کرین تو اُس تعریف و توصیف کو بلحاظ اُس شے کے افادہ و نقصان کے ہونا چاہیئے نہ کہ محض اُس شے کی ذاتی خوبی اور بُرائی کے سبب۔

آجکل دو امور بہت ہی قدردانی کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین، ایک تو کسب زر کی قابلیت، دوسرے زبان آوری۔ اسمین شک نہین کہ کسب زر کی معتدل لیاقت نہایت ہی ضروری ہے اور بہت بڑی لیاقت بھی مفید ہے، بشرطیکہ یہ روپیہ پیدا کرنے کی قابلیت دوسرے اوصاف حمیدہ کی ماتحت ہو ورنہ بغیر اسکے یہ دولت اُس شخص کو زمانہ حال کی کاروباری دُنیا کا ایک نہایت ہی بدنما نمونہ بناوے گی۔

یہی حال زبان آور مقررون کا ہے۔ بیشک یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ سلطنت جمہوری مین رہبران خیال اظہار مطالب پر پورے قادر ہون۔ مگر فصاحت و زبان آوری صرف یہ بتا دینے کی مختار ہے کہ اظہار مدعا کیونکر کرتے ہین۔ اگر اُس سے یہ کام لیا جانے لگا کہ سامعین کو اپنی رنگین بیانی سے دھوکا دیکر اپنا ہم خیال بنا لیا تو حضرات وہ شخص ایک فتنہ و فساد کا آلہ ہے۔ بہت سے لائق لوگون مین زبان آوری کی صلاحیت ہوتی ہی نہین، اسلئے آپ کو اپنی زبان اعمال کی فصاحت پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور اگر فصاحت مین صداقت نہین ہے، یا مقرر صادق اللہجہ نہین ہے، یا تقریر معقول قابل عمل نہین ہے، تو صاحبو! ایسی سب صورتون مین یاد رکھئے کہ جتنی زبردست زبان آوری ہوگی ویسی ہی زبردست خرابیان بھی پیدا ہونگی۔ یہ نہایت ہی شدید سیاسی کمزوری ہے کہ کوئی قوم صرف لسانی و زباندانی کے ذریعہ سے محسود کرلیجاے۔ الفاظ کی قدر صرف اسوجہ سے نہین ہے کہ وہ الفاظ ہین، بلکہ اسلئے ہے کہ وہ قائم مقام اعمال ہین۔ لسانی، گویائی، حاضر جوابی، سے اگر بلند حوصلگی

اصابت رائے اور پرہیزگاری کو تقویت نہین پہونچتی، تو وہ نہایت ہی خطرناک شئے ہے۔ اُس گویائی کی تعریف کرنی جسمین اخلاقی آمیزش مطلق نہین، پبلک پر ظلم کرنا ہے۔

جو باتین مین نے مقرر کی نسبت کہی ہین، وہ اخبار نویسون کے لئے بھی اُسیقدر صحیح ہین۔ اخبار نویسوں کی طاقت نہایت ہی وسیع ہے، لیکن اگر وہ اپنی طاقت کو بُری طرح استعمال کرتے ہین، تو مطلق تعریف کے مستحق نہین۔ وہ پبلک کو بے انتہا نفع پہونچا سکتے ہین اور اکثر پہونچاتے ہین مگر ساتھ ہی پبلک کو بے انتہا نقصان پہونچا سکتے ہین اور پہونچاتے بھی ہین۔ وہ باتین جو سراسر مذاق سلیم اور تہذیب و اخلاق کے منافی ہین، اگر اُنکو اخبار نویس و دیگر ارباب قلم پھیلائین تو وہ سخت لعنت و ملامت کے مستحق ہین۔ کذب وافترا، بدگوئی، بے حیائی اور عامیانہ پن، یہ سب نہایت ہی زبردست عنصر ہین جنسے پبلک کے دل و دماغ کو نقصان پہونچتا ہے۔ ناجائز تحریرون کے لئے یہ عذر کہ چونکہ پبلک کو اُسکی طلب ہے اسلئے اُسکی فراہمی کیجاتی ہے اُسیطرح کی ناقابل سماعت بات ہے جسطرح کوئی رسد رسان اپنی زہر آمیز رسد کی بابت کہے۔

بہرحال اہل شہر مین دو قسم کی خوبیان ہونی چاہئین اور یہ دونون خوبیان ایک دوسرے کی تابع ہین۔ ہر شخص مین پہلے لیاقت ہونی چاہئے کہ وہ اُسے ایک مستعد کارگذار بنائے، بعد اسکے اُسمین یہ خوبی ہونی چاہئے کہ وہ اپنی اُس مستعد کارگذاری سے پبلک کو بھی نفع پہونچا سکے اگر کوئی شخص بے لیاقت ہے تو نکما ہے۔

اگر کوئی شخص صرف غریب و معصوم ہے، تو ناکارہ ہے سُست اور لبودی نیکی سے کچھ نہین ہوسکتا اور دُنیا سے جدوجہد مین ڈرپوک نیکی کی کہین جگہہ نہین۔ جو شخص اپنی غربت و مسکینی کے سبب بڑی بڑی بُرائیون سے بچتا ہے وہ اپنی سادہ لوحی کے سبب بڑی بڑی نیکیون سے بھی بے نصیب رہتا ہے۔ غرض اہل شہر کو اپنا درجہ اور وقار قائم رکھنے کے ساتھ جفاکش و دلیر بھی ہونا چاہئے۔

مگر حضرات! مین پھر کہونگا کہ اگر لیاقت و دلیری کی باگ اخلاق حمیدہ کے ہاتھ مین نہین ہے تو وہ شخص جتنا زیادہ بالیاقت ہوگا اُسیقدر زیادہ خطرناک بھی ہوگا، ذہانت، فراست، جفاکشی اور اولوالعزمی اگر اغراض خودغرضی اور بندگان خدا کے حقوق سے بے اعتنائی مین صرف ہون تو اُنسے بڑھکر کوئی شئے بُری نہین اور اگر ایسے شخص کی لوگ قدر کرین تو یہ پبلک کی کم ظرفی و تہی مغزی کی دلیل ہے۔ مگر صاحبو! ایسے لوگ بدنصیبی سے ہر فرقے مین ہین۔ مدبران سلطنت، اہل سیف، مقرران نامور، اخبار نویس، تُجار، ہادیان ملت، قریب قریب ہر فرقے کے لوگ کم و بیش انہا عیوب کے شکار ہورہے ہین۔ دانشمندون اور دُوربینون کو چاہئے کہ ایسے آدمی جتنے زیادہ مشہور و کامیاب ہون اُسیقدر زیادہ اُنکی توہین کرنی چاہئے۔ محض کامیابی کو انسان کے جانچنے کا ذریعہ بنانا نہایت ہی فاش غلطی ہے۔ اگر عام طور سے لوگ کسیکی تعریف محض اس خیال سے کرین کہ اُسکو بڑی کامیابی ہوئی ہے، تو حضرات! اُنکی عقلون مین فتور ہے اور وہ نہین جانتے کہ سلطنت جمہوری کا شیرازہ صالح لوگون کے ہاتھ مین ہے اور یہ کہ اسطرحکی ناواجب عظمت و تعریف سے وہ ثابت کرتے ہین کہ وہ نعمت آزادی کے اہل نہین۔

نیکیان جو عورتون کو عمدہ مائین اور سلیقہ مند بیبیان بناتی ہین اور مردون کو جفاکش و دلیر، یہ سب شاخین ہین۔ عمدہ

اخلاق کی۔ لیکن اگر سلطنت کو بہتر کے ساتھ بڑا بھی بنانا ہے، تو حضرت اُن اوصاف کے ساتھ دوسرے اوصاف کو بھی شامل کرنا ہوگا۔ عمدہ شخص صرف وہی نہین ہے جسکے اوصاف صرف گھر کی چار دیواری مین محدود ہون، بلکہ اُس شخص پر سلطنت کے بھی حقوق ہین اور خاصکر ایسی جگہہ کی سلطنت مین جہان کی آبادی مین کاروباری افراد کا پیچیدہ عنصر غالب ہے۔

امور سیاسی مین اہل شہر کو، اور خصوصاً لیڈرون کو اس بات کا بہت لحاظ رکھنا چاہیئے کہ وہ اپنی گرمجوشی مین اپنے ذہنی منصوبے نہ باندھا کرین جنکا رتبہ خیالی پُلاؤ سے زیادہ نہو۔ دقیقہ رس فیلسوف و فضیلت مآب حضرات، جو اپنے کتب خانون مین بیٹھے ہوئے اپنے منقولون کے مطابق کیا کرتے ہین کہ کارِ جہانبانی کو یون ہونا چاہیئے اور یون ہونا چاہیئے، حقیقت مین عملی دُنیا کے لئے بالکل بیکار ہین جو ایسے بزرگوار اور منافقان بے بصر جو صرف اپنے اغراض مین کامیاب ہونے کے لئے، لوگون کو ان ہونی باتون کی توقع دلایا کرتے ہین، صرف بیکار ہی نہین ہین بلکہ فسادی ہین۔

ہر اہل شہر کو چاہیئے کہ اُنکے خیالات بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہون، مگر وہ اتنے اونچے نہ ہون کہ عمل مین نہ آسکین۔ ایسے تمام منصوبے جو عمل مین نہ آسکین نہایت مضر و قابل نفرت ہین۔ ایسے خیالات رکھنے والے حقیقت مین دیوانے اور ہادیانِ حقیقی کے دشمن ہوتے ہین۔ جو بیچارے گر گر کر اور ٹھوکرین کھا کھا کر بُری بھلی طرح اپنے منصوبون کو عملی شکل مین لے آتے ہین وہ اپنے ہم خیالون کی آرزو و اُمید کو تو تھوڑی بہت پوری کر دیتے ہین۔ خیالی پلاؤ پکانے والے الفاظ پر افسوس ہے، جو عملی آدمیون کے لئے رستہ صاف کرنے کے عوض بوقت عمل اُنکا مخالف، اور اُنکی راہ مین روڑے اٹکانے والا ہوجاتا ہے۔ علاوہ اسکے ایسے خیالی منصوبے باندھنے والے حضرات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جن باتون کے کرنے کی وہ دوسرون کو ہدایت کیا کرتے ہین، اگر وہ خود اُنکے حصول کی کوشش نہین کرتے، تو وہ کسطرح کا بدنما و مضحکہ انگیز نمونہ پبلک کے آگے پیش کرینگے۔ اُنکو بھولنا نہین چاہیئے کہ تمام مقاصد اعلیٰ کی قدر اس سے جانچی جاتی ہے کہ وہ قابل عمل کسقدر ہین۔ اور ہمکو ایسے عملی آدمیون سے سخت نفرت کرنی چاہیئے جنکے کامون مین کمینہ پن کا رنگ آجاتا ہے اور جو حصول مقاصد کے وقت اخلاق و شائستگی کی مطلق پروا نہین کرتے۔ ایسا شخص ملک کا دشمن ہے۔

انتہا شخصیت کے اصولِ متفرقہ کو جسطرح مین نہین مانتا، اُسیطرح مساوات کی انتہائی تجویزون کی بھی مین تائید نہین کرسکتا۔ جُداگانہ اشخاص کی کوششون کی تردید کے عوض اُنکی تائید کرنی چاہیئے، مگر ساتھ ہی یاد رکھنا چاہیئے کہ جسطرح تمدن بڑھتا جاتا اور پیچیدہ ہوتا جاتا ہے، اُسکے ساتھ حالات بھی بدلتے جاتے ہین۔ اس تبدیل شدہ حالت مین جو کام پہلے افراد متفرق پر چھوڑ دیا جاسکتا تھا، اب وہی کام ملکر زیادہ خوبی کے ساتھ انجام پاسکتا ہے۔ یہ سخت غلطی ہے اور ناممکن بھی ہے، کہ ہم ایسے سخت اصول قائم کرین جو دونون حالتون کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردین۔ ان باتون کی اصل حقیقت عام مشاہدات سے ظاہر ہو جاتی ہے بشرطیکہ دیکھنے والون کی آنکھون کو نشۂ غرور نے اندھا نہ کر دیا ہو۔ مثلاً جب افراد انسانی جھونپڑون اور گاؤن مین رہتے ہین تو فراہمی آب اور صفائی کا مسئلہ فرداً فرداً اشخاص پر چھوڑ دیا جاتا ہے، مگر جب وہی لوگ آبادی مین زیادہ اور پیچیدہ ہوجاتے ہین، تو نئی صورتین پیدا ہوجاتی ہین۔

مشہور خوشنویس عبدالرشید دیلمی عرف آغا رشید کی تحریر

سید علی خاں جواہر رقم استاد شہنشاہ اورنگ زیب کی تحریر

صرف یہی نہین ہوتا کہ چونکہ وہ تعداد مین بڑھ گئے ہین اسلئے انکی ضرورتون کی مقدار بھی بڑھ گئی ہے، بلکہ اُسکی شکل بدل جاتی ہے۔ یعنی اب صفائی اور فراہمی آب کا ایک جداگانہ مستقل مسئلہ ہوجاتا ہے۔ یہ بات صرف تحکمانہ رایئون کے تابع نہین ہے کہ وہ ضرورت کب پیش آتی ہے، بلکہ اسکا فیصلہ تجربہ و مشاہدہ کے ہاتھ ہے۔ بہت سی نزاعین مساویانہ و متفرقانہ برتاؤ کی نسبت نہایت لغو ہین، یہ معمولی سمجھ کی بات ہے کہ بہت سا کام الگ الگ کرنے کے عوض ملکر بہت خوبی کے ساتھ انجام پاسکتا ہے۔

جسطرح ہمکو جھوٹ بولنا نہین چاہئے اُسیطرح ہمکو اُن افعال سے بھی پرہیز کرنا چاہئے جنمین صداقت نہین۔ ہرگاہ ہمکو نہین کہنا چاہئے کہ تمام افراد مساوی الحقوق ہین مگر ہان ایک حد خاص تک مساوات کی کوشش نازیبا نہین۔ آزادی کے یہ معنی سمجھنا بالکل غلط ہے کہ فرق مراتب کا لحاظ رکھنا چاہئے، بلکہ اصل معنی یہ ہین کہ کسی کی جان و مال و آزادی افعال معرض خطر مین نہو اور وہ زندگی کا پورا پورا لطف اُٹھا سکے۔ ہم اُن لوگون کی باتین بالکل نہین سن سکتے جو مساوات کے اس درجہ درپے ہین کہ سارے عالم کو ایک سطح پر لے آنا چاہتے ہین بلکہ ہم اسکی کوشش کرینگے کہ روز بروز وہ زمانہ قریب ہوتا جاے کہ ہر آدمی کو آسانی کے ساتھ اپنا جوہر دکھلانے کا موقع ملے، اور اُسکے بعد جیسے وہ عمل کرے گا انھین کے مطابق اُسکے درجے ہونگے، اور جب عمل مین فرق ہو گا تو صلہ مین بھی فرق ہونا لازمی ہے۔ کوئی سپہ سالار یا مصوّر، کوئی صنّاع یا پیشہ ور اگر اپنی خلقی کمزوریون کے سبب کوئی کام اچھی طرح نہ انجام دے سکے توہم اُسکی کمزوریون پر افسوس کرینگے۔ مگر بہرحال صلہ و انعام اُسی شخص کا حق ہوگا جو اچھا کام کرے گا۔ اسکے علاوہ کوئی تمام صورت عطاے اُجرت کی صرف غلط ہی نہوگی بلکہ صریح ناانصافی ہوگی۔ یہ کہنا کبھی صحیح نہین ہوسکتا کہ فضول خرچون، کاہلون اور نالائیقون کو بھی ایسی ہی اُجرت ملنی چاہئے جیسی اُجرت کہ ہم کفایت شعار، محنتی اور قابل اشخاص کو دیتے ہین۔ اگر کوئی شخص اوپر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے تو بیشک اُسکی تھوڑی مدد کرنی بہت خوب ہے۔ ہم مین سے ہر شخص کبھی نہ کبھی تھوڑی اعانت کا محتاج ہے، لیکن اگر کوئی کاہل اور ناعاقبت اندیش اپنے کو بے پروائی سے ڈالدے تو اُسکی مدد کرنی تضیع اوقات ہے اور یہ سخت مضر ہے کہ ہم کاہلون کے دل مین یہ گمان پیدا کردین کہ اُنکو بھی کارناکردہ پر ویسی ہی اُجرت ملے گی جیسی کہ جفاکش محنتی کو۔

مگر مساویانہ برتاؤ کے حامی اگر کوئی تجویز پیش کرین تو ہمکو ہرگز اُسے اس خیال سے کہ یہ ایک وہمی و خیالی شخص کی تجویز ہے، رد نہین کرنا چاہئے۔ اگر کام کی تجویز ہے تو قبول کرو اور اگر ناقابل عمل ہے تو انکار۔ بہت سے نئی تجویزین پیش کرنے والے اشخاص ہین جنکے ساتھ ملکر ایک حدِ خاص تک کام کرنا ممکن ہے، اگرچہ اُنکی دوسری تجویزون سے ہمکو اختلاف ہو، لیکن اگر ترقی کے دوسرے قدم مین ہم اور وہ متفق ہین تو اُنکا ساتھ نہین چھوڑنا چاہئے۔ حامیانِ اصلاح و ترقی کے تمام مطالبات کو رد کرنا اس بنا پر کہ وہ آگے بڑھکر حدِ جائز سے تجاوز کر جاتے ہین۔ فاش غلطی ہے۔۔۔

\+ + + + + + + + + +

علی محمود

# مشرقی و مغربی تہذیب

الہ آباد کے مشرق جانب گنگا مین کوئی ندی ملتی ہے جسکا نام اب کیا ہے معلوم نہین مگر جسکا نام زمانۂ قدیم مین تمسا ندی تھا۔ ہم ایسے زمانہ کا ایک سین کھینچتے ہین جسکی کوئی تاریخ سنہ عیسوی کے حساب سے نہین بتائی جا سکتی۔ مگر جسکی تاریخ ہندؤن کے حساب کے بموجب لاکھون سال پرانی مانی گئی ہے غرضکہ تمسا ندی کا کنارہ ہے اور اس کنارے پر ایک بہت بڑے رشی کا آشرم ہے۔ یہ وہی مشہور و معروف بالمیک رشی ہین جو مصنّف رامائن ہین۔ اسی آشرم مین درختون کا ایک کُنج ہے جس مین بہت سے رشی جمع ہین اور دو بالک جنکا رنگ گورا ہے سر پر جٹا بندھی ہوئی ہے۔ اور جنمین سارے راج چہتمہ یعنی شاہی علامتین موجود ہین۔ بین کو بجاتے ہوئے نہایت خوش الحانی کے ساتھ ایک مثنوی کو گا رہے ہین۔ اور وہ رشی نہایت ذوق کے ساتھ اور بے خودی کی سی حالت مین اُن لڑکون کے گانے کو سن رہے ہین۔ یہ مثنوی رامائن ہے۔ جسکو حال ہی مین مہرشی جی نے تصنیف کیا ہے۔ اور جسکو اُنھون نے اُن دونون بالکون کو حفظ یاد کرا دیا ہے۔ یہ دو بالک کون ہین؟ یہ مہاراجہ سری رامچندر جی کے پیارے فرزند جگر بند ہین۔ جنھون نے اپنی پیدایش کے وقت سے اسی آشرم مین مہرشی جی کے زیر سایۂ عاطفت پرورش پائی ہے۔ ان دونون لڑکون کے گانے کو سُنکر یکایک اُن بوڑھے رشیون کو وجد ہوتا ہے۔ اور عالم وجد مین وہ ایک بہت بڑی فیاضی پر مستعد ہو جاتے ہین۔ یعنے یہ کہ وہ اُن بچّون کے گانے سے اسقدر خوش ہوتے ہین کہ اپنی خوشنودی کے اظہار مین جو کچھ اُنکے پاس ہے وہ سب بطور انعام اُن لڑکون کو دیڈالنا چاہتے ہین۔ کوئی اُٹھکر پانی بھرنے کا کلسہ دیدیتا ہے۔ کوئی ہوم کی لکڑیانکو باندھنے کی رسّی بخش دیدیتا ہے۔ کوئی مرگ چھالا عطا کرتا ہے۔ کوئی جنیو دیتا ہے۔ اور کوئی جسکے پاس کچھ بھی دینے کو نہین ہے صرف دعا ہی دیتا ہے۔ واہ کیا خوب داد و دہش ہے! ایک طرف تو انعام کے دینے والے وہ رشی ہین جنکے پاس ساری دنیوی دولت جو کچھ ہے وہ ایک رسّی ہے یا ایک مرگ چھالا ہے۔ مگر جنکے پاس اصلی دولت ریاضت سے حاصل کی ہوئی خدا شناسی یا معرفت الٰہی ہے۔ اور دوسری طرف انعام کے لینے والے دو بالک ہین جو ایک ایسے راجہ یا مہاراجہ کے فرزند ہین جو اپنی ظاہری حالت مین بحیثیت ایک عظیم الشان مہاراجہ کے کسی دُنیوی شے کے محتاج نہین۔ اور جو اپنی اصلی حالت کے لحاظ سے قطعاً بے نیاز ہین۔

اب ہم اس سین کو بدلکر ایک اور ہی سین کا نقشہ کھینچتے ہین سنہ عیسوی کی بیسوین صدی ہے ایک عظیم الشان شہر دریائے ٹمیس کے کنارے آباد ہے۔ اس شہر مین ریلین دوڑتی ہین۔ برقی روشنی ہو رہی ہے۔ تارون پر منٹون بلکہ سکنڈون مین خبرین جا رہی ہین۔ ایک طرف مجلسون مین اسپیچون کا زور شور ہے۔ اور چیرز کی صدائین بلند ہو رہی ہین۔ اور دوسری طرف تھیٹرون مین شاہزادے اور امرائے عظام اپنی اپنی لیڈیون کے ساتھ لباس فاخرہ پہنے ہوئے تماشا دیکھ رہے ہین۔ یہ لوگ کسی پری وش۔ مہ جمال ایکٹرس کی صورت اور گانے پر دل کھوئے ہوئے عالم مستی مین صرف تعریفون کی بوچھار ہی نہین کر رہے ہین بلکہ بیش قیمت اشیا مثل طلائی پن و بروچ وغیرہ کے پھینکے جا رہے ہین۔ اور وہ ایکٹرس اس داد و دہش سے مالامال ہو جاتی ہے۔ اگر حساب کیا جائے تو ہزارون بلکہ لاکھون روپیون کا مال

اُسکو ایک آن مین ملجاتا ہے۔

ناظرین! غور کا مقام ہے کہ ایک تو زمانۂ قدیم کا وہ سین ہے جو اوپر کھینچا گیا اور ایک یہ سین ہے جو ہر روز اب بھی مشاہدے مین آتا ہے۔ وہ بھی ایک دادو دہش تھی۔ یہ بھی ایک دادو دہش ہے۔ دونون مین کسقدر تفاوت ہے؟ اُنکی دولت کچھ اور تھی اِن کی دولت کچھ اور ہے۔ اُنکی ظاہری دولت لکڑیون کے باندھنے کی رسّی یا ایسی ہی کوئی اور چیز تھی۔ اِنکی دولت دنیا کے عیش و نشاط کے تمام سامان۔ اُنکی اصلی دولت ریاضت تھی۔ اور اصلی حظ وہ تھا جو وجدان سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جسکی کوئی انتہا نہین۔ انکا اصلی سکھ حظ نفسانی ہے جسکی انتہا فوراً ہو جاتی ہے۔ بلکہ جو اکثر فوراً ہی مبدّل بہ رنج ہو جاتا ہے۔ اگر وہ لوگ انلوگونکی نگاہ مین محض جنگلی اور نامہذب سمجھے جائین گے لیکن یہی لوگ ہین جنکی طرف پروفیسر میکس مُلر کا اشارہ ہے اور وہ کہتے ہین "اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ کس آسمان کے نیچے انسانی طبیعت نے بڑا زور کیا ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ مسائل پر عمیق غور ہوا ہے اور اُنمین سے بعض مسائل کو حل بھی کر لیا ہے تو مین کہونگا کہ وہ ہندوستان کا آسمان ہے"

غرض کہ ایک طرف وہ روحانی مسرت ہے جو وجدان سے حاصل ہوتی ہے اور یہ ایک خاصہ ہے زمانہ قدیم کی مشرقی تہذیب کا۔ اور دوسری طرف وہ حظ ہے جو سامانِ عیش و نشاط سے حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک خاصہ ہے زمانۂ حال کے مغربی تہذیب کا جسپر ہم اسقدر فریفتہ ہو رہے ہین۔ مشرقی تہذیب والے دنیا کو* چند روزہ یا سرائے فانی کہہ کر اُسکی طرف سے دل کو ہٹانے کی کوشش مین رہتے ہین اور یاد خدا یا اُسکی محبت کو اپنا سچا فریضہ سمجھتے ہین۔

## اشعار

اک دن ہوگا کوچ ضرور چلنا ہوسی صاحب حضور (حضور)
کیون سویا ہے جاگ پیارے رین گئی چھپے سب تارے
منزل بھاری چلنا دور
کنکر چن چن محل اُسارے جھونٹے ہین یہ سب لبتارے
اک دن ہوسی چکنا چور
مات پتا گھر کی ناری کوئی نہین دُکھ بانٹن ہاری
سُکھ کے ساتھی نہ ہو مسرور
یہ دنیا سپنے کی نائی جو آیا سو بھی چل جائی
اک رہے گا پربھو کا نور

## ولہ

چھوڑ بستر اُٹھ رے غافل امرت بیلا چھایا رے
سگری رین نیند مین کاٹی برتھا سمے بتایا رے
یہ دُنیا ہے پلک بسیرا جسپر ٹھاٹھ جمایا رے
کیا بھروسہ ہے سانسون کا دم آیا نا آیا رے
ماٹی ہوگی پل چھن مین تب جب جم تجھے بلایا رے
سبھی ٹھاٹھ یہان پڑا رہیگا جس سے من بھٹکایا رے

برخلاف اسکے مغربی تہذیب والونکا یہ قول ہے کہ یہ دنیا ہی سچّی ہے اسلئے دنیا کی نارنگی کو ایسا نچوڑنا چاہئے کہ اُسمین جتنا رس ہے وہ سب ہم نچوڑ لین اور ایک قطرہ بھی اُسمین باقی نہ رہے کیونکہ ہماری اس زندگی کے بعد ہماری کوئی ہستی باقی نہین رہتی کہ ہم پھر اس نارنگی کو نچوڑنے کے لئے آئینگے۔ سوامی ودیکانند نے انگرسول مشہور دہریہ فلاسفر کو جب اسطرح کی گفتگو کرتے ہوئے سنا

* اگرچہ ہندؤن کے نزدیک دنیا کو اسلئے چند روزہ نہین کہا جا سکتا کہ حالت اگیان یعنی عدم عرفان مین اگیانی کے لئے دنیا بار بار ہے تاہم اُس سرور دائمی کے مقابلہ مین جسکے حاصل کرنے کی ہماری اصلی کوشش ہونی چاہئے اسکو ہم چندروزہ یا فانی ہی کہینگے۔

تو اُنھون نے یہ جواب دیا کہ مَین اس نارنگی کے رس کو نچوڑنے کا بہتر طریقہ جانتا ہون اور مجھے رس بھی زیادہ ملتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ مین کبھی مر نہین سکتا اور اسلئے مجھے کوئی عجلت نہین ہے کہ سب رس یکبارگی نچوڑ لون۔ چونکہ مجھے اسکا خوف نہین ہے کہ مین ایک مرتبہ رس نچوڑنے کے بعد پھر رس نچوڑنے کے لئے نہین رہونگا اسلئے مین برابر رس کو نچوڑتے رہنا پسند کرتا ہون اور اسمین مجھے بے انتہا رس ملتا ہے۔"

اس کو کیا مشرقی اور کیا مغربی تہذیب والے دونون قبول کرتے ہین کہ اس دنیا مین مصیبت ہی زیادہ ہے اور ہم سب اسی کوشش مین رہتے ہین کہ یہ مصیبت دور ہو۔ جب کسی کے پاؤن مین ذرا سا کانٹا لگ جاتا ہے تو وہ درد سے چلا اُٹھتا ہے اور فوراً اُس کانٹے کو نکالنے کی فکر کرتا ہے۔ تکلیف کسی کو پسند نہین۔ راحت سب کو پسند ہے یہ ایک قدرت کا خاصہ ہے۔ مگر مشرقی تہذیب والونکا یہ قول ہے کہ مصیبت کلیتہً کبھی نہین مٹ سکتی۔ چاہے ہم اسکے دفعیہ کی ہزار کوششین کیون نہ کرین۔ اگر کوئی ایک مصیبت ہماری کوششون سے اُسوقت کے لئے رفع ہو جائیگی تو پھر کوئی دوسری مصیبت اُسی کے سلسلہ مین یا کچھ وقفہ کے بعد ضرور پیدا ہو جائیگی۔ مثلاً ہم نے چند ادویات ایجاد کرکے بعض امراض کی تکلیف کو مٹا دیا ہے لیکن یہہ دیکھا گیا ہے کہ جب کسی مرض سے انسان کو نجات حاصل ہوئی ہے تو دوسرے امراض نے شدت کے ساتھ آگھیرا ہے۔ اگر مقطر پانی کے استعمال سے ہم نے ہیضہ کے زور کو کم کر دیا ہے تو نل کے پانی کے مکانون مین برابر بہتے رہنے سے تپ ولرزہ وغیرہ نے اپنا زور کیا ہے یا طاعون ہی کا مرض ایک ایسا شدید مرض پیدا ہو گیا ہے کہ جسکے دفعیہ کی کوئی تدبیر ابتک کارگر ثابت نہین ہوئی ہے۔ اسی طرح لنگر خانے خیرات خانے یتیم خانے سدابرت وغیرہ قائم کرکے افلاس کے زور کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن ایک عالمگیر قحط کے پڑ جانے سے یہ سب تدبیرین بالکل بیکار ہو جاتی ہین۔ اور مخلوق خدا کو فاقہ کشی کی وہ مصیبت اُٹھانی پڑتی ہے کہ سوائے الامان الامان پکارنے کے اور کچھ بن نہین پڑتا۔ بہرحال دنیا سے مصیبت کو ہمیشہ کے لئے مٹا دینا غیر ممکن ہے اور اسلئے مشرقی تہذیب والون کا یہ خیال ہے کہ مصیبت کو جھیلنے ہی سے ہمیشہ کے لئے دور کیا جا سکتا ہے۔ ہم کو مصیبت جھیلنے کا ایسا عادی ہو جانا چاہئے کہ پھر وہ مصیبت ہم کو مصیبت معلوم نہو بلکہ عین راحت۔ ایسا خیال اُسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب خدا کی محبت کا سچا جوش ہمارے دلون مین پیدا ہو اور ہم سمجھین کہ وہ سراپا رحیم و کریم ہے اُسکو اپنے بندون کے ساتھ کمال محبت ہے اور اسلئے اگر کوئی مصیبت ہم پر نازل ہوتی ہے تو یہ بھی اُسکی عین شفقت ہے۔ یہ بھی کچھ نہ کچھ ہمارے ہی فائدہ کے لئے ہے۔ اور نہ ہو تو اسی لئے ہی کہ ہم مین اگر کوئی گندگی موجود ہے تو وہ اس مصیبت سے دُھل جائے۔ ایک سچے بھگت یعنی عاشق خدا کے دل مین تو ایسا ہی خیال پیدا ہوتا ہے جس سے وہ مصیبت کو مصیبت نہین سمجھتا ہے گو یہ صحیح ہے کہ ہمارے کل مصائب بہ نتیجہ ہمارے اعمال کے ہین اور اسلئے قہر یا رحمت خدا کو اسمین کوئی دخل نہین ہے۔ کیونکہ وہ منصف اور عادل ہے" بہرحال مصیبت کو

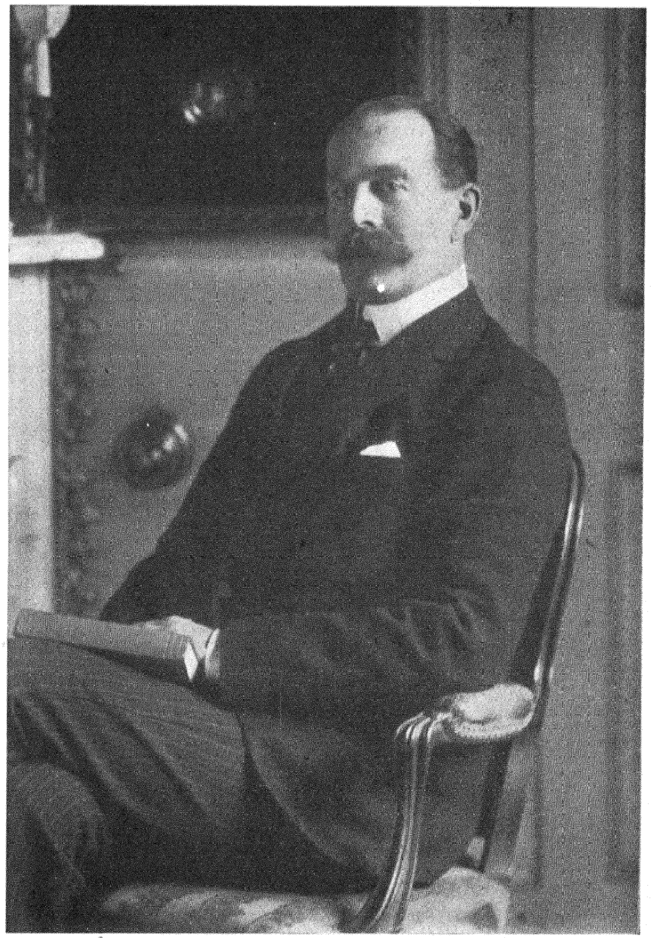

رائٹ آنریبل ارل کریو بہادر جدید وزیر ہند

انڈین پریس الہ آباد

ہمیشہ کے لئے صرف اسی ایک طریقے یہی دور ہو سکتی ہے۔ یا اس طریقے یہی کہ ہمکو سچا عرفان حاصل ہو جائے کہ ہم تو وہی ذات مطلق ہین، ہم مین مصیبت اور راحت دونون کیسی۔ اگر مصیبت کو دور کرکے سرور دائمی کے حاصل کرنے کا کوئی طریقہ ہے تو یہی ہے۔*

برخلاف اسکے مغربی تہذیب والون کا یہ بیان ہے کہ خدا نے انسان کو ذی عقل پیدا کیا ہے اور پھر وہ ذی حس بھی ہے۔ ممکن نہین کہ اُسکو تکلیف تکلیف معلوم نہ ہو اور جب عقل وی ہے تو وہ تکلیف کو محسوس کرتے ہی اُسکو رفع کرنیکی فوراً فکر کرتا ہے یہ ایک فطرتی بات ہے۔ اور اسلئے ہمکو تکالیف کے دور کرنے کے تدابیر ضرور کرنا چاہئین۔ مضائقہ نہین اگر بعدازان سلسلے ہی ہین یا وقفہ کے ساتھ کوئی دوسری تکلیف کیون نہ پیدا ہو جائے اور نہ صرف ہمکو تکالیف کو رفع کرنیکی کوشش کرنا چاہئے بلکہ راحت کے نئے نئے سامان پیدا کرنا چاہئین۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جتنے سامان آسائش اور راحت کے پیدا کئے جاتے ہین اُنکا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ مصیبت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور تکلیف بھی زیادہ محسوس ہونے لگتی ہے۔ مثلاً جب ہم پہلے پیدل چلتے تھے تو ہمکو بہت بڑی تکلیف معلوم ہوتی تھی اور جب ہم نے بیل گاڑی ایجاد کرکے اُسمین بیٹھکر سفر کرنا شروع کیا تو ہمکو ایک طرح کی راحت محسوس ہوئی اور پھر کمانی دار گاڑی ایجاد کرکے اور اُسمین گھوڑا لگا کر جب ہم اُسکے ذریعہ سے سفر کرنے لگے تو اور بھی زیادہ راحت محسوس ہوئی اور آخر مین جب ریل ایجاد ہوگئی تو اُسکے ذریعے سے سفر کرنے مین سفر کی تکلیفین گویا بالکل مفقود ہوگئین یہ سب کچھ صحیح ہے اور اب ہمکو جیسی کچھ راحت سفر مین حاصل ہوتی ہے اُس سے بڑھ کر راحت کا ملنا شاید اسوقت ہمارے خیال مین نہ آئے۔ لیکن جب بیلون یا ہوائی جہازون مین سفر کرنا ممکن العمل ہو جائیگا تو اُسوقت یہ ریل کا سفر بھی جسمین ہمکو بہت بڑی راحت معلوم ہوتی ہے بہت شاق اور تکلیف دہ معلوم ہونے لگے گا۔ غرضکہ جتنے زیادہ راحت بخش ذرائع سفر کے ایجاد ہوتے جائینگے اتنی ہی زیادہ تکلیف بڑھتی جائیگی۔ مثلاً اب جبکہ ہم بذریعہ ریل سفر کرتے ہین اگر اتفاقاً کوئی ایسا موقع پیش آجائے کہ ہمکو بیل گاڑی پر سفر کرنا پڑے تو ایسی صورت مین بیل گاڑی مین بیٹھکر چلنے سے جو مصیبت ہمکو محسوس ہوگی اُسکی تصریح فضول ہے۔

* آتما کو پرماند سروپ یعنی سرور مطلق کہا گیا ہے اور اس لئے حقیقی ہستی صرف اُسی پرمانند یعنی سرور مطلق کی ہے اور جسکو تکلیف مطلق کہین گے اُسکا کوئی حقیقی وجود نہین ہے۔ چونکہ ہم اس سرور مطلق کو اگیان یعنی جہل سے بھولے ہوئے ہین اور ہم نے اپنے کو اُس سے الگ کچھ اور سمجھ لیا ہے۔ اس لئے یہ تکالیف صرف ریلیٹو Relative یعنی مجازی معنی مین ہم کو محسوس ہوتے ہین ورنہ ان تکالیف کا کوئی اصلی وجود نہین ہے۔ اصلی وجود ہے تو اُسی پرمانند یعنی سرور مطلق کا۔ جس وقت یہ تکالیف ہماری تدبیرون سے یا کسی اور طرح کم ہو جاتے ہین تو صرف اُس وقت کے لئے اُس سرور مطلق کا گویا عکس پڑ جاتا ہے اور ہم کو وہ مجازی سکھ محسوس ہوتے ہین جنکی نسبت یہ سمجھا گیا ہے کہ وہ اُسی پرمانند یعنی سرور مطلق کے ظہور یا پرتو ہین۔ اور اگر وہ آنند ہوتا تو یہ مجازی سکھ بھی نہ ہوتے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر ہم ان تکالیف کو ہمیشہ کے لئے دور کرسکین جو صرف تکالیف کو تکالیف سمجھنے یا اس گیان سے ہو سکتا ہے کہ ہم پرمانند سروپ ہین تو پھر ہم کو اُس سرور دائمی کی حالت جو ہم کو فی الحقیقت ہمیشہ حاصل ہے اور جسکو ہم بھولے ہوئے ہین پھر حاصل ہو سکتی ہے۔

ریل کی ایجاد سے پہلے بیل گاڑی مین بیٹھ کر چلنے سے ہمکو وہ راحت محسوس ہوتی تھی کہ ہم گویا یہ سمجھتے تھے کہ ہم سے بڑھ کر کوئی صاحب نصیب نہ ہوگا۔ لیکن اب اُسی بیل گاڑی مین بیٹھ کر چلنے سے ہمکو وہ مصیبت معلوم ہوتی ہے کہ ہم یہ خیال کرنے لگتے ہین کہ ہم سے بڑھ کر کوئی بدنصیب نہ ہوگا۔ غرضکہ تکلیف اور آرام کل اعتباری ہین اور انکا انحصار آدمی کی عادت اور استطاعت پر ہے۔ جتنی استطاعت بڑھتی جائیگی تکلیف بھی زیادہ محسوس ہوگی۔ تکلیف اور راحت مین جو فرق ہے وہ صرف درجہ کا ہے نہ کہ نوعیت کا۔ اور جسقدر کم فرق درجہ کا ہوتا جائیگا اُتنا ہی تکلیف اور آرام کا خیال کم ہوتا جائیگا۔ پس تکلیف تو قطعاً تب ہی رفع ہوسکتی ہے جب ہم مشرقی تہذیب والون کے ہم خیال ہوکر تکلیف کو تکلیف اور آرام کو آرام نہ سمجھین یا ان دونون مین جو فرق درجہ کا ہے اُسکو گھٹا کر اس درجے پر لائین کہ پھر یہ فرق ہمکو زیادہ محسوس نہ ہو[لہ]۔ غرضکہ مشرقی تہذیب کا آئیڈیل تیاگ یعنی ترک لذات ہے۔ برخلاف اسکے مغربی تہذیب کا آئیڈیل بھوگ یعنے طلب لذات ہے اور ظاہر ہے کہ اس دنیا مین کوئی ایسے لذات نہین جنکے انجام مین بعد حظ کے خود کو تکلیف نہ محسوس ہو۔ یا قبل اُسکے دوسرونکو تکلیف نہ پہونچی ہو۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ تیاگ یعنی ترک مین وصف سمجھا جائیگا جو ذی استطاعت ہے۔ اور جو بھکاری ہے اُسمین تیاگ کوئی معنی نہین رکھتا مثلاً بھگوان بدّھ [illegible] کا ایک اعلیٰ تیاگ تھا۔

مولوی سید علی صاحب بلگرامی نے تمدّن ہند جیسی فرانسیسی کتاب کا ترجمہ کیا ہے اور جسکا ایک حصہ ادیب کے جون نمبر مین شائع ہوا ہے اُسکا ایک اقتباس ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

"پس گویا انسان کی عقبیٰ کا دارومدار مذہب عیسوی کی طرح کسی خاص فعل پر نہین اور نہ انسان کی اخیر حالت اور توبہ پر بلکہ اسکے کل افعال کے مجموعہ پر ہے اور اس مجموعہ مین خفیف سا خفیف فعل بھی اپنی قیمت اور حیثیت رکھتا ہے۔ منو لکھتے ہین۔

" وہ افعال جو خیال اور زبان اور جسم سے پیدا ہوتے ہین اُنکے نتائج یا تو اچھے ہوتے ہین یا بُرے اُنھین افعال سے انسان کی مختلف حالتین پیدا ہوتی ہین یعنی اعلیٰ متوسط اور ادنیٰ" (منوشاستر بارھوان باب) یہی اعتقادات ہین جو ہندوکو

---

لہ یہان یہ مراد ہرگز نہین ہے کہ اگر ہمارے جسم مین کانٹا لگ جائے تو اُس کانٹے کو نہ نکالین اور کانٹے کی تکلیف برداشت کرتے رہین یا اگر ہمین کوئی بیماری ہو جائے تو اُس بیماری کے دفعیہ کی کوئی تدبیر نہ کرین۔ یہ کل تدابیر فطرتی طور پر اُنکو کرنا ہی پڑتے ہین جو ہنوز محو عشق الٰہی نہین ہوئے ہین یا جن مین استغراق کی حالت پیدا نہین ہوئی ہے۔ پرم ہنس رام کرشن جیو جب انت کال کے سمے مین مبتلاے مرض سرطان ہوگئے تھے تو انکو اس خوفناک مرض کی تکلیف بوجہ اسکے کہ وہ اکثر سمادھی مین رہتے تھے مطلق محسوس نہ ہوتی تھی لیکن ایسی حالت سب کی نہین ہوسکتی اس لئے جب تک ایسی حالت پیدا نہ ہو رفع تکلیف امراض کے لئے تدابیر کا عمل ضروری اور فطرتی بات ہے۔ لیکن دیگر امور مین ہمین اپنے آپ کو آرام کا ایسا خوگر نہ کر لینا چاہئے کہ ہم کو تبدیلی حالت مین تکلیف محسوس ہو۔ مثلاً ہمین اپنی کچھ ایسی عادت کر لینی چاہئے کہ ریل اور بیل گاڑی دونون کے ذریعے سے سفر یکسان معلوم ہو یا سخت زمین پر ویسے ہی بآرام سو سکین جیسے کہ ایک نرم گدے پر۔

سخت ریاضت کا پابند کر دیتے ہیں اور خفیف سے خفیف کام کے کرنے اور چھوٹی سی چھوٹی حاجت نکالنے کو بھی اُسکی مرضی پر نہیں چھوڑتے ادنیٰ سی ادنیٰ بے احتیاطی یا غلطی بھی شدید نتائج پیدا کرتی ہے اور اُن نتائج سے بچنے کے لئے غلطی کے بعد ہی سخت اظہار اور عبادت کے ذریعے سے اُسکو رفع کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان غلطیوں یا ان گناہ صغیرہ کی نسبت انسان کی رائے کچھ کام نہیں آتی نہ اس سے کچھ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے کہ گناہ کرتے وقت کسی نے دیکھا یا نہیں دیکھا۔ گناہ گار خود اپنے فعل کے نتائج کو سمجھتا ہے اور اُسکو مٹانے کے لئے بعض صورتوں میں نہایت سخت کفارہ دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ منو شاستر کے اُس باب کو جسمیں پرائشچت یعنی کفارہ کا بیان ہے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں جسکا ہم ذکر کر رہے ہیں ہندو کن سخت زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور ویدی زمانہ کی آریا آزادی اور اُس زمانہ کی جکڑ بندی میں کسقدر فرق عظیم تھا۔ وہ قدیم آزاد اور خوشحال مخلوق مر چکی تھی اور اُسکی جگہ ایک ایسی مخلوق نے لی تھی جو آنکھ بند کئے ہوئے حیوانات کی طرح بلا آرام اور چین بلا کسی وقفہ کے شدید مصیبت کی بادیہ نوردی میں مبتلا تھی۔

دیکھنا چاہئے کہ ہمارے عالم مصنف صاحب کی یہ رائے کہاں تک صحیح ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ انسان کی عقبیٰ کا دارومدار مذہب عیسوی کی طرح کسی خاص فعل پر نہیں اور نہ انسان کی اخیر حالت اور توبہ پر بلکہ اُسکے کل افعال کے مجموعہ پر ہے اور اس مجموعہ میں خفیف سا خفیف فعل بھی اپنی قیمت اور حیثیت رکھتا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ ہندوؤں کے مذہب میں انسان کی عقبیٰ کا دارومدار مذہب عیسوی کیطرح صرف حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے خصوصاً اس بات پر ایمان لانے پر نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے انسان کے ازلی گناہ کا کفارہ اپنے خون سے دیا مگر جناب مصنف صاحب کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہندوؤں میں انسان کی اخیر حالت و توبہ پر اُسکی عقبیٰ کا دارومدار نہیں ہے۔ شاستر کا برابر یہ مقولہ ہے کہ انسان کی اخیر حالت جیسی ہوتی ہے اُس سے اُسکی آئندہ کی زندگی ترشح ہے۔ مثلاً اگر کسی کا نفس مرتے وقت خواہشات نفسانی میں پھنسا ہوا ہے اور انھیں خیالات میں اُسکی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو وہ دوسرے جنم میں ضرور ایسے قالب میں پیدا ہو گا جہاں اُسکو ان خواہشات نفسانی کے پورا کرنے کا کافی موقع ملے گا۔ گو وہ اسطرح ادولیوشن **Evolution** کے میدان میں اپنے آپ کو پیچھے گرا دیگا لیکن جو ایک بار سچی عقیدت کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ کرکے خدا کی پناہ میں گیا ہے اُسکے لئے نجات کا دروازہ برابر کھلا ہوا ہے۔ یا کم سے کم اُسکا نفس اسقدر صاف و پاک ہو جاتا ہے کہ پھر گیان کے ذریعے سے نجات کا حاصل کرنا کوئی مشکل امر نہیں رہتا ہے۔ بلاشک خفیف سا خفیف فعل بھی اپنی قیمت اور حیثیت رکھتا ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی فاسد خیال ہمارے دل میں پیدا ہو جائے تو اُسکا اثر بد ضرور ہو گا۔ گو وہ اثر تھوڑی دیر کے لئے کیوں نہ ہو۔ یعنے یہ کہ ہم کو اُسکی پاداش میں کوئی تکلیف ضرور اُٹھانی پڑے گی۔ جسقدر زور کے ساتھ کوئی بُرا خیال پیدا ہوتا ہے یا کسی فعل بد کا ارتکاب ہوتا ہے اُسیقدر جلد اُسکی سزا بھی ملتی ہے۔ جب ہم ایک گیند کو زور سے دیوار پر مارتے ہیں تو وہ گیند فوراً ہی زور کے ساتھ پلٹتا ہے۔ یہی حال ہمارے خیالات یا ہمارے افعال کے نتائج کا ہے۔ جب مادّی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر علت کا معلول ہے اور کوئی معلول بغیر علت کے نہیں ہے تو کیا سبب ہے کہ ہم اخلاقی دنیا میں بھی اِس قانون کو عمل پذیر نہ سمجھیں۔ آپکے نزدیک کوئی فعل بہت ہی خفیف معلوم ہوتا ہو گا اور اس قابل نہ ہوگا کہ اُسپر کوئی لحاظ کیا جائے۔ لیکن فاعل جو اپنے نفس کو خوب سمجھتا ہے اگر اپنے فعل سے شرمندہ ہوا ہے تو وہ ضرور اُسکو بڑی وقعت

دیگا اور سخت ریاضتوں اور طہارت کے ذریعے سے اُسکا کفارہ دینے کو تیار ہوگا۔* فاضل مصنف نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ اِن غلطیوں اِن گناہ صغیرہ کی نسبت انسان کی راے کچھ کام نہین آتی نہ اس سے کچھ فائدہ حاصل ہوسکتا ہے کہ گناہ کرتے وقت کسی نے دیکھا یا نہین دیکھا۔ اگر بالفرض گناہ کرتے وقت کسی آدمی نے نہین بھی دیکھا تو کیا خدا اُسکا دیکھنے والا نہین ہے؟ اور اگر اسکو بھی نہ مانو کہ خدا سب کے افعال کا دیکھنے والا ہے تو کیا گناہگار کے کانشنس Conscience پر اُس کے افعال کا اثر نہین پڑتا۔ کانشنس پر گناہ کا بار رہنا ہی اسکے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے کانشنس کو اس بار سے ہلکا کرے۔ ہندؤن مین جو کرم کانڈی ہین وہ اسیطرح دانستہ یا نادانستہ اپنے گناہون کا کفارہ دیتے ہین اور اُنھون نے اپنے کو ان قواعد کا پابند کرلیا ہے جنکی نسبت ہمارے فاضل مصنف کا یہ بیان ہے کہ ہندو قوم آنکھ بند کئے ہوئے حیوانات کی طرح بلا آرام اور چین بلا ربط کسی وقفہ کے شدید مصیبت کی بادیہ نوردی مین مبتلا ہے۔[۵۱] یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ گناہ تو کیا جائے مگر گناہ کے نتائج کا کوئی اثر نہ ہو۔ گناہ کے اثر سے بچنے کے لئے اگر قبل از قبل کوئی ڈنڈ جسمانی یا مالی دیدیا جائے تو کیا اسمین گناہگار کی بہبود متصور نہین ہے۔

ہمارے عالم مصنف نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ ویدی زمانہ کی آریا آزادی اور برہمنی زمانے کی جکڑبندی مین کسقدر فرق عظیم تھا بالکل صحیح ہے۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ویدی زمانہ ایک ابتدائی زمانہ تھا جب انسان ایک نہایت ہی سادہ زندگی بسر کرتا تھا۔ گناہ نے اپنا کوئی بڑا تصرف اُسکے نفس پر نہین کیا تھا۔ وہ صرف منا جاتون کے ذریعے سے اپنے خواہشات کے حاصل کرنے کی تمنا رکھتا تھا۔ لیکن جیسے جیسے مادّی تہذیب نے ترقی کی انسان کے نفس پر خیالات بد نے اپنا تصرف کرنا شروع کیا اور جب خیالات بد پیدا ہونے لگے تو نفس کو اُن سے پاک کرنیکی بھی ضرورت ہوئی۔ پس طہارت اور عبادت کے ذریعے سے اِن گندہ اور ناپاک خیالات کو دور کرنا عین فرض سمجھا گیا۔ زمانے کی حالت کے لحاظ سے قانون ہوا کرتا ہے جب زمانے نے اسکی ضرورت پیدا کی کہ نفس مین جو گندگی خیالات فاسد کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے اُس سے اُسکو پاک کیا جائے تو طہارت اور عبادت کے متعلق اُس قسم کے قواعد جاری کرنے کی ضرورت دائمی ہوئی جو ہماری اسمرتیون مین درج ہین۔ اب مین ہندو تہذیب پر اپنے ہی ایک مضمون سے جو ایک زمانہ مین دکن ریویو مین شائع ہوا تھا عبارت ذیل مقتبس کرتا ہون۔

" قدیم ہندوستان کے دو مختلف سین بلحاظ اُس زمانے کی سوشیل حالت کے یہان دکھائے جاسکتے ہین ایک سین جنگلون کا اور ایک شہرون اور بستیون کا۔ پہلا سین نہایت دلچسپ و دلفریب ہے۔ عین جنگل مین گنگا یا جمنا یا کسی اور ندی کے کنارے رشیون کا تپوبن یعنی ریاضت کا مقام ہے جہان ادھر اُدھر اُن کے رہنے کی کٹیان بنی ہوئی ہین۔ اُن کٹیون مین ایک طرف سمدھی یعنی ھوم کرنے کی لکڑیون کے ڈھیر ہین جو خود اُنھین رشیون نے اپنے ہاتھون سے

[۵۱] ممکن ہے آپ کے نزدیک کوئی فعل گناہ صغیرہ مین داخل ہو یا بالکل ہی گناہ نہو۔ مگر ہندوان مین وہ ایک گناہ کبیرہ سمجھا جاتا ہو۔ مثلاً چچازاد بہن کے ساتھ شادی ہندوان مین اُتنا ہی ایک فعل قبیح ہے جتنا کہ ایک حقیقی ہمشیرہ کے ساتھ ایسے تعلق کا ہوجانا مگر دوسرے مذاہب یا اقوام مین یہ فعل گناہ نہین۔ گناہ کیا ہے اسکا اندازہ ہر سوسائٹی اپنے مقرر کئے ہوئے قواعد یا رواجون سے کیا کرتی ہے۔

* اور جو طریقۂ بھکتی پر چلتے ہین وہ شخصی خدا کی پناہ مین جاکر توبہ کے ذریعے سے اپنے نفس کو پاک کرتے ہین۔

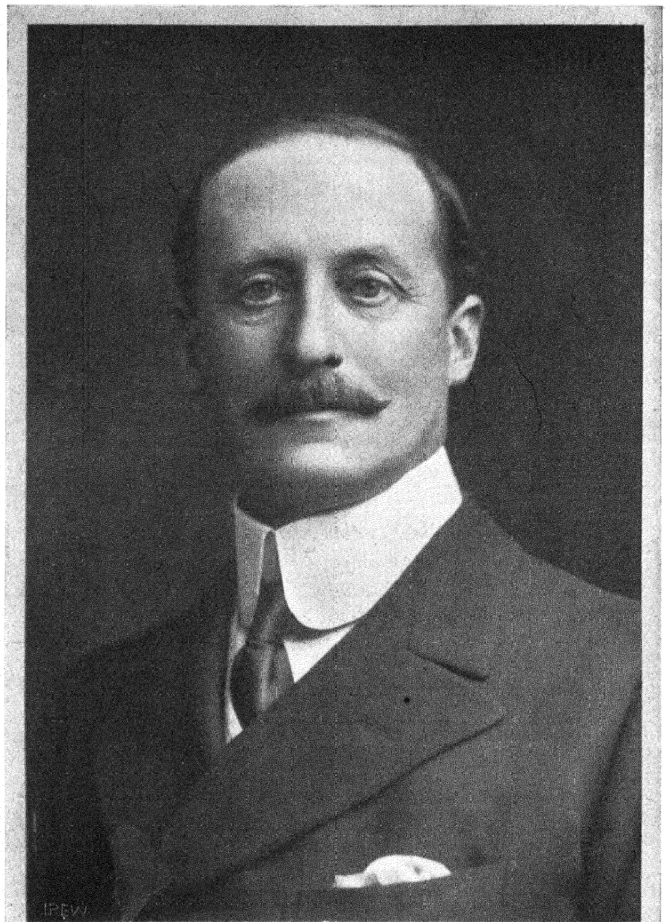

هز اکسلنسی وائیکونٹ لارڈ هارڈنگ بہادر آف پنهرسٹ
جدید وایسرائے و گورنر جنرل کشور هند

کا ٹکر یہان جمع کی ہین - ایکطرف پانی بھرنے کا کلسہ رکھا ہے اور ھوم کیلئے جو سامان چاہئے وہ سب جمع ہے - بیچ مین ھوم کرنیکی جو کھنتی یعنی مستطیل بیدی بنی ہوئی ہے اور ایک طرف اگنی ہوتر کا کنڈ ہے جسمین صبح و شام اگنی ہوتری وید منترونکو پڑھ پڑھکر لکڑیونکو اگ مین ڈالتے رہتے ہین - کسی جگہہ منی ان یعنی اُس غلہ کا انبار ہے جو اُن رشیون نے اپنے کھانیکے لئے جنگل کی خود رو گھاس سے گراہوا اکٹھا کرکے یہان جمع کیا ہے اور کہین جنگلی پھل اور زمین قند رکھے ہوئے ہین جو اُن رشیون نے اپنے کھانیکے لئے اکٹھا کئے ہین باہر تپوبن یعنی جنگل کو دیکھئے تو جنگلی جانور مثل ہرن وغیرہ کے آدمیون سے ایسے ہلے ہوئے ہین کہ آدمی کی آہٹ پاکر ذرا بھی نہین چونکتے - جن جگہون مین دوب کٹ گئی ہے وہان ان ہرنون کے بچے بالکل ہی بیدھڑک ہو کر چرتے پھرتے ہین - جا بجا ہنگوٹ پیسنے کی چکنی سلین رکھی ہوئی ہین اور درختون کی نئی نکلی ہوئی کونپلون مین ھوم کا دھوان لگ لگ کر اُنکے پتے میلے ہوگئے ہین - ان کٹیون مین دو طرح کے لوگ رہتے ہین ایک وہ جو بان پرستھہ آسرم یعنی تیسرا آسرم اختیار کرکے یہان آکر تارک الدنیا ہو گئے ہین اور دوسرے وہ جنھون نے ابھی برہمچرج آسرم اختیار کرکے علمی و روحانی دولت کے خزانون کو جمع کرنے کیلئے ان رشیون کے پاس پناہ لی ہے - واضح رہے کہ ہندؤن نے اپنے فرائض کے لحاظ سے اپنی عمر کو چار زمانون پر تقسیم کیا ہے - پہلا زمانہ طالب علمی کا ہے جسکو برہمچرج آسرم کہتے ہین دوسرا زمانہ خانہ داری کا ہے جسکو گرہست آسرم کہتے ہین تیسرا وہ آسرم ہے جب گھر بار کو چھوڑکر یاد الٰہی کے لئے جنگل کی سکونت اختیار کی جاتی ہے اسکو بانپرستہ آسرم کہتے ہین اور چوتھا وہ آسرم ہے جب آدمی صرف تارک الدنیا ہی نہین ہو جاتا ہے بلکہ کل مذہبی و دنیوی فرائض کی پابندی سے رہا ہو جاتا ہے اور اسکو سنیاس آسرم کہتے ہین - پہلے اور تیسرے آسرم کا زمانہ جنگل مین بسر ہوتا ہے اور دوسرا بستیون مین اور چوتھے کے لئے کوئی جگہہ مقرر نہین ہے جہان چاہے رہے مگر ایک جگہہ مقیم ہو کر نہ رہے - جس تپوبن یا ریاضت گاہ کا ذکر اوپر کیا گیا ہے وہان پہلے اور تیسرے آسرم کے لوگ جمع ہین - ایک طرف تو وہ لوگ ہین جو بانپرستھہ آسرم مین بسے ہوئے ہین مگر ابھی تک اُنھین فرائض مذہبی ادا کرنے پڑتے ہین - دوسری طرف کم و بیش سن کے برہمنون اور چھتریون کے وہ لڑکے ہین جو بغرض تحصیل علم ان بوڑھے رشیون کے پاس جمع ہوئے ہین یہ ابھی برہمچرج آسرم مین داخل ہوئے ہین اور انکا جنیو ہو گیا ہے - یہ وہ رسم ہے جسکے بعد انکو ویدون کے پڑھنے کا استحقاق حاصل ہو جاتا ہے - جس عمر مین یہ رسم زمانہ قدیم مین ادا ہوتی تھی وہ برہمنون کے لڑکون کے لئے ۸ سال سے ۱۶ سال تک تھی اور چھتریون کے لڑکون کے لئے ۱۱ سال سے ۲۲ سال تک اور ویشیون کے لڑکون کے لئے ۱۲ سال سے ۲۴ سال تک تھی - اب تو دس بارہ سال کی عمر مین ہی شادی کردی جاتی ہے اور برہمچرج یعنی طالب علمی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا رہتا ہے اور وہ بچپنے مین گزر جاتا ہے غرض کہ جو فوائد برہمچرج کے رکھے گئے ہین وہ اب بالکل مفقود ہین - اس زمانہ برہمچرج یعنی طالب علمی مین لڑکے کے لئے لازم تھا کہ وہ تمام لذیذ کھانون اور خوشبودار روغنون یعنی کل اقسام کے سامان عیش سے پرہیز کرے - لڑکا بالون کو ایک گچھے مین باندھکر اور ایک لکڑی کو اپنے ہاتھ مین لیکر ہر صبح بعد فراغت حوائج ضروری و عبادت مقررہ اُس پاس کے گاؤن مین بھیک مانگنے جاتا تھا - اُس کا فرض تھا کہ جو بھیک اُسکو اسطرح ملے وہ اپنے گرو کے سامنے رکھدے اور جب گرو کھانے سے فارغ ہو جائے تو اُسکی اجازت سے آپ کھائے جنگل سے ھوم وغیرہ کی لکڑی لانا بھی اسی کا کام تھا - اُسکو کھیل کود دل لگی مین شامل ہونے کی قطعاً ممانعت تھی اور نفس پر قادر رہنے کی سخت ہدایت تھی - . . . . . .

. . . . . . . تعلیم بالکل زبانی دی جاتی تھی۔ گرو منتروں کو پڑھ کر سناتا جاتا تھا اور لڑکا سنکر یاد کرتا تھا۔ کوئی کتاب وغیرہ ہرگز استعمال نہیں کی جاتی تھی۔ پروفیسر مکس ملر لکھتے ہیں کہ یہ حیرت کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ چاروں وید اور اُسکے کل انگ ویاکرن وغیرہ اسی طرح ہر ایک کے زبان پر تھے اور کچھ علم جو روحانی قسم سے ہوتا تھا صرف سینہ بہ سینہ دیا جاتا تھا۔ یہ تپوبن اُس زمانہ کی درسگاہیں تھیں وہ بڑے بڑے کالج اور مدرسے تھے جو کسی بلند و عالیشان عمارت کے لئے نہیں بلکہ اس تعلیم کے لئے مشہور تھے جو وہاں دی جاتی تھی۔ عالیشان عمارتوں کی جگہ صرف پتوں یا گھاس کی کٹیاں تھیں اور بیٹھنے کے لئے بجائے کرسیوں یا بنچوں کے مرگ چھالا یا اور کوئی آسن استعمال کیا جاتا تھا۔ یہاں جو تعلیم دی جاتی تھی وہ محض ویدوں کی تدریس نہ تھی بلکہ عمیق مسائل فلسفہ بھی یہاں حل ہوتے تھے۔ وہ بوڑھے رشی جنھوں نے دنیا سے اپنا تعلق اٹھا لیا تھا ان جنگلوں میں اسی فکر و غور میں رہا کرتے تھے کہ اسرار روحانی کو کس طرح حل کریں چنانچہ اسی فکر و غور سے اُنھوں نے عقدۂ دنیا کے متعلق بڑے بڑے مسائل اور باریک نکتوں کو حل کیا تھا جو فی زماننا اُن کے جاننے والوں کو حیرت میں ڈال رہے ہیں جیسا کہ پروفیسر مکس ملر نے فرمایا ہے۔ "اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ کس آسمان کے نیچے انسانی طبیعت نے بڑا زور کیا ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ مسائل پر عمیق غور ہوا ہے اور اُن میں سے بعض مسائل کو حل بھی کر لیا ہے تو میں کہونگا کہ وہ ہندوستان کا آسمان ہے۔"

جب لڑکا اسطرح تحصیل علم سے فراغت حاصل کر لیتا تھا تو وہ بستیوں میں اپنے باپ کے گھر واپس جاتا تھا اور شادی کرکے گرہست آسرم یعنی خانہ داری کو قبول کر لیتا تھا۔ خانہ داری کے فرائض کو ادا کرنے کے بعد وہ پھر تپوبن یعنی جنگل میں آکر ریاضت کیلئے بانپرستھ آسرم میں داخل ہوتا تھا۔ بڑے بڑے راجے مہاراجے اسیطرح تپوبن میں آکر بستے تھے اور مثل برہمنوں کے وہ بھی خاکساری کے ساتھ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ معرفت حاصل ہو جانیکے بعد چوتھا آسرم شروع ہوتا تھا جسکو سنیاس آسرم کہتے ہیں۔ یہاں تمام قیود کٹ جاتے تھے۔ نہ اب مذہبی رسوم کی اور نہ کسی اور رسم کی پابندی لازم تھی۔ اس آسرم کے لوگ جنکو سنیاسی کہتے ہیں حالت استغراق میں ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتے پھرتے تھے اور لوگوں کو نیک ہدایت اور تعلیم عرفان دیا کرتے تھے۔ وہ لوگ سچے سنیاسی اُس زمانہ کے سچے عرفان کے نور سے چمکتے تھے اور جہاں اُنکا گزر ہو جاتا وہاں کے لوگوں کی قسمت کھل جاتی تھی۔ آج کل کے سنیاسیوں کی سی حالت نہ تھی کہ اُن کو اپنے آنے کا نوٹس دینے کی ضرورت ہوتی ہے مثل مشک کے جسکی مہک تمام اطراف میں خودبخود پھیل جاتی ہے اُن سنیاسیوں کے آنے کا علم سب کو ہو جایا کرتا تھا اور لوگ خودبخود جمع ہو جاتے تھے۔ یہ سنیاسی کبھی اپنی طرف سے کھانیکا سوال نہیں کرتے تھے جو کھانا چاہے کسی طرح کا وہ کیوں نہ ہو اُن کو مل جاتا تھا وہ کھا لیا کرتے تھے اور ایک مقام پر تین روز سے زیادہ رہنے کی اُنکو اجازت نہ تھی۔

اب کچھ ذکر دوسرے آسرم یعنی خانہ داری کا کیا جاتا ہے جسکو گرہست آسرم کہتے ہیں۔ یہ سب سے بڑا آسرم ہے کیونکہ اسی کے سہارے پر باقی دیگر آسرموں کی زندگی ہے۔ وشِشٹ جی فرماتے ہیں "جسطرح چھوٹے اور بڑے دریا سمندر میں جا ملتے ہیں اسیطرح کل طبقوں کے لوگوں کو خانہ داروں کے یہاں پناہ ملتی ہے۔"
خانہ داری کے ساتھ بہت بڑے بڑے اور سخت فرائض متعلق

کیئے گئے ہین۔ ہندؤن کی ساری زندگی مذہبی زندگی ہے مگر خانہ داری کے ساتھ یہ مذہبی پابندیان بہت سخت کر دی گئی ہین۔ سب سے بڑی ہدایت خانہ داری کے لئے یہ تھی کہ وہ اگنی ہوتر کرے اور مہمان نوازی تو اُسکا ایک نہایت ہی اعلیٰ فرض سمجھا جاتا ہے۔

برخلاف حال کے ہندوستان کے قدیم ہندوستان مین اپنا ہی پیٹ بھر لینا نہایت ہی مذموم سمجھا جاتا تھا۔ منو کا قول ہے کہ کوئی گرہست یعنی عیالدار کھانا نہ کھائے جب تک کہ وہ کسی مہمان کو نہ کھلائے۔ مہمان سے یہان مراد دوست آشنا وغیرہ سے نہین ہے بلکہ مہمان سے مراد وہ اشخاص ہین جو یکایک وارد ہو جائین اور جن سے پہلے کی کوئی شناسائی نہ ہو اور جو اُسی بستی کے نہ ہون جہان خانہ دار رہتا ہے اور یہ مہمان کسی فرقہ کے کیون نہ ہون مگر فضیلت برہمنونکو دیجاتی تھی اُنکے بعد چھتریون ویشیون اور شودرون کو سلسلہ بسلسلہ یہ حکم تھا کہ مہمانون کو کھلا چکنے کے بعد اور جو کوئی مستحق ہو اُسکو کھلائے اور اگر کوئی عزیز اقارب یا دوست اُسکی دستگیری کے مستحق ہون تو اُنکو کھلائے۔ نوکرون وغیرہ کو بھی پہلے کھلا کر اور کتون وغیرہ کو حصہ دیکر آخر مین میان بیوی کو کھانے کی ہدایت تھی۔

غرض کہ گرہست کو بھی ایک طرح کمتر کی زندگی بسر کرنے کی ہدایت ہے۔ وہ پیسہ بھی اگر پیدا کرتے تو اسلئے کہ دھرم کے کامون مین صرف کیا جائے اور نہ اسلئے کہ ذاتی عیش و عشرت پر خرچ ہو۔ . . . . . . . . . . . . . .

. . . . . . . . . . . . . . . . .

. . . . . . . . . . . . . . . . .

منو نے طہارت کے متعلق جو ہدایتین کی ہین وہ اسقدر سخت ہین کہ اب شاید ہی کوئی اُن پر پورا پورا عمل کرتا ہے۔ قضائے حاجت کے بعد بول و براز دونون صورتون مین مٹی اور پانی سے کئی بار طہارت کرنے کی ہدایت اسمرتیون مین درج ہے۔ . . . . . . . . .

. . . . . . . . ندی یا تالاب یا باولی مین غسل کرنے کی ہدایت ہے نہ یہ کہ پانی کے چند لوٹون سے غسل کر لیا جائے۔ خانہ دار کے لئے عبادت کی بھی بہت سخت تاکید ہے۔ ہندؤن کا ایک زمانہ تھا جب سورج نکلنے سے پہلے حوائج ضروری سے فارغ ہو کر اور غسل کرنے کے بعد سندھیا یعنی عبادت کے لئے لوگ ندیون کے کنارے بیٹھ جایا کرتے تھے اور گنگا جمنا و سرسوتی کے کنارون کے اُس وقت کے سین کا اگر کوئی فوٹو کھینچا جائے تو ایک عجیب سہانا منظر نظر آئے گا۔ نہ اُنکو سخت سے سخت جاڑے کی پروا تھی اور نہ اس بات کی کہ ہماری نیند حرام ہوئی۔ خدا کی عبادت کو وہ عین فرض سمجھتے تھے اور جو عبادت کی جاتی تھی وہ کسی دنیوی غرض کے ساتھ وابستہ نہ ہوتی تھی۔ مثل حال کے یہ دعا نہین کیجاتی تھی کہ یا خدا تو بڑا رزاق ہے ہمارا رزق ہمکو عطا کر۔ ان لوگون کو جسم کی پرورش کی تمنا نہ تھی۔ وہ تو محض روحانی روشنی کے خواستگار تھے اور یہی وجہ تھی کہ ہندؤن کا سب سے بڑا منتر جو گایتری ہے اُسمین یہی مانگا جاتا ہے کہ یا خدا تو ہمکو روشن ضمیر کر یعنی ہمارے فہم و ادراک کو روشن کر۔ اس گایتری مین اگرچہ آفتاب کی طرف خطاب ہے مگر آفتاب ہی وہ سب سے بڑا نور ہے جو اعلیٰ نور حقیقی سے منور ہے"

مندرجہ صدر اقتباس کو پڑھ کر ہمارے ناظرین انصاف سے کہین کہ جس طرز معاشرت کے اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اُس سے کیا روحانی اور کیا جسمانی لحاظات سے بنی نوع انسان کے لئے کسقدر فوائد متصور ہین اور جسکے نہ ہونے سے آجکل کے زمانہ مین ہماری سوسائٹی کی کیسی کچھ خراب و خستہ حالت ہو رہی ہے۔

آگے چلکر فاضل مصنف صاحب نے یہ لکھا ہے کہ انسانی زندگی کا ہر فعل اس طرح بنا دیا گیا تھا اور اُسکے نتائج ایسے شدید

11998

باندھے گئے تھے کہ تخیلہ مایوسیون سے بھر گیا تھا اور زندگانی وبال ہوگئی تھی۔ ظاہر ہے کہ مصنف صاحب کا اشارہ کچھ تو اُن باتون کی طرف ہے جنکا ذکر اقتباس مندرجہ صدر مین آیا ہے اور جنکے متعلق صحیح رائے کا قائم کرنا ہم نے ناظرین کے خیال انصاف پر چھوڑا ہے اور کچھ جیمنی کے کرم میمانسا کی طرف ہے جسکو پورو میمانسا بھی کہتے ہین۔ اس زمانہ مین البتہ یہ خیال تھا جسکی تائید ویدون سے بھی ہوتی ہے کہ جگ اور اگنی ہوتر وغیرہ کے کرمون کو کرکے آدمی سورگ یعنی بہشت کو حاصل کرسکتا ہے اور اسکے سلئے طرح طرح کی مذہبی پابندیان جائز رکھی گئین تھین جنکو ہمارے مصنف صاحب نے وبال زندگی کہا ہے۔ جنکو یہ طریقہ پسند تھا البتہ اُن کے لئے یہہ طریقہ کھلا ہوا تھا۔ مگر ہر طرح کے خیالات کے لوگون کے لئے یہ طریقہ کچھ لازم ملزوم نہین کردیا گیا تھا۔ جو اوتر میمانسا یعنی ویدانت کے طریقہ پر چلتے تھے وہ ان افعال کو بھی باعث پابندی سمجھتے تھے۔

جب آدمی ان افعال کے اندر جکڑ بند ہوگیا تو پھر اُسکو آزادی کہان رہی اور ویدانت کی یہ تلقین ہے کہ ہم بالذات قطعاً آزاد ہین۔ ہم نے جہل سے اپنے کو مقید سمجھ لیا ہے۔ ہم کو وہ کام کرنا چاہئے جس سے ہم اپنی اُس آزادی کو جو ہمیشہ حاصل ہے اور جسکو ہم اپنے جہل سے بھول گئے ہین پھر حاصل کرین۔ بہرحال اوتر میمانسا یعنی ویدانت کی یہ تلقین ہے کہ ہم آزاد ہین مقید نہین ہین۔ ہمکو کوئی مذہبی رسم ورواج یا پابندیان مقید نہین کئے ہوئے ہین۔ اور اگر ہم مین اتنا گیان پیدا ہو جائے کہ ہم جسم نہین روح یعنی ذات مطلق ہین تو پھر یہ پابندیان قائم نہین رہتی ہین۔ لیکن جب تک ہم یہ سمجھتے رہینگے کہ ہم جسم ہین تب تک تمام عذاب و ثواب اپنا اثر ضرور ڈالینگے اور اُنکی جزا اور سزا ہم کو بھگتنی پڑیگی ایسی حالت مین شریعت کی پابندی ہم پر لازمی ہے اور افعال کے نتائج سے ہمکو رہائی نہین۔

اب دیکھنا چاہئے کہ مغربی تہذیب سے دنیا کو کیا فوائد حاصل ہوئے ہین۔ اس تہذیب کا آئڈیل بھوگ یعنی طلب لذات ہے جسکے انجام مین ضرور تکلیف ہے۔ ان لذات کے سامان بہم پہونچانے اور اُنکے لازمی نتیجہ تکلیف کو رفع کرنے کی کوششین ایسے ایجادات کے ذریعے سے کی گئی ہین جنپر زمانۂ حال کی تہذیب کو بہت بڑا ناز ہے۔ اگرچہ جیسا کہ اس سے پہلے ذکر ہوچکا ہے یہہ تکالیف باوجود ہماری کوششون کے قطعاً نہین مٹ سکتین۔ تاہم جو کوششین رفع تکلیف اور ازدیاد آسائش کے لئے کی گئین ہین اُنکے لئے دُنیا کو اُن لوگون کا ہمیشہ کے واسطے مشکور ہونا چاہئے جنھون نے اپنی عمرین ان ایجادات کے سوچنے اور اُن کو عملی شکل دینے مین صرف کی ہین اور وہ اُنکے بار احسان سے کبھی سبکدوش نہین ہوسکتی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان لوگون نے قطعاً رفع تکلیف و آسائش بنی آدم کے خیال سے ہزارون مصائب و تکالیف جھیل کر اور خود غرضی کے خیالات سے بالکل پاک رہ کر اُن ایجادون کو وضع کیا ہے جنکی بدولت دنیا آجکل ایسی سرسبز نظر آرہی ہے۔ اُنکی بے غرضی مین بالکل شبہہ نہین کیا جاسکتا کیونکہ اُنھون نے انسان کو ایک کُل سمجھکر اپنے کو اُسمین فنا کردینا چاہا ہے۔ جسطرح صوفیہ کے نزدیک فنا فی الشیخ فنا فی الرسول فنا فی اللہ کا مسئلہ ہے اسیطرح ان لوگون کی نسبت اضافاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ فنا فی القوم فنا فی الانسان تھے۔ جو لوگ تعینات کے اندر ہین اور سلسلۂ حیات کو قائم رکھنا چاہتے ہین اُنکو البتہ ان ایجادون کا ضرور ممنون و مشکور ہونا چاہئے۔ کیونکہ زندگی کے ساتھ جو تکلیف اور مصیبت لگی ہوئی ہے وہ ان ایجادون کی بدولت کچھ کم ہوئی ہے۔ گو وہ پورے طور سے رفع نہ ہوئی ہو لیکن ان سب مجازی لذات کی آخر انتہا ہے اور تکلیف بھی اُنکے ساتھ وابستہ ہے۔ کیونکہ جب کسی راحت یا حظ کے

حاصل کرنیکی کوشش کیجاتی ہے تو انجام مین اُسکا خمیازہ ضرور کسی نہ کسی قسم کی تکلیف کی شکل مین نکلتا ہے - ہر فعل کا جسکے ذریعے سے کوئی حظ حاصل کیا جاتا ہے عکس فعل لازمی نتیجہ ہے - بعض صورتون مین اس عکسِ فعل کا نتیجہ خود ہی پر پڑتا ہے اور بعض صورتون مین اپنے دوسرے ابنائے جنس پر -

مغربی فلاسفی نے تو اپنا یہ مقصد قرار دیا ہے کہ خواہ دوسرو نکو ضرر پہونچے لیکن ہم کو اپنی حیات و آسایش کی فکر کرنا چاہئے - بقائے حیات و ترقی سامان آسائش کے لئے جو جنگ ہوتی ہے اُسمین جو باقی رہ جائے وہی زندہ رہنے اور حظ اُٹھانیکے قابل ہے - برخلاف اسکے مشرقی فلاسفی کا نصب العین یہ اصول ہے کہ دوسرون کے لئے اپنے کو قربان کر دینا چاہئے اور جو کمزور ہین اُنکو زور دار بنانا چاہئے - نہ یہ کہ وہ نیست و نابود کر دئے جائین - نگاہ اخلاق سے تو ایسا فعل ہرگز جائز نہین ہوسکتا اور خاصکر اُس فلاسفی مین تو بالکل جائز نہین ہے جہان یہ مانا گیا ہے کہ مین ہی سب جاندارون مین ہون اور سب جاندار مجھ مین ہین اور کوئی جاندار مجھ سے جدا نہین - یا جسکا یہ اصول ہے کہ ایک ہی حقیقی ہستی کے کل جاندار کیا انسان اور کیا جانور مظہر ہین - پروفیسر ہکسلے بھی اگرچہ اُنکا شمار حال کے فلاسفۂ مادئین مین ہے - مشرقی فلاسفی کے اسی خیال سے ہم آہنگ ہین - چنانچہ اپنی کتاب موسومہ ”اوولیوشن و ایتھکس“ مین ایک جگہ وہ یہ لکھتے ہین جیسا کہ مین کہہ چکا ہون جسکو اخلاقاً سب سے عمدہ طریقہ عمل کہتے ہین یعنی جسکو نیکی یا حُسن اخلاق کہتے ہین اُسکے لئے ایسا طرز عمل ضرور ہے جو جمیع حیثیات سے اس طرز عمل سے مخالف ہے جس سے بقائے حیات کے لئے کائناتی جنگ مین کامیابی حاصل ہوتی ہے - ایسے طرز عمل کے لئے بجائے اسکے کہ بیرحمی کے ساتھ صرف اپنے اغراض کی محافظت کی جاسے کامل نفس کُشی کی ضرورت ہے تمام رقیبون کو ایک طرف ہٹا دینے یا اُنکا قلع و قمع کر دینے کی جگہہ یہان اسکی ضرورت ہے کہ ہر فرد نہ صرف اپنے ہم جنس کا پاس کرے بلکہ اُن کی مدد کرے - اُسکا اثر نہ صرف یہ ہونا چاہئے کہ جو سب سے زیادہ زندہ رہنے کے قابل ہے وہی زندہ رہے - بلکہ جہانتک ہوسکے جتنے اشخاص زندہ رہنے کے قابل ہون وہ سب زندہ رکھے جائین “

شاید ہمارے معترضین یہ کہہ اُٹھین گے کہ کیا آپ کے اصول پر عمل کرنے کے لئے ہم تمدن کی ابتدائی حالت یعنی وحشیون کی حالت پر پھر عود کرین جنمین تکلیف و آرام کا احساس بہت کم ہوتا ہے - اور جنکی خواہشات بھی محدود ہوتی ہین - بلاشک اگر اعلیٰ روحانیت کے ساتھ ہم اس حالت کو عود بھی کرین تو فبہا - ہمارا مقصود حاصل ہے - چاہے ہم وحشی ہی کیون نہ کہلائین اور یہ حالت اس سے تو ہزار درجہ بہتر ہے کہ ہمکو اعلیٰ درجے کی مادی تہذیب تو حاصل ہو - مگر روحانیت ہم سے مطلقاً رخصت ہوجائے - مگر یہان ہمارا ایسا کوئی مقصود نہین ہے کہ ہم اپنے مدعا کے حصول کے لئے ایک وحشیانہ حالت کو پھر عود کرین - نہین نہین مغربی تہذیب نے جتنے سامان آسائش و راحت کے اکٹھا کئے ہین اُن سب کو جمع کرنا چاہئے - لیکن اس عیش عشرت مین ہمکو اپنے تئین اسطرح منہمک نہ کر دینا چاہئے کہ ہم روحانیت کے اعلیٰ معیار سے کوسون دور ہوجائین - گیتا کا یہ بزور فرمانا ہے کہ تمام جائز بھوگون - یعنی عیشونکو بھوگو مگر نفس کو اُنسے ہٹائے رکھو - اپنے نفس پر اُنکا کوئی ناپاک اثر نہونے دو - دل سے ترک کے اعلیٰ آدرش کو برابر قائم رکھو اور راحت کی تلاش مین اپنے کو اُسکا ایسا عادی نہ بناؤ کہ تکلیف کے نازل ہونے پر تم بیچین اور بیقرار ہو جاؤ -

پربھولال

# ٹیپو سلطان

جنوبی ہندوستان کی ریاست میسور مین حیدر علی ایک بڑا مشہور اور بہادر سردار تھا جسکے حسنِ لیاقت کے باعث اس ریاست کو بڑی قوت اور وقعت حاصل ہوگئی تھی - ابتدا مین حیدر علی اس ریاست مین فوج کا کپتان تھا - مگر رفتہ رفتہ اُسکا رسوخ یہانتک بڑھ گیا کہ ۱۷۶۱ء مین وہ وہان کے راجہ اور اُسکے وزیر کو ریاست سے خارج کرکے خود سلطان بن بیٹھا اور ایک کثیر التعداد فوج اور خزانہ بہم پہونچا کر قلعہ بدرنور پر قبضہ کرلیا - اس قلعہ مین بافراط خزانہ تھا اور یہی خزانہ آیندہ لڑائیون مین اُسکے کام آیا -

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد مادھوراؤ پیشواے چہارم نے حیدر علی کے علاقہ پر یورش کی اور اسکو شکست فاش دی - بدین وجہ حیدر علی نے وہ سارا علاقہ جو شمالی سرحد پر فتح کیا تھا مرہٹون کو واپس دیدیا اور علاوہ برین ۳۲ لاکھ روپیہ نقد بطور تاوان ادا کیا - مگر اگلے سال حیدر علی نے اسکی کسر نکال لی - یعنی اسطرح کہ وہ ملیبار پر جو ایک زرخیز ملک تھا اور اُسکی ریاست کے مغرب مین واقع تھا، فوج لیکر چڑھ گیا اور اُسکا کچھ حصہ فتح کرلیا - اس موقع پر حیدر علی نے ایک نہایت قبیح بد اخلاقی کا ثبوت دیا - یعنی اُسنے جب راجہ کالی کٹ پر یورش کی تو اُس بیچارے نے قلعہ سے نکلکر اُسکی اطاعت منظور کرلی مگر اسپر بھی حیدر علی نے اُسکے شہر پر یکایک قبضہ کرکے اُسکو لوٹ لیا - اس پرزمورن (راجہ کالی کٹ) نے اس اندیشہ سے کہ کہین حیدر علی کوئی اور زیادہ بدسلوکی نہ کرے اپنے محل مین آگ لگا دی اور خود بھی وہین بھسم ہوگیا -

چار پانچ برس تک جب حیدر علی ادھر اُدھر مار دھار کرچکا اور اُن ریاستون کو تنگ کرنے لگا جو انگریزون کے زیر سایہ آچکی تھین، تو ۱۷۶۶ء مین گورنمنٹ مدراس نے حیدر علی پر حملہ کردیا - تاریخ مین یہ میسور کی اول لڑائی شمار ہوتی ہے - اس جنگ مین شروع مین تو مادھوراؤ پیشوا اور نظام دکن دونون انگریزون کے ساتھ تھے، مگر حیدر علی نے اپنی حکمت عملی سے دونون کو توڑلیا - یہانتک کہ آخر مین نظام حیدر علی کی طرف ہوکر انگریزون سے لڑنے لگا - اُسوقت انگریزی فوج کا سپہ سالا کرنیل سمتھ تھا - اُسکے پاس صرف سات ہزار کی جمعیت تھی - برخلاف اسکے حیدر علی اور نظام کی فوج کا شمار ستر ہزار تھا - بدین وجہ کرنیل سمتھ کو بڑی بھاری دقت پیش آئی - مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ حوصلہ چھوڑ بیٹھا نہین - بلکہ اُستے انجام کار مخالف کی فوج کو مقام چانگم پر پسپا کردیا اور اُسکے چند روز بعد ترنو ملی کے میدان مین اپنے دشمنون کو شکست فاش دی - یہ دونون مقام جنوبی ارکاٹ مین ہین - اس جنگ کا سلسلہ دو برس تک اور بھی جاری رہا اور اس عرصہ مین کبھی ایک کا پانسہ زبردست ہوتا تھا اور کبھی دوسرے کا - آخر حیدر علی ایکبار ایسا تنگ ہوا کہ اُسکو صلح کے لئے درخواست کرنی پڑی - مگر یہان بھی وہ اپنی چال سے باز نہ آیا - وہ سوارون کی ایک جمعیت کثیر ساتھ لیکر کرنیل سمتھ کی فوج سے بالا بالا جھمٹ پٹ کوچ کرکے مدراس کے قریب آکر کھڑا ہوگیا -

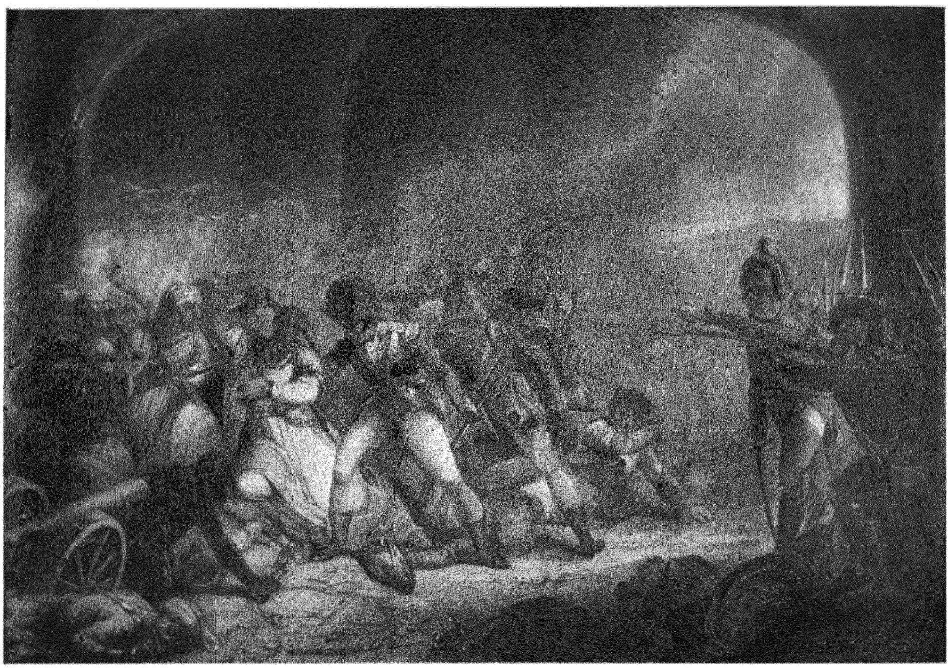

ٹیپو سلطان کا آخری معرکہ

انڈین پریس الہ آباد

اس سے مدراس کی کونسل پر اسقدر ہیبت چھا گئی کہ اُنھون نے فوراً حیدر علی سے صلح کر لی اور یہ شرط قرار پائی کہ لڑائی سے پیشتر جو صورت تھی وہی بحال رہے گی۔ اسطرح میسور کی اوّل لڑائی کا خاتمہ اس عہد نامے سے ہوا۔

۱۷۶۹ء مین مادھوراؤ پیشوا نے پھر حیدر علی پر چڑھائی کی اور متواتر شکستون سے قریب تھا کہ حیدر علی کا کام تمام ہو جائے، مگر اُسنے اسوقت مرہٹون کو اپنا سارا شمالی علاقہ اور بہت سا زر نقد دیکر اپنا پیچھا چھڑا لیا۔ لیکن چونکہ اسکے بعد مادھوراؤ کا انتقال ہو گیا اور مرہٹون مین پھوٹ پڑ گئی، اسوجہ سے حیدر علی نے جسقدر ملک و مال مرہٹون کے نذر کیا تھا اس سے بھی زیادہ آیندہ چھ سال کے عرصہ مین پھر حاصل کر لیا۔

۱۷۸۰ء مین انگریزون اور حیدر علی مین پھر لڑائی چھڑ گئی۔ یہ میسور کی دوسری لڑائی کہلاتی ہے۔ اسکی کیفیت یہ ہے کہ انگریز اسوقت مرہٹون کی اوّل لڑائی کے مخمصون مین پھنسے ہوئے تھے۔ حیدر علی نے اس موقع کو غنیمت جانا اور نظام دکن اور مرہٹون کو ہموار کیا کہ میرے ساتھ ملکر انگریزون کو کرناٹک سے نکال دو۔ اسطرح دم دیکر اور ایک بڑا لشکر ساتھ لیکر حیدر علی کرناٹک پر چڑھ گیا اور اوّل اوّل کئی معرکون مین ظفر مند ہوا۔ چنانچہ اُسنے بہت سے انگریزی قلعہ فتح کر لیے اور انگریزی فوج کو جو کرنیل بیلی کے ساتھ تھی شکست دیکر کرنیل بیلی کو مع تقریباً دو سو جوانون کے قید کر لیا۔ مجبوراً انگریزی فوج کے سپہ سالار منرو صاحب کو بھی مدراس کی طرف ہٹ آنا پڑا۔ یہان سے اُسنے سروارن ہیسٹنگز کو کمک کے لیے کلکتے خبر بھیجی، جسکے جواب مین اُنھون نے آیرکوٹ کے ہمراہ سمندر کے راستے سے فوج روانہ کر دی۔ اس فوج کے پہونچتے ہی لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ چنانچہ سر آیر کوٹ نے پورٹو نووہ۔ پالی لور اور سولن گڈھ پر تین بڑے میدان مارے اور حیدر علی کو شکست پر شکست دی۔ اگلے سال یہ جوانمرد جرنیل بیمار ہو کر چلا گیا مگر جنگ بدستور جاری رہی۔ اسمین کبھی انگریز فتحمند ہو جاتے تھے اور کبھی حیدر علی غالب آ جاتا تھا۔ آخر ۱۷۸۲ء مین حیدر علی کا یکایک انتقال ہو گیا۔

حیدر علی نے جو کچھ نام و نمود پہلے پہل حاصل کی وہ دیوان ہالی مین حاصل کیا تھا۔ اسی مقام پر ۱۷۵۳ء مین ٹیپو سلطان پیدا ہوا تھا۔ اس جگہ ایک مسلمان فقیر رہا کرتا تھا جس سے حیدر علی کو بہت عقیدت تھی اُسی فقیر کے نام پر اُسنے اپنے بیٹے کا نام ٹیپو سلطان رکھا تھا۔ ٹیپو سلطان کی والدہ کا نام فخر النسا تھا جو میر معین الدین کی دختر نیک اختر تھین۔ میر معین الدین چند سال تک کڈپہ کے صوبہ دار رہے تھے۔

حیدر علی کے دو بڑے معتمد مشیر پرنیا اور کرشنا راؤ تھے۔ جب ان لوگون کو یقین کامل ہو گیا کہ حیدر علی کا آخری وقت قریب ہے تو اُنھون نے اُسکی نازک حالت اور جلد تر آنے والی موت کو فوج پر آشکارا کرنا نہ چاہا بلکہ ہر طرح اُسکے چھپانے کی کوشش کی۔ جب حیدر علی کا انتقال ہوا تو اس غمناک واقعہ کی خبر ٹیپو سلطان کو روانہ کی جو ایک مہم پر گیا ہوا تھا اور اُسے بعجلت واپس بلایا گیا۔ حیدر علی کی لاش کو اُنھون نے خوشبوئیات لگا کر ایک صندوق مین بند کر دیا اور عام لوگون پر یہ ظاہر کیا کہ اس صندوق مین مال غنیمت ہے اور صندوق کولار بھیجدیا۔

دونون مشیرون نے حیدر علی کی وفات کو ایک راز کی مانند پوشیدہ رکھا اور کئی دن تک اس واقعہ کی خبر انگریزون کو نہونے دی۔ صرف چند معتمد افسر اس واقعہ سے واقف تھے

فوجین برابر کوچ و مقام کرتی ہوئین مغرب کیطرف بڑھتی چلی گئین اور حیدر علی کی پالکی (جسپر پردے پڑے ہوئے تھے) برابر فوج کے ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ تمام لوگ اس دھوکے مین رہے کہ حیدر علی تندرست و توانا بیٹھا ہوا ہے۔ اگرچہ لوگون کو اسکے باہر نہ آنے پر کچھ شبہ ہوا بھی مگر وہ کھلم کھلا کچھ کہہ نہ سکے۔

ٹیپو سلطان کو اپنے دلیر باپ کی بے وقت موت کی خبر چار دن کے بعد ملی۔ وہ اسوقت پینیار کے میدان مین لشکر ڈالے ہوئے تھا۔ مگر یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی اُسنے وہان سے لشکر اٹھا دیا اور کوچ کا حکم دیکر بعجلت تمام اپنے باپ کے لشکر سے جاملا جو اُسکے اور فرانسیسی سپاہ کے انتظار مین وہان پڑا ہوا تھا۔ ٹیپو سلطان جب لشکر مین پہونچا تو اُسے لوگون نے ہاتھون ہاتھ لیا۔ چارون طرف سے لوگ اُسکے استقبال کے لئے جھک پڑے۔ وہان پہونچتے ہی اُسنے معاملات کی باگ اپنے ہاتھ مین لے لی۔ نوتنے ہزار سپاہ کے علاوہ سرنگاپٹم مین اُسے ایک بڑا خزانہ ملا جو مال غنیمت سے پُر تھا۔

اب ٹیپو سلطان اپنے باپ حیدر علی کی جگہہ ریاست میسور کا فرمانروا ہوچکا تھا۔ انگریزون سے اُسکو نہایت سخت عداوت تھی اور اپنے باپ کی طرح وہ بڑا بیرحم و تندمزاج تھا معرکہ آرائی اور نبرد آزمائی مین بھی وہ حیدر علی سے کم نہ تھا۔ غرض وہ تخت میسور پر بیٹھکر ایک سال سے زیادہ عرصہ تک انگریزون سے لڑتا رہا۔ بالآخر جب انگریزی فوج اُسکے پایہ تخت سرنگاپٹم کی طرف بڑھنے لگی تو اُسنے فوراً گورنر مدراس سے صلح کرلی۔ گورنر جنرل صاحب اس صلح پر راضی نہ تھے مگر گورنر مدراس نے عہدنامہ منظور کرلیا۔ اس راضی نامہ مین یہ قرار پایا تھا کہ طرفین اپنے اپنے مفتوحات سے ہاتھ اُٹھائین۔ اسمین مدراس گورنمنٹ کا بہت نقصان ہوا۔ کیونکہ ٹیپو سلطان کی بہ نسبت انگریزون نے بہت سا ملک فتح کرلیا تھا۔ یہ عہدنامہ جس سے میسور کی دوسری لڑائی کا خاتمہ ہوا عہدنامہ منگلور کے نام سے موسوم ہے جو ۱۷۸۴ء مین مرتب ہوا۔

میسور کی دوسری لڑائی کے اختتام کے بعد ٹیپو سلطان کی حکومت اور دولت آناً فاناً بڑھتی گئی اور چھ برس کے اندر (۱۷۸۴ء لغایت ۱۷۹۰ء) اُسنے ایک تو یہ کام کیا کہ جب مرہٹون اور نظام حیدر آباد نے متفق ہوکر بڑی جرار فوج سے اُسکے ملک پر یورش کی تو اُسنے خوب مقابلہ کیا اور اُنکا کوئی داؤن نہ چلنے دیا۔ دوسرے یہ کہ کانرا کورگ اور ملیبار کے اضلاع فتح کرلئے۔ مگر وہان بڑے بڑے ظلم اور بیرحمیان کین۔ اخیر مین اُسنے ریاست ٹراونکور پر جو ہندوستان کے انتہاے جنوب مین واقع ہے حملہ کیا۔ یہان اُسنے بڑی زک کھائی۔ ٹیپو سلطان جب ٹراونکور کی سرحدی دیوار پر حملہ آور ہوا جسکو راجہ نے اپنے ملک کی حفاظت کے لئے کھینچ لیا تھا تو راجہ کی فوج نے اُسکو شکست دیکر ہٹا دیا۔ اس مرحلے مین ٹیپو سلطان کا بڑا نقصان ہوا۔ یہانتک کہ وہ خود بھی بمشکل اپنی جان بچاکر وہان سے بھاگ سکا۔ اس زک سے ٹیپو سلطان اسقدر پشیمان ہوا کہ اُسنے بدلہ لینے کا تہیہ کرلیا اور ریاست ٹراونکور کو مغلوب کرنے کے لئے بڑی بڑی تیاریان شروع کین۔ ٹراونکور بہت چھوٹی ریاست تھی اور نہین معلوم کسطرح اُسنے ایسی ہمت کی تھی کہ ٹیپو سلطان کے مقابلہ پر کھڑی ہوگئی تھی اور اسکو بھی خوش قسمتی سمجھنا چاہئے کہ اُسنے ٹیپو سلطان کو نیچا دکھا دیا۔ راجہ ٹراونکور انگریزون کا دوست تھا۔ اسلئے جب

ٹیپو سلطان نے اسکی ریاست پر دانت لگایا تو گورنر جنرل نے اسکو ٹیپو سلطان کے ہاتھ سے محفوظ رکھنے کا مصمم ارادہ کیا۔

نظام حیدر آباد نے ۸۹-۱۷۸۸ء مین ایک سابقہ وعدے کے بموجب ضلع گنتور جو دریاے کرشنا کے جنوب مین واقع ہے انگریزون کے حوالہ کر دیا اور اقرار کیا کہ مین ٹیپو سلطان کے مقابلہ مین سرکار انگریزی کو امداد دونگا۔ انگریزون کی طرف سے بھی یہ وعدہ ہوا کہ ہم جو علاقہ ٹیپو سلطان کا فتح کرینگے، اُسمین سے تمکو بھی حصہ دینگے۔ اسطرح جب نظام انگریزون کا ساتھ دینے کو تیار ہوگیا تو گورنر جنرل نے سرکار پونہ کو بھی لکھکر اسی اقرار پر اپنے ساتھ کرلیا اور جب نانا فرنویس کی معرفت یہ تحت وغیرہ ہوچکی تو لارڈ کارنوالس ۱۷۹۰ء مین فوج کی سپہ سالاری کے لئے کلکتے سے مدراس آ پہونچا اور ۱۷۹۱ء مین بنگلور کو جو ٹیپو سلطان کی مملکت مین دوسرے درجے کا مضبوط اور بڑا شہر شمار ہوتا تھا فتح کر لیا اور اسکے دو ماہ بعد ٹیپو سلطان اور اُسکی تمام فوج کو مقام اری کیرا پر کامل شکست دی۔ جب یہ سب کچھ ہوگیا تو میسور کے پایۂ تخت سرنگاپٹم کا فتح ہونا کچھ دشوار نہ تھا۔ مگر مرہٹے اپنے قول کے موافق امداد دینے کو نہین آئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انکا سردار ہری پنت جنگ مین حصہ لینا نہین چاہتا تھا بلکہ صرف لوٹنا چاہتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اُسنے اسقدر دیر لگائی کہ وقت پر نہ پہونچ سکا۔ آخر جب لارڈ کارنوالس کے پاس سامان رسد ہوچکا تو اُسکو مدراس کی جانب پلٹنا پڑا۔ یہان آکر اُسنے سال کے اخیر تک آیندہ لڑائی کے لئے خوب تیاریان کین اور کئی قلعے بھی فتح کرلئے۔

نیا سال شروع ہوتے ہی لارڈ کارنوالس پھر سرنگاپٹم پر چڑھ گیا اور قریب تھا کہ اُسکو فتح کرلے کیونکہ وہ اُسکی بیرونی فصیل پر قبضہ کرچکا تھا۔ مگر ٹیپو سلطان نے اُسکے شرائط منظور کر کے صلح کرلی۔ وہ شرطین یہ تھین کہ ٹیپو سلطان اپنا آدھا ملک اور تین کرور روپیہ نقد انگریزون کو دے اور تیس لاکھ روپیہ مرہٹون کے حوالہ کرے اور اپنے دو بیٹے بطور یرغمال انگریزون کے سپرد کرے۔ اگرچہ نظام اور مرہٹون کی سپاہ نے اس لڑائی مین کچھ کام نہین دیا تھا۔ بلکہ دغابازی کر کے ٹیپو سلطان سے خط و کتابت جاری رکھی تھی، اسپر بھی لارڈ کارنوالس نے اپنے عہد کا ایفا کیا اور ملک مفتوحہ مین سے اُنکو حصہ دیا۔ اس لڑائی مین اضلاع وندیگل، بڑا محال اور ملیبار انگریزون کے ہاتھ آئے اور علاقہ کورگ اُنھون نے اُسکے راجہ کو دیدیا۔ اسطرح ۱۷۹۲ء مین میسور کی تیسری لڑائی کا خاتمہ ہوا۔

جب انگریز اس جنگ مین اول سے آخر تک کامیاب رہے تو اس سے لارڈ کارنوالس کی بڑی نیکنامی ہوئی یہانتک کہ اسکو مارکوئیس کا خطاب عطا کیا گیا۔

جب لارڈ ولزلی ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہوکر آیا تو اُسوقت کئی ہندوستانی ریاستون نے سرکار کی مخالفت پر ایکا کر رکھا تھا۔ مگر لارڈ ولزلی دشمنون پر غالب آیا اور سارے خوف و خطر مٹ گئے۔ لارڈ ولزلی نے اول تو نظام حیدر آباد کو گانٹھکر سب سڈی ایری سسٹم[۱] قاعدے

---

[۱] سرکار انگریزی اور ہندوستانی ریاستون کے باہم جو ایک رابطہ قائم ہے وہ سب سڈی ایری سسٹم (امدادی انتظام) کہلاتا ہے۔ اس قاعدے کو جب کوئی ریاست عہدنامے کے رو سے منظور کرتی تھی، تو وہ سرکار انگریزی کی حکومت کو ہندوستان کی ساری حکومتون پر غالب مانتی تھی اور سرکار اُسکی حفاظت اور سلامتی کی ذمہ دار ہوجاتی تھی۔ اُس ریاست کیطرف سے یہ بھی اقرار ہوا کرتا تھا کہ ہم سرکار انگریزی کی منظوری کے بغیر نہ کسی سے جنگ کرینگے نہ صلح اور اپنے یہان کنٹنجنٹ فوج رکھین گے اور اُس سے ضرورت کے وقت سرکار کی مدد کرینگے۔ یہی اس انتظام کی بڑی شرائط تھین مگر حسب موقع و محل اسمین تغیر و تبدل بھی ہوجاتا تھا۔ اوّل اول یہ قاعدہ سر ولرن ہیسٹنگز نے نواب اودھ کے ساتھ برتا تھا۔ بعد ازان لارڈ ولزلی نے تمام ہندوستانی ریاستون کے ساتھ اسی قاعدہ پر رابطہ قائم کیا۔ اس سے پیشتر جو طریق جاری تھا، اُسکی علت غائی یہ تھی کہ ہندوستانی ریاستون کی قوت ایسی برابر رہے کہ ایک دوسرے سے زیادہ یا کم ہونے پائے۔ مگر یہ نیا قاعدہ اس سے عمدہ تھا اور اب جا بجا اُسی کے مطابق عمل درآمد ہوا۔

کے مطابق اُس سے عہدنامہ کر لیا۔ چنانچہ نظام نے ٹیپو سلطان کے مقابلے پر انگریزون کی امداد کے لئے ایک بڑی فوج بھیجی جسکا سپہ سالار کرنیل ولزلی[1] مقرر ہوا۔ اسکے بعد گورنر جنرل بذات خود مدراس چلا آیا۔ اس لڑائی مین گورنر جنرل کے اسقدر ہمہ تن مصروف ہونے کا ایک خاص سبب یہ تھا کہ فرانس کا نامی گرامی فاتح نپولین بوناپارٹ اسوقت مصر مین جنگ کر رہا تھا اور ٹیپو سلطان نے انگریزون کو ہندوستان سے نکال دینے کے لئے برملا اُس سے مدد مانگی تھی۔ ان وجوہ کے باعث لارڈ ولزلی کمال سرگرمی کے ساتھ اس لڑائی کی تیاری مین مصروف تھا۔ پس اُسنے حکم دیا کہ دو فوجین دو طرف سے میسور پر حملہ کرین۔ غرض ان دونون فوجون نے ٹیپو سلطان کی خوب خبر لی اور اسکو پے در پے شکست دی اور بڑھتے بڑھتے دونون فوجین میسور کے پایۂ تخت سرنگاپٹم پر جا پہنچین اور اُسکا محاصرہ کر لیا۔

اب ٹیپو سلطان کے اوسان خطا ہو گئے اور اُسکے دل پر خوف وہراس نے اپنا تسلّط جما لیا۔ کبھی تو وہ فال کُھلواتا اور نجومیون سے دریافت کرتا تھا اور کبھی مسجدون مین دعائین منگواتا اور مندرون مین پوجا کرواتا تھا۔ جب کچھ پیش نہ گئی تو پھر صلح کا پیغام بھیجا۔ اس موقع پر جنرل ہیرس نے جو شرطین پیش کین وہ بہت سخت تھین اور اُنکو منظور کرنے مین ٹیپو سلطان لیت ولعل کرنے لگا۔ اسوقت وہ سارے فنون سپاہگری اور عہد وپیمان کے ڈھنگ بھول گیا تھا۔ اُسکے ہوش وحواس بجا نہ تھے۔ انگریزی فوج برابر اپنا کام کئے جاتی تھی اور شدّت کے ساتھ سرنگاپٹم کی لوہا لاٹ فصیلون اور گنبدون پر برابر گولہ برسا رہی تھی۔ آخر ۳ مئی ۱۷۹۹ء کو فصیل مین شگاف ہو گیا۔ اور جنرل بیرڈ (جو وہان چار سال تک قید رہ چکا تھا) اگلے روز علی الصباح فوج لیکر فصیل پر چڑھ گیا اور بات کی بات مین انگریزی جھنڈا فصیل کے شگاف مین جاکر گاڑ دیا۔ فوج کے دو پرون نے دو طرف سے دھاوا کیا اور راستے مین جو کچھ سدراہ ہوا اُسپر فتح پاکر اور میسور کی فوج کے ایک بہادر دستے کو مغلوب کرکے دونون فوجین شہر کے مشرقی دروازے پر آملین اور شہر سر ہو گیا۔

جسوقت انگریزی جھنڈا قلعہ کی فصیل پر نصب ہو گیا اُسوقت ٹیپو سلطان کی عجیب کیفیت تھی وہ ایک نرغے مین پھنس گیا اور اُسکے ہوش وحواس بجا نہ رہے۔ وہ کوشش کرکے آگے بڑھتا گیا کہ کسیطرح قلعہ کے اندر داخل ہو جاسے۔ مگر پیچھے سے اُسکی فوج نے پھاٹک پر باڑھین مارنا شروع کین اور ایک گولی اُسکے سینے مین لگی جس سے وہ سخت زخمی ہو گیا۔ ٹیپو سلطان زخمی ہوکر بھی آگے ہی بڑھتا گیا۔ مگر ایک گولی پھر اُسکے سینے مین سیدھی طرف سے آکر لگی اور ساتھ ہی اُسکا گھوڑا بھی زخمی ہوکر گر پڑا۔ اُسکے چند وفادار اور نمک حلال رفقا نے اُسے اُٹھاکر پالکی مین ڈال دیا اور درخواست کی کہ وہ اپنی حالت سے انگریزی فوج کو آگاہ کر دے تاکہ وہ کوئی مزید کارروائی نہ کرے بلکہ اُس سے بہ حُسن سلوک پیش آئے لیکن اُسنے اُنکی اس بات کو منظور نہ کیا لہذا اُسکی پالکی وہین پھاٹک کے اندر رکھی رہی۔ تھوڑی دیر بعد وہان چند انگریزی سپاہی آ گئے۔ اُنمین سے ایک نے اسکا زرین پٹکا چھیننا چاہا۔ اسپر ٹیپو سلطان نے ایک ہاتھ تلوار کا مارا جس سے اُسکے گھٹنے مین ایک زخم آگیا۔ اس زخمی سپاہی نے غضبناک ہوکر ٹیپو سلطان پر بندوق سر کر دی اور فی الفور اسکا مرغ روح قفس تن سے پرواز کر گیا۔

[1] کرنیل ولزلی (برادر لارڈ ولزلی) ایک نامی سپہ سالار تھا۔ اُسنے آیندہ اپنی شمشیر کے زور سے کمال ناموری حاصل کی۔ یہانتک کہ ڈیوک آف ولنگٹن کے خطاب سے ممتاز ہوا۔

ٹیپو سلطان ہلاک ہوگیا- محاصرین اور محصورین آپسمین مصروف جنگ رہے - مگر اُسکے مرنے کی خبر بہت دیر تک مشہور نہوئی- اسی اثنامین انگریزی فوج نے تمام مورچون اور فصیلون کے بیرونی حصّون پر قبضہ کرلیا- لیکن ٹیپو سلطان کی سپاہ نے کچھ مقابلہ نہ کیا- اسپر جنرل بیرڈ کو کچھ شبہ ہوا اور اُسنے پتہ لگانا شروع کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ٹیپو سلطان کی فوج مقابلہ نہین کرتی- جنرل بیرڈ نے میجر ایلین (کوارٹر ماسٹر جنرل) کو ٹیپو سلطان کے محل کیطرف صلح کا جھنڈا لیکر بھیجا تاکہ وہ مقابلہ نہ کئے جانے کا سبب دریافت کرے- اُسنے بہت دیر بعد لوٹ کر جواب دیا کہ لوگون مین چرچا ہو رہا ہے کہ پھاٹک پر ٹیپو سلطان کے ایک زخم کاری لگا تھا-

یہ خبر سُنتے ہی جنرل بیرڈ نے مقتولین مین اُسے تلاش کرایا تو اسکی لاش ملگئی- اگرچہ اُسکی تلوار زرین پٹکا اور دیگر چیزین تو دستیاب نہین ہوئین تاہم اُسکے راست بازو پر ایک تعویذ بندھا ہوا تھا جسمین آیات قرآنی لکھی ہوئین تھین، اُسی سے اُسکو شناخت کرلیا گیا- اسوقت تک اُسکا جسم گرم تھا- آنکھین کُھلی ہوئی تھین اور صورت مین کوئی تبدیلی واقع نہوتی تھی- اُسکے جسم پر تین زخم آئے تھے اور کنپٹی مین ایک گولی سما گئی تھی- جنرل بیرڈ نے اُسکی لاش کو پالکی مین رکھوا کر اُسکے محل مین بھجوا دیا-

دوسرے دن ٹیپو سلطان کا جنازہ قلعہ سے لال باغ مین پہونچایا گیا جہان وہ اپنے شیر دل باپ حیدر علی کے پہلو مین دفن کردیا گیا- اُسکے جنازہ کے ساتھ انگریزی فوج کی چار کمپنیان تھین اور جنازہ اُسکے خادمون کے کندھے پر تھا- اسکا بیٹا شہزادہ عبدالخالق جنازہ کے ہمراہ گیا تھا اور اسکی ہمراہی مین اُسکے اراکین سلطنت اور افسر بھی تھے- جسطرف سے جنازہ گزرا تھا، مسلمانون کا ایک ہجوم تھا اور سب کے چہرون سے غم کے آثار نمایان تھے- جب جنازہ لال باغ کے پھاٹک پر پہونچا تو فوج نے سلامی اُتاری- قاضی نے نماز جنازہ پڑھی اور جب لاش دفن ہوچکی تو بارہ ہزار روپیہ مُلّاؤن اور غریبون کو جو جنازہ کے ہمراہ گئے تھے تقسیم کیا گیا-

اسکے بعد ٹیپو سلطان کے بیٹون کو قید کرلیا گیا اور اُنمین سے جو بالغ ہوگئے تھے، اُنکو مع اُنکے خاندان کے ویلور بھیجدیا گیا- بعد مین اُنمین سے بعض اس سازش کے بانی قرار دئے گئے جسکے باعث انگریزی فوج مقیم ویلور نے ۱۸۰۶ء مین غدر کردیا تھا اور اس جرم مین اُنکو کلکتہ بھیجدیا گیا-

اس خاندان مین سے ایک شہزادہ جسکا نام شہزادہ غلام محمد تھا بہت سخی فیاض اور مہمان نواز تھا- اُسکی یہ باتین اور منکسر مزاجی اور ہمدردیان ابتک لوگون کو یاد ہین- وہ کلکتہ مین جسٹس آف دی پیس کے منصب پر مامور تھا- اُسنے میسور کے غریبون اور مفلسون کی امداد کے لئے ایک فنڈ بھی جاری کیا تھا کچھ عرصہ ہوا کہ اُنکا انتقال ہوگیا ہے-

ٹیپو سلطان کی وفات کے بعد جنرل بیرڈ نے خاص خاص امراء کے مکانات پر حفاظتی پہرے مقرر کردئے جنھون نے اپنی جان و مال کی حفاظت کے بدلے مین اطاعت قبول کرلی شاہی محل پر بھی ایک حفاظتی پہرہ بٹھا دیا- ٹیپو سلطان کے محل مین انگریزون نے بہت چیزین پائین، جنکی مالیت ۱۶ لاکھ روپیہ بتائی جاتی ہے- مزید برآن نو لاکھ جواہرات بھی انگریزون کے ہاتھ لگے- مال و زر کے علاوہ ۹۲۹ توپین بھی دستیاب ہوئین- کتب خانہ مین جو قلمی کتابین ملین اُنکی تفصیل حسب ذیل ہے:

قرآن ۴۴ جلدین - تفاسیر ۱۴ - نماز کی کتابین ۳۵ - حدیث کی کتابین ۴۶ - علم الٰہی کی کتابین ۱۹ - صوفی مذہب کی کتابین ۱۱۵ - علم اخلاق کی کتابین ۴۴ - علوم و فنون کی کتابین ۱۹ - فلسفہ کی کتابین ۵۴ - علم ہیئت کی کتابین ۲۴ - علم ریاضی کی کتابین ۷ - علم طب کی کتابین ۶۲ - تاریخ کی کتابین ۱۱۸ - خطوط نویسی کی کتابین ۵۳ - علم عروض کے رسالے ۱۹۰ - ہندی اور دکھنی زبان کے دیوان ۲۳ - دکھنی زبان کی نثر کی کتابین ۴ - ترکی زبان مین نثر کی کتابین ۲ - قصے کہانیان ۱۸ - علم فقہ کی کتابین ۹۵ - صرف ونحو کے رسالے ۵۴ - لغات ۲۹ - انمین سے کچھ کتابین تو انکا بیجاپور اور گولکنڈہ کی تھین - مگر زیادہ تر یہ چتوڑ - سوانور اور کڈاپا کی لوٹ مین ہاتھ لگی تھین - انمین سے قرآن تو قلعۂ ونڈسر (لنڈن) کے کتب خانہ مین بھیجدئے گئے اور باقی کتابین کتب خانہ فورٹ ولیم کلکتہ مین داخل کر دی گئین -

اس محاصرہ مین جو میسور کی چوتھی اور آخری لڑائی کے نام سے مشہور ہے، میسور کی تقریباً آٹھ ہزار سپاہ ہلاک ہوئی تھی - انگریزون کی طرف سے ۸۹۲ یورپین مارے گئے اور زخمی ہوئے - مزید برآن ۶۵ افسر اور ۶۳۹ دیسی سپاہی کام آئے - انگریزی مقتولین کی تعداد کی زیادتی کی یہ وجہ ہے کہ حملہ کرنے والی فوج مین آگے یورپین ہی ہوتے تھے -

لارڈ مارننگٹن نے فتح کے بعد بڑی عقلمندی کے ساتھ ٹیپو سلطان کے ملک کی تقسیم کی، نصف ملک تو نظام اور مرہٹون کو دیدیا اور نصف انگریزی علاقہ مین شامل کر لیا۔ اس نصف علاقہ کی آمدنی ۵ لاکھ ۳۷ ہزار سکۂ میسور تھی اور میسور کا ایک روپیہ ہندوستان کے تین سرکاری روپیون کے برابر ہوتا تھا - رہا وہ ملک یعنی میسور خاص جسکا اصلی فرمانروا ایک ہندو راجہ تھا جسے حیدر علی نے ۱۷۶۱ء مین معزول کر کے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ مین لے لی تھی، وہ اُس راجہ کو بخش دیا گیا -

اُس راجہ کو میسور خاص کی حکمرانی اس شرط پر عطا گئی تھی کہ وہ انگریزون کو سات لاکھ سکۂ میسور سالانہ بطور خراج دیا کرے اور اُسکے دربار مین انگریزون کا ایک رزیڈنٹ رہے اور نیز معاملات ملکی کی نگرانی انگریزون کے ہاتھ مین رہے اور جزیرہ سرنگاپٹم انگریزون کے حوالہ کر دیا جاے - یہ شرائط "راجہ چکا کرشنا راج" اور "رانیہ چام راج" کی بیواؤن نے منظور کین جسکا ثبوت اُس خط سے ہو سکتا ہے جو ان دونون کی طرف سے بھیجا گیا تھا:-

"ہمین بہت خوشی ہوئی کہ سرکار انگلشیہ نے ہمارے نابالغ لڑکے کو میسور ناگر اور اُسکے ماتحت سردارون کے ملک کی حکمرانی عطا کی ہے اور پرنیا کو اُسکا دیوان مقرر کیا ہے - ہمارے ہاتھ مین اس ملک کی حکمرانی دوبارہ ۴۰ سال کے بعد آئی ہے - جبتک آفتاب و ماہتاب قائم ہین، ہم سرکار کے خلاف کوئی کام نہین کرینگے، بلکہ اپنے تئین ہمیشہ تمہارا فرمانبردار سمجھینگے اور تمہین اپنا محافظ خیال کرینگے - تمہاری یہ عنایت ہم اور ہماری اولاد نسلاً بعد نسلٍ یاد رکھیگی - ہماری اولاد انگریزی حکومت پر امداد کا بھروسہ رکھے گی اور اُس سے ہمیشہ محبت کرے گی -"

- دستخط - رانی لچھمی امانی - رانی دیواجی امانی

اسکے بعد نابالغ راجہ کو میسور کے تخت پر بٹھا دیا گیا - وہ مدت العمر اس ریاست پر حکمران رہا - ٹیپو سلطان کے افرادِ خاندان کے لئے سرکار انگریزی کی طرف سے معقول وثیقے مقرر کردئے گئے - ٹیپو سلطان اور حیدر علی کے مقبرون کا خرچ اب تک سرکار انگلشیہ کی طرف سے دیا جاتا ہے -

ٹیپو سلطان کے عادات وخصائل اُسکے باپ کے عادات وخصائل کے بالکل برعکس تھے وہ شیر دل، شہسوار اور بڑا اچھا نشانہ باز تھا۔ مگر اسمین اُسکے باپ کی سی جنگی قابلیت نہ تھی۔ فن حرب سے بھی وہ ایسا واقف کار نہ تھا جیسا کہ اُسکا باپ تھا۔ گو وہ خود ایک بے اعتبار شخص تھا۔ مگر اپنے سپہ سالار کی ذات پر بھروسہ نہین کرتا تھا۔ البتہ اپنے سردارون کو خطابات بہت دیا کرتا تھا۔ وہ مغرور بھی بہت تھا اور اُسکا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ نماز جمعہ مین شاہان مغلیہ کے نام کی جگہہ وہ اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا کرتا تھا اور لوگون سے کمتر درجہ کے لوگون کے شایان شان الفاظ مین گفتگو کرتا تھا۔

۱۷۸۶ء مین اُسنے بادشاہ کا لقب اختیار کیا تھا۔ لیکن اپنے باپ کو ہمیشہ شاہزادہ ہی کہا کرتا تھا۔ وہ اپنی مملکت کو "مملکت خداداد" کے نام سے یاد کرتا تھا اور اپنے لشکر کو "لشکر مقدس" کہا کرتا تھا۔ وہ گاہے گاہے اپنی ذات کو "شیر مملکت خداداد" کہا کرتا تھا۔

ٹیپو سلطان کو نئی نئی ایجادون کا بڑا شوق تھا۔ وہ اکثر صوبون کے نام بدل بدلکر رکھا کرتا تھا اور پرانے رسوم کی جگہہ نئے رسوم قائم کرتا تھا۔ اُسکے یہ عادات لوگون کو پسند نہ تھے۔ کیونکہ ہندوستان کے باشندے عموماً "لکیر کے فقیر" اور رسوم قدیمہ کے دلدادہ ہوتے ہین۔ انکے مقابلے مین وہ بہتر سے بہتر نئے رسوم کو قبول نہین کرتے۔

ٹیپو سلطان نے امور مملکت اور دیگر بہت سی باتون مین اصلاحین کین۔ آج کل انگریزی قاعدہ کے مطابق دو میل کا ایک کوس سمجھا جاتا ہے لیکن ٹیپو سلطان نے ۲ ۱/۳ میل کا ایک کوس مقرر کیا کہ محمدی کلمہ مین چوبیس حروف ہین اسلئے کوس بھی ۲۴ ہی کے عدد کا تابع ہو۔ اُسنے ڈاک کے ہرکارون کو حکم دے رکھا تھا کہ اگر وہ ۳۳ ۱/۳ منٹ مین ایک کوس فاصلہ طے نہ کریگا تو اُسکے بید لگوائے جائین گے۔ ٹیپو سلطان نے اوزان مین بھی تبدیلی کر دی تھی اور وقت کے شمار کرنے کا ایک عجیب وغریب قاعدہ جاری کیا تھا۔ اہل ہند ساٹھ برس کا ایک دور قرار دیتے ہین اور ہر سال کو ایک نیا نام دیتے ہین۔ اُسنے بھی اسی قاعدہ کے مطابق ہر سال کا ایک علیحدہ نام رکھا۔ اُسنے سال مین ۳۵۴ ہی دن رکھے اور ہر مہینے کا نام ابجد کے قاعدے سے رکھا گیا۔ اُسنے یہ قاعدہ ۱۷۹۲ء مین جاری کیا اور اُسوقت سے لیکر آخر تک اُسکے خطوط اور کاغذات سرکاری مین اس نئے قاعدے کا عملدرآمد پایا جاتا ہے۔ ٹیپو سلطان ہر فن مولا تھا اور تمام علوم وفنون مین اعلیٰ دستگاہ رکھنے کا دعویٰ رکھتا تھا لیکن جانتا بہت کم تھا۔ سائنس، علم ادب، تجارت، مذہب، انجینیری، فن حرب وغیرہ سب مین کچھ نہ کچھ دخل رکھتا تھا۔ فارسی زبان مین اُسے خوب مہارت تھی اور آسانی کے ساتھ اُسے لکھ پڑھ سکتا تھا۔ سلطنت کا سارا کام وہ اپنی نگرانی مین کراتا تھا اور خود بھی منشیون کی طرح تحریر کا کام کرتا تھا۔

اُسنے ایک عجیب قسم کا سکہ جاری کیا تھا جسکے ایک طرف کلمہ محمدی لکھا جاتا تھا اور دوسری طرف صیغہ واحد غائب مین لفظ "سلطان" ہوتا تھا جس سے خواہ ٹیپو سلطان مراد لو اور خواہ خدا۔ اس سکہ کے اجرا سے اُسکی غرض دین محمدی کی اشاعت تھی تاکہ لوگون کے پیش نظر کلمہ محمدی رہنے سے اُنکے دلون مین اسکو قبول کرنے کی رغبت پیدا ہوسکے۔ یہی سکہ اُسنے شاہ عالم فرمانروائے دہلی کی خدمت مین بطور نذر روانہ کیا۔ مگر شاہ عالم اِس سے ناخوش ہوگیا۔ ٹیپو سلطان نے اُس سے

معافی مانگی اور کہلا بھیجا کہ وہ روپیہ محض آپ کی منظوری کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔

ٹیپو سلطان نے ایک جنگی قانون مرتب کیا تھا۔ جسمین اُسنے جنگی فنون، قواعد، مشق جنگ، محاصرہ، سلامی، رخصت اور تنخواہ وغیرہ امور کے متعلق قواعد منضبط کئے تھے۔

ٹیپو سلطان کے فرمان مجریہ ۱۷۸۳ء کے موافق فوج کی ترتیب یون قرار دی گئی تھی:۔

پیادہ و لشکر۔ اسکے پانچ ڈویژن کئے گئے تھے اور ہر ڈویژن مین ۷۲ رجمنٹ ہوتی تھین اور ہر رجمنٹ مین ۳۹۲ آدمی ہوتے تھے۔ ہر رجمنٹ کے ساتھ آتشی ہوائیان چھوڑنے والی ایک کمپنی رہتی تھی۔

سوارون کا لشکر۔ اس لشکر مین تین قسم کے سوار تھے (۱) قواعد دان سوار (۲) اسلحہ دار سوار (۳) قزاق سوار۔ انمین سے قواعد دان سوارون کے تین ڈویژن تھے اور ہر ڈویژن مین چھ رجمنٹ تھین اور ہر رجمنٹ مین ۳۷۶ لڑنے والے سوار رکھے گئے تھے۔ قواعد دان سوارون کو چھوڑکر اسلحہ دار سوارون کی تعداد ۹ ہزار تھی اور قزاق سوار شمار مین ایک ہزار تھے۔

ٹیپو سلطان نے ۱۷۹۶ء مین گیارہ اشخاص کی ایک مجلس مقرر کرکے اُسکے سپرد بحری فوج کے قائم کرنے کا انتظام کر دیا تھا اور ان ہی لوگون کی ماتحتی اور انکی منظوری سے ۲۳ امیر البحر مقرر کئے گئے تھے۔ اُسنے ۲۰ جنگی اور ۲۰ بڑے جہاز تیار کئے جانے کا حکم جاری کیا اور جنگی جہازون کے دو درجے قائم کئے یعنی دوسرے قسم کے جہازون مین ہر ایک جہاز مین اوّل قسم کی ۶۲ توپین اور بڑے جہازون مین ہر جہاز مین ۶۴ توپین۔ امیر البحر کی تنخواہون کے علاوہ گھوڑے کا خرچ بھی منظور کیا گیا اور امیر البحر اعظم کی دعوت کا خرچ بھی مقرر کیا گیا۔ جہاز بننا شروع ہو گئے لیکن اُنسے کام لینے کی نوبت نہ آئی اور ٹیپو سلطان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

ٹیپو سلطان کی سب سے معقول اصلاح انسداد مُسکرات تھی۔ اُسنے اپنی قلمرو مین مُسکرات فروخت نہ کرنے کا حکم جاری کر دیا تھا اور مُسکرات فروخت کرنے والون کو حکم دیا تھا کہ وہ کوئی اور پیشہ اختیار کرین۔

اُسنے ایک عجیب وغریب فرمان کل مسلمانان ہند کے نام جاری کیا تھا جسمین اُنسے یہ درخواست کی گئی تھی کہ مومنون پر واجب ہے کہ مرتدون کی حکومت سے نکلکر اس ملک مین آبسین تاکہ سب مشترکہ کوشش کرکے ہندوستان مین اسلام کا جھنڈا نصب کرسکین۔ جو لوگ ایسا کرینگے اُنکی جان ومال اور عزت کا لحاظ کیا جائے گا اور ہر طرح پر اُنکو امداد دی جائیگی۔

ٹیپو سلطان کی مملکت مین محکمہ مالگذاری بھی تھا لیکن جوڈیشیل محکمہ نہ تھا۔ محکمہ مالگذاری کے افسر (جو ہر ضلع مین مقرر تھے) اپنی مرضی کے مختار تھے اور جو جی مین آتا تھا کرتے تھے۔ لوگ بھی ڈر کے مارے اُنکی شکایت ٹیپو سلطان سے نہ کرتے تھے۔ خود ٹیپو سلطان بھی جنگ وجدل کے باعث تمام محکمون کی نگرانی اچھی طرح نہین کرسکتا تھا۔

ٹیپو سلطان ایک محکمہ سے خاص دلچسپی رکھتا تھا یہ جاسوسون کا محکمہ تھا۔ ہر سرکاری دفتر، ہر امیر اور ہر بازار مین جاسوسون کا پہرا رہتا تھا جنکے ذریعے اُسکو تمام باتین معلوم ہو جاتی تھین۔ ایک امیر کو دوسرے امیر کے گھر جانیکی سخت ممانعت تھی۔ ٹیپو سلطان کے جور وظلم حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ یہان تک کہ وہ خطون مین بھی اپنے افسرون کو اسکے

متعلق فہمائش کیا کرتا تھا - ثبوت کے طور پر چند خطوں کا انتخاب کیا جاتا ہے جو اُسنے مختلف موقعوں پر اپنے افسروں کو لکھے تھے

وہ خط جو ٹیپو سلطان نے محاصرہ مارکنڈہ کے وقت اپنے سپہ سالار کے نام لکھا تھا:-

"اگر تمھین مجبوراً قلعہ پر حملہ کرنا پڑے تو جو ذی روح تمہارے سامنے آئے اُسے فوراً تہ تیغ کردو - عورت، مرد، لڑکا - لڑکی، کُتا، بلی، خواہ کوئی ہو ہرگز جینا نہ چھوڑنا - لیکن قلعہ کے سپہ سالار کا اور پنڈت کو قتل نہ کرنا"

وہ خط جو ٹیپو سلطان نے افسر کورگ کے نام لکھا -

"تم کورگ پر خوب جوش و خروش کے ساتھ حملہ کرو - اور تمام لوگون کو یا تو قتل کر دو اور یا قید کر لو اور مستورات اور بچون کو مسلمان بنالو"

جب ضلع کنار کے مقام سُد یا مین بغاوت ہوئی تو ٹیپو سلطان نے اپنے سپہ سالار بدر الزمان کے نام یہ خط لکھا تھا -

"کوئی دس سال ہوئے کہ اس شہر کے ہر ایک درخت مین دس دس پندرہ پندرہ آدمیون کو پھانسی دی گئی تھی - مگر اُسوقت سے ابتک یہ درخت منتظر کھڑے ہین اور لوگون کو انھین پھانسی نہین دیجاتی - اسلئے تمکو چاہیئے کہ جو لوگ سرغنۂ بغاوت ہین اُنکو ان درختون مین پھانسی دیدو"

خط جو اُسنے کالی کٹ کے حاکم ارشد علیخان کو ڈاکوؤن کی سرکوبی کے متعلق لکھا تھا -

"جسطرح پہلے رہزنون اور لوٹیرون کو قتل کیا گیا تھا اُسیطرح یہ اب بھی قتل کئے جائین - لیکن صرف سرغنہ قتل کئے جائین، باقیون کو قید کر لیا جاے - مگر سرکشون کی سب سے بہتر سزا یہ ہے کہ خواہ وہ کالے کُتے ہون خواہ گورے، اُنھین قید کرکے سرنگاپٹم کو روانہ کیا جاے"

ٹیپو سلطان اپنے باپ حیدر علی کے مانند فیاض نہ تھا بلکہ بخیل تھا - اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ فوج کو وردی تک بھی دینے سے کڑ کڑاتا تھا - اگرچہ حیدر علی بھی قیدیون کے ساتھ سختی برتا کرتا تھا مگر اُنھین پیٹ بھر کے کھانے کو دیتا تھا - لیکن ٹیپو سلطان قصداً اُنکی جان لیتا تھا - حیدر علی نے کھانڈے راؤ کو ایک قفس مین قید رکھا تھا، ٹیپو سلطان نے بھی اس سزا کو برقرار رکھا بلکہ اسقدر اضافہ کر دیا کہ ایسے قیدیون کو پاؤ بھر چاول اور نمک کھانے کو ملتا تھا، جسکے باعث وہ سوکھ سوکھ کر مر جاتے تھے -

مجرمون کو ایک اور قسم کی بھی سزا دیجاتی تھی - ایک چوبی گھوڑا تھا جسکے اوپر زین کسا ہوتا تھا - مجرم کو اُسپر بٹھا کر باندھ دیا جاتا تھا اور پھر وہ کل گھمائی جاتی تھی جو گھوڑے مین لگی ہوتی تھی جسکے باعث مجرم ایک شکنجہ مین پھنسکر ہلاک ہوجاتا تھا - ایک اور سزا بھی دیجاتی تھی - وہ اسطرح کہ ٹیپو سلطان مجرمون کے ہاتھ پاؤن زور سے ایک رسّی سے بندھوا دیتا اور پھر اُسے ہاتھی کے پاؤن سے بندھوا کر ناہموار زمین پر ہاتھی کو دوڑایا جاتا اور اسطرح خدا کے بندون کی جان لیجاتی تھی - کبھی کبھی مجرمون کے ناک اور کان کٹوا کر چھوڑ دیا جاتا تھا - بعض دفعہ مجرمون کو شیرون کے آگے بھی ڈلوا دیا جاتا تھا -

ٹیپو سلطان کا حلیہ یہ تھا، خوبصورت ہاتھ پاؤن، سُتوان ناک، بڑی بڑی اور روشن آنکھین، گردن چھوٹی اور موٹی، جسم فربہ - اُسکے ڈاڑھی نہ تھی - وہ بڑا حیادار تھا - کبھی کسی نے سوا اُسکے پیر دان، کلائیون اور ٹخنون کے اُسکے جسم کا کوئی حصہ نہین دیکھا - غسل کرتے وقت وہ اپنے جسم کو سرتاپا ڈھانپے رہتا تھا -

ٹیپو سلطان اپنے باپ کے خلاف سادہ لباس زیب بدن کرتا تھا اور اس قسم کا لباس اپنے سردارون کے لئے بھی روا رکھا تھا۔ لیکن سیر و سیاحت کے وقت زرق برق پوشاک استعمال کرتا تھا۔

ٹیپو سلطان کا نام ٹیپو اسلئے رکھا گیا تھا کہ اسکے باپ کا نام حیدر تھا اور حیدر شیر کو کہتے ہین، اسلئے کناری زبان کا لفظ ٹیپو اسکے نام کے لئے استعمال کیا گیا جسکے معنی بھی شیر کے ہین۔ اُسے شیر کا شوق بھی تھا۔ اُسکے محل کے آگے چند شیر پا تو کٹہرون مین بند رہتے تھے اور بار بچیرون سے جکڑے ہوئے ہوتے تھے۔ اُسنے فوج کی وردی پر بھی شیر کی تصویر بنوائی تھی تخت مین بھی شیر کا طلائی سر لگایا گیا تھا اور شیر کے سر کے اوپر ہما کی صورت بنائی گئی تھی جسکے بازوؤن مین بیش قیمت جواہرات جڑے گئے تھے اور چتر شاہی کی جگہہ ہما کے بازو کام دیتے تھے اُسنے اپنے ہتھیارون پر یہ جملہ کندہ کرایا تھا "اسد اللہ الغالب"۔

ٹیپو سلطان اگرچہ بڑا باتونی تھا، مگر اپنے باپ حیدر علی کے مانند لغو باتین نہین کرتا تھا بلکہ کسی مفید مضمون پر اپنے درباریون کے ساتھ گفتگو کیا کرتا تھا۔ چونکہ اُسے اپنے افسرون پر اعتبار و اعتماد نہین تھا، اسلئے فوج کے لوگون کے سوا سب لوگ اُس سے ناخوش رہتے تھے۔ اپنے مظالم کے لحاظ سے ٹیپو سلطان، نادر شاہ، اور علاء الدین شاہ دہلی کا "مثل" بتایا جاتا ہے۔

ٹیپو سلطان کی قبر پر اُسکی تاریخ وفات لکھی ہوئی ہے جسکے کئی مصرعون سے تاریخ وفات نکلتی ہے جسکا سنہ ہجری ۱۲۱۳ ہے اس تاریخ کا مصنف میر حسین علی تھا اور کندہ کرنے والے کا نام عبد القادر۔

شاکر (میرٹھی)

(ماخوذ)

**بعض اُردو رسالے۔** سال گذشتہ کے آخری حصے مین اُردو کے کئی نئے رسالے شائع ہوئے ہین جنمین سفیر جنگلات لکھنؤ اور الصنعت لاہور ملک کی تمدنی ترقی کے لئے خاص طور پر مفید ہین۔ اول الذکر رسالہ مسٹر پی۔ این۔ وکشنی دہ کی ایڈیٹری مین شائع ہوتا ہے جو کشمیر فارسٹ سے تعلق رکھتے ہین اور صیغۂ جنگلات کے ایک زبردست ماہر ہین۔ اس رسالے مین محکمۂ جنگلات کے متعلق کافی معلومات کے علاوہ علم نباتات اور ہندوستان کے عام درختون کی کاشت اور حفاظت وغیرہ پر عمدہ مضامین ہوتے ہین۔ خصوصاً "درختان ہند" کے عنوان سے ایک نہایت مفید اور معلومات سے لبریز مضمون کا سلسلہ کئی نمبرون سے شائع ہو رہا ہے۔ ملک مین اس قسم کے رسالے کی خاص ضرورت ہے اور ترقی تعلیم کے ساتھ صنعت و حرفت کے رجحان کیلئے خاص طور پر مفید ہے۔ مضامین نگار سب ایسے ہین جو صیغۂ جنگلات مین خاص بصیرت اور تجربہ رکھتے ہین۔ اسکے منیجر اور پبلشر پنڈت برج ناتھ صاحب شرغہ - ایم۔ اے ہین جنکی اعلیٰ قابلیت اس رسالہ کی اہمیت کی کافی ضمانت ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ سالانہ ہے اور رانی کٹرہ لکھنؤ سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ الصنعت لاہور کے مقاصد زیادہ وسیع ہین اور صنعت و حرفت کے عام مضامین کے علاوہ قومی ترقی اور تجارت کے مسئلون پر بھی بحث کرتا ہے اور محنت و قابلیت سے مرتب کیا جاتا ہے۔ اسکی قیمت عوام سے دو روپیہ اور رؤسا سے چار روپیہ ہے۔ والیان ملک سے دس روپیہ قیمت رکھی گئی ہے۔ لیکن طلبہ کے ساتھ خاص رعایت ہے اور انسے صرف عہ مقرر ہے۔ انجمن مؤید الصنعت لاہور کے پتہ سے طلب کیا جائے۔

فتح حیدر (پسر اکبر ٹیپو سلطان)

انڈین پریس الہ آباد

# دیباچہ جامِ سُرور

شعر و سخن سے لذت آشنا طبائع کے لئے کسی خوشگو شاعر کا کلام خوان نعمت سے کم نہین۔ جن مختلف ذائقون کے دلکش طعام اس خوان پر چُنے ہوئے ملین گے کسی شاہی دسترخوان پر بھی نظر نہ آئینگے۔ کیونکہ لطیف سی لطیف غذائین بھی صرف زبان کے چٹخارے تک محدود ہین۔ برخلاف اسکے شاعری غذاے روحانی ہے جو انسان کے باطنی احساسات کو بیدار کرتی ہے اور روح کو وہ لذت و سرور بخشتی ہے جسکی تعریف الفاظ کے احاطے سے باہر ہے۔ لارڈ مکالے کا قول ہے کہ "انسان کا بطون صرف شاعری ہی کی قلمرو ہے" اس چھوٹے سے جملے مین شاعری کا بہت بڑا فلسفہ مستور ہے۔

انسان کا بطون کوئی چھوٹی سی چیز نہین ہے بلکہ وہ ایک وسیع دنیا سے بھی بڑا ہے اور بعض حالتون مین دنیا و مافیہا کی وسعت بھی انسانی بطون کی وسعت و کشادگی کو نہین پہونچتی۔ اسی مناسبت سے شاعری بھی ایک بحر ناپیداکنار ہے جسمین کائنات کی تمام محسوس و غیر محسوس کیفیات و جذبات کے چشمے موجزن رہتے ہین۔ دُنیا کے عام مناظر، حُسن و عشق کے کارنامے، رزم و بزم کی داستانین، دولت و ثروت کے افسانے جود و سخا، بذل و ایثار اور خُلق و مروت کے اذکار، رنج و مصیبت کے جذبات، خوشی و مسرت کے ولولے، عیش و عشرت کی کہانیان، جنگ و جدل کے واقعات، سلطنتون کے انقلابات، قومون کا عروج و زوال، ارضی و سماوی حادثات قدرت کی نیرنگیان، روحانی جذبات، پند و نصائح، اخلاق و آداب، حکمت و فلسفہ، تہذیب و تمدن، طرز معاشرت اور خصائل انسانی وغیرہ کی جیسی سچی تصویرین شاعری مین ملتی ہین کسی دوسرے فن مین نہین مل سکتین۔ خلاصہ یہ کہ شاعری ایک ایسا آئینہ ہے جسمین تمام اشیاء، خارجی و ذہنی کا عکس نمایان طور پر موجود ہے۔

شعر کی ماہیت کی نسبت دنیا مین اسقدر مختلف و متضاد رائے قائم ہوئی ہین کہ اُن سے کسی صحیح نتیجے پر پہونچنا تقریباً محال ہے۔ لیکن خصوصیات شعر کے متعلق اسپر عام اتفاق ہے کہ تاثیر اسکی جزو اعظم ہے۔ حالانکہ ارکان شعر کا دائرہ بہت وسیع ہے اور حال کے نقادان فن نے اسکے لئے چار چیزین ضروری اور لازمی قرار دی ہین۔ جدت، سادگی، اختصار اور مضمون آفرینی۔ غالباً ان چارون خصوصیات کے اجماع سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اُسکا نام تاثیر ہے۔ لیکن شعر کی علت غائی کیا ہے؟ یہ سوال اسقدر مشکل نہین جسقدر خیال کیا جاتا ہے۔ شعر کا وجود ابتداءً خواہ کسی ضرورت سے کیون نہوا ہو لیکن اُسمین اظہار مدعا کی غرض ہمیشہ مضمر رہی ہے۔ جب انسان کے دلمین جذبات پیدا ہوتے ہین اور اُنکا ہجوم حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو طبیعت مین ایک خاص روانی محسوس ہوتی ہے اور قوت متخیلہ جو ہر انسان مین موجود ہے موجزن ہو جاتی ہے۔ اسوقت جو خیالات معرض بیان مین آتے ہین یا گویائی کے ذریعے سے صورت پذیر ہوتے ہین وہی شاعری ہے۔ لیکن قوت متخیلہ ہر انسان مین مساوی نہین ہے۔ لہذا جس شخص مین یہ قوت نسبتہً زائد ہوتی ہے وہ اپنے خیالات کو ایسے اسلوب سے بیان کرتا ہے جو معمولی گفتگو سے فائق ہوتا ہے اور درحقیقت معمولی گفتگو سے فائق تر اسلوب بیان کا نام شاعری ہے۔

اسمین جدت، اختصار، سادگی، اور مضمون آفرینی ایک ندرت پیدا کر دیتی ہے اور الفاظ کی طلسم بندی سے وہ موزونیت اور دلکشی پیدا ہو جاتی ہے کہ سامع وجد مین آجاتا ہے۔

اسطرح شاعری براہ راست دل پر اثر کرتی ہے اور اقلیم دل پر اُسکی حکمرانی اسقدر عام ہے کہ اُسے اس دُنیا کی ملکہ کہنا مبالغے مین داخل نہین۔ تاثیر اور چیزون مین بھی موجود ہے اور سچے جذبات کو جس رنگ اور جس لباس مین جلوہ گر کیا جاے اُسمین یہ صفت موجود ہو گی۔ خصوصاً مصوری، موسیقی، بت تراشی اور ڈراما مین یہ خصوصیت بدرجۂ اتم موجود ہے۔ لیکن شاعری کو ان فنون پر اسلئے تفوق حاصل ہے کہ اُنکی منفرد خوبیان اُسمین مجموعی طور پر موجود ہین۔ بلکہ بعض اعتبار سے اسکا مرتبہ ان سب سے زیادہ بلند ہے۔ مثلاً مصوری اور بُت تراشی کی صنعتین قوت باصرہ کے بغیر فضول و بیکار ہین۔ اسیطرح موسیقی قوت سامعہ کی محتاج ہے۔ البتہ ڈراما جو محض نقالی ہے شاعری سے کسیقدر مشابہت رکھتا ہے اور وہ شاعری کیطرح قوت باصرہ اور سامعہ دونون پر حاوی ہے اور شاید اسی اعتبار سے لارڈ مکالے نے شاعری کو بھی ایک قسم کی نقالی سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن شاعری مین جو الہامی قوت ہے وہ اُسے اس الزام سے بری کرتی ہے۔ نیز شاعری کی دنیا مین جو وسعت و کشادگی ہے وہ مندرجۂ بالا فنون مین نہین پائی جاتی۔ حتیٰ کہ خود لارڈ مکالے نے اسکا اعتراف کیا ہے:۔

"لیکن عہ شاعری کا میدان اسقدر وسیع ہے کہ بت تراشی، مصوری، ڈراما، یہ تینون فن اسکی وسعت کو نہین پہونچ سکتے۔ بت تراش فقط صورت کی نقل اُتار سکتا ہے۔ مصور صورت کے ساتھ رنگ کو بھی نمایان کر سکتا ہے اور ایکٹر بشرطیکہ شاعر نے اُسکے لئے الفاظ مہیا کر دئے ہون، صورت اور رنگ کے ساتھ حرکت بھی پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن شاعری باوجودیکہ اشیاء خارجی کی نقل مین ان تینون فنون کا کام دے سکتی ہے، اُسکو ان تینون سے اس بات مین فوقیت حاصل ہے کہ انسان کا بطون صرف شاعری ہی کی قلمرو ہے۔ نہ وہان مصوری کی رسائی ہے نہ بت تراشی کی اور نہ ڈراما کی۔ مصوری اور ڈراما وغیرہ انسان کے خصائل یا جذبات اُسیقدر ظاہر کر سکتے ہین جسقدر چہرہ یا رنگ اور حرکت سے ظاہر ہو سکتے ہین۔ اور یہ بھی ہمیشہ ادھورے اور نظر فریب نمونے اُن کیفیات کے ہوتے ہین جو فی الواقع انسان کے بطون مین موجود ہین۔ مگر نفس انسانی کی باریک، گہری، اور گوناگون کیفیات صرف الفاظ ہی کے ذریعے سے ظاہر ہو سکتی ہین۔ شاعری کائنات کی تمام اشیاء خارجی اور ذہنی کا نقشہ اُتار سکتی ہے۔ عالم محسوسات، دولت کے انقلابات، سیرت انسانی، معاشرت نوع انسانی، تمام چیزین جو فی الحقیقت موجود ہین اور تمام وہ چیزین جنکا تصور مختلف اشیاء کے اجزا کو ایک دوسرے سے ملا کر کیا جا سکتا ہے سب شاعری کی سلطنت مین محصور ہین۔ شاعری ایک سلطنت ہے جسکی قلمرو اُسیقدر وسیع ہے جسقدر خیال کی قلمرو۔"

یہ بھی شاعری کی جامع اور مانع تعریف نہین ہے لیکن اس سے اُسکی وسعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ شاعری کی قوت متخیلہ کی کوئی حد مقرر نہین۔ اُسکا توسن خیال ہمیشہ نئے اور غیر محسوس میدانون مین طرارے بھرا کرتا ہے۔ وہ انسانی دلون کے اُن عام جذبات کے علاوہ جو دوسرے ذریعون سے بھی واضح ہو سکتے ہین۔ اُن غیر محسوس جذبات کو بھی نمایان کرتا ہے جنکے اظہار کے لئے شاعری کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ نہین۔ اور اکثر اُن الہامی باتون کو بھی بیان کرتا ہے جو انسانی نظر سے پوشیدہ ہوتی ہین۔ اسطرح شاعری طبیعت قدرت کے پوشیدہ رازون کی مظہر اور اُسکی زبان

عہ۔ ماخوذ از مقدمۂ شاعری شمس العلما مولانا حالی۔

رموز مخفی کی ترجمان ہے۔ دنیا و مافیہا مین جو کچھ موجود ہے وہ شاعری کے احاطے سے باہر نہین اور قدرت جن جدید رموز کا انکشاف چاہتی ہے وہ بھی اکثر شاعر ہی کی طبیعت کے ذریعے سے ظاہر کرتی ہے۔ اسلیئے شعرا تلامیذ الرحمٰن کہے جاتے ہین اور اُنکی شاعری اکثر حالتون مین ملہم غیبی کی آواز ہوتی ہے۔

شاعر، مصوّر، بُت تراش، موسیقار، اور ایکٹر سب ایک دوسرے کے حریف ہین۔ لیکن شاعر کے پاس اپنے حریفون کے مقابلے مین ایک ہتھیار نہایت زبردست ہے اور وہ تشبیہ و استعارہ ہے جسے شاعر کے سوا کوئی نہین استعمال کرسکتا۔ مصوّر، بُت تراش، موسیقار، اور ایکٹر سب کے سب اپنے کمالات کو کسی دوسری چیز سے تشبیہ نہین دیسکتے۔ اور اسی وجہ سے شاعر کے مقابلے مین اُنکا رنگ پھیکا رہتا ہے۔ اسمین شک نہین کہ مضمون آفرینی کے میدان مین سب یکسان ہین۔ جدت بھی ایک حد تک مشترک ہے۔ سادگی و اختصار سے بھی سب یکسان فائدہ اُٹھا سکتے ہین۔ اور یہ تو مسلّم ہے کہ اُنمین ہر شخص اپنے کمال کے اظہار کے لئے کوئی دلکش مضمون انتخاب کرتا ہے جو بجائے خود دلچسپ و اثر انداز ہو۔ لیکن کمزور مضمون کو زوردار بنانے کے لئے غالباً شاعر کے سوا کسیکے پاس کوئی آلہ نہین ہے۔ شاعر کمزور سے کمزور مضمون مین تشبیہ و استعارہ کا رنگ بھر کے اُسے دلفریب بنا دیتا ہے اور اسطرح اپنے حریفون سے بازی لیجاتا ہے۔

انسان کے قوائے دماغی کی نشو و نما کے لئے شاعری سے بہتر کوئی میدان نہین جسکی وسعت نامحدود ہے۔ اگر انسان مین شاعری کا مادّہ نہوتا تو اُسکی قوت متخیلہ ایک تنگ دائرے مین محدود ہوجاتی۔ اُسکے دلی جذبات، ولولے اور اُمنگین سرد پڑ جاتین اور وہ ایک حیوان ناطق سے زیادہ حقیقت نہ رکھتا۔ اُسکے تمدن کی رفتار بہت دھیمی ہوتی اور کیا عجب ہے کہ اُسکی فطری مدنیّت کا مادّہ ہی زائل ہوجاتا۔ کیونکہ جب قوت خیال ہی کمزور یا محدود ہوتی تو قوت ارادی مین زور پیدا ہونا معلوم۔

یہ شاعری کے چند نامکمل خصوصیات ہین جنکے بعد اُسکے تاثیرات کی باری آتی ہے۔ یہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ شاعری براہ راست دل پر اثر ڈالتی ہے اور اقلیم دل پر اُس کی حکمرانی عام ہے۔ ایک دل سے دوسرے دل پر روشنی ڈالنے کے لئے اس سے بہتر کوئی آلہ نہین ایجاد ہوا۔ یون تو انسان رنج مین روکر اور خوشی مین ہنسکر اپنے جذبات کا اظہار کرسکتا ہے۔ لیکن جب انھین جذبات کو شاعری کا جامہ پہنایا جاتا ہے تو کچھ اور ہی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور سننے والے خود بھی رونے یا ہنسنے لگتے ہین۔ بلکہ شاعری ہی کی بدولت یہ جذبات قابل اعتنا ہوگئے ورنہ ہنسنا یا آنسو بہانا انسان کے معمولی حرکات سے زیادہ وقعت نہین رکھتے جسطرح سونا، جاگنا، انگڑائی، ڈکار اور چھینک لینا انسان کے معمولی حرکات خیال کئے جاتے ہین اُسیطرح رونا اور ہنسنا بھی۔ لیکن جب رونے کو "آنسوؤن کا دریا بہادینا" اور ہنسنے کو پھول جھڑنے یا بجلی چمکنے سے تعبیر کیا جاتا ہے تو اُسکی تاثیر بے پایان ہوجاتی ہے اور ممکن نہین کہ سننے والے کے دل پر اثر نہ کرے۔ اسیطرح شاعری کی بیشمار تاثیرین ہین اور سب براہ راست دل پر اثر کرتی ہین۔ خلاصہ یہ کہ شاعری کا نشتر رگِ دل پر کھٹکتا ہے اور اپنی کھٹک عرصے تک باقی رکھتا ہے۔ اُسکا اثر دوسری چیزون کی طرح جلد زائل نہین ہوتا بلکہ بعض حالتون مین مستقل ہوتا ہے اور کبھی نہین بھولتا۔

عام مذاہب نے شاعری ہی کی مدد سے کامیابی حاصل کی۔ بلکہ اُسیکے لباس مین جلوہ افگن ہوکے اسقدر اثر انداز ہوئے کہ لوگ اُنکے لئے اپنی جانین دینے کو طیار ہوگئے۔ میدان جنگ مین بھی شاعری ہی نے بہادر اور سورما سپاہیون کو تلوارون کے

مُنہ پر ڈال دیا ہے اور جوش وہمت کی وہ آگ بھڑکائی ہے جو بغیر خون کی چھینٹون کے فرو نہین ہوسکی۔ اسیطرح عشق ومحبت کے جذبات، ہجر وفرقت کی مصیبتین، رنج وراحت کے قصے سب اپنی اثر اندازی کیلئے شاعری کے محتاج ہین اور حقیقت یہ ہے کہ بے تاثیر شاعری ایک پیکر بے روح ہے۔ شعر کی عام تعریف یہ ہے کہ وہ زبان سے نکلتے ہی سننے والے کی لوح دل پر مرتسم ہوجائے اور اگر اتنی دیرپا تاثیر نہو تو کم از کم اپنے لئے "آہ" یا "واہ" کا نعرہ فوراً نکلوا لے۔

دُنیا کے نامور شعرا کے کلام مین شاعری کے بہت سے خصوصیات اور تاثیر شعری کا مادّہ بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔ لیکن کسی ایک شاعر کے کلام مین شاعری کے تمام خصوصیات مجتمع نہین ہوئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ شاعر کی طبیعت خواہ کتنی ہی ہمہ گیر ہو اور اُسکا طائر خیال خواہ کتنا ہی بلند پرواز کیون نہ ہو اقلیم سخن اتنی وسیع ہے کہ وہ اُسپر احاطہ نہین کرسکتا۔ فردوسی ایسے یگانۂ آفاق شاعر نے اپنی تیغ زبان کے جوجو ہر میدان رزم مین دکھائے ہین وہ بیمثال ہین۔ لیکن بزم کی شہ نشین پر اُسکا چراغ نہین جلتا۔ اسیطرح ہر شاعر ایک خاص مذاق کا پابند ہے اور سوسائٹی کا اثر اُسے اس پابندی کے لئے خاص طور پر مجبور کرتا ہے۔ آخر الذکر شئ نے بہت سے خوش فکر شعرا کے فطری رُجحان کو بھی خاک مین ملایا ہے اور اکثر اُنھین ایسی اخلاق سوز شاعری پر مجبور کیا ہے جو تہذیب وشائستگی کے صاف دامن پر ایک بدنما داغ ہے۔

اسکی مثالین گزشتہ دور کی اُردو شاعری سے واضح طور پر مل سکتی ہین جسکی اصلاح کے لئے نصف صدی کی مسلسل کوشش بھی کافی نہین ہوئی اور ابتک ملک مین ایک ایسا گروہ موجود ہے جو محض حسن وعشق کے جذبات اور نفس پرستیون کی تفصیل کو عین شاعری کہتا ہے۔ اُسکے نزدیک دنیا ومافیہا مین عامیانہ عشق اور ہوس پرستی کے سوا کوئی دوسری چیز ہی نہین۔ لیکن مصلحان شاعری کی آوازین بھی بیکار نہین گئین اور شمس العلما آزاد و حالی کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کو بہت سے ہونہار اور خوش فکر شاعر موجود ہوگئے۔

انھین شعرا مین جام سرور کا مصنف بھی تھا جسکی بےوقت موت کا رنج ابھی بالکل تازہ ہے۔ سرور جہان آبادی نے اپنی تھوڑی سی زندگی مین شہرت وناموری کے بہت سے مدارج طے کئے اور اپنی شیوا بیانیون سے ہر طبقے مین ہر دلعزیزی حاصل کی۔ سخن سنجون مین اُنکا نام ہر زبان پر تھا اور جدید شاعری کے دلدادہ عام طور پر اُنکے مداح تھے۔ اُنکے کلام کے خصوصیات مین سوز وگداز کو زیادہ دخل ہے۔ حُسن فطرت کی تصویر کشی بھی اُنکا خاص حصہ تھی اور اسمین سوز وگداز کی حرارت سے جو اُنکی طبیعت کا جزو اعظم تھی درحقیقت جان پڑ جاتی تھی۔ لیکن اُنکی شاعری کی سرحد یہین نہین ختم ہوتی بلکہ خیالات کی بلندی۔ طرز بیان کی جدّت۔ مضمون آفرینی۔ اور بہت سے خصوصیات شعری اُنکے کلام مین التزاماً پائے جاتے ہین۔ اُنکے کلام پر بالاستیعاب نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھون نے صحیفۂ فطرت کا ایک ایک صفحہ غور سے پڑھا تھا اور اُسکے معانی و مطالب کو شاعری کا لباس دینے مین خاص قدرت رکھتے تھے۔ بطون انسانی کے باریک اور گہرے جذبات کی وضاحت مین بھی اُنھین خاص ملکہ تھا۔ کارگاہ ہستی کی بہت چیزون پر اُنکی توجہ مائل ہوئی ہے اور عام جذبات واحساسات کے علاوہ مناظر قدرت۔ مخلوق خدا۔ نیرنگی عالم۔ اور واقعات وغیرہ پر اُنکی خاص نظر تھی۔

سمندر کی دیوی
( از بابو اپندرو کمار متر )

انڈین پریس الہ آباد

اُن تمام شاعرانہ لوازم کے ساتھ جو ایک اعلیٰ شاعر کی طبیعت کے لئے مخصوص ہین سرور مین دو بڑی خصوصیات پائی جاتی ہین۔ اول قادر الکلامی دوم خیالات کی کثرت۔ قادر الکلامی کا یہ حال ہے کہ ایک ایک موضوع پر متعدد نظمین کہی ہین اور سب کا رنگ ایک دوسرے سے بالکل الگ ہے۔ اور اسکا تو ذکر ہی فضول ہے کہ بیشمار مختلف اور متضاد خیالات کو شاعری کا نہایت لطیف لباس پہنا دیا ہے اور کہین تکلفِ نظم نہین پایا جاتا۔ خیالات کی کثرت کا بھی یہی عالم ہے۔ کوئی مضمون ہو وہ اپنے مسلسل خیالات نظم کرتے چلے جاتے ہین اور کبھی کبھی انکا سلسلہ بہت طولانی ہو جاتا ہے۔

قریب قریب اُردو کے تمام اصناف سخن مین اُنکا کلام موجود ہے۔ مثلاً مسدس۔ مخمس۔ مربع۔ ترجیع بند۔ ترکیب بند۔ تضمین۔ قصیدہ۔ قطعہ۔ مثنوی۔ رباعی اور غزل وغیرہ لیکن طرز بیان مین وہ جدت ہے کہ نہ قصیدہ، قصیدہ معلوم ہوتا ہے نہ غزل، غزل۔

اگرچہ سرور غزلگوئی کے مرد میدان ہین نہ تھے لیکن اُنکے کلام مین رنگ تغزل اسقدر عام ہے کہ اس کمی کی پوری تلافی ہوگئی ہے۔ حالانکہ وہ زُلف یار کی پُر پیچ گلیون مین نہین بھٹکتے، دہانِ یار کی تنگی اور کمر کی معدومیت مین اُنھون نے مضامین کے خرمن نہین لگائے ہین، لیکن اس قسم کے نازک تشبیہات و استعارات سے اُنکا کلام لبریز ہے۔

وہ جدید قسم کی شاعری کے دلدادہ تھے اور قدرت نے اُنھین جذبات کی تصویر کشی کے لئے پیدا کیا تھا۔ قدیم اصناف سخن مین جدید مذاق کا رنگ بھر کے اور اُسمین اپنے دلگداز طرز بیان کی روح پھونک کے وہ ہر نظم کو ایک دلکش مرقع بنا دیتے تھے جسمین جذبات کی جیتی جاگتی تصویرین نظر آتی ہین۔ گویا مشرقی شیشون مین مغربی شراب جھلک رہی ہے۔ اس جدت کے ساتھ بعض نظمون مین مغربی اصناف سخن سے بھی کام لیا ہے۔ مثلاً ذیل کے اشعار مین جو ایک مربع کے پہلے بند سے تعلق رکھتے ہین اول اور آخر کے مصرعے ہم قافیہ ہین:۔

یہ آخری گلاب کا ہے یادگار پھول　　اور شاخ پر کھلا ہوا تنہا چمن مین ہے
بیکس، غریب، فرقتِ احباب مین ملول　　دُھندلا سا اک چراغ سر انجمن مین ہے

ہر نظم کے ساتھ اُنکی وسعت معلومات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ جس مضمون کو اُٹھایا ہے اُسے کافی معلومات کے ساتھ ختم کیا ہے۔ اگرچہ یہ میدان ایسا نہین ہے کہ انسانی طبیعت اُسپر احاطہ کر سکے اور خیالات کا سلسلہ کبھی ختم ہو سکے۔ تاہم ضروری معلومات کے بغیر اس قسم کی نظمون کا کوئی لطف نہین۔ مثلاً پھول پر نظم کہنا ہے تو اگرچہ فن باغبانی حاصل کرنے کی ضرورت نہین ہے تاہم پھول کا تھوڑا بہت فلسفہ جانے بغیر صرف اُسکے رنگ اور نزاکت کی تعریف کر دینا جدید اصول فن کی رُو سے گناہ ہے۔ سرور کی طبیعت فلسفانہ نہین واقع ہوئی ہے۔ لیکن جذبات پر اُنکی اسقدر گہری نگاہ ہے کہ ایک حد تک اسکی تلافی ہو جاتی ہے۔

اس مجموعہ مین زیادہ تر مصنف کی طبعزاد نظمین ہین۔ لیکن ایسی نظمین بھی کثرت سے موجود ہین جو کسی غیر زبان کی نظم کا ترجمہ ہین یا کسی نثر مضمون کے خیالات و مطالب کو نظم کا لباس دیا گیا ہے۔ اسی قسم کی نظمون مین کسی نظم یا نثر کا لفظی ترجمہ نہین ہے بلکہ تھوڑے بہت تصرف کے ساتھ اُن مطالب کو اپنی زبان مین لے لیا ہے۔ مثلاً ”کارزار ہستی“ مسٹر پراکٹر کی ایک مشہور انگریزی نظم کا ترجمہ ہے لیکن نقل مطابق اصل نہین ہے۔ ”رویاے اکبر“ بھی ایسی ہی نظم ہے جسمین لارڈ ٹنی سن کی ایک بسیط اور پُر زور نظم (Akber's Dream) کے بعض بندون کا مفہوم لے لیا ہے۔

اسیطح" "کوئل" "مرغابی" "جمنا" "ترانۂ خواب" "حسرت دیدار" "سال گزشتہ" وغیرہ سب انگریزی نظمون سے ماخوذ ہین۔ علیٰ ہذا۔ دیوار کہن" "فلک اخضری" "مطالعۂ کتب" "نابینا پھول والی" وغیرہ نثر مضامین سے ماخوذ ہین۔

اگرچہ سرور نے مختلف موضوع پر متعدد نظمین کہی ہین اور ہر قسم کے جذبات نظم کئے ہین۔ مگر حُب الوطنی پر سب سے زیادہ طبع آزمائی کی ہے۔ ہر شاعر خواہ کیسی ہی ہمہ گیر طبیعت کیون نہ رکھتا ہو، ایک خاص رجحان ضرور رکھتا ہے۔ نظر برین سُرور کا خاص رجحان حب الوطنی ہی کیطرف پایا جاتا ہے۔ اگرچہ سوز و گداز اور حسرت کشی اُنکے کلام کی خاص خصوصیات ہین لیکن جس نشے مین وہ سرشار تھے وہ غالباً حُب الوطنی ہے۔ اس سبجکٹ پر اُنکی چھ نظمین موجود ہین، جنمین بعض طبعزاد ہین اور بعض ترجمہ یا ماخوذ۔ "خاک وطن" مین ہندوستان کی گزشتہ عظمت کی عبرت انگیز تصویر کھینچی ہے۔ عروس حُب وطن" کا انداز بالکل جداگانہ ہے جسمین اُردو کے پُرانے مذاق کو نیا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تیسری نظم "مادر ہند" کے عنوان سے ہے چوتھی "اندوہ غربت" پانچوین یاد وطن" اور چھٹی نظم "حسرت وطن" لیکن باوصف ایک ہی موضوع ہونے کے سب کا انداز و طرز بیان جداگانہ ہے۔

حُب الوطنی کے دوسرے نمبر پر عہد طفلی کے جذبات اور اُسکی حسرت خیز یاد ہے۔ "دیوار کہن" اسی قبیل کی نظم ہے جو اگرچہ سرور کی طبعزاد نہین لیکن اظہار جذبات مین شاعر نے کلیجہ نکالکر رکھدیا ہے۔ "یاد طفلی" "بچہ اور ہلال" "امید اور طفلی" "بچپن کی یاد" سب معصومانہ جذبات سے معمور ہین اور سب کا طرز بیان مختلف، موثر، اور دلگداز ہے۔

کوئل کی کوک۔ شفق شام کی دلاویزی۔ نسیم سحر کے جھونکے۔ مرغان قفس کی فریاد۔ گل وبلبل کے افسانے۔ شمع و پروانہ کے راز و نیاز۔ داغ جگر کی سوزش۔ بے ثباتی دنیا۔ عرفان و تصوف۔ حسرت شباب۔ ماتم آرزو۔ بیقراری دل۔ سودائے عشق وغیرہ ایسے مضامین ہین جنپر شعرائے اُردو نے قلم توڑ دیے ہین اور اُنھین اتنے مختلف طریقون سے باندھا ہے کہ اب انمین نظاہر کوئی گنجایش باقی نہین ہے۔ لیکن شاعری ایسا فن ہے جو کبھی محدود نہین ہوسکتا اور مبدء فیاض سے اُسکے لئے نئے نئے خیالات پیدا ہوتے رہتے ہین۔ سرور نے ان مضامین پر متعدد نظمین لکھی ہین۔ جنکا رنگ نہایت دلکش ہے۔ ہر نظم مین قدرتی جذبات موجزن ہین اور خیالات کی کثرت۔ طبیعت کی روانی۔ اور طرز بیان کی جدت سے ایک بالکل نیا طلسم پیش نظر ہو جاتا ہے۔ مناظر قدرت پر بھی اُنھون نے بہت کچھ طبع آزمائی کی ہے اور مشکل سے کوئی دلفریب منظر اُنکی نظر سے بچ رہا ہے۔ عورتون کے جذبات اور اُنکے فطری اوصاف پر سرور نے نہایت غائر نگاہ ڈالی ہے اور اس صنعت خاص مین اُنھین غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ "پدمنی" "دمن اور ہنس" "سیتا کی گریہ وزاری" "زن خوشخو" "ادائے شرم" وغیرہ سب اسی قبیل کی نظمین ہین۔ اصلاح معاشرت کے متعلق اگرچہ اُنھون نے بہت کم کہا ہے تاہم بیوگی کی رسم سے خاص طور متاثر ہوئے ہین اور "سوز بیوگی" کے عنوان سے ایک درد بھری نظم اس مجموعے مین موجود ہے۔ ایسے خشک مضامین مین شاعرانہ ندرت اور دلکشی پیدا کرنا آسان بات نہین ہے۔ مشاہیر ملک کی موت پر خصوصیت کے ساتھ اُنھون نے طبع آزمائی کی ہے اور یہ رنگ اُنکی دلگداز طبیعت سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ نظر برین اس صنعت مین اُنکا قلم خاص طور پر زوردار ہوگیا ہے

اور بعض مشاہیر کی وفات پر اُنھون نے بڑے بڑے اور دُور دار مرثیے لکھے ہین جنمین نہایت عمیق جذبات منظوم ہین۔

عام شاعرانہ اوصاف کے علاوہ سُرور مین ایک خاص وصف یہ تھا کہ وہ ہر قسم کے خیالات پر قادر تھے اور جس میدان مین قدم رکھتے تھے اُسکی انتہائی منزل تک پہونچ جاتے تھے۔ چنانچہ جو نظمین اُنھون نے مذہبی مذاق پر لکھی ہین اُنکا طرز بیان اگرچہ نہایت سادہ ہے لیکن مقدسانہ جذبات کے دریا بہادئے ہین۔ "لکشمی جی" اور "وید مقدس کی روشنی" وغیرہ ایسی نظمین ہین جو تقدسانہ جذبات کے ساتھ خاص جدّت رکھتی ہین۔ اس صنف مین اُنھون نے بہت کچھ کہا تھا لیکن اس مجموعے مین اُن تمام نظمون کو داخل نہین کیا۔

اس مجموعے مین اُنکی جتنی نظمین داخل ہین وہ نئی صدی کے آغاز سے پیشتر کی نہین ہین۔ صرف تین نظمین "نوجہان کا مزا" "نیچرل شاعری" اور "بے ثباتیِ دُنیا" جو آخر مین درج ہین ۱۸۹۹ء کی تصنیف ہین اور رسالہ ادیب فیروزآباد مین شائع ہوئی تھین جو مولوی عبدالواجد صاحب رئیس فتح گنج غربی کی عنایت سے دستیاب ہوئی ہین۔ ان نظمون مین اگرچہ ابتدائی مشق کی اکثر خامیان موجود ہین تاہم شاعر کی قادرالکلامی کا عمدہ نمونہ ہین۔ سرور مرحوم ایک زمانے مین مولوی صاحب موصوف کی معلمی پر مامور تھے اور مبارکباد عید کے عنوان سے اپنے شاگرد کے لئے ایک قطعہ کہا تھا جو دعائیہ ہے۔ چونکہ اس قسم کی شاعری اُنکے رنگ سے بالکل جداگانہ ہے، لیکن اُنکی ہمہ گیر طبیعت پر روشنی ڈالتی ہے اسلئے وہ قطعہ خصوصیت کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

اُن فطری شعراء مین جو اپنی شاعری کا مادّہ بدو فطرت سے ساتھ لاتے ہین سرور خاص طور پر قابل الذکر ہین۔ وہ ایسے مقام پر پیدا ہوئے جہان شاعری و زباندانی کے لئے کوئی آسانی نہ تھی۔ شعر و سخن کی وہ صحبتین جو اہل دہلی و لکھنؤ کو بالعموم حاصل رہتی ہین اُنھون نے خواب مین نہین دیکھی تھین۔ اُنکا وطن "جہان آباد" ضلع پیلی بھیت کا ایک قصبہ ہے جسے اُنھین کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔ یہان کی زبان لکھنؤ اور دہلی کے دیہات کی زبان سے بھی ہمسری نہین کر سکتی۔ باایںہمہ اُنکا کلام کسی اہل زبان کا کلام معلوم ہوتا ہے اور زبان پر اُنکی قدرت اسقدر زیادہ ہے کہ پیچیدہ سے پیچیدہ خیالات کو بھی آسانی سے نظم کر دیتے ہین۔ یہ قدرت صرف اساتذۂ قدیم و حال کی تصنیفات کے مطالعہ سے پیدا ہوئی ہے اور اُنکی ذہانت و طباعی نے اُسے اپنا حصّہ کر لیا ہے۔ طرز بیان کے اعتبار سے وہ **غالب و مومن** کے مقلد معلوم ہوتے ہین اور ان اساتذہ کی فارسی ترکیبون کو اس بے تکلفی سے استعمال کرتے ہین جو اُنکی استعداد علمی کے اعتبار سے بالکل معجزہ معلوم ہوتی ہے۔ اُنکے کلام مین کہین کہین **میر انیس** کی صفائی اور حسن بندش کی جھلک بھی موجود ہے اور **مرزا دبیر** کی شوکت الفاظ کا شائبہ بھی۔ اور میر کا دلگداز رنگ اس عمومیت سے موجود ہے کہ مشکل سے کوئی نظم اس سے معرا ہوگی۔

ان خصوصیات کو فطری جذبات کی صورت کشی نے ایک رنگ خاص دیدیا ہے اور طرز جدید مین ایسی شان پیدا کر دی ہے جسکی دلکشی غیر معمولی ہے۔ زور طبیعت کے لحاظ سے بھی سُرور ایک زبردست شاعر تھے اور اُنکی **آورد** مین **آمد** کا لُطف موجود ہے۔ خصوصاً سوز و گداز کے بیان مین اُن کے قلم سے چنگاریان اُڑتی ہین اور آگ کے شعلے آسمان تک پہونچتے ہین۔ اسی مناسبت سے اُنھون نے اپنے طرز بیان مین اساتذہ قدیم کی تقلید کی ہے جنکا رنگ سخن سوز و گداز اور حسرت کشی کے

جذبات سے مملو ہے۔ اُنکے کلام مین "آہ" کا لفظ اس کثرت سے آیا ہے کہ بظاہر اُنکا سخن تکیہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ اُنکی دلگداز طبیعت کا مقتضیٰ تھا جسے اُنکی شاعری کے لئے ناگزیر سمجھنا چاہئے۔ تشبیہ و استعارہ سے بھی اُنکا کلام ایک حد تک مالا مال ہے اور نقادانِ فن کے قول کے مطابق یہ شاعری کی آخری منزل ہے۔ اس آسمان پر پہونچکر شاعر کو معراج حاصل ہو جاتی ہے۔ دُنیا کے جتنے بڑے بڑے شاعر گذرے ہین سب کے کلام مین یہی مابہ الامتیاز ہے۔ سرور کی اس قسم کی نظمون مین "پیر بہوٹی" والی نظم خاص طور پر قابل الذکر ہے جو اُنکی آخری نظمون مین لاجواب ہے۔ حالانکہ اُنکی سب سے آخری نظم "ترانۂ وحدت" ہے جسے مرحوم نے اپنی وفات سے چند ہی یوم پیشتر کہا تھا اور دسمبر ۱۹۱۰ء کے ادیب مین شائع ہو چکی ہے۔

سرور کی شاعری کی تشریح کرتے ہوئے مجھے اپنی ہیچمدانی کا اعتراف ہے۔ مین نے ایسی جرأت صرف مرحوم کے اُس اصرار پر کی ہے جو اُنھون نے اپنا مجموعۂ کلام مرتب کرنے پر مجھسے کیا تھا۔ چونکہ اب وہ اس دنیا مین نہین ہین اور معذرت کا کوئی موقع نہین باقی رہا ہے لہذا امتثال امر کے طور پر اپنے کمزور دماغ اور معذور قلم سے جو کچھ ہو سکا ہے نذر کیا گیا ہے۔ غالباً مرحوم کی روح ناخوش نہ ہو گی اور احباب مجھے اس ہرزہ سرائی کے لئے معاف فرمائینگے جسکا خیال مجھے مرحوم کی وفات پر ایک دوستانہ فرمایش کی تعمیل کے طور پر پیدا ہوا ہے اور نہایت عجلت مین انجام پذیر ہوا ہے۔

**نوبت رائے نظر (لکھنوی)**

---

**اولڈ بوائے۔** علی گڑھ کالج کے طلبار قدیم کی دلچسپیون کے لئے "اولڈ بوائے" ایک نہایت ہی دلکش رسالہ ہے۔ اسکے ایڈیٹر ابو حامد عترت حسین صاحب بی اے اور اسسٹنٹ ایڈیٹر سید منظر علی صاحب علی گڑھ کالج کے پُرانے طلبار اور اعلیٰ قابلیت کے اہل قلم ہین۔ کالج موصوف کے پُرانے طلبار کی ایک برادری قائم کرنا اور اُنھین کالج کے حالات اور مزورتون سے مطلع کرتے رہنا اس رسالہ کا خاص مقصد ہے۔ مضامین مین دلچسپی اور شوخیِ تحریر کا خاص لحاظ رکھا جاتا ہے اور تمام مضامین نگار اپنے ناظرین کے مذاق سے پوری واقفیت رکھتے ہین۔ خصوصاً مسٹر شوکت علی صاحب اور "یلدرم" کی جادو بیانیان خاص لُطف رکھتی ہین۔ ٹائٹل پیج پر علی گڈھ کالج کی ایک نفیس عکسی تصویر اور "اولڈ بوائے" کا نام اپنی سادگی اور بیساختگی مین نہایت دلکش ہے۔ منیجر اولڈ بوائے بنارس سے خط و کتابت کی جائے۔

---

**رسالہ زبان دہلی۔** اُردو رسالون مین "زبان" بھی اپنی طرز کا ایک ہی رسالہ ہے جو شروع ہی سے اعلیٰ پیمانے پر نکالا گیا تھا۔ اس مین ادبی۔ اخلاقی۔ شاعرانہ ہر قسم کے مضامین کے علاوہ تصاویر کا سلسلہ بھی عرصے سے جاری ہے۔ لیکن دسمبر گزشتہ سے اسمین خاص طور پر اضافہ کیا گیا ہے۔ اسکے ایڈیٹر حضرت نازک رقم اکبرآبادی ہین جو ایک خوش فکر شاعر کے علاوہ اعلیٰ درجے کے خوشنویس بھی ہین۔ قیمت سالانہ ہے - زبان پریس دہلی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

---

میگھناد اور پرمیلا
( از بابو اُپندرو کمار متر )

انڈین پریس الہ آباد

# بنگالیون کی اُردو شاعری

قصۂ یاران رفتہ ہی بلا سے چھیڑئے
نیند آنکھون سے اُڑے ایسا کوئی افسانہ ہو

بنگال کی اُردو زبان دانی کا خاکہ ہمیشہ اُڑایا گیا ہے اور گو کہ خاص الخاص بنگالہ کی زمین پاک سے عبدالغفور خان نسّاخ اور سید محمود آزاد ایسے کامل الفن حضرات اُٹھے ہین اور اب بھی اچھی سی اچھی اُردو نظم و نثر لکھنے والے موجود ہین مگر کیا غضب ہے کہ پھر بھی یہ دھبہ بنگالے کے دامن سے دور ہوتا ہوا نظر نہین آتا۔

عجب پُرلطف اصطلاح ہے کہ بنگالے کے مسلمان اپنے ہندو برادران وطن کو "بنگالی" کہتے ہین اور اپنے آپ کو "مسلمانیا" گویا بنگالی ہندو کا مترادف ہے اور اب یہ انوکھی اصطلاح حدود بنگال سے نکلکر سارے ہندوستان مین مشتہر ہوگئی ہے۔ اس اصطلاح کے بنا پر ہمنے بھی اپنے اس مضمون کا یہی عنوان پسند کیا ہے۔

ایسی کوئی وجہ و جیہہ نہ تھی جس سے ہمارے بنگالی بھائی اُردو کی جانب متوجہ ہوتے۔ بیشک جب آج سے ستربرس پہلے بنگال کی عدالتون کی زبان فارسی تھی اُسوقت انھین بنگالیون مین لایق سے لایق فارسی دان موجود تھے اور اُسوقت بھی یہی لوگ بوجہ اپنی صحیح فطرت اور مادہ کے برسرکار تھے۔ چنانچہ خالص بنگال کے مشہور بانی مذہب راجہ رام موہن راے کی تحفۂ موحدین فارسی زبان کی مشہور تصنیف ہے۔ اور اسی طرح ڈھاکہ کے زبردست خوشنویس منشی مدن موہن کی مشق اور وصلیان ابتک اچھی قیمت باقی ہین۔ مگر یہان کی عدالتون مین فارسی کا استحالہ بنگلہ کے ساتھ یکایک ہوگیا۔ ایسی حالت مین ننگی اُردو کی جانب کون متوجہ ہوتا۔ لیکن ہندو مسلمانون کے قدیم محبتانہ برتاؤ اور تعلقات معاشرت کا اثر (جسکے فقدان کا تمام محبان وطن کو افسوس اور سخت افسوس ہونا چاہئے) خالص بنگالی خاندانون مین اُردو زبان دانی اور اُردو شاعری کی صورت مین ظاہر ہوا۔ مجھے بڑی تلاش کے بعد کچھ ایسے اصحاب کا پتہ لگا ہے جو اُردو کے اچھے شاعر تھے اور چونکہ یہ گنتی کے چند لوگ ہین اسلئے ہم ناظرین ادیب کیلئے معرف بننے کی جسارت کرتے ہین۔

ارمان۔ جب کلکتہ نیا نیا آباد ہونا شروع ہوا ہے اُسوقت راجہ پیتمبر متر وہان کے رئیس شمار ہوتے تھے اور سوتڑی جو کلکتے سے قریب ہی ہے وہان رہتے تھے۔ ارمان تخلص ہے راجہ موصوف کے نبیرہ راجہ جنمیجے متر۔ اپنے وقت مین اُردو کے بڑے حامی اور شاعرون کے زبردست معاون شمار ہوتے تھے۔ اُنھون نے شعراے اُردو کا ایک تذکرہ بہار دلکشا نام بھی لکھا تھا۔ حضرت نساخ کے دوست اور ہم اُستاد تھے اور ۱۸۷۴ء تک بقید حیات تھے اُنکے دو شعر حاضر ہین۔ [۱]

کام اپنا نہ کبھی تجھسے مری جان نکلا ... تن سے جان نکلی مگر دل کا نہ ارمان نکلا
رات بھر نالے کیا کرتا ہون گریہ دن کو ... پوچھتے کیا ہین مرے اوقات کو آپ

یہ مصرعہ موزون نہین ہے

[۱] مضمون ہذا سخن شعرا از نساخ جہانگیر نگری۔ تذکرہ شعراے ہنود اور گلدستۂ خیال از عطش جہانگیر نگری۔ تذکرہ شعراے ڈھاکہ وغیرہ سے ماخوذ ہے۔

**ذرّہ** تخلص ہے منشی اتواری لال باشندۂ کلکتہ کا نساخ نے انھین اپنا ملاقاتی لکھا ہے ۱۲۸۱ھ تک زندہ تھے ایک شعر اُنسے یادگار ہے۔ ؎

دلدار کی خاطر سے دل آزار بھی چھوڑا — الفت مین سمن رویون کے گلزار بھی چھوڑا

**راجہ** - مرزا جان طپش مرحوم جو درحقیقت بنگالہ کی اُردو شاعری کے آدم تھے اور جنکے شمس البیان پر میرا ریویو نومبر کے ادیب مین شائع ہو چکا ہے راجہ اُنکے تلمیذ رشید تھے۔ راجہ راج کشن نام تھا اور راجہ نبکشن بہادر رئیس اعظم کلکتہ کے صاحبزادے تھے۔ ایک ضخیم دیوان اُنھون نے اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ مدتین گذرین کہ میری نظر اس دیوان کے مطالعہ سے فیض اُٹھا چکی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اب بالکل نایاب ہے۔ صرف ایک ہی شعر ہدیۂ ناظرین ہے۔ ؎

گر شب کو نہ تم پاس مرے آؤگے صاحب — تو مجھکو سحر تک نہ یہان پاؤگے صاحب

**کشن** - تخلص بابو کشن چندر گھوس باشندۂ کلکتہ۔ اس سے زیادہ کچھ نہ معلوم ہوا - ولہ ؎

صدف اپنے گوہر کو بے آب سمجھے — یہ دندان تمھارے دہن مین جو دیکھے

**کنور** - الولد سر لابیہ کے اصول پر راجہ راج کشن بہادر کے صاحبزادے نے بھی شغل شاعری کو برجا رکھا - کنور صاحب کا نام راجہ اپورب کشن بہادر تھا - اپنے فاضل والد کے شاگرد تھے۔ انسے بھی ایک ضخیم دیوان یادگار ہے۔ مین نے اُسے بہت دن ہوئے دیکھا ہے مگر اب کمیاب ہے۔ معقول کلام ہے۔ ؎

شیدا ہے عشق مین ترے دل شیخ و شاب کا — قالب تہی ہے یاد مین تیرے حباب کا

نہ پوچھو گذری ہے جو مجھپہ ہجر یار کی رات — مثال شمع کٹی روتے روتے ساری رات

**مشفق** - تخلص ہے راجہ جادوب کشن بہادر کا اور یہ بھی اُسی خاندان کے نونہال اور صاحب دیوان گذرے ہین - مولوی ظہور النبی مخزون جو سرہندی پیرزادے تھے اور ایک زمانہ مین کلکتے مین انکی شاعری کی بڑی دھوم تھی راجہ صاحب اُنھین کے شاگرد تھے۔ ولہ ؎

خفتگانِ خاک ہین قربان اُس رفتار پر — ہے قیامت کا گمان سب کو قدِ دلدار پر

نیند تو آتی نہین جو خواب مین دیکھون اُسے — حیف آتا ہے مجھے اس دیدۂ بیدار پر

**ملک** - ملک خاندان اب بھی کلکتے مین نہایت مشہور اور صاحب اثر خاندان ہے۔ بابو جگنناتھ پرشاد اسی خاندان کے ایک رکن تھے۔ میر باسط علی محوی الہ آبادی کے اثر صحبت سے یہ شاعری کے جانب بھی متوجہ ہوئے۔ حضرت نساخ نے انھین اپنا ملاقاتی بتایا ہے۔ ولہ ؎

دل پہ اک سانپ سا لہراتا ہے اسوقت ملک — زلف جانان کی صبا لیکے جو بو آتی ہے

**موہن** - بابو ہری موہن داس پروفیسر فارسی و اُردو جگنناتھ کالج ڈھاکا تخلص ہے۔ حضرت موہن ڈھاکہ کے قدیم باشندے تھے اور پُرانے بزرگون کی ادائین اُنمین اتنی تھین کہ اُنکے بعد کوئی اُنکا مثل ہی باقی نہ رہا۔ ابھی پچھلے سال ہوئے انتقال کیا۔ اسوقت سوائے تاریخ ذیل کے دیگر کلام سے میرا ذخیرہ خالی ہے اسلئے اسی پر اکتفا کی گئی۔ ؎

میرے شفیق منشی عالی خیال طپش — شعر و سخن مین ہے انھین سب طرح کا کمال

تقریر جو لکھی ہے یہ نو طرز دلفریب — ہے شاہدانِ باغِ سخن کا نیا جمال

ظاہر ہے خوبی اسکی نہین حاجت بیان — تعریف اسکی مین جو کرون میری کیا مجال

تاریخ اُسکی لکھتا ہون موہن بشوق دل
ہے یہ نیا کھلا ہوا گلدستۂ خیال ۱۳۱۹ھ

ناظرین ادیب! کیا آپ اس خبر کو نہایت رنج سے نہ سُنین گے کہ یہ تمام فہرست مردہ شاعرون کی ہے اور اب بنگال بھر مین ایک فرد بھی ایسا نہین ہے جو اُردو شاعری کا نام لیوا ہو اور پھر وہ بنگالی ہو مین نے فہرست یہ انتخاب اُن حدود کے اندر کیا ہے جہان بنگلہ زبان رائج ہے ورنہ سرکاری بنگال مین بہار و اُڑیسہ بھی شامل ہے - یادش بخیر بہار مین اب بھی ہندو شعرا موجود ہین اور اگر تلاش کیجائے تو صرف زندہ شاعرون کی ایک بڑی تعداد نکل آسکتی ہے۔

**حبیب الرحمن**

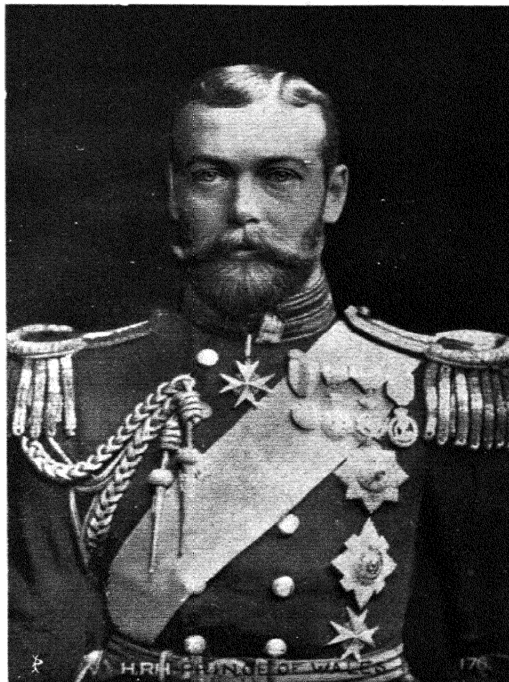

اعلیحضرت حضور جارج پنجم شاہ و شہنشاہ سلطنت برطانیہ دام ملکہ

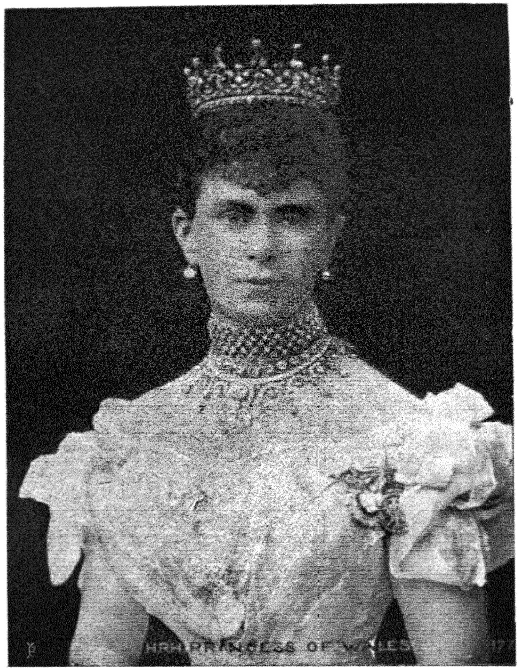


علیا حضرت حضور ملکہ معظمہ میری دام اقبالہا

انڈین پریس الہ آباد

# نوید مقدمِ شاہی

(از افکار تازہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سابق مدرس فارسی گورنمنٹ نارمل اسکول آگرہ)

نو بہار بوستان آنے کو ہے
خسروِ گل ہم عنان آنے کو ہے

بہرِ استقبال رایاتِ بہار
لشکرِ سروِ روان آنے کو ہے

شاخِ گلبن پر باندازِ خطیب
عندلیبِ خوش بیان آنے کو ہے

صحنِ گلشن میں بطورِ ترجمان
طوطیِ شیرین زبان آنے کو ہے

پیشِ گل ہر طائرِ رنگین نوا
تہنیت گو، مدح خوان آنے کو ہے

پیکِ مژدہ مژدگانی کے لئے
بال افشان پر زنان آنے کو ہے

ابرِ گوہر بارِ بحرِ مغربی
سوے مشرق دُرفشان آنے کو ہے

راہِ دریا سے سفینون کی قطار
صورتِ سیارگان آنے کو ہے

نوجوان بنکر نگاہِ خلق میں
داستانِ باستان آنے کو ہے

جامِ صحت بنکے بزمِ عیش میں
گردشِ رطلِ گران آنے کو ہے

خانہ باغون کے لئے کشمیر سے
کشتِ زارِ زعفران آنے کو ہے

بلدۂ کاشی سے زربفتِ نفیس
از براے سائبان آنے کو ہے

زینتِ درہاے ایوان کے لئے
ٹوکیو سے پرنیان آنے کو ہے

طاقہ طاقہ مخملِ روم و فرنگ
فرشِ راہِ دوستان آنے کو ہے

طبلہ طبلہ مُشکِ تاتار و ختن
حسبِ حکمِ میزبان آنے کو ہے

میوہ کابل سے تو مسقط سے رطب
بہرِ نقلِ میہمان آنے کو ہے

وہ مہوبہ سے تو یہ قنوج سے
عطرِ گل اور برگِ پان آنے کو ہے

لیکے جنسِ نادراتِ روزگار
مجمعِ بازارگان آنے کو ہے

خاص کجلی بن سے پیلِ دیوزاد
سائقہ لیکر پیلبان آنے کو ہے

گلّۂ گلگون و شبدیز و سمند
ہمرہِ سوداگران آنے کو ہے

اشترانِ تند ھیلیر سے
لیکے خیلِ ساربان آنے کو ہے

بے شمار اسلاک موٹر کار کا
ملکِ یورپ سے یہان آنے کو ہے

صنعتِ پرواز کا موجد گروہ
لیکے اپنی کشتیان آنے کو ہے

مردمِ آفاق کا جمِ غفیر
کاروان در کاروان آنے کو ہے

شہری و دہقان کا انبوہ کثیر
مرزبان سے تاشبان آنے کو ہے

جذبۂ شوقِ تماشا دیکھئے
تا بہ پیرِ ناتوان آنے کو ہے

خیمہ و خرگاہ کا شہرِ جدید
زیرِ سقفِ آسمان آنے کو ہے

ہر طرف سے لشکرِ آراستہ
مثلِ دریاے روان آنے کو ہے

نیزہ بردارون کے پیہم کوچ سے
راستون میں نیستان آنے کو ہے

رائفل بر دوشِ پیدل کا فشون
ہمدمِ برقِ دمان آنے کو ہے

توپخانون کا گرجنا گھورنا
گویا بھادون کا سمان آنے کو ہے

وقتِ ہر شلّک دہانِ توپ سے
بانگِ دیوِ ہفتخوان آنے کو ہے

عرضِ لشکر کے لئے میدان میں
شاہ با چتر و نشان آنے کو ہے

موجِ برقِ نامہ بر لائی خبر
اک نیا دورِ زمان آنے کو ہے

دیدۂ و دل منتظر ہیں سب بتا
کون آتا ہے؟ کہان آنے کو ہے

جارج پنجم خسروِ گیتی ستان
جانبِ ہندوستان آنے کو ہے

وارثِ تاج و نگینِ قیصری
داورِ دارا نشان آنے کو ہے

آفتابِ مملکتِ ہندوستان
سمتِ راس عزوشان آنے کو ہے

از پے تسلیمِ شاہِ جم شکوہ
ہر امیر ملک ران آنے کو ہے

دیرجات و سندھ و پنجاب و دکن
با سر و با چشم و جان آنے کو ہے

تبت و برما و بنگال و اودھ
بلکہ تا بامِ جہان آنے کو ہے

عتبۂ علیا کی جانب با خلوص
طبقۂ نواب و خان آنے کو ہے

گرد بر گرد سرا دقہاے شاہ
جیش راے و راجگان آنے کو ہے

راجپوتانہ سے با خیل و حشم
ماہ عـہ و خور کا خاندان آنے کو ہے

ربعِ مسکون سے برسمِ تہنیت
نائب ہر قہرمان آنے کو ہے

تازہ کر اے ملک پیمانِ وفا
پادشاہِ مہربان آنے کو ہے

مژدہ اے دہلی کہ تیرے ارک میں
مرکزِ امن و امان آنے کو ہے

---

عـہ چندربنسی و سورج بنسی۔

مُستقرِ ملک مین قرنون کے بعد
موکبِ صاحبقران آنے کو ہے

چار سوے ملک سے بہرِ نثار
حاصلِ دریا و کان آنے کو ہے

مہر و الفت کی گران مایہ متاع
بر سبیلِ ارمغان آنے کو ہے

مقدمِ شہ مین زبانِ خلق پر
"شاد باش و دیر مان" آنے کو ہے

گرمیِ ہنگامۂ جشن و جلوس
آخرِ سالِ روان آنے کو ہے

# وادیِ چورل

اندور کھنڈوا لائن پر وادیِ چورل کا نظارہ ریل کے مسافرون کے حق مین فطرت کا نہایت گران قدر عطیہ ہے۔ بلند پہاڑ پر بائین جانب ریل روان دوان ہے اور داہنے طرف اُس سے بھی زیادہ مرتفع کوہی سلسلہ قائم ہے۔ درمیان مین چورل اپنی میانہ رفتار سے موجزن ہے۔ آبشار چورل کا منظر نہایت دلفریب ہے بارش مین یہ پہاڑ سبزہ و گل کی کثرت سے زمرد پوش معلوم ہوتے ہین اور اس جگہہ کی سیر سے مسافرون کے طویل و صعوبت آمیز سفر کی تکان کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ ریلوے لائن پر ہندوستان مین اس قسم کے فرحت بخش مناظر بہت کم ہونگے۔

حال مین اندور سے الہ آباد جاتے ہوئے اس مقام کی زیارت کا موقع ہمین بھی ملا۔ اس مختصر نظم کو اسی سیر کا خوشگوار نتیجہ سمجھنا چاہیئے۔ ف

مرحبا اے وادیِ چورل تری دلکش فضا
ہلکی ہلکی چاندنی یہ ٹھنڈی ٹھنڈی یہ ہوا

سر سے پا تک آہ یہ ہیرا لباسِ مخملین
تختۂ فردوس تو گویا ہے بالائے زمین

تیرے گرد و پیش اک تو بر ہے چھائی ہوئی
چھپ گئی ہے روشنیِ مہر شرمائی ہوئی

ہے پہاڑون کا ترے منظر سہانا کسقدر
اور ندی کا خوش آگین ہے ترانہ کسقدر

خضر سرگشتہ ہین ناحق آبِ حیوان کیلئے
چشمۂ حیوان ہے تو دنیا مین انسان کیلئے

صاف موتی کیطرح پانی ہے یہ اخاہ کیا
دلربا پُر لطف ہے منظر جزاک اللہ کیا

سنگریزہ تیری تہ مین گوہرِ شہوار ہے
مہرِ روشن دن کو تیرا آئینہ بردار ہے

ہے سکوتِ شب مین دلخوشکن صدائے آبشار
یا مسافر سے ہے شرحِ ماجرائے آبشار

چادرِ آبِ مصفّا اک ردائے نور ہے
ایک اک قطرہ یہان جلوہ نمائے نور ہے

دونون جانب تیرے پہلو مین ہین استادہ پہاڑ
اک پری کے یہ محافظ دیو ہین گویا پہاڑ

وہ تر و شاداب، وہ سرسبز، اونچی چوٹیان
کر رہی ہین چرخ سے باتین یہ ہوتا ہے گمان

بسکہ ہین گلہائے زنگار زنگ سے زیبا درخت
جعدِ عنبر بیز ہے بیشک انھین کہنا درست

بیل بوٹے سے ہے کیا کیا گود پتھر کی بھری
دیدنی ہے دایۂ نیچر کی یہ افسونگری

صنعتِ فطرت سے چشمِ شوق لذت یاب ہے
سبزۂ و گل پر گمانِ بسترِ سنجاب ہے

ہو گئی ہین تیری خوبی دل پہ نقش کالحجر
ڈھونڈھتی ہے آہ اب بھی تجھکو آنکھون مین نظر

سید محمد فاروق

# نالۂ نے

کسی کے دل کی طرح گرچہ داغ داغ ہون مین
مگر جو گل نئے دیتا ہے وہ چراغ ہون مین

مری صدا لبِ اظہارِ دردِ بیتابی
طریقِ الفتِ گم کردہ کا سراغ ہون مین

نگاہ مایۂ صد بحرِ بادۂ سرجوش
خجل ہین جس سے خرابات وہ ایاغ ہون مین

ادا ادا سے ہے نیرنگیٔ جہان پیدا
بہارِ لالۂ کوہ جبال و راغ ہون مین

ہمیشہ آتشِ الفت ہے مشتعل مجھ سے
جو روز جلتا ہے بے آگ وہ چراغ ہون مین

صلائے مے بہ حریفانِ بزمِ ہستی ہے
مے سرور سے جو پُر ہے وہ ایاغ ہون مین

مری صدا سے نمایان ہے دل کی بیتابی
فسانہ گوے حسینانِ بد دماغ ہون مین

ہزارون برق نہان میرے اک شرار مین ہین
جو پھونکدیتا ہے محفل کو وہ چراغ ہون مین

نمودِ گلشنِ الفت ہے میرے داغون سے
کہ چوب خشک ہون لیکن بہارِ باغ ہون مین

بھرے ہین جیب مین گلہائے نغمۂ رنگین
شمیمِ جنت و تازہ کُنِ دماغ ہون مین

مری صدا اذان مین پوشیدہ ہے صدائے الست
ہے اُسکے حُسن کی لو جسمین وہ چراغ ہون مین

مری جو لَے ہے وہ گویا ہے برقِ بیتابی
پکارتا ہے ہر اک دل کو داغ داغ ہون مین

بہار داغ ہوئی ہے خلش جدائی کی
کسی کے ہجر مین واللہ باغ باغ ہون مین

سلام مجھکو ہے اندیشۂ حوادث کیا　　ہوا مین جو نہین بجھتا ہے وہ چراغ ہون مین

سیّد خواجہ معین الدین سلام

# تتلی

آ۔ ٹھہر جا پیاری تتلی۔ شاخِ گُل پر کوئی دم　　تیرے ان رنگین پرون کے ہین بہت مشتاق ہم
حُسن صدقے ہے ترے رنگ پہ پرواز پر!　　لوٹی جاتی ہین آدائین تیرے ہر انداز پر
اُڑتا پھرتا ہے ہوا پر ساغرِ زرّین کوئی　　سیر کو نکلی ہے یا۔ محبوبۂ رنگین کوئی
بنکے یوسف حُسن خود آیا ہے بازار مین!　　پڑ گئی ہے جان تازہ یا گُلِ گلزار مین
کر رہے ہین سیر یا خود رنگ دوشِ باد پر　　ٹکڑے یا قوسِ قزح کے اُڑتے آتے ہین نظر
جسم ہلکا سا ترا۔ بازو سبک اور پر سبک　　آتشِ گلشن کے ہین شعلے سبک اخگر سبک
ہلکی پھلکی گرچہ ہے تو اک ذراسی جاندار　　دیکھتے ہین تجھ مین ہم نیرنگ قدرت کی بہار
باعثِ حیرت ہے رنگینی تری ہم کیا کہین　　پھول اک اُڑتا ہوا۔ یا باغ چھوٹا سا کہین

ننھی تتلی تیری ہستی کا اگر ظاہر ہو راز
منکشف ہو رشتۂ خلق و خدائے بے نیاز

اُڑتے پھرتے دیکھکر تجھکو ہوا مین شاد شاد!　　اک عجب حسرت سے بچپن کی ہمین آتی ہے یاد
سخت کوشش پر ہمارے بھی نہ ہاتھ آتی تھی تو　　تجھ تلک چٹکی بہو نچی تھی کہ اُڑ جاتی تھی تو
معترف ہوتے تھے چالاکی کے تیرے دمبدم　　اور ہوا پر تجھکو پہرون تاکتے رہتے تھے ہم
آہ! وہ دن کیا ہوے جب رنج سے ہم دور تھے　　تتلیون سے بھی سوا معصوم تھے مسرور تھے
اب نہ وہ اگلی سی آزادی نہ وہ اگلا سا دل　　ہان فقط ہے گردشِ ایام و طبعِ مضمحل
اب کہان ننھا سا دل اور آرزوے رنگ و بو　　صحنِ گلشن مین کہان وہ تتلیون کی جستجو

ہان وہ محفل اور تھی۔ سامانِ محفل اور تھا
سچ تو یہ ہے اے رواںؔ ہم اور تھے دل اور تھا

جگت موہن لال رواںؔ

---

# کلامِ ابر

"غزل"

جورِ اُستاد سے خالی یہ دبستان نہوا　　کون سا طفل یہان آیا، جو گریان نہوا
مجھکو دشمن سے بھی خوف و خطرِ جان نہوا　　ہون وہ شعلہ جو ہوا سے کبھی لرزان نہوا
صدمۂ ہجر نے آخر مین دیا لطفِ وصال　　میری قسمت سے ہوا آپ کا احسان نہوا
عافیت سوزی کا وہ مست مزہ کیا جانے　　جسکو مے پینے سے کیفِ مئے عرفان نہوا
کی مدد میرے احبّا نے مصیبت مین مری　　شکر ہے غیر کا شرمندۂ احسان نہوا
مین تو کچھ سوچ کے گلشن کو گیا تھا لیکن　　غنچے نے بات نہ کی سروِ خرامان نہوا
عاشقِ حُسنِ بتان مجھکو بنانا تھا اگر　　یاالٰہی! تو ہی کیون صورتِ انسان نہوا
کیسی راحت! نہ جراحت بھی ہوے مجھکو نصیب　　مین تو کیا ہون دہنِ زخم بھی خندان نہوا
کیسے کیسے ہوئے اس شہر مین اُستاد اے ابرؔ　　میر و آتش سا مگر کوئی سخندان نہوا

"متفرقات"

جو کسی سے نہ محبت نہ وفا کرتے ہین　　وہی ہمیہری یاران کا گلا کرتے ہین
...
بہت تدبیر کی، لتقدیر کو بھی آزما لیجیے　　دوا تو کر چکے، اب کچھ خدا سے بھی دعا کیجیے
...
خدا کا شکر ہے اپنے کا کچھ نہین احسان　　ہم آبشار کا چلو سے پانی پیتے ہین
اگرچہ فعل عبث ہے۔ یہ زخم سوزن مین　　وہ لذتین ہین کہ چاک جگر کو سیتے ہین
...
عدم کے صفحہ پر کھینچا جو نقشِ کُن فکان تو نے　　صریرِ کلکِ قدرت سے صدائے آفرین نکلی
ورق کے دونون صفحون پر ہین تصویرین ہی تصویرین　　جو بالائے زمین صورت چھپی زیرِ زمین نکلی
...
اے مصوّر نقل کیا ہوگی برابر اصل کے　　لاکھ صنعت ہو مگر تصویر پھر تصویر ہے
...
آنکھ کی راہ سے آنیکو جو ہے تو دل مین　　اُلٹے ہی پاؤن پھرے جاتے ہین آنسو دل مین

بشن نرائن در

## غزل

(از افکار تازہ مولانا سید علی حیدر صاحب طباطبائی نظم لکھنوی)

بھرا ساقی کس آب آتشین سے — کہ چھلکا خون رنگ ساتگین سے
یہ کاوش خار صحرا - اوز میں سے — چھٹا دامن تو اُلجھا آستین سے
قمر رشرما گیا اُسکی جبین سے — بنائے چاند زلفِ عنبرین سے
کبھی دیکھو ادھر بھی آنکھ اُٹھا کر — اجازت لو نگاہ سرگمین سے
فلک دنیا رہا سرمایۂ دہر — نہ اپنا ہاتھ نکلا آستین سے
کشیدہ رہ نہ یون اے دامن یار — لٹکنا سیکھ زلفِ عنبرین سے
مبارک نیم بسمل ہو کے مرنا — چھُری پھرتی ہے دست نازنین سے
سفر کا میرے قصہ مختصر ہے — کہین جانا ہے آیا ہون کہین سے
بہت نازک ہے اے ناصح مرا دل — کہین ٹوٹے نہ حرف دل نشین سے
پلٹ جاتے ہین کیسا بات کہکر — اسیرون نے یہ سیکھا ہے نگین سے
بتا کس خون گرفتہ پر غضب تھا — لہو ٹپکا نگاہِ خشمگین سے
سبب گردون کے خم ہونیکا یہ ہے — کہ جھککر توڑلے تارے زمین سے
شرارِ عشق دامن جہل سے بھڑکا — چراغِ عقل گل کر آستین سے
خوشی مین بھی نکالے غم کے پہلو — خدا سمجھے دلِ اندوہگین سے
اُٹھائی آنکھ اُس نے - اور نہ دیکھا — نہ سنبھلا جام دستِ نازنین سے
عطائے دہر سے یون ہاتھ کھینچا — شکن نکلی نہ اپنی آستین سے
عجب آزاد ہے دیوانۂ عشق — نہ دنیا سے غرض اُسکو نہ دین سے
بیان کسکو خبر دورِ فلک کی — کسے فرصت ہے دورِ ساتگین سے

جلا اے نظم آئینہ پر اپنے
ہوئی گردِ نگاہِ عیب بین سے

## ایڈیٹوریل

نمائش الٰہ آباد کے تماشائیون کی تعداد ۸ لاکھ کے قریب پہونچ چکی ہے۔ تاریخ افتتاح سے اتبک اسکا وہی زور شور قائم ہے اور وقتاً فوقتاً نئے تماشے بھی ہوتے رہتے ہین جنہین "قدیم نظارے" خاص طور پر دلچسپ تھے۔ ہوائی جہازون کی اُڑان اور مغربی آتشبازیان بھی خاص لطف رکھتی تھین۔ تقریباً ملک کے ہر گوشے سے لوگ نمائش کی سیر کو آئے اور صوبہ جات متحدہ کے زراعت پیشہ اشخاص خصوصیت سے اسکو دیکھنے آرہے ہین۔ لیکن اس سبق آموز منظر کو کتنے لوگون نے بنظر استفادہ دیکھا اور مفید خیالات اپنے ساتھ لیگئے اسکا اندازہ محال ہے۔ حال مین خبر اُڑی تھی کہ نمائش کی میعاد بڑھا دیجائیگی' لیکن اب یہ طے ہو گیا ہے کہ ۲۸ فروری سنہ حال کو قطعاً بند ہو جائیگی۔

اُردو ہندی کے جھگڑے نے اب یہانتک طول کھینچا ہے کہ معزز ہمعصر آریہ گزٹ کو زمانہ اور ادیب کا ذکر کرتے ہوئے یہ فقرہ لکھنا پڑا ہے "ہندوؤن نے ہندی اور دیوناگری اکشرون (حروف) کے برخلاف مسلمانون کے ساتھ ملکر اُدہ مسلمانون سے بڑھکر کام کرنا شروع کر دیا ہے"۔ دُنیا کے کسی دَور مین ایسا تاریک زمانہ کبھی نہ آیا ہوگا جب ذاتیات سے گزرکر زبانون اور علمون کی تحقیر کی گئی ہو۔ بلکہ مہذب اور شایستہ اقوام مین ہمیشہ ایک سے زیادہ زبانین حاصل کرنے کو معیار تمدن سمجھا گیا ہے۔ بہرنوع کسی زبان کے ساتھ خاص تعصب کا اظہار نہ ترقی تمدن کے منافی ہے بلکہ ایک بدترین اخلاقی جرم ہے۔ ضرورت ہے کہ دولون فرقے ایک دوسرے کی زبان کو نہ صرف حاصل کرین بلکہ اُسکی ترقی و اشاعت مین ساعی ہوکر اپنے اخلاقی فرائض سے سبکدوش ہون۔

اخبار نیر اعظم مراد آباد کے فاضل اور نامور ایڈیٹر منشی ایس - ابن حبیب صاحب نے ادیب کی سالانہ زندگی پر ریویو کرکے ہمین ممنون شکرگزار فرمایا ہے - ایسی

حوصلہ افزائیان ہمین ادیب کی آیندہ خدمات پر معمول سے زیادہ آمادہ کرتی ہین۔ زبان اُردو کی ترقی مین جو سرگرم کوششین آپ عرصہ دراز سے کر رہے ہین وہ اہل ملک پر روشن ہین۔ حال مین آپ نے زبان کی ترقی کے لئے اپنے اخبار مین انعامی مضامین کا خاص سلسلہ قائم کرکے اُردو کی سرپرستی مین فیاضی اور ایثار نفسی کا بھی ثبوت دیا ہے۔ اُردو اہل قلم کو اسطرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

---

ایڈیٹر صاحب "اردوے معلی علیگڈھ" نے بھی جنکے زور قلم کی خاص شہرت ہے ادیب کی سالانہ زندگی پر حوصلہ افزا ریویو کرکے ہماری کوششون کی داد دی ہے۔ جنکے ہم خاص طور پر شکر گزار ہین۔ اُردوے معلی کی نئی زندگی اگرچہ اُسکی پرانی آب و تاب کے مقابلے مین بہت ہی کم ہے لیکن اُردو و علم ادب کی درستی اور اساتذۂ قدیم کے تذکرون کی اشاعت کے لحاظ سے اب بھی وہ ایک بےنظیر رسالہ ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ہم اُسے پھر اُسی اگلی شان سے دیکھین جب وہ اس صوبے مین بہترین رسالہ تھا۔

---

ہمارے دیرینہ کرمفرما منشی دیا نرائن صاحب نگم۔ بی۔ اے۔ ایڈیٹر زمانہ کانپور نے اگرچہ ادیب پر بہت عرصے کے بعد توجہ فرمائی لیکن اپنے ریویو مین حق محبت ادا کر دیا ہے۔ اُنکے نہایت ہی محبت آمیز الفاظ جو ہماری ناچیز ذات سے تعلق رکھتے ہین ہمارے شکریہ کی حد سے باہر ہین۔ ملک کے بلند حوصلہ نوجوانون مین اُنکے کارنامے عدیم النظیر ہین جنھون نے کالج سے نکلتے ہی اپنی اعلیٰ قابلیت اخباری دُنیا کے لئے وقف کر دی ہے۔ زمانہ اُنکی قابلیت کا ایک عمدہ نمونہ ہے جسمین سالگذشتہ کے آغاز سے حجم و تصاویر مین مستقل طور پر اضافہ ہوا ہے اور سال حال سے اسکا سائز بھی کسیقدر بڑھا دیا گیا ہے جس سے بڑے پیمانے کی تصاویر شائع کرنے کی گنجائش نکل آئی ہے۔ ہمین اپنے گزشتہ تعلقات کی بنا پر زمانہ سے خاص محبت ہے اور اُسکی ترقی کو اپنے لئے فخر و مباہات کا باعث سمجھتے ہین۔

---

زمانہ کے جنوری نمبر مین ایک "علم دوست" صاحب نے علمی خبرون کے تحت مین ہمپر بھی توجہ فرمائی ہے۔ اُنھین ہمارے وہ الفاظ جو دسمبر کے ایڈیٹوریل مین محض اظہار واقعات کے طور پر لکھے گئے تھے خاص طور سے ناگوار گزرے ہین۔ وہ تحریر فرماتے ہین کہ "بعض رسالون پر ادیب کا ثانی بننے کا فقرہ "غالباً" زمانہ پر چسپت ہوا ہے جسکا سائز اس سال سے بڑھانے کا اعلان ادیب کے اس نمبر کی اشاعت سے پہلے کیا گیا تھا"۔ اسی قیاسی بنا پر اُنکے غصے اور طعن و تشنیع کا طوفان حد سے گزر گیا ہے جسکے جوش مین وہ یہان تک لکھ گئے ہین کہ ادیب کے سائز پر بعض اُردو رسالے پیشتر ہی سے نکل رہے ہین جنمین صلاے عام دہلی اور مشورہ ناگپور کا نام خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگرچہ ہمارے لئے ادیب کا سائز باعث فخر نہین لیکن اپنے غائبانہ کرمفرما کی واقفیت کی داد دینا مناسب خیال کرتے ہین۔ صلاے عام ہمیشہ ہی سے زمانہ کی دوچند تقطیع پر شائع ہوتا ہے جسے ادیب کے سائز سے کوئی تعلق نہین اور ہمارے کرمفرما پیمائش کی تھوڑی سی تکلیف گوارا کرکے اب بھی اپنا اطمینان کر سکتے ہین۔ اسیطرح اُنھون نے مشورہ کے ابتدائی نمبر دیکھنے کی تکلیف بھی گوارا نہین فرمائی جو شروع مین چھوٹی تقطیع کے چند ورق پر شائع ہوا تھا اور جسکی موجودہ حالت کیلئے انڈین پریس نے اکثر سامان مہیا کیا ہے۔ ہمین زمانہ کے متعلق بھی اُنکی واقفیت مین شک ہے جو ابتداءً ایسی ہی تقطیع پر شائع ہوا تھا اور جسے موجودہ ایڈیٹر صاحب نے گھٹا کر مخزن وغیرہ کے سائز پر کر دیا تھا۔ معلومات کے اس فقدان پر ایسے لمبے چوڑے دعوے حیرت انگیز ہین۔ اسی سلسلے مین اُنھون نے آنربیل پنڈت مدن موہن صاحب مالوی کی اسپیچ کانگرس کے متعلق ہمارے اور مسٹر محمد علی صاحب کے بیانات مین تباین دکھاتے ہوئے ہمپر ہندی زبان

کی حقارت کا الزام لگایا گیا ہے - ایک مسئلے پر دو رائین ممکنات سے ہین حالانکہ ادیب مین جو کچھ لکھا گیا ہے وہ محض اظہار واقعہ کی غرض سے اور اُسے کسی پالیسی اور پارٹی فیلنگ سے ادنیٰ تعلق بھی نہین تاہم ایک خاص تقریر سے جو ہمارے خیال مین اپنے دعوے کے مطابق نہ تھی عام زبان کی حقارت کا نتیجہ اخذ کرنا اور ہندی پریس کو ہمارے خلاف اُکسانا اُنکی علمدوستی کی نہایت روشن دلیل ہے - ہمارے نزدیک اُردو ہندی دونون ملک کے لئے ضروری ہین اور ہم دونون کی ترقی کے یکسان خواہشمند ہین -

---

### تصریح تصاویر

اس نمبر کی رنگین تصویر جو انڈین پریس کے ایک ممتاز مصور کے زود قلم کا نتیجہ ہے - رامائن کے ایک افسوسناک واقعے سے تعلق رکھتی ہے - جب راون کا بیٹا میگھناد جو اُسکی فوج کا سپہ سالار تھا سری لچھمن جی کے ہاتھ سے مارا گیا تو اُسکی بی بی پرمیلا اُسکی لاش پر ستی ہوئی - اس تصویر مین پرمیلا ہاتھ جوڑے مردانہ استقلال سے چتا پر بیٹھی ہوئی ہے اور اُسکے شوہر کی لاش اُسکے پاس پڑی ہوئی ہے - راون اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھے ہوئے رنج و قلق کا اظہار کر رہا ہے اور اُسکے تمام سردار اُسکے اردگرد کھڑے ہوئے ہین - دوسری طرف میگھناد کی مان اور خاندان کی تمام عورتین جمع ہین اور بعض بعض اپنے ہاتھ بلند کئے ہوئے اُس جوش اور تفاخر کا اظہار کر رہی ہین جو پرمیلا کے ستی ہونے سے انھین محسوس ہوا ہے -

معرکۂ ٹیپو سلطان کی تصویر اُس موقع سے تعلق رکھتی ہے جب وہ زخمی ہو چکا ہے اور غنیم کے ایک سپاہی نے اُسکا زرین پٹکا چھیننا چاہا ہے - ہمارے کرمفرما مسٹر شاکر میرٹھی نے اپنے تاریخی اور محققانہ مضمون کے ساتھ یہ تصویر بھی عنایت کی ہے -

---

فتح حیدر کی تصویر مشہور علم دوست مولوی سید خورشید علی صاحب کا عطیہ ہے - یہ ٹیپو سلطان کا بڑا بیٹا اور اپنے باپ کے بالکل ہمشکل تھا -

---

سمندر کی دیوی کی تصویر بھی ستی کی رنگین تصویر کے مصور کی صناعی کا نمونہ ہے - ہندوؤن مین ورن سمندر کے دیوتا ہین اور انکا مرتبہ بعینہ وہی ہے جو مسلمانون مین حضرت الیاس کا - سمندر کی دیوی جو حسن و جمال مین لاثانی ہے اُنکی بی بی ہے جو اپنے سنگار مین مصروف ہے - ایک سہیلی اُسکی چوٹی گوندھ رہی ہے اور سمندر کی موجین اور عام سناٹا چارون طرف چھایا ہوا ہے -

---

میگھناد اور پرمیلا کی تصویر بھی مصور موصوف ہی کے قلم سے نکلی ہے - اسمین میگھناد اپنی پیاری بی بی سے رخصت ہو کر آخری جنگ کے لئے جا رہا ہے جسمین وہ مارا گیا -

گوبردھن لیلا

انڈین پریس الہ آباد

مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

# ادیب

جلد ۳ — نمبر ۳

## مصوّرانِ لکھنؤ

مصوّری ہندوستان کا نہایت قدیم فن ہے اور اگرچہ زمانۂ قدیم کے بہت سے فنون کے ساتھ اسکو بھی عرصۂ دراز سے زوال و نکبت کی تاریکی نے دُھندلا کر دیا ہے تاہم اس سے ہمارے گزشتہ تمدّن پر ایک صاف روشنی پڑتی ہے۔ وہ قوم جسنے فلسفہ و حکمت، ہیئت و ہندسہ اور دیگر علوم و فنون کی بنیادیں ڈالیں، آج اگر اپنی بدبختی سے معرضِ زوال مین ہے تو اُسکے گزشتہ کارنامے فراموش کر دینے کے قابل نہین ہین اور اُسے متمدّن اقوام مین ہمیشہ اس اعتبار سے صفِ اوّلین مین جگہہ ملنا چاہیئے کہ اُسکے پیشرؤن کی ریاضت اور محنت شاقہ نے دُنیا کو تمدّن کی شاہراہ بتائی ہے۔

فن مصوّری مین ہندوؤن کیطرح اہل چین بھی اپنی قدامت کا دعویٰ کرسکتے ہین، لیکن یہ سوال ہنوز حل طلب ہے کہ دونون مین تقدّم کا فخر کسکو حاصل ہے۔ بہرنوع ان دونون قومون سے پہلے تمدّن کی اس لطیف شاخ کیطرف کسیکی توجہ نہین مائل ہوئی۔ مصری، رومی اور یونانی تمدّن کی نسبت اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ اُنکی تاریخین ہمارے تمدّن کے بہت بعد کے واقعات ہین۔ لیکن ہندوستان و چین کے بعد رومتہ الکبریٰ بھی مصوّری کا بہت پُرانا اسکول ہے اور یورپ مین مصوّری کی ساری روشنی اٹلی (اطالیہ) ہی سے پھیلی ہے۔

تاریخی اعتبار سے ہندوستان کی مصوّری کے تین بڑے دَور ہین۔ اوّل وہ دَور جو ویدک زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا بودھون کا عہد اور تیسرا وہ دَور جو شاہانِ مغلیہ کی علم دوستی اور ہنر پروری کی یادگار ہے۔ ویدک زمانے کی مصوّری کے نمونے اب نایاب ہین۔ البتہ بودھون کے عہد کی صنّاعیون کے اکثر نمونے ابتک موجود ہین جنمین بعض حال کی نمائش گاہ الٰہ آباد مین نمایان کئے گئے تھے۔ عہد مغلیہ کی مصوّری چونکہ سب سے

بعد کی مصوری ہے اور اُسے مٹے ہوئے بہت عرصہ نہین ہوا لہٰذا اُسکے نمونے جابجا موجود ہین اور نمائش گاہ مذکور مین انکی خاص کثرت تھی۔ بودھ اور مغلیہ عہد کی مصوّری کا موازنہ کرتے ہوئے یہ امر بآسانی ذہن نشین ہوتا ہے کہ آخرالذکر صنعت مین اوّل الذکر صنعت کے خلاف نمائشی تکلفات کو زیادہ دخل ہوگیا تھا۔ کیونکہ ایک طرف صورتگری کے ساتھ رنگ کی پائداری اور سادگی کو زیادہ دخل ہے اور دوسری طرف تصویر کی دلکشی کے لئے رنگون کی شوخی اور دیگر تکلفات کا زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے جنکی تفصیل آگے آئیگی۔

یہ سوال کہ مصوّری کب اور کس ضرورت سے ایجاد ہوئی ہماری قوتِ فیصلہ سے باہر ہے۔ البتہ فنون لطیفہ مین شاعری کے بعد مصوّری ہی ایسی چیز ہے جسکے ذریعے سے انسان اپنی اعلیٰ ذہانت اور ہنرمندی کا ثبوت دے سکتا ہے۔ مصوری کو اگر اُسکے عام معنون مین لیا جائے تو سنگتراشی اور فنِ تعمیر بھی اُسکے تحت مین آسکتے ہین۔ بالخصوص بُت تراشی کی نسبت تو یہ خیال الیقین کے درجے تک پہونچتا ہے کہ وہ مصوری ہی کی ضرورت سے ایجاد ہوئی۔ خصوصاً جب دونون کا مقصد ایک ہی ہے یعنی صورتگری۔ تو عام اس سے کہ صنّاعی مین فرق و امتیاز ہی کیون نہو، دونون ایک دوسرے سے علٰحدہ نہین ہوسکتے۔ اگلے زمانے مین جب کپڑا اور کاغذ نہین ایجاد ہوا تھا تو عام تحریرون کی طرح مصوّری بھی بھوج پتر اور چمڑے یا تانبے کے ٹکڑون اور مکانات کے ستون اور دیوارون پر ہوتی تھی اور اسے زیادہ پائدار بنانے کیلئے پتھر بھی کام مین لایا جانا قریب القیاس ہے۔ اس دَور کی مصوّری کے متعلق یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ ابتداءً وہ صرف چند لکیرون تک محدود ہوگی جنکے ذریعے سے تصویر کے حدود نمایان ہوجاتے ہونگے۔ رنگ و پرداز بہت بعد کی باتین ہین اور اندھیرا اُجالا اور دیگر اصولِ مصوّری اس سے بھی بعد کے خصوصیات ہین۔ بلکہ یہ زمانۂ حال ہی مین اوجِ کمال تک پہونچے ہین۔ اس صورت مین مصوری کے لئے بُت تراشی کا طریقہ زیادہ موزون تھا جس سے تصویر کے حدود نسبتہً زیادہ نمایان ہوجاتے تھے۔

بہرکیف اگرچہ اسلامی حملون سے پہلے بودھون کی تہذیب کا چراغ گُل ہوچکا تھا لیکن مصوّری کی شاخ مین اسی اسکول کی تعلیم عام تھی اور بجز مذہب یا معتقدات کے تمدّن کے کسی صیغے مین نمایان تبدیلی نہین ہوئی تھی۔ اسلامی حملے زیادہ تر مذہبی رنگ لئے ہوئے تھے اور فاتحانِ ہند اُن ممنوعات کو جائز رکھنے سے معذور تھے جنکی اُنکے مذہب مین ممانعت تھی۔ مصوری بھی انھین ممنوعات مین داخل تھی اور اگرچہ ہمارے پاس اسکا کوئی ثبوت نہین ہے کہ اگلے بادشاہون نے مصوّری کے لئے کوئی امتناعی حکم جاری کیا تھا لیکن ہندوستانی مصوّری کے اُس عام زوال سے جو شاہانِ مغلیہ کے ابتدائی عہد تک قائم رہا یہ پتہ بآسانی لگ سکتا ہے کہ اُسوقت یہان کی مصوّری معدوم کے قریب پہونچ گئی تھی۔ ہندوستان کے بڑے بڑے حصّون مین صرف راجپوتانہ ایسا مقام تھا جہان مصوّری کا کچھ چرچا باقی تھا اور اسی اعتبار سے جےپور کو مصوّری کا ایک پُرانا اسکول کہا جاسکتا ہے لیکن اسکی قدامت ایک ہزار سال سے زائد نہین ہے۔

شاہانِ مغلیہ مین شہنشاہ اکبر کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُسنے ہندوستان کے بہت سے قدیم علوم و فنون کے ساتھ مصوّری کو بھی ایک حد تک زندہ کیا۔ مغل فرمانروا ہندوستان مین براہ راست ایران سے آئے تھے اور ایران بھی مصوری کا ایک پُرانا اسکول ہے۔ پس ایرانی اور ہندوستانی مصوّری کے میل جول سے

ایک نئے آرٹ (صنعت) کی بنیاد پڑی۔ مسلمانون مین مذہبی ممانعت کی وجہ سے صورت کشی کا عام رواج نہ تھا اور اونھون نے اسکا نعم البدل ایک اور ہنر ایجاد کیا تھا جسکا نام خوشنویسی ہے جسطرح تصویر مین رنگ بھرکے اور جا بجا سونا چڑھاکے اُسے نظر فریب بنایا جاتا ہے اُسیطرح مسلمان خوشنویسون نے اپنے قطعات کو دلفریب بنانیکی کوشش کی اور دُنیا کے لئے ایک نئے ہنر کی بنیاد ڈالی جو افسوس کہ اب بالکل معدوم ہوگیا۔ وصلیون پر ابری کام یعنے سونے کی افشان ہندوستان کے اگلے عہد کی یادگار ہے لیکن مسلمانون نے اسمین بھی ایک نفاست پیدا کی تھی اور خوشنویس اپنے قطعات عموماً ابری ہی وصلیون پر لکھتے تھے۔ ہاتھی دانت کے ٹکڑون، شیشون اور کاغذ پر آبی رنگ کی تصویرین بھی اسلامی مصوّری کی خصوصیات مین داخل ہین۔ کتابون مین رنگین اور سُنہری جلدولین، نقّاشی اور تصویرین اگرچہ اُس عہد کی ایجاد نہین تاہم عہد اکبری کی تمام کتابون مین یہ خصوصیات موجود ہین۔ اکبر کے عہد مین بہت سے مصوّر (جنمین ہندو مسلمان دونون داخل ہین) اس فن مین خاص کمال رکھتے تھے۔ انھین تاریخی، واقعاتی اورخیالی تصویرین بنانے مین خاص امتیاز حاصل تھا۔

✓ شہنشاہ جہانگیر کو بھی اس فن سے خاص دلچسپی تھی اور اُسکے عہد مین باکمال مصوّرون کی کافی تعداد موجود تھی چنانچہ جب "سر ٹامس رو" نے شہنشاہ کو ایک تصویر اس دعوے کے ساتھ نذر کی کہ کوئی ملک اس قسم کی صنّاعی نہین پیش کرسکتا، تو اُسکے دوسرے ہی روز اُنکی لاف زنی خاک مین مل گئی اور وہ یہ دیکھکر دریاے حیرت مین غرق ہوگئے کہ اُس تصویر کی چار نقلین تیار کردی گئین جو ہو بہو اصل کے مطابق تھین۔ شاہجہان کا عہد بھی مصوّری کے لئے خوش نصیبی کا زمانہ تھا جسکے دربار مین بہت سے عدیم النظیر مصوّر موجود تھے۔ لیکن خاندان مغلیہ کے زوال کے ساتھ ہی مصوّری پر بھی زوال آنے لگا اور دہلی کے اچھے اچھے مصور دربار اودھ مین داخل ہوگئے۔ چنانچہ نواب شجاع الدولہ کے دربار مین دہلی کے مصوّرون کی کثیر تعداد موجود تھی۔ ان مصوّرون کی صنّاعی کے بہت سے نادر نمونے اگلے نوابون کے محلون مین موجود تھے لیکن اب اُنکا پتہ لگانا محال ہے۔ تصاویر مین سفیدہ اور سونا چڑھانا دہلی اسکول کی مصوّری کے خصوصیات مین داخل ہے۔ اودھ کے قدیم مصوّر اسی اسکول کے شاگرد تھے۔ لیکن اُنمین بہت جلد تبدیلی واقع ہوئی اور اُنکی صنّاعی مین یورپین مصوّری کے خصوصیات اس کثرت سے داخل ہوگئے کہ لکھنؤ ایک جداگانہ اسکول ہوگیا۔ یورپ کے بعض مصوّرون کو دربار اودھ سے خاص تعلق رہا ہے جنمین زوفینی سب سے پہلا مصوّر تھا جو نواب آصف الدولہ کا ملازم تھا۔ اُسکی تصویرون مین "مرغ کی پالی" اور "مرزا حیدر بیگ کا لارڈ کارنوالس کے پاس برسم سفارت جانا" یورپ تک مشہور ہین۔ زوفینی نے نواب آصف الدولہ بہادر، کلاوڈ مارٹین اور دوسرے اُمرا کی شبیہین بھی بنائی تھین۔ چنانچہ مارٹین صاحب کی ایک اصلی تصویر کلکتہ مارٹینیر مین ابتک موجود ہے۔ مرغ کی پالی اور دوسری تصویرون کی اصلین اب مفقود ہین لیکن انکی بعض کی نقلین یورپ مین ابتک موجود ہین۔ اوّل الذکر تصویر ۱۷۸۶ء کے قریب بنائی گئی تھی جسمین اس منظر کو نہایت خوبی سے دکھایا تھا۔ یہ تصویر بہت عرصے تک نواب آصف الدولہ کے محل موسوم بہ دولتخانہ کی رونق رہی۔ مسز پارکس نے ۲۴ر جنوری ۱۸۳۱ء کو اُسے شاہی محل مین بچشم خود دیکھا تھا۔ غالباً ہنگامہ غدر مین دوسرے قیمتی ذخائر کے ساتھ یہ تصویرین بھی

فنا ہوگئین - مرغون کی لڑائی والی تصویر کی ایک نقل ۱۷۹۶ء مین مع اُسکی تشریح کے چھاپی گئی تھی اور اُسکی ایک رنگین نقل تانبے کی پلیٹ پر بھی بنائی گئی تھی جو آخری شاہ اودھ کے جواہر خانہ مین موجود تھی - اسے نواب علی نقی خان (وزیر اودھ) اپنے محل واقع گوگھاٹ مین اُٹھالے گئے تھے اور اب اُسکا بھی پتہ نہین -

مرزا حیدر بیگ کی سفارت کلکتہ والی تصویر مین چند طویل القامت ہاتھیون کی قطار تھی جسکے وسط مین سب سے بڑا ہاتھی اپنی سونڈ مین ایک زندہ آدمی کو لپیٹے ہوئے تھا - ہاتھیون کے آگے آگے چند پیدل آدمی بیقاعدگی سے جارہے تھے اور چند لوگ اطراف مین بیٹھے ہوئے تھے جنمین ایک نیم برہنہ عورت بھی نظر آتی تھی - تصویر کا منظر پٹنہ کے قرب وجوار مین کسی مقام پر قائم کیا گیا تھا جو کلکتہ کے راستے مین واقع ہے - لیکن تصویر کو کسی تاریخی واقعہ سے چندان تعلق نہین معلوم ہوتا -

زوفینی کے بعد مسٹر ہوم اور اُنکا بیٹا (اسکا نام بھی ہوم تھا) وارد ہند ہوئے مسٹر ہوم ایک مشہور مصوّر تھے - انکی شہرت دربار اودھ تک بہت جلد پہونچگئی اور نواب سعادت علی خان نے اُنھین مدراس سے طلب کرکے ایک ہزار روپیہ ماہانہ پر ملازم رکھا مسٹر ہوم کو شبیہ نگاری مین خاص کمال حاصل تھا اور اُنھون نے بہت سی نادر تصویرون کے علاوہ نواب سعادت علیخان کے پورے قد کی بھی ایک تصویر کھینچی تھی - شاذ و نادر طور پر کسی منظر کی تصویر بھی بناتے تھے - اس قسم کی تصاویر مین ایک کا ذکر سلیمن صاحب (رزیڈنٹ لکھنؤ) نے اپنی یادداشت مین کیا ہے جو اُنکی نظر سے گذری تھی - اس تصویر مین ایک شکار گاہ کا سین کھینچا گیا تھا جسمین راجہ بختاور سنگھ نواب سعادت علی خان کے پیچھے شکار کرنیکے انداز سے کھڑے ہوئے تھے -

مسٹر ہوم کے بیٹے ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج مین کپتان تھے لیکن اپنے نامور باپ کیطرح مصوّری مین بھی کمال رکھتے تھے - شاہ غازی الدین حیدر نے اپنے عہد سلطنت مین نہ صرف مسٹر ہوم ہی کی قدر افزائی کی بلکہ اُنکے بیٹے کو بھی اپنے زمرۂ مصاحبین مین داخل کرلیا - یہ بھی شبیہ نگاری کے اُستاد تھے - شاہ زمن غازی الدین حیدر اور اُس عہد کے اُمرائے شاہی کی بہت سی تصویرین اُنکے زورِ قلم کا نتیجہ تھین - رسالہ "بشپ ہیبر" بابت ۱۸۲۴ء اور مسز رابرٹس کی تصنیف "سین اینڈ کیرکٹر آف ہندوستان" مطبوعہ ۱۸۳۰ء مین ان باپ بیٹون کی مصوّری پر زوردار ریمارک درج ہین - مسٹر ہوم اپنی ضعیف العمری مین پنشن یاب ہوکر کانپور چلے گئے جہان آخر وقت تک نہایت عیش وآرام سے بسر کرتے رہے اور وہین وفات بھی پائی -

ان دونون کے بعد "چارلس مانٹز" آئے جنکا ذکر "ایک مشرقی بادشاہ کی پرائیویٹ زندگی" نامی کتاب مین ایک جرمنی مصوّر کی حیثیت سے آیا ہے - یہ شاہ نصیر الدین حیدر کے خاص مصاحب تھے اور ایک معقول تنخواہ پر طلب کئے گئے تھے - اُنھون نے بادشاہ کی کئی نادر تصویرین انگریزی اور ہندوستانی لباس مین بنائی تھین - نیز بیگمات شاہی مین کسی فرضی بیگم کی ایک خیالی تصویر بھی بنائی تھی جسکی یورپین حلقون مین مشرقی حُسن کے ایک دلکش نمونے کی حیثیت سے بیحد شہرت ہوئی تھی - ان سب کے بعد ایک اور قابل الذکر یورپین مصوّر داخل دربار ہوا جسکا نام "بیچی" تھا - یہ آخری شاہ اودھ محمد واجد علی شاہ کا خاص مصوّر تھا - اسنے بھی ایک بادشاہ بیگم کی خیالی تصویر بنائی تھی جو ۱۸۵۱ء کی نمائش گاہ لندن مین نمایان کی گئی تھی اور جسکی بیحد شہرت ہوئی -

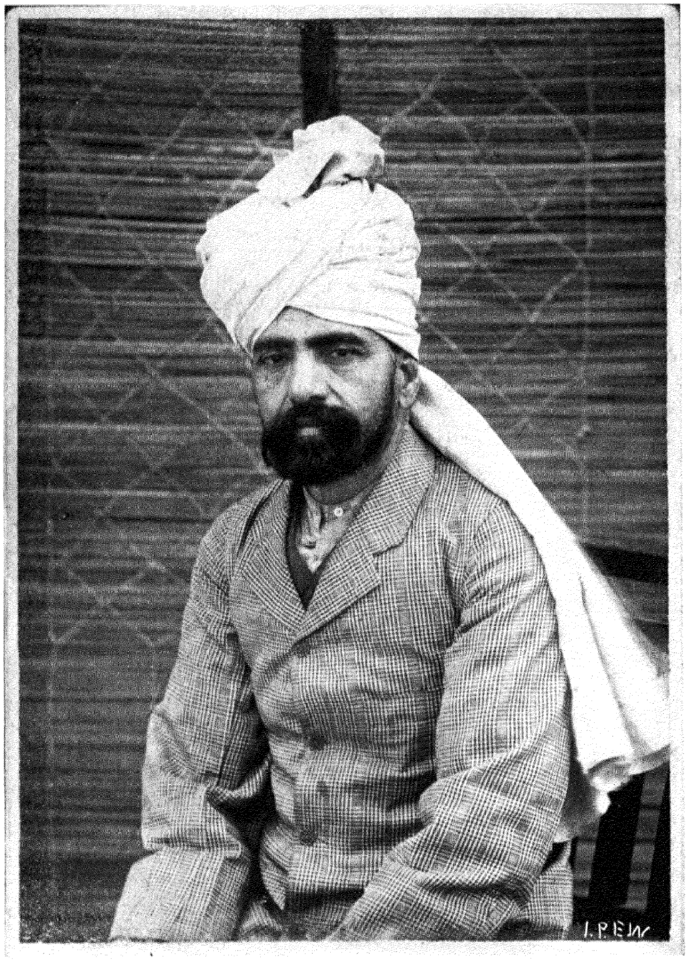


خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب

انڈین پریس الہ آباد

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ دربار اودھ مین اوّل سے آخر تک ایک نہ ایک یورپین مصوّر داخل رہا اور اسطرح دیسی مصوّری پر مغربی صنّاعی کا اثر پڑتا رہا۔ لیکن مصوّران لکھنؤ اس نئی صنعت سے زیادہ بہرہ اندوز نہین ہوئے - ایک انگریزی مورخ کا بیان ہے کہ اوّل اوّل جو مغربی مصوّر یہان آئے اُنھون نے دیسی مصوّرون کو اپنا ہنر سکھانے مین فیّاضی سے کام نہین لیا۔ اوّل تو اُن تک پہونچنا اور اُنکی شاگردی اختیار کرنا ہی سخت دقت طلب تھا اور جو نہایت مشکل اور صرف کثیر سے اُنکے شاگرد ہوئے اُنکو عمدہ تعلیم نہین دی گئی - دوئم اُنکی تصاویر بھی عام طور پر دیکھنے مین نہ آتی تھین کہ اُنکی باریکیون اور طرز صنعت کی تقلید کیجا سکتی۔ تاہم لکھنؤ مین مصوّرون کا ایک کافی گروہ موجود تھا جسمین مختلف طبقون کی مصوّری کے خصوصیات کے باہم میل جول سے ایک نئی صنعت کی بنیاد پڑ رہی تھی - ان لوگون نے تصویرون مین سونا چڑھانا اور سفیدہ کی زمین تیار کرنا دہلی اسکول سے حاصل کیا تھا اور رنگ بھرنے کا طریقہ جے پور اسکول سے - روغنی تصاویر اور پرداز کے خصوصیات مغربی اسکول سے اُڑائے تھے اور اسطرح ایک نیا اسکول قائم کرلیا تھا جسمین ذاتی ذہانت اور زور قلم سے ایک خاص امتیاز پیدا ہو گیا تھا۔

شاہ زمن غازی الدین حیدر کے دربار مین ایک دیسی مصوّر کی بیحد شہرت تھی جسکا نام "ٹھاکر داس" تھا اسے روغنی اور آبی دونون قسم کے رنگون کی تصاویر بنانے مین کمال حاصل تھا۔ اسکی صنّاعیون مین راگ اور راگنیون کا ایک سلسلہ جسمین قاعدۂ انگریزی کے مطابق دیسی مذاق کی تمثیلی تصویرین بنائی گئی تھین نہایت اعلیٰ ہنرمندی پر مبنی تھا جسکی تعریف مین یورپین نقّادانِ فن بھی رطب اللسان ہین - اس حیرت انگیز مصوّر کی نسبت ایک روایت نہایت دلچسپ ہے - ایک مرتبہ کسی رزیڈنٹ نے بادشاہ سے اثنائے گفتگو مین دیسی مصوّری کی نسبت نہایت حقارت آمیز کلمات کہے - اسپر بادشاہ نے ٹھاکر داس کو ایک سرکاری نوٹ کی ہو بہو نقل بنانے کا حکم دیا - حالانکہ ٹھاکر داس انگریزی کا ایک حرف بھی نہین جانتا تھا تاہم اُسنے نوٹ کی ایسی پوری نقل اُتار دی کہ جب دوسرے روز بادشاہ نے رزیڈنٹ صاحب کو بُلا کر اصلی و نقلی نوٹون کے پہچاننے کی فرمائش کی تو اُنھون نے حیرت و استعجاب کے ساتھ دونون کو بہت دیر تک ملاتے رہتے، اُلٹنے پلٹنے اور توڑنے مروڑنے کے بعد نقل کو بجائے اصل کے منتخب کیا - اسپر جنابعالی مسکرائے اور اصل نوٹ کو رزیڈنٹ صاحب کیطرف بڑھا کے نقل کو اپنے پیچوان کی چلم پر رکھدیا - حتیٰکہ وہ جل کر خاک ہو گیا اور اُس عدیم النظیر صنّاعی کی یادگار مٹ گئی جسکا ذکر تاریخون مین درج کرنیکے قابل سمجھا گیا۔

محمد علی شاہ کے عہد مین جس مصوّر نے شہرت و ناموری کی معراج حاصل کی اُسکا نام محمد علی تھا جسے "مانی رقم" کا خطاب دیا گیا تھا - اسکی مصوّری مین پرداز کے گھٹاؤ بڑھاؤ اور اندھیرے اُجالے کے خصوصیات نہایت قابل تعریف تھے محمد علی شاہ کے دربار تخت نشینی کی تصویر جو شاہی محل کی زینت سمجھی جاتی تھی اسی مصوّر کی صنّاعی کا نمونہ تھی - اسکا بیٹا فضل علی جسکا لقب "بہزاد رقم" تھا، واجد علی شاہ آخری شاہ اودھ کا خاص مصوّر تھا - شاہی تصویر خانہ کی ساری زینت اسی ایک مصوّر کے قلم سے وابستہ تھی جسنے بہت سے محلات شاہی کی شبیہین اور ترمانہ مناظر کی تصویرین بھی بنائی تھین - اسکا دادا بھی ایک پرانا مصوّر تھا جسکی روغنی تصویرین نہایت نفیس اور قابل ستائش تھین - اسیطرح بیشمار مصوّر تھے جنمین صاحب رائے اور بیجو بیگ

بہت مشہور تھے۔

ان مصوّرون کی صنّاعیان شبیہ نگاری کے علاوہ سوسائٹی کے مختلف مذاق پر مبنی تھین۔ شاہی مصوّرون کا زورِ قلم زیادہ تر بادشاہون کی شبیہین۔ دربار کے منظر۔ گورنر جنرلون اور رزیڈنٹون کی آمد اور اُنکی سواریون کے جلوس اور عام دھوم دھام کے دکھانے مین صرف ہوتا تھا۔ اکثر اوقات موکبِ خسروی اور شاہی شکار کے مناظر بھی بنائے جاتے تھے اور محلات شاہی کے سین بھی دکھائے جاتے۔ جسطرح اُس زمانے مین اہل لکھنؤ کی زندگی پُر واقعات اور زندہ دلی کی روح لئے ہوئے تھی، اُسیطرح اُس عہد کی مصوّری بھی اپنی بوقلمونی مین لاجواب تھی۔ کہین گینڈون اور ہاتھیون کی لڑائی ہو رہی ہے، کہین شیر ڈکار رہے ہین۔ کہین چیتون، پاڑھون اور بارہ سنگون کا جھُرمٹ ہے۔ کسی تصویر مین کوئی نوجوان نواب مع بیگم صاحبہ زرنگار مسند پر بیٹھے ہوئے ہین۔ سونے چاندی کے پاندان، اوگالدان، خاصدان، چنگیرین، شمعدان اور پیچوان قرینے سے رکھے ہوئے ہین اور سامنے ڈومنیون کا ناچ ہو رہا ہے کہین عیش باغ کی برسات کا منظر پیش نظر ہے۔ جدہا، کھجوا لہرین لے رہا ہے اور آم کے اونچے اونچے درختون مین جھولے پڑے ہوئے ہین۔ گھٹائین اُٹھ رہی ہین، ہوا سنسنا رہی ہے اور جھولنے والی حورجمال بیگمون کے پینگ درختون کی چوٹیون تک پہونچ جاتے ہین۔

لیلی و مجنون کی محبت کے افسانون کو بھی تصاویر کا لباس دیا گیا تھا اور بعض ہندو مصوّرون نے مذہبی روایات کو بھی تصاویر کے ذریعے سے ایسے دلکش پیرایہ مین جلوہ گر کیا تھا کہ عقیدت مندانہ نگاہین اُنکی زیارت سے سیر نہین ہوتی تھین۔ کرشن جی کی مُرلی بجانے کی ادا اور گوپیون کی محویت کے جیسے نادر نمونے اُن مصوّرون کی صنّاعی مین ملتے ہین اب نظر نہین آتے۔ قدیم و جدید مصوّری کی مذہبی شاخ مین اب بہت کچھ تغیّر ہوگیا ہے۔ اصولِ فن کے اعتبار سے جدید مصوّری خواہ کتنی ہی قابل ستائش کیون نہو، لیکن موجودہ مصوّرون کے دل اُس عقیدتمندی سے لبریز نہین ہین جو اگلے مصوّرون کی صنّاعی کو دلکش بنا دیتی تھی۔ راجہ راوی ورما کی تصاویر جو بیشتر مذہبی رنگ لئے ہوئے ہین ان تقدّسانہ جذبات کے اظہار سے قاصر ہین جو ہادیانِ مذہب کے لئے ضروری ہے اور اسی وجہ سے ان تصاویر کو نمائش گاہ الہ آباد مین نمایان نہین کیا گیا۔ لیکن مجھے لکھنؤ کی مصوّری سے مطلب ہے۔ یہان کی اُس سوسائٹی مین جو عیش پرستی کے طوفان مین غرق تھی اگرچہ عقیدت مند مصوّرون نے روحانی جذبات کو نمایان کرنے کی کوشش کی تو اگرچہ اُنکی صنّاعی ناقص ہی سہی تاہم ہزار تحسین و آفرین کے قابل ہے۔

عشق و محبت کی داستانین عام تھین۔ مثلاً کوئی عورت اپنے گھر مین بال کھولے بیٹھی ہے۔ مکان کی دیوارین اسقدر پست ہین کہ کوئی شہزادہ گھوڑے پر سوار اُدھر سے گزرتا ہے اور عورت کو دیکھکر اُسپر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ عورت غیر مرد کو دیکھکر شرم و حیا سے گڑ جاتی ہے اور تو وارد خدنگِ محبت سے زخمی ہو کر کلیجہ تھام لیتا ہے۔ مصوّر اس ساری داستان کو ایک تصویر مین اس خوبی سے دکھاتا تھا کہ بادی النظر مین سارا قصّہ ذہن نشین ہو جاتا تھا۔ بعض تصویرون مین کوئی شہزادہ کسی شاہزادی کے محل کے نیچے ہاتھی پر سوار کھڑا ہے اور شہزادی اپنی سہیلیون سمیت محل کے کوٹھے پر کھڑی ہوئی

اس انداز سے نیچے کو جھکی ہوئی ہے گو یا شہزادے کو اپنی طرف بلا رہی ہے، یا اُس سے کوئی پھول یا دوسرا تحفہ لے رہی ہے۔ کہیں اندھیری رات مین کوئی حسینہ اپنے محل کے چور دروازے مین اس انداز سے خوف زدہ کھڑی ہوئی کہ اُسکے عاشق کو جو اُس سے ملنے آیا ہے کوئی دیکھ نہ لے اور اُسپر روشنی کی شعاع نہ پڑ جاے۔ تصویر مین روشنی کا اظہار طلائی تحریر سے اور اندھیرے کا امتیاز سیاہ رنگ سے کیا جاتا تھا۔ بلکہ تصاویر مین سونے کا استعمال اس کثرت سے ہوتا تھا کہ آفتاب وماہتاب اور ستارے وغیرہ بھی طلائی ہی بنائے جاتے تھے۔

ہر تصویر کا عقبی حصہ (Background) دکھانیکے لئے عموماً تصویر کے عرض مین ایک بُرجیون دار دیوار یا کٹہرہ بنایا جاتا تھا جسکے اوپر پھول پتیون کے گچھے یا سرو، یا اور کوئی جھاڑی ضرور بنائی جاتی تھی۔ جھاڑیون سے تھوڑے فاصلے پر بالائی جانب آسمان دکھایا جاتا تھا جسپر ہلکی ہلکی بدلیان چھائی ہوتی تھین اور درمیان مین کوئی پرند اُڑتا ہوا نظر آتا تھا۔ یہ خصوصیات لکھنؤ کی مصوری کے اصول مین داخل تھے۔ صورتین عموماً حسین بنائی جاتی تھین۔ بوڑھے اور بدشکل چہرون کا کوئی شائق نہ تھا لہذا مصورون کو اپنی تصویرون کو ہر دلعزیز بنانے کے لئے سوسائٹی کے مذاق کی متابعت کرنا پڑتی تھی۔ لیکن توسیع فن کے اعتبار سے حُسنِ قدرت (Natural beauty) کے اکثر نمونے دکھائے جاتے تھے۔ مثلاً مائین اپنے بچون کی حرکات دیکھکر خوش ہو رہی ہین۔ رامچندر جی بن باس کے لئے جا رہے ہین یا گوپیان جمنا مین نہا رہی ہین اور کرشن جی اُنکی ساریان لیکر کدم کے درخت پر جا بیٹھے ہین۔ یا شیو جی جنگل مین بیٹھے ہوئے ہین اور پاربتی جی اُنکے پہلو مین جلوہ افروز ہین۔ بعض تصاویر مین جنگل کے سین نہایت کامیابی سے دکھائے جاتے تھے اور ہندوؤن کی مرتاضانہ زندگی اور ریاضت کے واقعات کو خصوصیت کے ساتھ نمایان کیا جاتا تھا۔ ان تصاویر مین لمبی لمبی جٹاؤن والے جوگی اور جوگنین تقدسانہ انداز کے ساتھ عبادت مین مصروف ہین اور دریا کے کنارے کنارے کُٹیان بنی ہوئی ہین جنمین بعض اسقدر قریب ہین کہ دریا اُنکے پاس ہی لہرین مار رہا ہے۔ میدان جنگ کے سین اگرچہ لکھنؤ کی آخری سوسائٹی سے زیادہ تعلق نہین رکھتے لیکن یہان کے مصورون نے اس صیغے مین بھی طبع آزمائی کی تھی۔ یہ منظر اسطرح دکھائے جاتے تھے کہ دونون جانب صفین آراستہ ہین اور ڈھال تلوار سے معرکہ آرائی ہو رہی ہے۔ آخری مصورون نے توپون اور بندوقون کی لڑائی بھی دکھائی تھی لیکن یہ صناعی اُنسے طبعی مناسبت نہین رکھتی تھی۔ البتہ ڈھال تلوار کی گھمسان لڑائی دکھانے مین اُنکے قلم کو لغزش نہین ہوئی۔

بادشاہ کی سواری مع بیحد فوج اور لاانتہا جلوس کے۔ عیدگاہ یا کسی دوسرے مذہبی مقام پر جاتی ہوئی عموماً دکھائی گئی ہے۔ شاہی شکار کے منظر بھی عام طور پر بنائے جاتے تھے جنمین شیر کا غضبناک حالت مین ہاتھی کی سونڈ یا جھول پر چڑھ جانا اور مہاوت کا اُسپر بھالے سے وار کرنا بہت کچھ قدرتی بیباکی کا پہلو لئے ہوتا تھا۔ اس منظر کو یہانتک مقبولیت ہوئی کہ مٹی کے کھلونون مین بھی دکھایا جانے لگا اور ابتک مقبول ہے۔ بعض ایسی تصویرین بھی بنائی گئی تھین جنمین بادشاہ یا اُمرا اپنے محلون مین بیٹھے ہوئے ہین۔ انمین عمارتی نقشے زیادہ وضاحت کے ساتھ دکھائے جاتے تھے جنمین در و دیوار، ستون، برج اور سائبان سب کی کیفیت نظر آتی تھی۔ اس قسم کی ایک تصویر

راقم کی نظر سے گزری تھی جسمین مہاراجہ بالکرشن اپنے محل کے سائبان مین رونق افروز تھے۔ مہاراج کو آزاد چڑیون سے بیحد اُنس تھا اور اُنکو اپنے ہاتھ سے دانہ دیا کرتے تھے۔ مصوّر نے اپنی تصویر مین مہاراج کے اسی جذبہ کو نمایان کیا تھا۔ مہاراج کُرسی پر بیٹھے تھے۔ اِردگرد بیشمار پیالے اور پیالیان رکھی ہوئی تھین اور پرندے پر جوڑ جوڑ کر اُنکی طرف آرہے تھے۔

مغربی صنّاعی کے اثر سے پیشتر لکھنؤ مین روغنی تصاویر بنانے کا رواج نہ تھا۔ صرف آبی رنگ کی تصویرین ہاتھی دانت، شیشہ، ابرک اور کاغذ پر بنائی جاتی تھین۔ تانبے اور پیتل کے ظروف اور ظروف پر بھی رنگین تصویرین اور گلکاری بنائی جاتی تھی۔ ابرک پر بعض نہایت نفیس اور نادر کام اتبک لکھنؤ کے اکثر تعزیون مین دیکھے جاسکتے ہین جو ساری دُنیا مین عدیم النظیر ہین۔ لیکن کتنے ایسے لوگ ہین جنھون نے اس بے مثل صنّاعی کو اس نظر سے دیکھا ہے اور اُن مفلوک الحال کاریگرون کی محنت کا اندازہ کیا ہے جو سال بھر اسی کام مین مصروف رہتے ہین۔ اُنکے تن پر کپڑا نہین اور شاید اُنکے بچّون کو ایک وقت سے زیادہ کھانا نہین ملتا۔

تصویر کے گرد بیل اور مداخل بنانا اور اُسکی پشت پر قطعہ لکھنا بھی لکھنؤ کے خصوصیاتِ فن مین داخل تھا۔ قطعہ کے گرد بھی رنگین یا سُنہری بیل اور مداخل کا التزام ہوتا تھا اور وصلی کی زمین عموماً افشانی ہوتی تھی۔ سونا حل کرنے اور رنگ بنانے مین جو کمال اگلے مصوّرون کو حاصل تھا اُسکی مصورانِ حال کو آرزو ہے۔ اگلے مصوّر موقلم بھی خود ہی بنا لیتے تھے لیکن اب ولایتی بُرش کی محتاجی ہے۔ اب رنگ بھی ولایتی ہی استعمال ہوتے ہین اور لاجورد، سفیدہ وزنگار وغیرہ کا استعمال خواب وخیال ہوگیا ہے۔ لیکن ان معمولی رنگون کی شوخی اور پائداری اتبک حیرت خیز نگاہون سے دیکھی جاتی ہے۔

فوٹوگرافی کے ایجاد سے پیشتر تناسب اعضا اور رگ وریشہ کا صحیح اظہار عام طور پر ناممکن تھا۔ لیکن جو مصوّر علم تشریح سے واقف تھے اور کمال فن کے ساتھ دقّتِ نظری سے بھی بہرہ ور تھے اُنکی صنّاعی مین یہ وصف بدرجۂ اتم موجود تھا۔ لکھنؤ کے بہزاد رقم اور صاحب رائے اس صنف مین خاص کمال رکھتے تھے۔ اندھیرے اُجالے کے اصول بھی عام طور پر رائج تھے اور پرواز کی گھلاوٹ مین تمام مسبوق الذکر مصوّرون کو کمال حاصل تھا۔ اسیطرح قلم کی نزاکت اور رنگون کی موزونیت مین بھی وہ کسی اسکول کے مصوّرون سے دوسرے درجے پر نہین رہے۔ لکھنؤ میوزیم اور شاہ نجف وغیرہ مین ان مصوّرون کی صنّاعی کے اکثر نمونے اتبک موجود ہین جو دستبرد زمانہ سے بچ رہے ہین اور انسے نہ صرف اُنکا کمال ظاہر ہوتا ہے بلکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص اسکول کی مصوّری ہے۔

آخر آخر کئی قابل قدر مصوّر اور پیدا ہوئے۔ لیکن اب زمانہ کی ہوا اُنکے موافق نہ تھی اور عام افلاس، ناقدری اور کس مپرسی کی بدولت اُنھین اُبھرنا نصیب نہین ہوا۔ درحقیقت غدر کے بعد اہل شہر کے دل مُردہ ہوگئے تھے اور اُنمین تمدنی زندگی کا احساس تک باقی نہین رہا تھا۔ اس حالت مین مصوّرون کی قدردانی درکنار اُنھین پیٹ بھر روٹی ملنا محال تھا۔ شاہی عہد کا بہزاد رقم غدر کے بعد عرصے تک زندہ رہا۔ اسے اپنے کمال پر آخر وقت تک غرّہ تھا اور باوجود ضعف بصارت اور فاقہ کشی کی وجہ سے قبل از وقت بُڑھاپا آجانے کے جس سے ہاتھون مین رعشہ پیدا ہوگیا تھا، اُسکی صنّاعی اصولِ فن اور

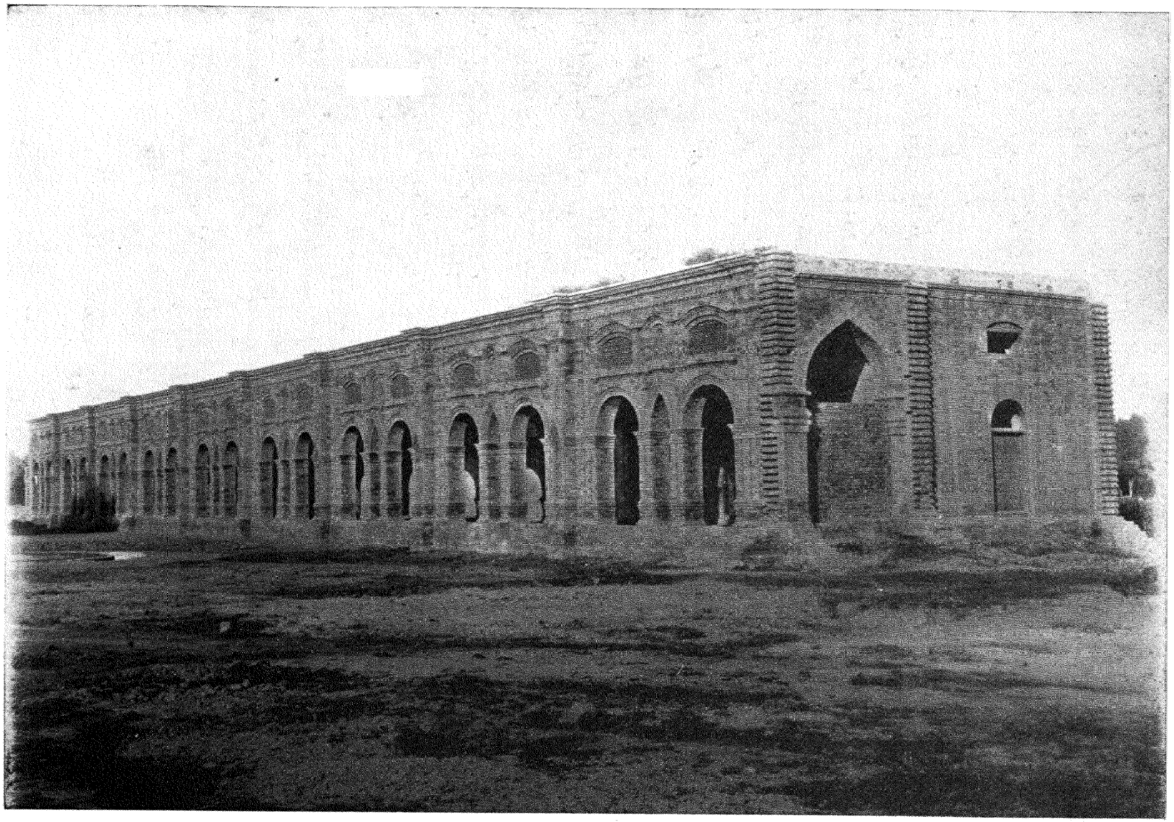

سکھہ کنیان مہاودیالہ فیروز پور پنجاب

انڈین پریس الہ آباد

حدود مصوّری کے اعتبار سے بے نظیر ہوتی تھی - بُلاقی داس بھی ایک ایسا ہی مصوّر تھا جو باوصف فاقہ کشی اور در بدر مارے مارے پھرنے کے اپنے وقت کا ایک لاجواب مصور تھا - اسے شبیہ نگاری مین اتنی مہارت تھی کہ ادنیٰ فرمائش پر بھی فوراً تصویر بنا دیتا تھا - تصویر کا یہکو فوٹو کہنا چاہیئے کہ اصل و نقل مین مطلق فرق نہین - اسکی ساری ضرورتین مصور ہی سے پوری ہوتی تھین - بنئے سے آٹا لیا اور اُسکی تصویر بنا دی - حجام سے خط بنوایا اور عوض مین تصویر پیش کر دی - لوگ روزمرہ تصویرین لیتے لیتے تھک جاتے تھے اور اُسکا قلم کبھی نہین تھکتا تھا - اگر کسی نے کچھ فیاضی دکھائی اور دو چار آنے نقد دینے کہے تو اُسکی رنگین تصویر مع نقش و پرداز بنا دی گئی اور وہ بھی ایسی لاجواب کہ اب قلم کی یہ نزاکتین مفقود ہین -

شیخ قائم علی بھی ایک خاندانی اور مشہور مصوّر تھے - اُنکی صنّاعی کے اکثر نمونے اتبک اُسکے خاندان مین موجود ہین اور بعض اہل شہر کے پاس بھی نظر آتے ہین - نولکشور پریس کی بدولت اُنھین زمانہ کی سختیان نہین برداشت کرنا پڑین اور اُسکے تعلق سے خوش و خرّم زندگی بسر کرتے رہے - "گلستان باتصویر" کی خیالی تصویرین اُنھین کے زورِ قلم کا نتیجہ ہین - حسین بخش بھی ایک حیرت انگیز مصوّر تھا جسنے فکر معاش سے تنگ آکر جعلی اسٹامپ بنانا شروع کئے تھے جنکی مدتون شناخت نہو سکی - آخر وہ اپنے کیفر کردار کو پہونچ گیا - لیکن اگر اُسکی صنّاعی کے قدردان موجود ہوتے تو اُسے اپنی اعلیٰ ذہانت کو ایسے مجرمانہ فعل کی نذر نہ کرنا پڑتا اور دُنیا اُسکے کمال سے محروم نہ ہو جاتی -

فوٹوگرافی بھی مصوّری کی ایک شاخ ہے اور اسمین بھی اہل لکھنؤ کو قدیم الایّام سے کمال حاصل رہا ہے - اوّل اوّل تقریباً سنہ ۱۸۵۰ء مین ایک فوجی انگریز کے ذریعے سے یہ فن لکھنؤ مین داخل ہوا تھا اور اہل شہر مین سب سے پہلے "چھوٹے میان" نے اس فن کو حاصل کیا تھا جو حسین آباد اور قیصر باغ ایسی عمارتون کے نقشے بنانے کیوجہ سے تاریخی شہرت رکھتے ہین - انکے بعد مشکور الدولہ نے بھی اس فن مین خاص کمال حاصل کیا - اُنکے فوٹوؤن کی اتبک خاص شہرت ہے اور نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین - خصوصاً ٹون کے کام مین بےنظیر اُستاد تھے - آخری شاہ اودھ نے اُنکے کمال کی قدردانی مین مندرجہ بالا خطاب دیا تھا - داروغہ عباس علی بھی ایک پُرانے اور نہایت مشہور فوٹوگرافر تھے - اُنھون نے بعض کتابین مع فوٹو شائع کی تھین مثلاً "لکھنؤ البم" جسمین عمارات لکھنؤ کے بچاس فوٹو اور اُنکی تشریح تھی - "حسینان لکھنؤ" دوسری کتاب تھی جسمین پچیس رقاصہ یا حسینان بازاری کے فوٹو شائع کئے گئے تھے - "مرقع تعلقداران" آخری کتاب تھی جسمین چار سو تعلقدارانِ اودھ کے فوٹو شامل تھے - آخر آخر "اصغر جان" برادر مشکور الدولہ نے بھی اس فن مین خاص شہرت حاصل کی اور اسکے بعد یہ فن اسقدر عام ہو گیا کہ گلی گلی فوٹوگرافر نظر آنے لگے -

ایڈیٹر

# مسئلہ سالمات

نمبر ۲

**ہندوؤن کے خیالات** راقم مضمون سنسکرت سے نابلد ہے اسواسطے انگریزی کتابون کے ذریعہ سے ہندو فلسفہ اور اُسکے مسائل کی نسبت تمام معلومات حاصل کرنے پر مجبور رہا۔ اُپنشدون مین سالمات کے نظریہ کا کوئی پتہ نہین ملتا ہے۔ مگر ہان ویدانت سوترون مین اسکی کیفیت موجود ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کی ماہیت پر اچھی طرح بحث کی گئی ہے اور ویدانت سوتر اُپنشدون کی تفسیر تصور کئے جاتے ہین۔ سانکھیہ اور یوگ مین بھی سالمات کا ذکر نہین پایا جاتا۔ گو یہ دونون بہت پُرانے ہین اور ہندو نظام فلسفہ کی ایک زبردست پُرانی شلخ قائم کرتے ہین۔ ذرّون پر وساے شک شاسترین تفصیلی بحث پائی جاتی ہے۔ بلکہ یہ مسئلہ اس فلسفہ کا جزو اعظم ہے۔ نیاے بھی اسکے وجود کا قائل ہے۔ اور جابجا اسکا ذکر کرتا ہے۔ برہمنی فلسفہ مین یہ دو اجزا ایسے ہین جنکے بانی پنڈت لوگ سمجھے جاتے ہین۔ اُنھون نے اس مسئلہ کی بہت چھان بین کی تھی۔ مگر شنی منی اس سے احتراز کرتے تھے۔ اور اسے غیر ضروری علم خیال کرکے اسکی طرف سے بالکل بے پروا رہے۔ جن فرقون کو قدیم ہندو مت سے اختلاف ہوا اور اُس سے انحراف اختیار کیا اُنمین فرقہ جین بھی ہے جسنے اس فلسفہ کو اخذ کیا اور اسے اپنے عقلی اعتقاد کا جزو گرداننے لگا۔ بودھ مت والے ابتدا مین اس درشن سے ناآشنا تھے۔ پالی زبان اور ادبیات کے مشہور عالم پروفیسر فرینک (Franke) کہتے ہین کہ پالی کتب شرعی مین اسکا کوئی بیان نہین پایا جاتا۔ مگر شمالی ممالک کے بودھ یعنی دے بھاشک اور سوتران تک مسئلہ سالمات کے قائل تھے۔ مادھیمک اور یوگ چارہ اسکے مخالف تھے۔ اسکی غالباً یہ وجہ تھی کہ یہ دونون گروہ خارجی دنیا کو ایک قسم کا خوفناک سراب سمجھتے تھے اور اُسکے وجود کو محض خواب اور دھوکہ تصوّر کرتے تھے۔

تمام فرقے اور علما جو سالمات کے ماننے والے تھے تین بڑے گروہون مین تقسیم ہو سکتے ہین۔ اوّل فرقہ جین ہے۔ دوم وساے شک اور نیاے سوتر کے درشن مع اُس بھاشیہ یعنی شرح کے جو وات سائن نے نیاو پر لکھی تھی اور پھر شمالی ملکون کے بودھون نے اپنے طور پر مرتب کی تھی۔ سوم پرشست پاد بھاشیہ جو وسیشک کی سب سے پُرانی تفسیر ہے جسے وساے شک اور نیار کے مقلدون نے متفق اللفظ ہو کر تسلیم کیا ہے۔ سب سے پہلے جین فرقہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اُسنے اپنا فلسفہ مادّہ کے نہایت ابتدائی خیالات مین تصحیح اور ترمیم کرکے قائم کیا ہے۔ مثلاً وہ یہ خیالات ہین۔ مادّہ ازلی ہے۔ اسکی مقدار اور ماہیت غیر معیّن ہے۔ یعنی ذرّون کے اجتماع و ازدیاد یا تفریق و تخفیف کے بغیر اُنکے جسم مین ترقی اور تنزل ہو سکتا ہے۔ مادّہ جو صورت چاہے اختیار کر سکتا ہے اور جو خواص چاہے اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ ہر قسم کا مادّہ ملکہ ایک مادّہ خاص کی صورت قبول کر سکتا ہے اور اگر پسند کرے تو ایک ہی مادّہ طرح طرح کی شکلین اختیار کر سکتا ہے۔

جین مت کے پیرو کہتے ہین کہ ارواح اور ظروف کے سوا باقی تمام اشیا "پدگل" یعنی مادہ سے ترکیب پکڑتی ہین اور یہ کہ مادّہ ذرّون یعنی پرمانوؤن سے مرکب ہے۔ ایک ذرّہ خلاکے

ایک خاص کونے مین رہتا ہے۔ اُنکے خیال کے مطابق مادّہ کی دو صورتین ہوتی ہین ایک "ستھول" یعنی کثیف اور دوسری "سُوکھشم" یعنی لطیف۔ حالت لطیف مین اسکے بیشمار ذرّے کثیف کے ایک ذرّہ کے برابر ہوتے ہین۔ ہیولی کیوجہ سے ذرّے ازلی ہین۔ ہر ذرہ مین خاص خاص قسم کا ذائقہ۔ رنگ اور بو پائی جاتی ہے اور دو قسم کا لمس ہوتا ہے۔ مگر یہ خواص ذرّے کے دائمی نہین ہوتے بلکہ عارضی ہوتے ہین۔ ذرّے ترکیب پکڑکر مختلف صورتون مین نمایان ہوتے ہین۔ ہر شے ایک خاص طبقہ کے ذرّون کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے۔ ذرّہ مین ایک خاص حرکت پیدا ہوتی ہے جسکے ذریعے سے وہ نہایت خوفناک سرعت کے ساتھ ایک لمحے مین عالم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہونچ جاتا ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ اہل جین ایسے مختلف ذرّے نہین مانتے جو عناصر اربعہ یعنی خاک پانی۔ ہوا۔ آگ سے مقابلہ کرین۔ تاہم یہ تصّادتسلیم ہوسکتا ہے کہ ذرّون مین بعض خواص پیدا ہوجاتے ہین جس سے وہ عناصر کے مشابہ ہوسکتے ہین اور وہ عناصر اربع بنا سکتے ہین۔ کیونکہ وہ عنصری ارواح کے قائل ہین اسوجہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوسکتا ہے کہ وہ چارون عنصرون کے معتقد ہین۔ مثلاً وہ ارواح خاکی۔ ارواح آبی۔ ارواح بادی اور ارواح آتشی مانتے ہین۔ اُنکے خیال کے مطابق یہ ارواح استحالہ کے مختلف مرحلون مین ہین اور خاک کے ذرّون کی صورت مین ہین۔ عناصر ایک قسم کے اجسام سمجھے جاتے ہین۔ انکی ابتدا اور انتہا مانی جاتی ہے۔ اہل جین کے عقیدہ کے مطابق مسئلہ سالمات کا کرم سے کیا لگاؤ ہے؟ اسکا ذکر خالی از لطف نہ ہوگا۔ کرم کی ماہیت مادّی ہے۔ روح دُنیا سے راہ ورسم رکھنے کیوجہ سے نہایت لطیف قسم کے ذرّون سے متاثر ہوجاتی ہے جو کرم کی صورت اختیار کرکے ایک خاص جسم اختیار کرتے ہین۔ جبتک روح انسے آزادی حاصل نہ کرلے وہ اسکے ساتھ برابر لگے رہتے ہین۔ اس خیال کے مخالف یہ کہا کرتے تھے کہ کرم ذرّون کا نتیجہ ہے جو انکے اندر حرکت پیدا کردیتا ہے اور وہ متحد ہوکر جسم کو ترکیب دیتے ہین۔ پھر یہ مانا جاتا ہے کہ چار قسم کے ذرّے ہین جو عناصر اربع آب وخاک۔ باد وآتش سے لگا کھاتے ہین۔ بعض ذرّے ایسے بھی ہین جنکے خواص ہوا مین پائے جاتے ہین۔ بالاشتراک یا بالانفراد جملہ موجودات چارون عنصرون سے مرکب ہین۔ یہ خیال اس ملک مین قدیم الایّام سے غالب اور رائج چلا آتا ہے۔ اُسوقت نظام فلسفہ عالم وجود مین نہین آیا تھا۔

"چھاندوگیہ اپنشد" (۴:۲) مین لکھا ہے۔ ابتدائی عنصر یعنی ہیولی سے آگ۔ آگ سے پانی۔ پانی سے خاک پیدا ہوئی۔ ان تینون کے اجتماع اور ترکیب سے باقی اشیا وجود پذیر ہوتی ہین بعض اور مقامات مین وآیو یعنی ہوا کو بھی ایک عنصر خاص قرار دیا گیا ہے اور آکاش پانچوان عنصر مانا گیا ہے اور یہ عناصر خمسہ حواس خمسہ کے مقابل مین مانے جاتے ہین ڈاکٹر سکھ تھنکار نے "رامانج کی ویدانتی تعلیم" مین اسپر خوب بحث کی ہے۔ عناصر خمسہ کا خیال سانکھیہ کے فلسفہ مین بھی پایا جاتا ہے۔ اسمین اس مسئلہ کو زیادہ صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ سانکھیہ کے موجد نے عناصر کے دو حصّے کئے ہین۔ ایک تن ماتر یعنی لطیف و پاک اور دوسرا کثیف وغلیظ یعنی مہا بھوت ہے۔ مصنّف کو عناصر کی قدامت سے بھی انکار ہے اور اُنکے وجود کو ذرّون سے منسوب نہین سمجھتا ہے۔ اسکے خیال مین جملہ عناصر ایک ابتدائی مادّہ یعنی

پرکرتی سے بنتے ہین۔ پانچوین عنصر یعنی آکاش کی نوعیت بالکل عجیب وغریب ہے۔ یہ اور عنصرون کے ساتھ شامل ہوکر موجودات کی ترکیب مین حصہ دار نہین بنتا ہے۔ بلکہ یہ مفرد وسلسل اور بے پایان ہے۔ بودھ لوگ بھی اسے اپنے مہابھوتون یعنی عناصر اربع مین شمار نہین کرتے۔ ویشیشک والے جو خلا اور آکاش کے درمیان امتیاز کرتے ہین اسے مفردات قدیم (دِرَبھو) مین شمار کرتے ہین اور ارواح مکان وزمان کیطرح اسے دائمی اور لاانتہا سمجھتے ہین۔ چنانچہ برہمنی اور بودھ عقیدہ کے لوگ چار مادّے مانتے ہین۔ جنکا وجود سالمات سے ہے اور یہ مادّے یا عناصر خاک۔ پانی۔ ہوا اور آگ ہین۔ مگر باقی امور مین انکے خیالات ایک دوسرے سے بہت اختلاف رکھتے ہین۔

دوم ویشیشک مین زیادہ تر طبعیات سے بحث ہے اور نیائے نے مابعد الطبیعیات (Metaphysics) اور منطق (Dialectics) کے اصولون کا ذکر کیا ہے اوّل الذکر مین مسئلۂ سالمات کے طبعی پہلو پر اور موخر الذکر مین اسکی مابعد الطبعی صورت پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ ان[1] دونون مین مادّہ ازلی مانا گیا ہے۔ پس یہ نتیجہ نکال لینا خلاف واقعہ نہ ہوگا اگر یہ کہا جاے کہ ویشیشک مین مسئلۂ سالمات کا ذکر مفصل پایا جاتا ہے اور اُسکا مصنف اسکا بڑا قائل اور معتقد تھا۔ بادرآئینہ تو یہانتک کہتا ہے کہ مسئلۂ سالمات اہل ویشیشک کے اعتقاد کا جزو اصلی[2] ہے۔ سالمات اور اُنکے خواص کے متعلق آرا اور دلائل ویشیشک شاستر کی چوتھی اور ساتوین فصلون مین مقولون اور کہاوتون کی صورتون مین ملتے ہین۔ انہین اس طریقہ سے استدلال کیا گیا ہے:۔ موجودات کی کوئی علت نہین ہے وہ ازلی ہین۔ ہم محسوسات کو حادث خیال کرتے ہین۔ کیونکہ کسی شے کو غیر ازلی سمجھنے مین ازلیت کا خیال لازم آتا ہے۔ ہم آخری علت یعنی علت العلل کو نہین معلوم کرسکتے جو ہماری نادانی اور جہالت پر دال ہے۔ اسکی وجہ سے ہم یہ قیاس کر لیتے ہین کہ علل آخری ازلی ہین۔

ایچ جیکبی (Jacobi) صاحب کہتے ہین۔ ان سوترون کی تشریح وتوضیح کے لئے ہم زمانۂ حال کے مفسرون کے محتاج نہین ہین شنکر آچاریہ نے انکی تردید بخوبی کی ہے۔ واضح رہے کہ ابدیات مین جو حادث کے اسباب ہین ذرّے ہین۔ مگر وہ غیر ویدنی ہین۔ سوتر مین مذکور ہے کہ بہت سی چیزین مرئی ہوسکتی ہین۔ اگر انمین رنگ ہو اور انکے بہت سے اجزا ترکیبی ہون۔ نیائے وارتِک (صفحہ ۲۳۳) مین ایک سوتر نقل ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ذرّہ غیر مرئی ہے۔ کیونکہ وہ مادّی اجزا سے مرکب نہین ہے۔ اگر اجزاے ترکیبی شمار مین زیادہ ہون یا وہ بالذات بڑے بڑے ہون تو چیز کا حجم[3] بڑا ہوجاتا ہے۔ برعکس اسکے یہ خیال ہے کہ آنُو یا ذرّہ چھوٹا ہوتا ہے۔ اسکے اجزاے ترکیبی نہین ہوتے ہین۔ اس سے آگے آٹھ دس سوترون مین یہ بحث برابر چلی گئی ہے جنکا ماحصل یہ ہے کہ "بڑا۔ چھوٹا۔ لمبا" وغیرہ جو بول چال مین مستعمل ہوتے ہین نسبتی الفاظ ہین ہم ایک شے کو بڑی اور دوسری کو چھوٹی کہکر پکارتے ہین۔ کیونکہ ظاہری صورت مین وہ ایسی دکھائی دیتی ہین۔ اسوجہ سے انکا مفہوم ثانی ہوتا ہے۔ مگر دراصل "بڑا اور چھوٹا" ایک دوسرے سے منسوب نہین ہین۔ وہ خاص خاص چیزون کے حجم کی بڑائی یا چھوٹائی ظاہر کرتے ہین ورنہ اسکے یہ معنی

---

[1] "دین حق کی تحقیق"، صفحہ ۱۳۱۔ انگریزی ترجمہ ملاحظہ ہو۔ [2] "ویدانت سوتر" اور اسکی نسبت شنکر کے خیالات۔ [3] "ویدانت سوتر" از شنکراچاریہ دوسرا حصہ دوسری فصل گیارہواں اشلوک۔

ہونگے کہ ہم صفت سے صفت منسوب کرتے ہین جو اس اصول کے منافی ہے کہ صفت کی صفت نہین ہوتی ہے - بڑائی اور چھٹائی حادثات مین غیر ازلی ہے مگر قدیم اشیا مین وہ قدیم اور ازلی یعنی مطلق اور بے پایان ہے - بالکل چھوٹی شے پری منڈل کہلاتی ہے -

ذرون کے اور خواص حسب ذیل ہین - خاکی اور دیگر اشیا کے خواص مثلاً رنگ - ذائقہ - خوشبو اور لمس اُس شے کی بربادی کے وقت نابود ہو جاتے ہین - اسواسطے غیر حادث چیزون یعنی ذرون مین وہ ازلی ہونے چاہئین - پانی - ہوا اور آگ کے ذرون مین یہ خواص قدیم ہین - خاک اور اُسکے ذرون مین بعض اوصاف "پاکج" یعنی حرارت کے اثر سے بدل جاتے ہین - مختلف قسم کے ذرے آپسمین ایک دوسرے سے اتحاد پکڑکر نئی صورت مین نمودار ہو جاتے ہین - ابتدائے عالم مین آدرشٹ کے ذریعے سے ذرے حرکت پذیر ہوتے ہین - یعنی تکوین کے پیشتر کے زمانے مین مخلوقات کے اعمال نیک بد کے مطابق سالمات مین حرکت پیدا ہوتی ہے -

نیائے سوتر مین ذرہ کے واسطے لفظ "انو" آیا ہے - نیائے وارتک مین جو سوتر نقل کئے گئے ہین انمین لفظ "پرمانو" ملتا ہے اور مابعد کے مصنفون نے بھی یہی اصطلاح استعمال کی ہے - ذرون کے وجود کے لئے جو استدلال کام مین لایا گیا ہے اُسکی بنیاد اس امر پر ہے کہ کسی شے کی لامحدود تفریق و تقسیم ناممکن العمل ہے یعنی کسی شے کے اتنے ٹکڑے نہین ہوسکتے جتنے ہم کرنے کے خواہشمند ہون - ویشیشک سوتر کے مصنف نے اس طریق استدلال سے کام نہین لیا تھا - گو یہ بحث بہت مختصر ہے - مگر یہ امر ظاہر کرنے کو کافی ہے کہ کناد کے زمانے مین مسئلہ سالمات کی اصل حالت کیا تھی اور اس نظریہ کے قائم و رائج کرنے مین اُسنے کن دلائل سے کام لیا تھا -

**گوتم کا مسئلہ سالمات** | نیائے شاستر کے مصنف مہرشی گوتم ہین - اس مشہور زمانہ کتاب کے سوترون مین اور نیز اسکے بھاشیہ یعنی شرح مین جو غالباً پانچوین صدی مسیحی مین واتسیاین نے لکھی تھی سالمات کے بعض پہلوؤن پر بحث کی گئی ہے اور معترضون کے اعتراضات کو بھی رد کیا گیا ہے - ذرون کے خواص طبعی کی بابت گوتم اور کناد کے خیالات مین بڑا اتفاق پایا جاتا ہے مثلاً وہ کہتے ہین (۴ باب پہلی فصل ۶۷ اشلوک) خاکی ذرون کا سیاہ رنگ ازلی نہین ہے - اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ آگ - پانی اور ہوا کے خواص کو قدیم سمجھتے تھے - مگر گوتم نے سب سے زیادہ سالمات کے متعلق چند سوالات مابعد الطبیعات پر مفصل بحث کی ہے اور اسکے بعد اُسکے بڑے مقلد واتسیاین نے بھی ان مسائل کی خوب توضیح و تصریح کی ہے - دو مقامات مین "کل وجزو" کی صورت مین سالمات پر مناظرہ پیدا کیا گیا ہے - نیائے کے ماننے والے کہتے ہین کل اپنے اجزا کے ماسوا کچھ اور بھی ہے - کل ایک جدا گانہ شے (اونتھانتر) ہے مگر وہ اپنے اجزا سے علیحدہ نہین ہے - بلکہ یہ اسکے ماسوا ہے - ہم ایک مکمل شے کو دیکھتے ہین مثلاً درخت ، ہمین اسکے سامنے کا حصہ اچھی طرح دکھائی دیتا ہے - اسکے درمیانی اور پچھلے حصے ہماری نگاہ سے اوجھل ہین پس ظاہر ہے کہ ہم ایک شے کو دیکھتے ہین مگر جن ذرون سے وہ مرکب ہے ہم اُنھین نہین دیکھ سکتے - ذرون کے مسئلہ پر اسطرح بحث کی گئی ہے :- ایک شے جو حصون سے

---

۵۱ "ویدانت سوتر"، باب ۱ فصل ۱-۲ اشلوک - ۵ باب ۱ فصل ۱۳ - اشلوک

مرکب ہے کُل کہلاتی ہے۔ اُسکا ایک ایک حصّہ بجاے خود ایک مکمل تصویر ہونا چاہیئے۔ اسیطرح ایک حصّہ کے بہت سے حصّے ہین اور پھر اُنکے اور حصّے ہین جو انتہا تک پیدا ہوتے چلے جاتے ہین۔ اگر ہم کُل کے آخری اور انتہائی حصّون تک نہین پہونچ سکتے تو اُسکا تصوّر ہمارے دماغ مین کسطرح سما سکتا ہے اور اسطرح کُل لاتشے مین منتقل ہو جاتا ہے۔ مگر یہ تقسیم در تقسیم ذرّہ پر ختم ہوتی ہے جسکی تفریق مزید ناممکن بنجاتی ہے۔ کیونکہ وہ بالکل ہی چھوٹا ہے اور اسے کاٹنا۔ اسکے اجزا نکالنا اور اسے اور حصّون مین تقسیم کرنا امر محال ہے۔

اگر کُل کے اجزا کی کوئی حد نہو تو ذرّہ اور بلند ترین پہاڑ مین کوئی فرق نہ ہوگا۔ کیونکہ دونون کے اجزا کی تعداد یکسان ہوگی۔ اعتراضون کا جواب دیتے ہوئے آگے چلکر بیان کیا ہے۔ آکاش ایک مفرد۔ غیر محدود اور محیط کُل جوہر ہے۔ اسپر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ سالمات کے اندر بھی داخل ہوتا ہے یا نہین۔ اگر یہ جوہر اُنکے اندر دخل حاصل کر سکتا ہے تو ذرّون کے اجزا ثابت ہونگے۔ اگر وہ اُنکے اندر اثر نہین کر سکتا تو وہ محیط کُل کیسے ٹھہر سکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ ذرّے کا اندر اور باہر یکسان ہے۔ اسکے اندر خلا نہین ہے۔ یہ مفرد جوہر ہے مرکب نہین۔ دوسرا اعتراض یون رد کیا گیا ہے۔ چونکہ ذرّہ کروی ہونے کی وجہ سے باصورت ہے اور اسکی صورت اجزا پر موقوف ہے اسلیئے ذرّہ کے اجزا لازم ٹھہرتے ہین۔ علاوہ ازین ذرّے چونکہ ایک دوسرے کے محاذی ہوتے ہین لہذا جو ذرّہ دو ذرّون کے وسط مین ہے وہ اپنے آگے پیچھے دائین بائین کے ذرّون سے گھرا ہوا اور ملا ہوتا ہے جس سے اسکے چھ پہلو پیدا ہو جاتے ہین۔ پس ذرّہ کے اجزا ثابت ہوتے ہین۔ اسکا جواب یہی دیا گیا ہے کہ ذرّہ کے اجزا کی تفریق در تفریق محض قیاسی ہے حقیقی نہین ہے اور نہ یہ تقسیم بے انتہا ممکن العمل ہے۔

وسیشک وارتک (چھٹی صدی مسیحی) نے سالمات کے متعلق اُس زمانہ کے مصنّفون کے آرا نقل کئے ہین جنکا خلاصہ دینا خالی از لطف نہ ہوگا۔ کھڑکی یا جھروکے سے سورج کی کرن جو مکان کے اندر داخل ہوتی ہے۔ اُسمین بیشمار بہت ہی ننھے ننھے ریزے اُڑتے دکھائی دیتے ہین۔ بعض اُنھین ذرّے سمجھتے ہین۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ ذرّے صرف مجتمع صورت مین پائے جاتے ہین (صفحہ ۲۲۴) بودھ لوگ اور اکثر آدمی کہتے ہین کہ ذرّے قدیم نہین ہین کیونکہ انکے اندر حرکت موجود ہے۔ نیائے والے اس امر مین وسیشک والون کے ساتھ متفق ہین کہ آدرشٹ سے ذرّون مین حرکت پیدا ہوتی ہے۔ آخر الذکر گروہ کے لوگ یہ بھی کہتے ہین کہ ذرّون[۱] کی نقل و حرکت سے ایشور کی اِکّیا الوسار ہوتی ہے۔ سوم۔ جیسا شروع مین بیان ہو چکا ہے۔ نیائے کے مخالف وے بھاشک اور سوترانتک فرقہ کے بودھ لوگ تھے۔ اوّل الذکر فرقہ کے عالم کہتے تھے کہ اشیائے خارجہ کا بلاواسطہ احساس ہو سکتا ہے اور موخر الذکر فرقہ کہتا تھا کہ اُنکا احساس نہین ہو سکتا بلکہ بالواسطہ اُنکے وجود کا علم حاصل ہوتا ہے۔ شنکر آچاریہ ویدانت سوتر مین ان دونون گروہون کے خیالات دربارۂ سالمات کو اسطرح بیان کرتے ہین:-

"بودھ لوگ عناصر اربع یعنی ہوا۔ پانی۔ آگ اور خاک اور انکے مرکبات اور اعضاے حسّی کو مانتے ہین۔ ان چارون عناصر کی ابتدا اور صدور ذرّون سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ذرّات خاکی مین سختی اور کرختگی۔ ذرّات آبی مین لسلساہٹ۔ ذرّات آتشی مین

(۱) "نیاوارتک" صفحہ ۴۶۱

حرارت اور ذرّات بادی مین حرکت کا خاصہ پایا جاتا ہے - ان ذرّون کی ترکیب اور اجتماع سے موجودات وجود پذیر ہوتے ہین“[1]

اہل وسے بھاشک یہ بھی مانتے تھے کہ ذرّہ کے چھ پہلو ہوتے ہین - ذرّہ کے اندر جو خلا یا ظرف ہوتا ہے وہ تقسیم کے قاعدہ کا ہرگز تابع نہین ہے - اُنکا یہ بھی خیال ہے کہ حواس کے ذریعے سے ذرّون کا علم اور احساس ہوسکتا ہے - مگر وہ نظر نہین آسکتے - نیایے اسکے برخلاف کہتا ہے - ذرّہ مافوق الحس (اتندریہ) ہے یعنی حواس سے اسکے وجود کا علم حاصل نہین ہوسکتا -

سوترانتک فرقہ کا یہ خیال ہے کہ سات ذرّون کا چھوٹے سے چھوٹا مجموعہ ہوسکتا ہے - ذرّات کروی ایک دوسرے کو بالکل نہین چھوتے بلکہ انکے درمیان کچھ جگہہ خالی رہتی ہے - اس فرقہ کے بعض لوگ اس خیال کے مخالف ہین - مگر ان سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ذرّہ ناقابل تفریق ہے - یہ دونون گروہ یہ بھی مانتے ہین کہ ذرّے اندر سے خالی نہین ہوتے ہین اور نہ وہ ایک دوسرے کے اندر گھس سکتے ہین - بودھ لوگون کے بہت سے فلسفیانہ خیالات کا جنکا مجملاً ذکر اوپر ہوا نیایے کے سوتر اسکے بھاشیہ اور وارتک مین بہت چرچا ملتا ہے - یہ تمام قیاسات سنہ عیسوی کے ابتدا سے لیکر چھٹی صدی تک برابر غالب و رائج رہے - مابعد کی صدیون مین کئی ایسے بلند فکر اور نازک خیال بزرگ ہوئے - جنھون نے مسئلہ سالمات کی بہت تحقیق و تفتیش کی - نیایے اور ویشیشک کے قیاسات کی توضیح کرکے اُنکی اشاعت کی اور اپنی عقلی کوشش سے بہت کچھ اسمین اضافہ کردیا - پرشست پاد اور ادیوت کار اسکے بڑے نامور حامی تھے -

سب سے آخر مین ادیائن تھا جسنے بارھوین صدی مین اس مسئلہ سے خدا کی ہستی ثابت کرنے کا کام لیا تھا - چھٹی اور بارھوین صدی کے درمیان کے مصنفون اور محققون نے دوسے نک کا مسئلہ اختراع کیا تھا جسکے لغوی معنی ”دن کا تیسرا حصّہ“ ہین - اسکی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بڑی بڑی چیزین دو قسم کی ہین ایک قدیم مثلاً ظرف جو بے پایان ہے اور دوسری حادث - اور یہ دونون خواص چھوٹی چھوٹی چیزون کے اندر موجود ہین - ازلی چھوٹی چھوٹی چیزون مین سالمات ہین اور غیر ازلی مین مرکبات و مجموعہ جات ذرّات ہین اور وہ ”دوسے نک“ کہلاتی ہین - تعدد کا خیال اس امر سے پیدا ہوتا ہے کہ بہت سی اکائیان یعنی ایک شاید ہی موجود ہین اور اس قسم کا خیال قائم کرنے کیواسطے عقل ہونا لازمی ہے - دُنیا و مافیہا مین ایک ایسی عقل درکار ہے جو تمام ذرّات اور ”دوسے نک“ کا تصور ایک ساتھ قائم کرسکے اور یہ عالم الغیب اور ہمہ دان کا کام ہے جو خود خدا ہے اسکے بغیر ”دوسے نک“ یا ”ترسے نک“ ممکن نہین ہے اسوجہ سے خدا کے بغیر موجوداتِ عالم - سالمات - اُنکے مرکبات اور مجموعہ جات نہین ہوسکتے -

**مسئلہ سالمات کی ابتدا کیونکر ہوئی؟** مسئلہ سالمات کی جملہ صورتین جنکا علم حاصل ہوسکتا ہے اوپر مذکور ہوگئی ہین - اب اس امر کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی اس ملک کے فلاسفرون کے یہان کسطرح ابتدا ہوئی تھی - سب سے پہلے ذرّہ کو لینا چاہیے - اسکا نام ”اُنو“ یعنی ”کمتر“ اور ”پرمانو“ یعنی ”کمترین“ ہے دوسرا امر یہ ہے کہ ”چھوٹا“ صرف نوعیت مین ”بڑے“ سے مختلف سمجھا جاتا ہے - اس خیال کے رو سے جسکے قائل مسئلہ سالمات کے مخالفین بھی تھے خُرد یا ”کمتر“ یا چھوٹا قائم اور موجود مانا گیا تھا اور اسکے ثبوت کی کوئی ضرورت نہین ہے - یہ خیال اپنشدون کے زمانہ مین مروّج تھا - وہان یہ پایا جاتا ہے ”برہمن“ چھوٹے سے بھی

[1] ”ویدانت سوتر“ از شنکر آچاریہ ۲ باب ۲ فصل ۱۸ اشلوک -

چھوٹا ہے اور آتمن "کمتر (الو) ہے۔ ذرہ کا تصور باندھنے کیلئے نہ صرف خردیت اور کمتری کا خیال مادہ پر عائد کرنا پڑا بلکہ معاً اُسکے عدم فنا پر اُسکا اطلاق لابدی ٹھہرا۔ پھر اجتہادات سے کام لیا گیا یعنی استدلال تمثیلی پر عمل ہوا۔ چونکہ "اکبر مطلق" یعنی ظرف قدیم ہے۔ اسوجہ سے "اصغر مطلق" یعنی ذرہ بھی ازلی ہے۔ الغرض کمتری اور خردیت کے تصور سے ذرہ کا خیال پیدا ہو گیا۔ اسی زمانے مین جین مت والون نے اس خیال کو قبول کر لیا اور اپنے قیاسات مابعد الطبیعات مین اس سے کام لینا شروع کر دیا۔ مسئلہ کے اصل مخترع فراموش ہو گئے اور شہرت کا سہرا اُن لوگون کے سر بندھا جو اسکی حمایت و اقامت مین کامیاب ہوئے تھے۔ یہ کام ویسیشک والون نے پایہ کمال تک پہونچا کر غیر فانی ناموری حاصل کی۔ مسئلہ سالمات انکے فلسفہ کا جزو اصلی ہے۔ سوترون مین اسکے متعلق بڑی بڑی دلائل پیش کی گئی ہین۔ ویدانت سوتر مین شنکر آچاریہ بحث کرتے ہوئے اسکی ابتدا ویسیشک سے منسوب کرتے ہین۔

جب یہ مسئلہ مستحکم دلائل کی بنا پر قائم ہو گیا تو اور فلاسفرون کی توجہ اسکی طرف منعطف ہوئی ہوگی۔ کیونکہ اس مسئلہ نے مادہ کے ابتدائی خیالات کو جنکی روسے اسے ناقابل فہم جوہر سمجھا جاتا تھا۔ سایہ مین ڈالدیا اور "العالم متغیر" کی معقول توجیہ کی۔ اسکے ساتھ ہی مادہ کی قدامت و ازلیت بھی قائم رہی۔ شمالی ملکون کے بودھون نے اس مسئلہ کو قبول کیا اور صرف اتنا تغیر پیدا کر لیا کہ ذرات ازلی نہین ہین۔ کیونکہ اس مت کے اصول متعارفہ کے روسے عالم اور مافی العالم حادث ہین۔ یوگ والون نے بھی بعد مین پرمانوون کو مان لیا اور انھین نہایت ننھے ننھے اجزا قرار دیا۔ جنکے اندر تینون گن پائے جاتے ہین۔ نیایا والون نے بھی بقول پرجاک آرمتی ذرون کو قدیم تسلیم کیا تھا اور یہی امراجی وک والون پر عائد ہوتا ہے۔

جرمنی کے ایک مشہور محقق ڈاکٹر ڈبلیو بانڈٹ نے اپنی[1] ایک کتاب مین جو ۱۹۰۸ء مین شائع ہوئی تھی۔ لکھا ہے کہ مسئلہ سالمات کی ابتدا بودھ لوگون سے ہوئی تھی اور اسکے متعلق زبردست دلائل پیش کئے ہین۔" بودھ لوگون کا ابتدائی خیال یہ ہے کہ سنسار مسلسل بنتی اور بگڑتی ہے۔ تمام دنیا حادث ذرون کا عظیم الشان مرکب ہے۔ جیسے عالم روحانی پانچ اسکندھون کا مجموعہ ہے" لیکن اگر ذرہ کو قدیم نہ مانا جائے تو اس خیال کی بنیاد بالکل سست ہو جاتی ہے۔ سوترانتک فرقہ کے بودھ لوگون نے ایک اور ہی نظریہ پیش کیا تھا جسکی روسے یہ مانا جاتا ہے کہ چیزین ایک لمحہ مین وجود مین آتی ہین اور دوسرے لمحہ مین ناپید ہو جاتی ہین۔ اُنکا صرف سایہ باقی رہ جاتا ہے۔ اسکی روسے دائمی تبدلات عالم کی بھی تعبیر کیجاتی ہے۔ وہ اسکی روسے زمانہ کو ذرون سے مرکب سمجھتے ہین۔ بودھ لوگون نے یہ مسئلہ اپنے عقیدے کی حمایت مین نہین وضع کیا تھا بلکہ اُس زمانے کے علوم کا ایک مسئلہ تھا۔

مسلمانون کے خیالات

ٹی۔ جے۔ ڈی۔ بوئر صاحب لکھتے ہین۔ مسلمانون کے درمیان مسئلہ سالمات کی ابتدا کسطرح۔ کہان سے اور کس زمانے مین ہوئی بالتحقیق معلوم نہین ہے۔ گمان غالب ہے کہ ارسطاطالیسی طبیعات کے ذریعہ سے یہ خیال اُنکے درمیان پھیلا تھا۔ افلاطون کے شاگردان اسکندریہ نے جب اپنے اُستاد کے فلسفہ اور اُسکے فلسفی مسائل کی تفسیرین لکھین تھین تو اُنکے ذریعے سے شام اور عرب مین علمی خیالات

[1] ڈاکٹر ایچ جیکبی کے خیال کے مطابق۔

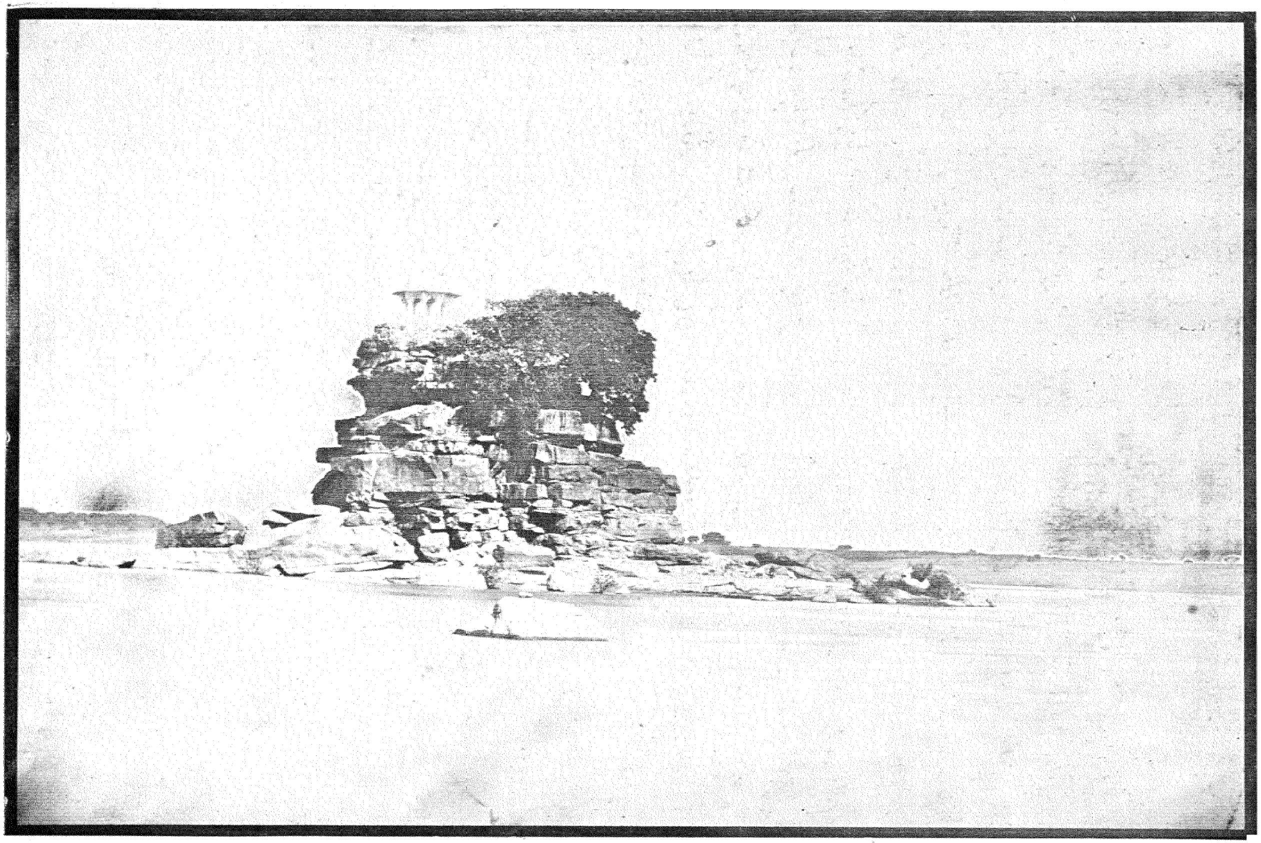

سحاوِن دیو

انڈین پریس الہ آباد

کو رواج حاصل ہوا تھا۔ جہانتک پتہ چلتا ہے عربی کتابون[۵۱] مین ارسطوئی اور نو افلاطونی تصورات کا پرتو دکھائی دیتا ہے۔ نوین صدی مسیحی مین وہان مسئلہ سالمات کے متعلق خیالات پھیلے ہوئے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ النظام (۸۴۵ء) نے اس مسئلہ کی مخالفت کی تھی۔ القندی (۸۷۰ء) نے اس مسئلہ کے پیروؤن کے خلاف ایک کتاب لکھی تھی۔

ابو ہاشم باشندۂ بصرہ کے زمانے مین اس مسئلہ نے ایک خاص صورت اختیار کی۔ یہ شخص ۹۳۳ء مین پیدا ہوا تھا۔ اسکے نظریہ کا ذکر "کتاب المسائل" مصنفہ ابو رشید سعید بن محمد بن سعید نیشاپوری مین ملتا ہے۔ یہ شخص ۹۳۲ء اور ۱۰۱۶ء کے درمیان گزرا ہے اسکا خیال حسب ذیل ہے "ذرہ یا الجوہر جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ بالطبع "جوہر فرد" ہے جو خلا یا تحیز مین محیط ہے۔ جوہر مسدس ہوتے ہین اور وہ سب ایک ہی قسم کے ہوتے ہین۔ صرف اتنا فرق ہے کہ وہ حیز کے ایک حصۂ خاص کو پر کرتے ہین۔ ہر ایک جوہر ایک مقام خاص مین رہتا ہے۔ وجود اور ظرفیت اسکے ماسوا بطور خواص موجود ہے جسکی وجہ سے ہر ذرہ دوسرے کی جگہ غصب کرنے اور اپنے تصرف ناجائز سے باز رہتا ہے۔ ان جوہرون مین یہ بھی خوبی ہے کہ جب چاہتے ہین خواص عارضی اختیار کر لیتے ہین۔

یہ ذرے یا جوہر خلا مین ادھر اُدھر گھومتے رہتے ہین تصادم اور دباؤ سے ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہین۔ اسکا ثبوت نظر طریقۂ استخراج سے بہم پہونچایا جاتا ہے۔ بلکہ مسلسل تجربات سے اسے ثابت کر سکتے ہین۔ دیمقراطوس کا یہ مقولہ تھا کہ "لاشے چیز سے سے کم قابل قدر امر واقعی نہین ہے"۔ یہان "لاشے" سے مراد خلا ہے۔ مگر جب اور خیالات کا غلبہ ہوا تو عرب کے عالمون نے دیمقراطوس کے نظریہ کو بالکل رد کر دیا۔ جوہر یا ہیولی کے اندر ہی وجود اور عدم وجود کی حالتین موجود پائی جاتی ہین۔ ذرہ کا جوہر یا مادۂ طبعی اُسکے وجود سے آزاد ہے۔ اس سے غالباً یہ مراد ہے کہ یہ جوہر اصلی علم انسانی یا فکر یزدانی کا موضوع و مبحث بن سکتا ہے۔ جوہرون کو خدا پیدا نہین کرتا ہے بلکہ وہ صرف انھین وجود مین لاتا ہے یعنی انھین وجود پذیر ہونے دیتا ہے۔ جب وہ حقیقی ہستی کے مرحلے پر پہونچ جاتے ہین تو دوسرے اکوان کی خاص خاص صورتین اختیار کر لیتے ہین۔ مثلاً حرکت و سکون۔ اتحاد و انتشار اور عارضی خواص بھی پیدا ہو جاتے ہین۔ ایک جوہر خاص طرح طرح کے بیشمار اوصاف اختیار کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ ایک دوسرے سے متناقض اور متضاد نہ ہون۔

اجسام اور جوہر جو اُنکی ترکیب سے بنتے ہین اُنہین انکے قیام کا تعین پایا جاتا ہے۔ اُنکی فنا ممکن ہے جو اُس حالت مین کامل ہوتی ہے جبکہ تمام دنیا نیست و نابود ہو جائے۔

بغداد کے عالم بعض امور مین مذکورۂ بالا خیالات سے متفق نہ تھے۔ اس گروہ کے علماء کے مسائل کو سب سے پہلے ابوبکر الباقلانی (۱۰۱۲ء) نے صورت دی تھی اور انھین کلام قدیم مین متفق کیا تھا۔ مشہور یہودی فاضل اور فلاسفر ابو عمران موسیٰ بن میمون عبید اللہ القرطبی نے جو انگریزی مین مائے مُنی ڈیز (Maimonides) کے نام سے مشہور ہے اس مسئلہ کا تفصیلی[۵۲] حال ایک اپنی مشہور کتاب مین لکھا ہے۔ یہ شخص ۱۱۳۵ء اور ۱۲۰۴ء کے مابین گزرا ہے۔ ذیل کا بیان اسکی تحریر پر مبنی ہے۔ تمام دنیا جسکا خدا خالق واحد ہے۔ ناقابل تقسیم ذرون اور انکی خوبیون پر مشتمل ہے۔ بالانفراد یہ ذرے صفری ہین جو طول و عرض اور وسعت سے مبرا ہونیکی وجہ سے ناقابل تحسیس ہین۔ انکا تحیز

[۵۱] منقول از "انسائیکلو پیڈیا آف الیجن اینڈ ایتھکس" جلد دوم صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ دسمبر ۱۹۰۹ء

[۵۲] "دی نیو انٹرنیشنل انسائیکلو پیڈیا" جلد ۱۲ مطبوعہ نیو یارک ۱۹۰۰ء

یا قدرتی جگہ معین ہے۔ بہت سے ذرّون کے اتصال سے وہ وسعت اور جسامت اختیار کرتے ہین اور مکان محیط کرتے ہین۔ ذرّون کے اتحاد سے اجسام وجود مین آتے ہین اور جب انتشار واقع ہوتا ہے تو نابود ہو جاتے ہین۔ جو امر مکان پر عائد ہوتا ہے وہ زمان پر بھی صادق آتا ہے۔ وقت کے صفرون یا آنون کے اجتماع سے زمان پیدا ہوتا ہے۔ حرکت بھی مکان وزمان کی طرح غیر مسلسل ہے۔

ہر ذرّہ مین ایک کثیر تعداد خواص کی ہمیشہ موجود پائی جاتی ہے۔ بعض محقق یہ بھی کہتے ہین کہ اسکے اندر تمام قطعی اوصاف پائے جاتے ہین۔ حالات سالبہ بھی ویسے ہی خواص عارضی ہین جیسے حالت موجبہ ہوتی ہے۔ مثلاً موت اور زندگی۔ جہالت اور علم وغیرہ ہر دو خواص کی مثالین ہین۔ زندگی احساس تخیل۔ عارضی خواص مین سے ہین۔ بعض یہ مانتے ہین کہ روح لطیف ذرّون سے مرکب ہے۔ پھر بعض کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ روح ونفس جسم کے ایک ذرّۂ خاص سے تعلق رکھتے ہین۔ کوئی خاصہ ایک لمحہ سے زائد نہین رہ سکتا اور چونکہ جوہر اپنے اوصاف سے علحدہ نہین ہوسکتا اسواسطے اسکی کشاکش صرف ایک لحظہ تک رہتی ہے۔ اس خیال کے رو سے یہ لازم ٹھہرتا ہے کہ دنیا جو ذرّون اور اُنکی صفتون سے مرکب ہے ایک منٹ رہتی ہے اور دوسرے منٹ مین خدا نئی تیار کردیتا ہے۔ سلسلۂ اسباب ونتائج کوئی نہین ہے۔ قانونِ قدرت بھی معدوم ہے۔ خدائے قادرِ مطلق کے فعل اختیاری کے ماسوا اور کوئی شے دُنیا مین نہین ہے۔ اُسکے نزدیک وجود اور عدم وجود برابر ہے۔ خدا ایک بعد دیگرے اپنی مرضی کے مطابق دُنیائین پیدا کرتا ہے۔ اگر کوئی عالم بنانا منظور نہو تو وہ لاشے اور عدم وجود بناتا ہے۔

مسٹر ڈی جے۔ دے بوئر کہتے ہین۔ اس امر کے اعتراف کے ساتھ مسئلہ سالمات کا مذہبی مقصود پورا ہوجاتا ہے۔ تمام اسباب طبعی حکم الٰہی کے تابع بتائے جاتے ہین۔ سب کچھ ممکن ہے۔ جس شے کا خیال یا تصوّر ذہن مین قائم ہوسکتا ہے۔ وہ وقوع اور وجود مین آسکتی ہے۔ جو کچھ واقع ہوتا ہے اُسکے برعکس بھی ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ اللہ کی ایسی مرضی ہو۔ اِس تعلیم مین زمانہ حال کی سببیّت (Occasionalism) کی جھلک نظر آتی ہے جو صرف اسباب فطرت پر عائد کی جاتی ہے بلکہ افعال انسانی پر بھی اُسکا اطلاق ہوسکتا ہے۔ ایک عام نظیر سے اسے واضح کیاجاتا ہے۔ ایک آدمی بیٹھا لکھ رہا ہے۔ اللہ پہلے اُسکے اندر ارادت پیدا کرتا ہے پھر لکھنے کی قوت دیتا ہے۔ پھر ہاتھ کو حرکت پہونچتی ہے اور سب کے آخر مین قلم حرکت کرتا ہے جو مذکورۂ صدر تمام امور کے عین مطابق ہے۔ اس لکھنے کے عمل مین جتنے اسباب واقع ہوتے ہین وہ سب ایک دوسرے سے آزاد اور علحدہ ہین۔ ہر ایک حرکت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ فعل کا تواتر صرف ظاہری اور آنکھ کا دھوکہ ہے۔ مکان وزمان مین جو دنیا قائم اور تباین سے معرّا دکھائی دیتی ہے وہ صرف نمائشی ہے۔ انسانی زندگی اور دنیا کی حرکات مین جو ارتباط اور مطابقت نظر آتی ہے اُسکی وجہ خاص یہ ہے کہ خدا واقعات کے تسلسل مین خرق عادات سے رخنہ نہین پیدا کرتا ہے۔ جب چاہے وہ اُسمین مداخلت کرسکتا ہے اور اُسکی ظاہری زندگی کے تواتر مین تناقض اور تضاد پیدا کرنے پر قادر ہے۔

جرمنی عالمون نے عربی کی کئی مشہور علمی کتابون کے ترجمے شائع کئے ہین اور تحقیق و تدقیق کے بعد اُنکے علمی مسائل کو اپنی

۵ ماخوذ از "انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس" جلد دوم صفحہ ۲۰۳۔

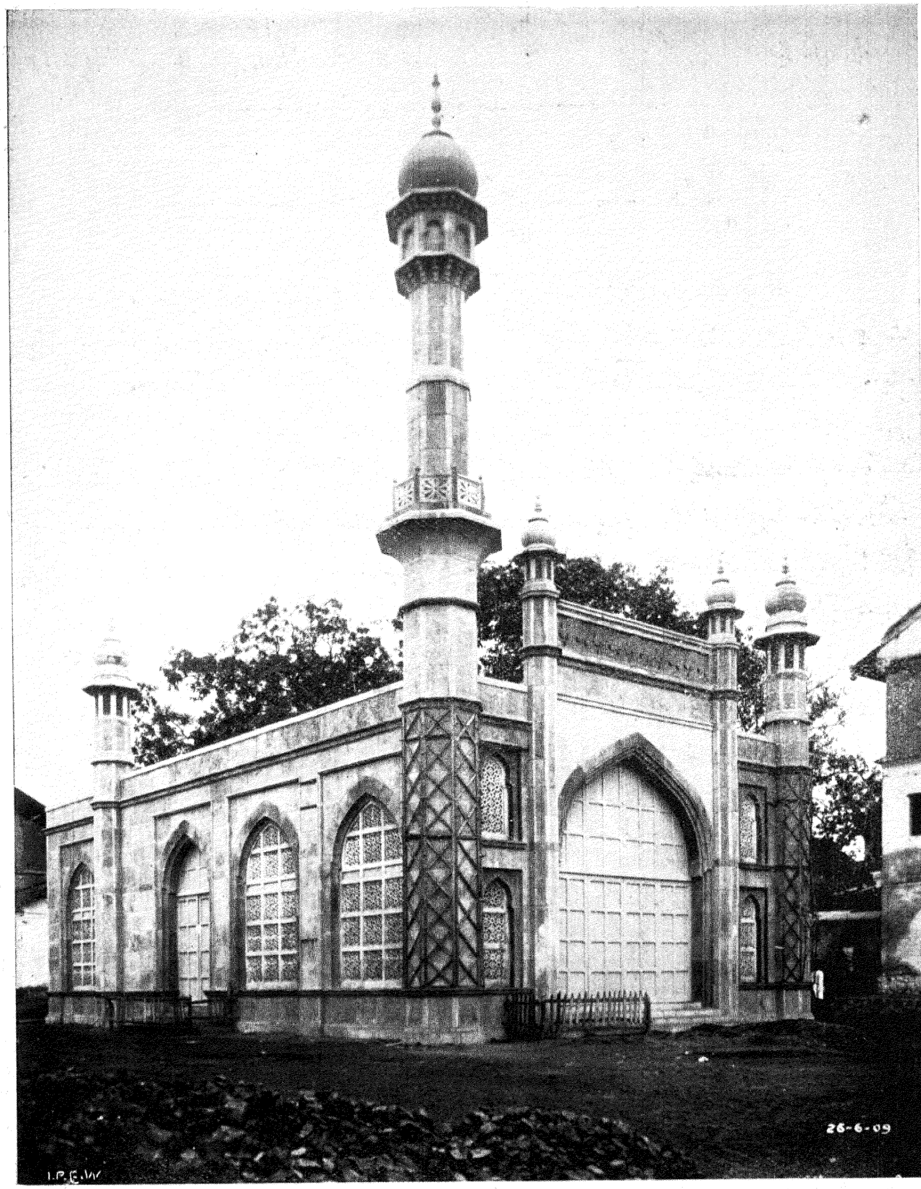


اندور کا سرکاری امام باڑہ

زبان مین مقفل کیا ہے - ایم - شر آئنر - برم اسٹائن شنائیڈر - دی لٹریچر کرڈلاس وٹنز کی کوششین قابل قدر ہین اور اُنکی تصانیف کا مطالعہ ہونا چاہیئے -

باقی آئندہ -

جے - آر - راے

# اندور کا محرّم

مسلمانون کے مذہبی تہوارون مین جو بالعموم خوشی کے مواقع شمار کئے جاتے ہین - صرف محرّم ہی ایک ایسا تہوار ہے جس سے ایک دردناک تاریخی واقعہ وابستہ ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس تہوار کے مراسم مین مختلف ملکون اور طبقون کے لحاظ سے جو تفرقہ پیدا ہوگیا ہے اُسکی نظیر بمشکل کسی دور مین مل سکتی ہے - یورپ - ایشیا - ہندوستان - غرضکہ اُن تمام مقامات مین جہان مسلمان آباد ہین رمضان کے روزے اور عید و بقرعید وغیرہ کی تقاریب یکسان طور سے منائی جاتی ہین - لیکن محرم کا حال بالکل جداگانہ ہے - اس عشرہ مین جو کیفیت قسطنطنیہ مین ہوتی ہے وہ ایران مین نہین ہوتی اور جس طریقہ سے کلکتہ مین ماتم کیا جاتا ہے وہ بمبئی مین ناپید ہے - غرض مذہبی تہوار ہونے کے باوجود اختلاف آب و ہوا کیطرح مراسم عشرۂ محرم مین فرق پیدا ہوگیا ہے اور خود ہندوستان کے باشندون کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ اُنکے ملک کے مختلف اقطاع مین ایک ہی تہوار ایک ہی مذہب کے راسخ الاعتقاد پیروؤن مین کس کیطرح منایا جاتا ہے - اسی خیال سے ہمین امید ہے کہ ذیل کے سطور کا مطالعہ جو اندور کے محرم کے صحیح حالات پر مشتمل ہین ناظرین کے لئے دلچسپ ثابت ہوگا - جس سے اُنھین اس ملک کے باشندون کی طرز معاشرت اور خیالات و عقائد کے متعلق بھی راے قائم کرنے کا سہل ترین ذریعہ ہاتھ آجائیگا -

محرم کی چاندرات اندور مین خاص دلچسپی کی چیز ہے - شام سے خلقت کڑھاؤ گھاٹ پر جمع ہونا شروع ہوتی ہے - ندی جو ایک پیچدار راستے سے تقریباً شہر کے وسط مین ہوتی ہوئی نکل گئی ہے اُسکے کنارے آٹھ بجے رات تک خاصہ مجمع ہوجاتا ہے - ہندو مسلمان - امیر غریب ہر طبقے اور ہر فرقے کے لوگ، اکٹھا ہوتے ہین اور چوکیان دُھلنے کا تماشا دیکھتے ہین - کڑھاؤ گھاٹ مچھلی بازار کے محاذی شہر کے جنوبی سمت مین واقع ہے - اس جگہہ ایک بند ندی پر بندھا ہوا ہے جسمین موسم برشگال مین آبشار کی سی دلآویزی پیدا ہوجاتی ہے اور بلندی پر سے پانی گرنے کا نظارہ بہت بھلا معلوم ہوتا ہے - لیکن باوجود اسکے مجموعی حیثیت سے یہ مقام کچھ موزون نہین - نہ زمین ہموار نہ میدان صاف - ندی کا پانی اس جگہہ اکثر غلیظ رہتا ہے اور دُور تک تعفن جاتی ہے - سمجھ مین نہین آتا کہ یہ جگہہ کن خصوصیات کی وجہ سے پسند کی گئی ہے - شاید اسوجہ سے ہو کہ زمانۂ قدیم سے اسی جگہہ ایسا ہوتا چلا آیا ہے - خیر

اب کچھ چوکیان دھونے کی کیفیت سُنئے - شہر مین جہان جہان تعزئے رکھے جاتے ہین وہان سے یہ چوکیان آتی ہین جو عموماً چوبی ہوتی ہین - انھین پر تعزیہ کے سامنے لوبان وغیرہ

سُلگایا جاتا ہے لیکن تعزیہ رکھنے سے پیشتر اُنکی شُست وشو اس جگہہ ندی کے کنارے ہونا ضروری ہے۔ شام سے ۱۱-۱۲ بجے رات تک چوکیون کے آنے کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ چوکیون پر تعزیہ دار کی ذاتی استطاعت کے مطابق کار چوبی ریشمی یا کسی اور قسم کا عمدہ کپڑا پڑا رہتا ہے اور اُسکے اوپر آتشدانون مین عود و لوبان سلگا کرتا ہے۔ بعض مین عودی بتیان بھی ہوتی ہین۔ ایک آدمی چوکی کو جسکا عرض وطول تین چار فیٹ سے بمشکل زیادہ ہوگا سر پر اُٹھائے رہتا ہے اور اُسکے آگے آگے خصوصیت سے وہ لوگ جنکے گھر کی یہ چوکی ہوتی ہے اور اُنکے اور عزیز واقارب اور احباب ہوتے ہین۔ مرثیہ ہوتا جاتا ہے۔ بعض چوکیون کے ساتھ کرتب باز پہلوانون یا پھری گدکا والونکے اکھاڑے ہوتے ہین۔ کڑھاؤ گھاٹ پہونچنے کے بعد ندی کے کنارہ رکھکر چوکی دھوئی جاتی ہے۔ دھونا کیا ہوتا ہے گویا شگون کیا جاتا ہے۔ ندی کا پانی جو عموماً صاف نہین ہوتا چلوؤن مین لیکر چوکی پر چھڑک دیا جاتا ہے۔ فاتحہ کے بعد تھوڑی دیر تک مرثیہ کا سلسلہ رہتا ہے اُسکے بعد یہ لوگ جسطرح سے آتے ہین اُسی صورت سے واپس جاتے ہین۔ مختصر یہ ہے کہ سر شام سے نصف شب تک انکا تانتا لگا رہتا ہے۔ سرکاری اور قلعہ کے تعزیون کی چوکیان کسقدر شان سے آتی ہین اور افواج ریاست اُنکے جلو مین ہوتی ہے۔ میرے خیال مین یہی دو دیکھنے کی چیزین ہین جنکا نظارہ متین و سنجیدہ اشخاص کے لئے بھی غیر موزون نہین کہا جاسکتا۔ لیکن افسوس ہے کہ جمہور میرے خیال کی تائید بمشکل کرینگے۔ کیونکہ اُنکے لئے جو غیرت سوز مسرت ارباب نشاط کی چوکیون کے دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے اوّل الذکر مین اُسکا شائبہ تک نہین رہتا۔

طوائفون کی چوکیان عموماً ۸-۹ بجے رات سے آنے لگتی ہین اور اُنکے ساتھ ساتھ وہ خود بھی ہوتی ہین۔ آگے آگے وہ مرثیہ وسلام کا ورد کرتی ہوئی چلتی ہین اور اُنکے اردگرد اُنکے مدّاح حضرات کا مجمع ہوتا ہے۔ ان لوگون کی حالت خاص طور سے قابل رحم ہے۔ کیونکہ فی الحقیقت انکے دل و دماغ بالکل مسخ ہوتے ہین اور بھلے بُرے کی تمیز اُنکے لئے غیر ممکن امر ہے۔

چاندرات کو چوکیان دھونے کے بعد تعزئے رکھدئے جاتے ہین۔ چوتھی پانچوین تاریخ تک کچھ زیادہ چہل پہل نہین ہوتی البتہ شہر اور چھاونی کے مختلف مقامات مین مجالس عزا دن یا رات مین ہوا کرتی ہین۔ کاغذی پورہ کی آبادی مراسم محرم کے بحُسن عقیدت انجام دینے کے لئے خاص طور سے ممتاز ہے۔ چنانچہ پہلی تاریخ سے آخر تک یہان مجلسین برپا ہوتی رہتی ہین اور راتون کو شب عاشورہ تک تعزئے اور روشنی دیکھنے کے لئے وہان آدمیون کا ہجوم رہا کرتا ہے۔ کاغذی پورہ کے علاوہ شہر کے اور کئی محلّون مین بھی تعزیے اور بُراق رکھے جاتے ہین۔ چھلّے مین جسکی نوعیت اُسکے نام ہی سے ظاہر ہوتی ہے کئی ایک تعزئے بُراق اور سبیلین ہوتی ہین جنمین سے اکثر خاص اُسی مبتذل فرقہ کے جانب سے ہوتی ہین جسکا وجود اخلاقی حیثیت سے تمام ہندوستان کے لئے قہر خدا سے کم نہین طوائف اپنے تعزیون کے پاس موجود رہتی ہین اُنکے دو ایک احباب پہلو دبائے بیٹھے ہوتے ہین اور سڑک پر شائق نظارگیون کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوتے ہین۔

اندور کے تعزئے باستثنار سرکاری وفوجی تعزیون کے قد و قامت مین بہت مختصر ہوتے ہین بلکہ سچ یہ ہے کہ مین نے اسقدر چھوٹے تعزئے کہین نہین دیکھے۔ صوبجات متحدہ وغیرہ مین اکثر منّت کے جو چھوٹے تعزئے چڑھائے جاتے ہین۔

اندور کا سرکاری تعزیہ

انڈین پریس الہ آباد

اندور مین اُنسے کہین مختصر تعزیے ہوتے ہین - لیکن اسمین شک نہین کہ انمین ایک حدتک دستکاری نفیس کیجاتی ہے اور اپنی ننھی سی جسامت کے ساتھ دلچسپ نظر آتے ہین - کاغذی پورہ کے تعزیے بہ لحاظ نفاست کے اول درجہ پر ہوتے ہین - بُراق بھی ایک حدتک قابل تعریف ہوتے ہین اور اکثر خوش عقیدہ لوگ اُنھین قیمتی زیورات سے آراستہ کرتے ہین -

چھتری باغ کے دروازہ کے مقابل دو عظیم الشان کاغذی گھوڑون کا نظارہ پُر لطف ہے - بظاہر کام مین کچھ ایسی زیادہ صفائی نہین ہوتی لیکن بازیچہ پسند طبیعتون کے لئے انکا کم از کم ایک دفعہ دیکھ لینا ضروری ہے - یہ قدآور (ہاتھی سے بھی زیادہ جسیم) گھوڑے اُسوقت اور زیادہ پُر لطف تماشا بن سکین گے - اگر اضافۂ جسامت کے ساتھ بنانے والے تناسبِ اعضا کا اصول نظر انداز نہ کرین - ہندوستانی اور یورپین صناعون مین یہی فرق ہے کہ موخرالذکر کی نقل پر بھی سرسری نظر سے اصل کا دھوکا ہوجاتا ہے اور ہمارے یہان اسکا خیال نہین کیا جاتا - مثال کے طور پر انگریزی اور ہندوستانی کھلونون کو دیکھ لیجیئے - اگر ہندوستانی دستکار اس راز کو سمجھ لین تو یہان کی دستکاری کو فروغ ہونے کے علاوہ خود اُنکی مالی حالت بہت کچھ درست ہوسکتی ہے -

سرکاری اور فوجی تعزیون کا ذکر ابھی باقی ہے سرکاری تعزیہ ریاست کے اخراجات سے تیار کیا جاتا ہے اور اسکے لئے محل قدیم کے عقب مین گوپال مندر کے محاذی ایک امام باڑہ بنا ہوا ہے جسکی نوتعمیر سنگی چوگوشہ عمارت دورِ جدید کی یادگار ہے - مکانیت کچھ ایسی زیادہ نہین تاہم ضرورت کے مطابق گنجائش بہت ہے - ہر سیاح کے دل مین امام باڑہ دیکھکر اس بات کی تفتیش کا خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اسکے چارون گوشون پر جو مینار ہین اُنمین شمالی و مشرقی کونے والا باقی تینون مینارون سے غیر موزونیت کے ساتھ کیون زیادہ بلند رکھا گیا ہے - مین نے اکثر احباب سے اسکی بابت دریافت کیا مگر کسی سے یہ معمّا حل نہین ہوا -

سرکاری تعزیہ مخصوص اشخاص کی نگرانی مین تیار ہوتا ہے - اس امام باڑہ کے اخراجات کی کفالت ریاست کے خزانہ سے ہوتی ہے اور یہان کے انتظام وغیرہ کے لئے معقول بندوبست کیا جاتا ہے - تعزیہ چونکہ بہت بلند اور ارتفاع کی مناسبت سے طویل و عریض ہوتا ہے اسوجہ سے اُسکی تیاری مین وقت کے ساتھ محنت و کوشش بھی پوری پوری صرف ہوتی ہے - پہلی تاریخ سے امام باڑہ کھُلتا ہے اور بیسیون اشخاص کی شبانہ روز محنت و سعی سے تعزیہ وقت مقررہ پر تیار ہوتا ہے - تعزیہ مین علاوہ گنبد کے آٹھ یا نو کھنڈ ہوتے ہین ہر کھنڈ کو بجائے خود ایک بڑا تعزیہ سمجھنا چاہیئے - جب اسکے کل ٹکڑے ملا دئے جاتے ہین تو تعزیہ نہایت اونچا ہوجاتا ہے امام باڑہ اسقدر بلند نہین کہ پورا تعزیہ اُسمین آسکے - اُسکے اندر جُدا جُدا ٹکڑے بنائے جاتے ہین - نوین کی رات اور دسوین کے دن کو وہ باہر مکمل حیثیت مین رکھا جاتا ہے - فرمانروایان ہلکر کا محل قدیم جسکو "جونا باڑہ" کہتے ہین بہت بلند واقع ہوا ہے - لوگ کہتے ہین کہ پیشتر تعزیہ اسکے برابر بنایا جاتا تھا - اب اسقدر اونچا تو نہین ہوتا تاہم بحالت موجودہ بھی دیکھنے والون کے لئے وہ عجیب چیز ہے - اندور کے اور تعزیے جسقدر چھوٹے ہوتے ہین اُتنا ہی یہ بڑا ہوتا ہے - گویا اُنکی تمام کمی یہ پوری کرتا ہے -

قلعہ کا تعزیہ جو فوج کی جانب سے تیار ہوتا ہے -

سرکاری تعزیہ سے کسیقدر پست ہوتا ہے۔لیکن بالکل اسی کے نمونے پر بنایا جاتا ہے۔اسمین بھی کئی کھنڈ ہوتے ہین - ان دونون تعزیون کے گنبدون مین کوئی نہ کوئی خاص صنعت بھی رکھی جاتی ہے۔ مثلاً اب کی دفعہ یہ تھا کہ چلتے چلتے گنبد غنچۂ بستہ کیطرح کھل کر پھول کی صورت کشادہ ہوجاتا اور اُسمین سے ایک خوبصورت مور نمودار ہوتا تھا۔تھوڑے وقفہ کے بعد پھر بند ہوجاتا تھا۔

نوین تاریخ تک محرم کی چہل پہل چندان زیادہ نہین ہوتی۔ ہان راتون مین تماشائیون کا ہجوم سرکاری تعزئے کے پاس چکلے اور کاغذی پورہ مین ہوتا ہے۔سرکاری امام باڑہ پر روزانہ گلاسون کی خوش وضع روشنی کیجاتی ہے۔ اُسکی سیر کے لئے بھی خلقت کثرت سے جمع ہوتی ہے - امام باڑہ کے دروازے پر فوج اور پولیس کا پہرہ رہتا ہے۔لیکن فاتحہ درود کی غرض سے اندر جانیکی اجازت ہے - دن مین شیرون کی چیخ پکار سے محرم معلوم ہوتا ہے۔شیر اصلی نہین بلکہ مصنوعی۔ممالک متوسط۔ مالوہ اور دکن مین منّت کے شیر بننے کا بہت رواج ہے۔ نوعمر لڑکون سے لیکر معمر اشخاص تک محرم مین "جنگل کے بادشاہ" کا قالب اختیار کرنے کے عادی ہین۔مختلف رنگون سے جسم کی آرائش کیجاتی ہے۔ ستر پوشی کے لئے صرف ایک غرقی رہتی ہے باقی برہنہ۔ بدن پر دھاریان بنا کر شیر کے پوستین کی نقل اُتاری جاتی ہے۔ہاتھون اور گردنون مین لوہے کی زنجیر پڑی ہوتی ہے۔ بازؤن پر مور کے پر بندھے ہوتے ہین اور یہ محرمی شیر سڑکون پر اُچھلا کودا کرتے ہین۔انکے پیچھے دف بجا کرتا ہے اور لوگ انکا تماشا دیکھنے کی غرض سے ارد گرد جمع رہتے ہین۔ممالک متوسط مین بعض شیرون کے متعلق سُنا گیا ہے کہ اکثر چھوٹے چھوٹے بکرے مُنہ یا پنجے مین دبائے رہتے ہین۔ ایک دوست نے اسکی بابت عینی شہادت دی ہے کہ شیرون کے ہاتھ مین آہنی خاردار پنجے ہوتے ہین جس سے وہ غریب بیکس بکرے کی گرفت بہ آسانی کرسکتے ہین۔تعجب ہے کہ اس زمانے مین بھی ان قبیح وظالمانہ رسوم کا وجود پایا جاتا ہے۔

محرم مین فقیر بننے کی رسم ہندوستان مین عام ہے لیکن اندور مین اسکی بیحد کثرت ہے۔شاید دوسرے مقامات مین فقیری کا طریقہ صرف یہی ہے کہ آدمی کسی درگاہ یا تعزئے کے پاس جاکر شیرینی وغیرہ چڑھاکر بازو پر دھاگا یا سبز کپڑا بندھوا لیتا ہے اور بھیک مانگنے کے لئے اپنے قریبی عزیزون کے گھر جاتا ہے - اندور مین محرم کے فقیر اُلجھے ہوئے کلابتون کے لچھے سر پر لپیٹے اور مختلف رنگ کے کپڑے زیب تن کئے ہاتھون مین ڈنڈا یا اسی قسم کی چیز لئے عام شاہراہون اور گزرگاہون پر پھرا کرتے ہین۔اکثر ان لوگون کے پاس خالی کدو ہوتا ہے جسمین کنکر پڑے رہتے ہین۔یہ لوگ جب کسی ناواقف اجنبی شخص کو دیکھتے ہین کہ بے خبر ہے تو اُسکے کانون کے پاس اسے لیجاکر زور سے حرکت دیتے ہین کہ وہ چونک اُٹھتا ہے۔ بعض کے پاس ایک بڑی سی لکڑی جسے مختصر سا شہتیر کہنا چاہئے ہوتی ہے۔لیکن نہایت ہلکی۔یہ لوگ اسکو اجنبی آدمی کے اوپر اسطرح اُٹھاکر پھینکنے کا قصد کرتے ہین کہ وہ چوٹ لگ جانے کے خیال سے کبھی بھاگتا ہے اور کبھی خوفزدہ ہوکر چیخنے لگتا ہے۔لیکن لکڑی نہ اُس تک پہونچتی ہے نہ اُسے کوئی صدمہ پہونچتا ہے - اسی قسم کی اور خفیف الحرکاتیون سے مجمع مین دلچسپی پیدا کیجاتی ہے اور دیکھنے والون کے قہقہے اُس غریب کی پشیمانی وخفت کو اور بڑھادیتے ہین۔

ہندوستان کے دوسرے حصص کے برخلاف یہان صرف نوین کی شب کو تعزیے اُٹھائے جاتے ہین - کاغذی پورہ کے سوا تمام شہر کے تعزیے جونا باڑہ کے سامنے والے پُرتھنا چوک مین جمع کئے جاتے ہین - سرکاری اور قلعہ کے تعزیے دونون اس شب کو دھوم دھام سے اُٹھتے ہین اور باڑہ کے گرد سات چکر لگا کر اپنے مقررہ مقامات پر چلے جاتے ہین - تعزیون کے ساتھ افواج ریاست جلو مین ہوتی ہے - نشان کا ہاتھی سب سے آگے اور اُسکے پیچھے پیدل اور سوارون کا ایک دستہ ہوتا ہے اور اُسکے بعد تعزیہ جسکی محافظت کے لئے پولیس کے تنومند وطویل القامت کانسٹبل اُسکے اطراف مین موجود رہتے ہین - سو پچاس مزدور بانسون کی مدد سے تعزیے کو اپنے کندھون پر لئے رہتے ہین اور تاوقتیکہ ساتون چکر ختم نہ ہو جائین زمین پر نہین رکھتے - تعزیے کی مضبوطی کا اندازہ کسیقدر اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اُسکے ابتدائی دو تین کھنڈون پر دونون جانب آدمی کھڑے مورچھل جھلا کرتے ہین - سرکاری تعزیے کے پیچھے قلعہ کا تعزیہ ہوتا ہے - باڑہ کے طواف کے بعد اول الذکر امام باڑہ کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے اور دوسرا قلعے مین چلا جاتا ہے - باقی رات بھر اُسی چوک مین رکھے رہتے ہین -

غرضکہ شبِ عاشورہ کو محل قدیم کے سامنے خلقت کا بڑا ہجوم رہتا ہے - اکثر یورپین حکام بھی بسواری فیل سیر کی غرض سے تشریف لاتے ہین - شام سے لیکر تین بجے رات تک مجمع قائم رہتا ہے -

اسی شب کو کاغذی پورہ مین بھی نہایت دھوم ہوتی ہے اور تماشائیون کی یہ کثرت ہوتی ہے کہ شانے سے شانہ چھلتا ہے - لب سڑک کشادہ برآمدون مین تعزیے رکھے رہتے ہین - روشنی کا اہتمام معمولی طور پر اچھا ہوتا ہے - ایک مختصر سے میدان مین کھلونون - مٹھائی پان اور سگرٹ کی چھوٹی چھوٹی دوکانین رکھی جاتی ہین - چار پانچ جھولے گڑے ہوتے ہین جنپر ایک پیسہ دیکر چھوٹے بڑے سب جھول سکتے ہین -

آجکی رات آپکو سڑکون پر بہت سے ایسے گروہ ملین گے جنکے آگے ایک تنومند شخص ڈنڈا ہاتھ مین لئے پیترے بدلتا اُچکتا ہوا اور زبان سے کوئی فقرہ کہتا چلا جا رہا ہے - اُسکے پیچھے ہمراہی بھی اُسی چال سے روان دوان ہین اور اپنے مقتدی کے آخری الفاظ کی ہم آہنگی کر رہے ہین - ان لوگون کا زور شور حیدرآباد مین بہت ہے - وہان تو جب اس قسم کے دو گروہ آمنے سامنے آجاتے ہین تو بعض وقت گتھم گتھا کی نوبت پہونچ جاتی ہے اور پولیس کو حفظ امن کے لئے بہت کوشش کرنا پڑتی ہے -

نوین کی شب کا ہنگامہ ختم نہین ہونے پاتا کہ دسوین کی صبح نمودار ہوتی ہے - غور کرنے کی جگہ ہے کہ یہ صبح کن قیامت خیز واقعات کی یادگار ہے - کوئی مسلمان ایسا ہوگا جو جگر گوشۂ رسول برحق صلعم کے مصائب کو یاد کرکے خون کے آنسو نہ بہائے - لیکن آہ ہماری عقلین اندھی ہوگئی ہین اور ہم مین اس بات کی تمیز کرنے والا اب کوئی نہین رہا کہ محرم کے زمانے مین ہم جن مراسم کی پابندی کو ذریعۂ نجات سمجھتے ہین وہ کہانتک اسلامی شان کے منافی ہین - آج کا دن سوگ اور ماتم کا ہے لیکن غائر نگاہ سے دیکھئے تو اب مسلمان محرم کو عید سے کم نہین سمجھتے - تمام ہندوستان کا ایک حال ہے - جب تعلیم یافتہ

اور مہذب صوبجات اسی مُزمن مرض مین گرفتار ہین تو اندور کے مسلمانون سے کیا شکایت ہوسکتی ہے یہان تعلیم و تہذیب کا ابتدائی زمانہ ہے۔

لکھنؤ[1] - دہلی - آگرہ - حیدرآباد کیطرح اندور مین بھی دسوین کو سویرے ہی سے غیر معمولی جوش و خروش ہوتا ہے - چھوٹے لڑکے - عورتین اور مرد سب حسب استطاعت نئے نئے کپڑون اور زیورات سے آراستہ پیراستہ ہوکر تعزیون کے جلوس اور کربلا کے آخری سین کا نظارہ کرنے کی غرض سے تیار ہوجاتے ہین - دس گیارہ بجے تک جونا باڑہ کے اردگرد اور امام باڑہ کے سامنے کثیر مجمع ہوجاتا ہے - ۱۲ بجے کے قریب سرکاری تعزیہ امام باڑہ سے اُٹھتا ہے - فوجی تعزیہ اس سے پہلے یہان پہونچکر اسکے ساتھ ہوجاتا ہے - دوسرے محلّون اور مان منّت کے وہ تمام تعزئے جو رات کو باڑہ کے سامنے جمع ہوئے تھے اسکے پیچھے ہوتے ہین اور جو شان و اہتمام رات مین تھا وہی دن مین بھی رہتا ہے - جونا باڑہ سے آڑے بازار ہوتے ہوئے ہرسدّی کی رپٹ کے ذریعہ سے ندی طے کرکے قریب شام یہ جلوس کربلا کے میدان مین پہونچتا ہے -

میدان کربلا شہر کے جنوبی آبادی کے بالکل آخری حصّے پر واقع ہے - یہ ایک سطح و پُرفضا مقام ہے - بائین سمت ایک باغیچہ ہے - جنوب مین ندی ہے جسمین تعزئے دفن ہوتے ہین - نالے کے اُسطرف ایک بلند ٹیلہ ہے جسکی سبز و شاداب گھاس اور جھاڑی آنکھون مین خنکی پیدا کرتی ہے -

تعزیون کا جلوس پہونچنے سے پہلے ہی لوگ یہان جمع ہوجاتے ہین - کاغذی پورہ کے تعزئے براہ راست ۱۲ بجے سے آنے لگتے ہین - میدان مین دو طرفہ ہر طرح کی دوکانین لگی رہتی ہین - یکّے - بگھی - تانگے - بائیسکلین ان سب کا شمار ہزارون تک پہونچتا ہے - داہنے طرف کا میدان بیل گاڑیون سے بھرا رہتا ہے جنمین عورتین سوار ہوکر آتی ہین - باغیچہ مین جسکا ذکر اوپر ہوا اشرفا کی مستورات تشریف فرما ہوتی ہین - لیکن افسوس ہے کہ یہان اجنبیون کا داخلہ ممنوع نہین - ہمارے خیال مین عورتون سے زیادہ وہ مرد قابل ملامت ہین جو پردہ نشین مخدرات کو تماشا کی غرض سے لاتے ہین اور تماشا بنا دیتے ہین -

تعزیون کا جلوس جب اپنے معمولی تزک و احتشام سے میدان مین پہونچتا ہے تو یہان کی چہل پہل اور زیادہ ہوجاتی ہے اور ۹ - ۱۰ بجے رات تک یہی حال رہتاہے - چھوٹے چھوٹے تعزئے تو آج ہی دفن کردئے جاتے ہین لیکن بڑے تیجے کے دن تک اس جگہ رکھے رہتے ہین -

تیجے کے دن کوئی خاص بات قابل تذکرہ نہین ہوتی - دسوین تاریخ کیطرح آج بھی کربلا مین کثیر مجمع ہوتا ہے اور معمولی رسوم ادا کیجاتی ہین - پھر دو پہر رات تک آدمیون سے جگہ گلزار رہتی ہے اُسکے بعد دیکھتے دیکھتے ہو کا عالم ہوجاتا ہے -

**سیّد محمد فاروق**

[1] لکھنؤ مین کئی سال سے عشرہ کی دھوم دھام موقوف ہوگئی ہے اور اس بارے مین اصلاح کا سلسلہ مین سے شروع ہوا ہے - ایڈیٹر

# نمائش ممالک متحدہ

ماہ دسمبر ۱۹۱۰ء کے **ادیب** مین ایک مضمون نمائش ممالک متحدہ کے باب مین شائع ہو چکا ہے۔ وہ مضمون اُسوقت لکھا گیا تھا جبکہ نمائش کی کل اشیار تقریباً بے ترتیب تھین جب کرسمس کے ہفتے مین ہمنے پھر نمائش کی سیر کی تو بہت سی نئی چیزین دیکھنے مین آئین۔ اُسکے بعد بھی کئی بار نمائش کی سیر کی۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن قابل الذکر اشیار کا بھی ذکر کیا جائے جو اول مضمون مین مذکور نہین ہوئین۔

(۱) منجملہ دیگر قابل دید اشیار کے نمائش مین وائرلیس ٹیلیگرافی (بے تار کا سلسلۂ پیغام رسانی) کے آلات بھی نمایان کئے گئے ہین۔ اسکا طریق یہ ہے کہ جب تار دیتے ہین تو بجلی کی ایک تیز آواز نکلتی ہے۔ عمارت کے باہر ایک بڑا ستون کھڑا کیا گیا ہے۔ بجلی کی رو تارون کے ذریعے سے اُس ستون مین آتی ہے، اس ستون سے اُس ایتھر مین جنبش ہوتی ہے جو آواز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتا ہے۔ جسطرح پانی کے اندر کوئی چیز پھینکنے سے لہرین چارون طرف نکلتی اور پھیل جاتی ہین اسیطرح ایتھر کے سمندر مین جو ہمارے ہر چہار طرف پھیلا ہوا ہے، برقی رو کی جنبش سے لہرین پیدا ہوتی اور پھیل جاتی ہین۔ جتنا بلند یہ کھمبا ہوگا، اُسی نسبت سے اِن لہرون کے دور چلے جانے کی اُمید ہے۔ اگر ستون بلند ہو تو خبر دنیا کے تمام حصّون مین پہونچ سکتی ہے۔

جب یہ لہرین پیدا ہو جاتی ہین تو بے تار برقی کا کام انکو ایک خاص مرکز پر جمع کرنا ہے۔ یہ کام ایک آلہ کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے۔ جب یہ باریک اور غیر محسوس لہرین اُس آلہ پر لگتی ہین تو اُسکو جنبش ہوتی ہے۔ باہر ویسا ہی ایک ستون کھڑا ہوتا ہے، اُسپر یہ لہرین جاکر ٹکراتی ہین، اور پھر وہان سے ہوکر خاص اُس آلہ تک پہونچتی ہین جسمین جنبش ہوتی اور آواز نکلتی ہے۔ اسی طریقہ سے خبر بلا کسی تار یا سلسلہ کے ہزارون میل دور چلی جاتی ہے امریکہ و یورپ کے درمیان اسوقت یہ سلسلہ قائم ہے اور ہندوستان مین بھی عنقریب اسکو رائج کیا جائیگا۔

(۲) حال مین محکمہ تار مین ایک ایسی ایجاد ہوئی ہے جسکی بدولت وہ خبرین جو ایک مقام سے دوسرے مقام کو بھیجی جاتی ہین، تار بابو ہاتھ سے نہین لکھتے بلکہ ایک ایسا آلہ لگا ہوا ہے جسکے ذریعہ وہ خبرین خود بخود کاغذ پر لکھی جاتی ہین۔ یہ اسطرح ہے کہ آلۂ تار مین ایک فیتہ لگا ہوا ہے جو خود بخود کھنچا چلا آتا ہے اور اسپر جو خبر دی جاے وہ چھپتی جاتی ہے۔ گویا ایک ایک حرف کی آواز کو جو تار بابو سمجھکر کاغذ پر اُتارتا تھا، اسکی بجاے یہ فیتہ خود بخود لیتا آتا ہے۔ تار بابو کا کام فقط اس فیتہ کو ایک کاغذ پر جماکر مکتوب الیہ کے پاس بھیجدینا ہے۔ تار دینے کے لئے حرف کے نشان مقرر ہین جنکے مختلف تال میل سے کل حروف بنجاتے ہین، اسی طرح آلۂ تار مین بھی لکھے جاتے ہین۔ فرق صرف یہ ہے کہ ٹائپ رائٹر مین حروف اسی جگہہ لکھے جاتے ہین اور آلۂ تار مین یہ بہت دور دراز فاصلہ پر لکھے جاتے ہین۔ اصول ایک ہی ہے۔

(۳) ڈاک خانہ کی ایک نئی ایجاد۔ اُس عمارت مین

جوڈاک خانہ کی چیزون کی نمائش کے لئے مخصوص ہے، ایک نو ایجاد قفل پیش کیا گیا ہے جسکی موجودگی مین اُن خطوط کی چوری کا احتمال نہو گا جو لیٹر بکس سے ڈاک کے چپراسی نکال لیا کرتے تھے، ایسی چوریان صرف ٹکٹ اُکھاڑ لینے کی غرض سے کیجاتی تھین - اب ایسا نہین ہوسکیگا - یہ قفل ایک تھیلے کے مُنہ پر لگا ہے - دوسری طرف پوسٹماسٹر تھیلے کے مُنہ کو بند کرکے اُسپر مہر لگا دیتا ہے، اور جسطرف قفل ہے اُسکو اپنے پاس کی کنجی سے کھول دیتا ہے - چپراسی جاکر اسکو لیٹر بکس کے مُنہ کے اندر پہنا دیگا - اب جو خطوط لوگ ڈالین گے، وہ سب تھیلے مین گرینگے - جب چپراسی جاکر اسکو وہان سے کھینچیگا تو اسکے ساتھ ہی وہ قفل بھی بند ہوجائیگا جسکو صرف پوسٹماسٹر ہی اپنے پاس کی کنجی سے کھول سکیگا - ایک اور خوبی اسمین یہ بھی رکھی گئی ہے کہ جونہی وہ تھیلے کو کھینچیگا نہ صرف تھیلے کا مُنہ بند ہوجائیگا بلکہ لیٹر بکس کا مُنہ بھی بند ہوجائیگا تاکہ اُسمین کوئی چٹھی نہ ڈالی جاسکے - جب دوسرا تھیلا اُسی انداز سے وہان لگایا جائیگا تو لیٹر بکس کا مُنہ پھر کھل جائیگا -

(۴) بجلی کے دلچسپ تماشے - اوپر مذکور ہوچکا ہے کہ بلا تار برقی سلسلہ کسطرح کام کرتا ہے - ایک برقی کل رکھی ہوئی ہے جسکے وسط مین ایک طاقچہ ہے جسپر ایک آئینہ لگا ہوا ہے - یہان بے تار کی تار برقی کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے اور یہہ دکھایا جاتا ہے کہ کسطرح بجلی بغیر کسی درمیانی سلسلہ کے ایک جسم سے دوسرے جسم مین داخل ہوجاتی ہے اور کسطرح ایک جگہہ سے دوسری جگہہ تک برقی لہر بھیجی جاسکتی ہے - انجنیئر نے سب سے پہلے شیشے کی نلی لیکر کچھ فاصلہ سے اس طاقچہ کے سامنے کی تو اس طاقچہ کے اندر اس زور سے بجلی کی چمک اور کڑک ہوئی گویا بجلی ابھی طاقچہ کے شیشے کو توڑ کر نکلی آتی ہے - اسکے ساتھ ہی اُس شیشے کی نلی مین بھی ایک چمک پیدا ہوگئی اور اُسکے اندر بھی بجلی اُسی طرح مضطرب نظر آتی تھی جیسے طاقچہ کے اندر - اُسکے بعد ایک چھوٹا سا لیمپ طاقچہ کے روبرو لایا گیا تو وہ خودبخود روشن ہوگیا اور جبتک طاقچہ کے سامنے رکھا رہا روشن رہا - جب اسکے سامنے سے ہٹایا گیا تو گل ہوگیا - ایک اور تجربہ دکھایا گیا یعنی یہ کہ لوہے کی دو سلاخون کو بجلی کی قوت سے نصف منٹ مین اسطرح جوڑ دیا گیا، گویا وہ ایک ہی تھین - کمرے کے باہر ایک بلند ستون استادہ کیا گیا ہے، جسپر برقی قمقمے اسطرح لگائے گئے ہین کہ اُنسے لفظ TELEGRAPH بن گیا ہے یہ حروف کبھی سُرخ ہوجاتے ہین، کبھی سبز اور کبھی سفید، مگر ایک ساتھ نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے رنگ بدلتے ہین - کئی انگریزی کارخانون نے بھی ان برقی قمقمون سے ایسا ہی کام لیا ہے -

اُس ستون کے قریب ہی ایک فوارہ ہے جو برقی قوت سے پانی اُچھالتا ہے - یہ اسطرح بنایا گیا ہے کہ ایک بڑا دائرہ ہے جسکا قطر تقریباً چار گز ہے - اسکے اندر اور کچھ چھوٹے چھوٹے دائرے ہین اور ان سب دائرون مین مختلف رنگ کے فوارے چھوٹتے ہین جو کم از کم بیس ۲۰ پچیس ۲۵ گز کی بلندی تک جاتے ہین - خوبی یہ ہے کہ جو فوارہ ابھی سُرخ ہے وہ ایک لمحہ مین سبز ہوجاتا ہے، اسیطرح یکے بعد دیگرے کئی رنگ بدلتا ہے -

(۵) جس جگہہ سنگر کمپنی نے اپنی مشینین رکھی ہین، وہان ایک نقلی بوڑھی عورت بجلی کی قوت سے سلائی کر رہی ہے -

کوئی نہین کہہ سکتا کہ وہ عورت اصلی نہین ہے، اس کے چہرے پر جھریان پڑگئی ہین، آنکھون پر چشمہ لگا ہوا ہے، اور بجلی کی قوت سے کچھ کچھ گردن بھی ہلتی ہے، جو پیری کی علامت ہے۔ ہاتھ مشین چلانے مین مشغول ہے اور انکھین کپڑے پر جمی ہوئی ہین جسمین بخیہ ہوتا جاتا ہے۔

(۶) موسمی بخار اور مچھر۔ اس امر سے سب لوگ واقف ہین کہ نئی تحقیقات کے بموجب ملیریا بخار ایک قسم کے کیڑون کے ذریعہ سے پھیلتا ہے جو خون کے اندر نشو و نما پاتے ہین۔ یہ کیڑے مختلف رنگ اور قد کے ہوتے ہین۔ مگر ملیریا بخار کی اصل وہ مچھر ہین جو ان کیڑون کو ایک انسان سے دوسرے انسان تک پہونچاتے ہین۔ محققین نے مچھرون کے سیکڑون اقسام دریافت کئے ہین۔ اس نمائش مین بھی بہت سی قسمین پیش کی گئی تھین۔ انسان کے ساتھ ہی وہ مچھلیان بھی دکھائی تھین جو ان مچھرون کے بچون کو کھا جاتی ہین جبکہ مادہ انکو پانی پر چھوڑ دیتی ہین۔

(۷) تپ دق کے متعلق بھی بہت سی معلومات اس نمائش مین موجود تھے۔ پھیپھڑون کی مختلف حالتون کو تصویرون اور نقشون کے ذریعہ دکھایا گیا ہے۔ یہ بات بھی ظاہر کیگئی ہے کہ کسطرح ہندوستان تپ دق سے تباہ ہو رہا ہے۔ مثلاً مردون کی بہ نسبت عورتون کو یہ مرض زیادہ ہوتا ہے۔ اور ہندو مستورات کے مقابلہ مین مسلمان عورتین زیادہ اسکا شکار ہوتی ہین مثلاً کلکتہ مین تین فیصدی ہندو عورتین تپ دق سے مرتی ہین اور مسلمان عورتین ۳۰ فیصدی۔ اسکی وجہ اسکے سوا کچھ اور نہین ہو سکتی کہ مسلمان عورتون کو عموماً کھلی ہوا سے محروم رکھا جاتا ہے۔

(۸) تپ دق کے معلومات کے ساتھ ہی ایسی مکھیان بھی رکھی ہوئی ہین جو ایک شخص کے سر سے نکلی تھین۔ یہہ عام مکھیون کے برابر ہین۔ اسکی کیفیت اسطرح ہے کہ جب ناک مین کوئی زخم ہو، یا غلاظت ہو تو مکھیان اگر بیٹھتی ہین اور کبھی کبھی انڈے دے دیتی ہین۔ اور جب صفائی نہین ہوتی تو انڈون سے بچے نکلکر آہستہ آہستہ دماغ مین پہونچ جاتے ہین۔ ذرا سی بے احتیاطی سے ہزارون جانین آئے دن اسی قسم کی بیماریون سے ہلاک ہوتی ہین۔ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اہل ہند حفظان صحت کے اعلی اصول سے واقف ہون اور انکو عمل مین لائین۔ نیند کی بیماری (Sleeping Sickness) پلیگ اور چیچک کے متعلق بھی مفید معلومات نمائش مین موجود تھین۔

(۹) ایکسریز (X--rays) زمانۂ حال کی یہ ایک نہایت دلچسپ اور کارآمد ایجاد ہے۔ یہ ایک قسم کی شعاعین ہین۔ اس روشنی کے سامنے اگر کسی شخص کی تصویر لی جائے تو کل اندرونی کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے یعنی ہڈیان وغیرہ تصویر مین نظر آتی ہین۔ بجلی کی تیز شعاعین ہر چیز کے اندرونی حصے کو ظاہر کر دیتی ہین۔ ایکسریز کی مدد سے بہت سے جلدی امراض کا علاج بھی ہونے لگا ہے۔ دہرہ دون کی ایکسریز انسٹی ٹیوشن نے جو اوزار وغیرہ نمائش مین بھیجے ہین انکو باسانی ہر جگہ لڑائی مین لے جا سکتے ہین۔ اگر جسم مین گولی گھس جائے تو فوراً معلوم ہو سکتا ہے کہ گولی جسم کے کس حصہ مین ہے۔

(۱۰) ہندوستان مین جلانے کی لکڑی روز بروز گران ہوتی جاتی ہے۔ اسلئے محبان وطن کا مدت سے یہ خیال تھا کہ اگر کوئی ایسا چولھا بن سکے جسمین کوئلہ بھی کم خرچ ہو تو اس سے دو فائدے ہونگے۔ اول تو یہ کہ ایندھن کی گرانی محسوس نہوگی

دوم یہ کہ ہزارہا ہندوستانی برسرِ روزگار لگ جائین گے اور کوئلہ کی کانون پر انکی مانگ بڑھ جائیگی - اس نمائش مین چولھون کا مقابلہ بھی کیا گیا - کلکتہ کے انگریزی سوداگران میسرز اینڈریو یُول اینڈ کمپنی کے ایک حصہ دار مسٹر ڈیوڈ یُول نے ایک ایسا بہترین چولھا بنانے والے کو جسمین کوئلہ استعمال کیا جاسکے، ایک ہزار روپے دینے کا اعلان کیا تھا - بہت سے لوگون نے اپنی دماغی قوت کے زور سے چولھے بنائے اور ۲۸ جنوری کو ان سب کا مقابلہ ہوا - ۲۲ چولھے مقابلہ کیلئے پیش ہوئے جو ہندوستان کے تمام حصص سے آئے تھے - مگر سب سے بہترین چولھا الہ آباد کے ایک میکنیکل انجنیر مسٹر جے ڈی ہائی کا ثابت ہوا اور اُنکو ایک ہزار روپے کا انعام مسٹر یُول نے اُسی وقت دیدیا - اس چولھے مین چار پونڈ ۱۲ اونس (دو سیر پختہ) کوئلے ڈھائی گھنٹے تک جلتے رہے اور ان پر چھ قسم کا کھانا پکایا گیا جسمین کئی قسمین کی چپاتیان بھی تھین - اس قسم کے بڑے متوسط اور چھوٹے چولھے کی قیمت علی الترتیب للعہ، سعہ، اور ھہ روپے ہے - اسکے علاوہ دوسرے درجہ پر کانپور کی امپائر انجنیرنگ کمپنی کا چولھا تھا جسکو غازی پور کے لالہ بیجناتھ داس نے برنجی تمغہ کا خاص انعام دیا - دو اور چولھون کی بھی تعریف کی گئی -

(۱۱) طبقہ فنون لطیفہ اور تعلیمی کورٹ مین چند نایاب قلمی کتب رکھی ہوئی ہین - انمین ایک مہابھارت ہے جو سنسکرت زبان مین ہے - اسکو سنہ ۹۲ء مین ایک کشمیری نے لکھا تھا - اسکی قیمت پچاس ہزار روپیہ ہے - مہابھارت کی ایک اور جلد ہے جسکی قیمت دس ہزار روپیہ ہے - قرآن کی بھی ایک قیمتی جلد رکھی ہے جسکی قیمت کئی ہزار روپیہ ہے - شاہنامہ کی متعدد جلدین نمائش مین رکھی گئی ہین - انکی قیمت بھی کئی کئی ہزار روپیہ ہے - ایک لطیفون کی کتاب بھی قلمی رکھی گئی ہے، اسکو کسی مسلمان نے لکھا تھا - اسکی قیمت بیس ہزار روپیہ مقرر کی گئی ہے - قلمی کتب مین خاص چیز تصویرین ہین، اور انھین کے لحاظ سے اُن کی قیمتین مقرر کی گئی ہین -

(۱۲) طبقہ صنعت و حرفت مین واس کمپنی نے اپنے تیار کردہ قفل بھیجے ہین جو بہت عجیب وغریب ہین - ان مین سے ایک قفل کی قیمت ۲۵ عہ روپیہ ہے، اسمین یہ خوبی ہے کہ دوسری کنجی سے کھولنے والے کے ہاتھ آپ سے آپ پھنس جاتے ہین - اس کمپنی کے ٹرنک بھی ایسے مضبوط ہین کہ پچاس من بوجھ رکھدینے سے بھی نہین ٹوٹ سکتے -

(۱۳) اعضائے انسانی مین بڑی ضروری شئے آنکھ ہے - اسمین جو نقص قدرتی طور پر یا بعض بیماریون کی وجہ سے ہوجاتے ہین، وہ مناسب عینک کے استعمال سے رفع ہو سکتے ہین - میسرز لارنس اینڈ مےؤ نے اپنی عینکون کے ساتھ ایکسو پلیس قسم کی مصنوعی آنکھین نمائش مین رکھی ہین - مین نے کامل تین گھنٹے تک ان آنکھون کو دیکھا اور آنکھ کے متعلق بہت سے مفید معلومات حاصل کئے - سخت ناانصافی ہوگی اگر اس موقع پر لارنس اینڈ مےؤ کمپنی کے اُس انگریز منیجر کا شکریہ ادا نہ کیا جائے، جس نے اسقدر وقت میرے سوالات کے جواب دینے اور ہر قسم کی معلومات بہم پہونچانے مین صرف کیا، حالانکہ مین نے پیشتر ہی کہہ دیا تھا کہ ہنوز مجھے عینک کی ضرورت نہین ہے -

(۱۴) ٹیکسٹائل کورٹ مین یون تو سب چیزین ایک سے ایک اعلیٰ ہین اور ہم اپنے اول مضمون مین سب چیزون کا ذکر کرچکے ہین - مگر کانپور کی کاٹن ملز نے نمائش ہی مین ایک

دھوتی تیار کرائی تھی جسکے حاشیہ پر "نمائش الٰہ آباد مین تیار کیا گیا"[۱]
بُنا گیا ہے - یہ دھوتیان یہین نمائش مین تیار ہوتی تھین اور مشین کی حرکت مین کچھ کمی نہین ہوتی تھی بلکہ یہ الفاظ خود بخود بُنتے چلے جاتے تھے - ان دھوتیون کے لئے طلائی تمغہ انعام ملا ہے۔

(۱۵) برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کی شاخ الٰہ آباد نے ڈیڑھ سو زبانون مین مکمل بائبل یا اُسکی بعض کتابین نمائش مین رکھی تھین - ان مین ساٹھ زبانین وہ ہین جو ہندوستان کے مختلف حصص مین بولی جاتی ہین - ۱۹۱۰ء کے آخر تک بائبل کا ترجمہ دنیا کی ۴۲۴ مختلف زبانون مین ہو چکا ہے[۲]۔

(۱۶) نمائش کے ہر ایک میدان مین ایک ایک ایسی مشین رکھی ہوئی تھی - جو انسان کا وزن کر کے بلند آواز سے بتا دیتی تھی کہ اتنا وزن ہے - جو شخص اپنا وزن کرانا چاہے وہ اسپر کھڑا ہو جائے اور ایک آنہ اُسمین ڈالدے، مشین کے اندر سے فوراً آواز آئیگی کہ آپ کا وزن اتنا ہے - طبقۂ زراعت مین بھی ایک مشین ہے جسمین ایک پیسہ یا دو پیسہ اور ار آنہ ڈالنے سے اُسی قیمت کا ایک سگرٹ کا بکس باہر آ جاتا تھا - وزن کرنے والے مشین مین ایک عیب ہے کہ وہ انگریزی مین بات کرتی ہے - میرے سامنے ایک دیہاتی نے جی کڑا کرکے ایک آنہ نکالا - مگر جب مشین نے انگریزی زبان مین وزن بتایا تو سخت غصہ ہوا اور اسکے موجد کو بھلا بُرا کہتا ہوا اپنی راہ لی - نمائش مین دوسرے ممالک کی اشیاء دکھانے کی غرض یہی ہوتی ہے کہ اُس ملک کے باشندے بھی ویسی ہی اشیاء تیار کرین - دیکھین، اب کون ہندوستانی کاریگر اُردو بولنے والی مشین تیار کرتا ہے -

(۱۷) ایشیا مین اول مرتبہ ہوائی جہاز کی پرواز - ۲۰ دسمبر کو پہلی مرتبہ نمائش کے پولو گراونڈ مین ہوائی جہاز اُڑائے گئے۔ پہلے مانو پلین یعنی ایک سطح والا جہاز اُڑا اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ تھوڑی دور تک پہیون پر دوڑکر پہلے دُم کی طرف سے بلند ہوا اور پھر اگلے پہیون کی طرف سے اُٹھا اور ایک پرند کی طرح پھیلائے ہوئے ہوا مین چلا گیا - مگر اسکے انجن مین کچھ خرابی ہو گئی جسکی وجہ سے قلعہ کے پرے زمین پر اُتر آیا اور پھر وہان سے اُڑکر پولو کے میدان مین اُتر پڑا - اسکا اُڑانیوالا ایک انگریز تھا جسکا نام مسٹر ڈیلوس تھا۔

اس کے بعد دوسرا ہوائی جہاز اُڑا جو بائی پلین یعنی دو سطح والا ہے - اسکا اُڑانے والا ایک فرانسیسی تھا جسکا نام مسٹر پکوئٹ ہے۔ جسطرح اُڑنے سے پہلے چیل کوّے اور دوسرے بڑے پرند تھوڑی دور دوڑ لیتے ہین، اُسی طرح ہوائی جہاز بھی کرتے ہین - بائی پلین بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ ہوا مین بلند ہو گیا اور قلعہ الٰہ آباد کے اوپر سے دریائے جمنا کو عبور کرکے بہت دور چلا گیا، یہانتک کہ بہت چھوٹا نظر آنے لگا - اس پرواز کے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ ایرو ناٹ کو اپنی مشین پر کسقدر قابو حاصل ہے کہ جدھر چاہتا ہے اُدھر ہی اُسے موڑ سکتا ہے - اور جہان چاہتا ہے بلندی سے نیچے اُتار سکتا ہے -

بائی پلین کی ساخت اسطرح ہے کہ دو باریک مگر لمبی لکڑیون کا فریم ہوتا ہے جو گویا ایک کبوتر کی گردن سے لیکر دونون پہلوؤن مین سے ہوتی ہوئی دُم پر ختم ہوتی ہین - اب جہان سے بازو شروع ہوتے ہین اور پر نکلتے ہین وہان اوپر نیچے دو مستطیل لمبے چوڑے ریشم کے کپڑے منڈھے ہوئے فریم

---

۱ الفاظ ٹھیک یاد نہین رہے مگر مفہوم یہی تھا۔ ۲ بائبل سوسائٹی کو نمائش ممالک متحدہ کیطرف سے اعلیٰ درجے کا انعام ملا ہے یعنی گرانڈ پرکس -

نیچے اوپر لگائے گئے ہین۔ بائی پلین کی یہی دو سطح ہین اور یہی دونون اُڑتے وقت ہوا پر سہارا دیتی ہین۔ اِن سے چھوٹی ایک اور مربع سطح اسی طرح ریشم سے منڈھی ہوئی دُم کے سرے پر لگی ہوتی ہے۔ ایک اور زیادہ لمبی مستطیل سی سطح جانور کے سر کی جگہہ لگی ہوئی ہے۔ اِن سطحون کو اُن لوہے کی بلّیون سے جوڑا گیا ہے جو بائسکلون مین فولادی ٹیوب مین فریم کی ہوتی ہین اور اندر سے خالی۔ تاکہ وزن کم ہو، اور باریک تار ان تمام ٹیوبون اور سطحون کو جا بجا جوڑے اور تانے رکھتے ہین۔ (یہ دونون جہاز انگلستان کے کارخانہ ہمنبر کے بنائے ہوئے ہین)۔

جب جہاز اُڑنے کو تیار ہوتا تھا تو جسطرح اور انجنون کے فلائی وھیل کو گھمایا جاتا ہے، اُسی طرح اُسکے دو پرون والے فلائی وھیل کو گھمایا گیا جسنے دو تین مرتبہ گھمانے سے چکر کھانا شروع کیا اور ایسا حلقہ باندھا کہ اسکے پر نظر نہین آتے تھے۔ اسکے بعد انجن نے شور کرنا شروع کیا اور کچھ دیر پہیوں پر دوڑنے کے بعد آہستہ آہستہ اُٹھکر ہوا مین بلند ہوگیا۔

۱۸ فروری کو ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈاک بھیجنے کا پہلا تجربہ بھی کیا گیا۔ اسکے لئے ڈاکخانجات ہند کے جنرل ڈائرکٹر سے خاص اجازت طلب کی گئی تھی۔ ڈاک کی اس روانگی کے لئے ایک خاص مہر بھی بنائی گئی تھی جسکی نقل حسب ذیل ہے۔

تاریخ مقررہ پر شام کو پانچ بجے مسٹر پکویٹ ڈاک لیکر اُڑے اور ایک بار نہین بلکہ تین بار اُڑے اور نینی تک پرواز کی اور وہان کے ڈاکخانہ مین ڈاک حوالہ کی جہان سے تمام دنیا مین روانہ کی گئی۔ اُس روز خلقت کا ہجوم بہت زیادہ تھا جمین یورپینون کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس ڈاک کے لئے فی خط ۶ ر نقد یا ۸ ر کے ڈاک کے ٹکٹ مقرر تھے۔ ہندوستان کے ہر حصہ سے خطوط آئے تھے۔ اس سے جو کچھ منافع[1] ہوا وہ آکسفورڈ کیمرج ہوسٹل کو دیا گیا ہے، کیونکہ اسکے سپرنٹنڈنٹ کی درخواست پر مسٹر پکویٹ سے یہ انتظام کیا گیا تھا[2]۔ جو لوگ ڈاک کے ٹکٹ جمع کرتے ہین، اُنہین اِن ٹکٹون کی کچھ دن بعد بہت قدر ہوگی جنپر ہوائی جہاز کی مہر لگی ہے۔

جو تصویر ہوائی جہاز کی اس مضمون کے ساتھ دی جاتی ہے وہ اسی جہاز کی ہے جسپر مسٹر پکویٹ ڈاک لیکر اُڑے تھے اور جسکا نام بائی پلین ہے۔ نمائش کے دنون مین تقریباً ہفتہ وار اسکی پرواز ہوتی رہی تھی۔ کئی بار اس نے شہر کا چکر بھی لگایا تھا۔

یہ زمانہ گوناگون ایجاد اور ترقیون کا زمانہ ہے۔ آئے دن نئی چیزین دریافت ہوتی رہتی ہین، ہوائی جہاز رانی بھی اسی قسم کی ایک پوری جدت ہے۔ جسطرح اسٹیمر پر سوار ہوکر دُنیا کے مختلف حصّون مین جا سکتے ہین، اُسی طرح ہوائی جہازون کے ذریعہ سے ایک مقام سے دوسرے مقام کا سفر ہو سکتا ہے۔ ان مشینون کے مختلف نام ہین مثلاً ایروپلین (Aeroplane) فلائنگ مشین (Flying Machine) یعنی اُڑنے والی کل" ایرشپ (Air ship) یعنی ہوائی جہاز وغیرہ۔ اگرچہ یہ یورپ کی جدید ایجاد ہے لیکن سنسکرت کی کتابون مین پتہ ملتا ہے کہ ہمارے ملک کے قدیم زمانے کے باشندے ہوائی جہاز رانی سے ناواقف نہ تھے۔ سنسکرت زبان مین ایک لفظ

---

[1] آمدنی کی کل تعداد بعد منہائی اخراجات ۲۱۰۰ روپیہ ہے۔ [2] نمائش مین جو ہوائی جہاز آئے تھے اُنکے انچارج کپتان ونڈہم صاحب تھے اور اُنھین کے ذریعہ سے اس ڈاک کی روانگی انتظام ہوا تھا۔

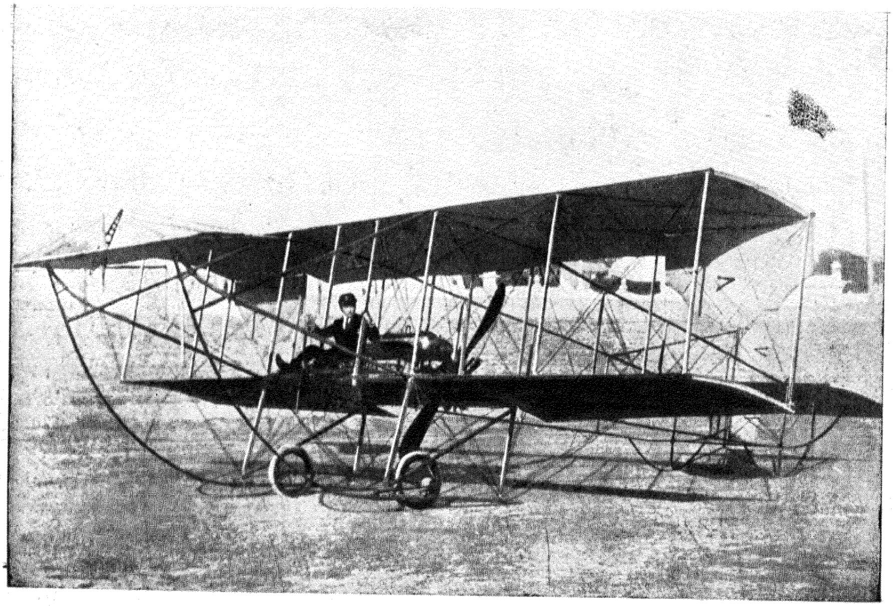

ہوائی جہاز

ومان ملتا ہے جو "اُڑنے والی کل" کا ہم معنی ہے۔ سنسکرت زبان کی کتابون مین "اڑن کھٹولے" کا بھی ذکر ہے۔ اسمین شک نہین کہ سنسکرت کی پرانی کتابون مین اس قسم کے جو الفاظ ملتے ہین وہ زیادہ تر افسانون کے سلسلہ مین آئے ہین جنکو مبالغہ کی حد سے نکالکر واقعیت کے نزدیک لانا ایک مشکل کام ہے لیکن ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اُس زمانہ کا لٹریچر ہوائی جہازرانی کے نام؎ سے آشنا نہین تھا۔

یونانی قصون مین بھی اسکا پتہ لگتا ہے۔ ڈیڈلس نے پر جمع کرکے موم سے اُنھین جوڑا اور اپنے اور اپنے بیٹے اکرس کے لئے بازو بنائے تھے تاکہ شاہ مائی نس کی قید سے نکلکر بھاگ جائین چنانچہ وہ دونون اس ترکیب سے قیدخانہ سے اُڑگئے۔

ایک اور روایت بھی مشہور ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالم ریاضیات ارخی طاس نے لکڑی کی ایک فاختہ بنائی تھی جسکے اندر ایک عجیب طریقے سے ہوا بند کی گئی تھی جسکی وجہ سے وہ دیر تک ہوا مین اُڑ سکتی تھی۔ ارشمیدس (جو ۲۱۲ ق م مین ۷۵ برس کی عمر مین فوت ہوا) زمانۂ قدیم کے علماء ریاضیات مین سب سے بڑا اُستاد گزرا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کارتھیج کے محاصرہ کے وقت جب کوئی امید غنیم کے پنجہ سے رہا ہونے کی نہ رہی تب اُسنے کئی اُڑنے والی کلین تیار کرائین اور اہل شہر کو انمین بٹھاکر آسمان پر چڑھ گیا۔ اسپر دشمن محاصرہ سے رُک گیا۔ چند برس پیشتر ایسی باتون کو افسانہ سے زیادہ وقعت نہ دیجاتی تھی۔ مگر اب کون ہے جو انکی حقیقت پر شک لاسکتا ہے۔

## سامانِ تفریح

(۱) نمائشون کی اصل غرض تو تعلیم ہے۔ لیکن اُسوقت تک نمائش کا انعقاد ناممکن سمجھا جاتا ہے تاوقتیکہ عوام کے لئے کچھ تفریح کا سامان مہیا نہ کیا جائے۔ عام لوگ واقفیت کے خیال سے بہت کم نمائش مین شریک ہوتے ہین۔ اسی خیال سے ممالک متحدہ کی نمائش مین تفریح کا سامان بھی کافی سے زیادہ مہیا کیا گیا تھا۔ سامان تفریح مین اہل ہند کی دلچسپی کی چیز خصوصیت کے ساتھ دنگل ہے۔ ہندوستان مین دنگل کا چرچا ہزارہا سال سے چلا آتا ہے۔ نمائش کے موقعہ پر ہندوستان کے تمام نامی پہلوان الہ آباد مین جمع ہوئے اور برابر دنگل ہوتے رہے۔

(۲) اورینٹل پیجنٹ یعنی مشرقی جلوسی تماشے۔ انگلستان مین ایسے تماشون کا بہت چرچا ہے اور وہان تقریباً ہر شہر مین ایسے تماشے ہوا کرتے ہین۔ مگر ایسے تماشون کے لئے ہندوستان بہت موزون مقام ہے۔ اس سے پیشتر یہان ایسے تماشے کبھی نہین ہوئے تھے۔ اس سلسلہ مین بہت سے تاریخی واقعات دکھائے گئے مثلاً رام چندر جی کا اپنے پدر مبارک کے حکم سے جلاوطنی قبول کرنا اور پریاگ مین وارد ہوکر بھاردواج جی سے مُلاقات کرنا، دربار اشوک کے واقعات، بدھ مذہب کی تاثیر، ایلزبتھ ملکۂ انگلستان کا دربار جسمین ملکہ نے دربار اکبری مین تین انگریزون کو روانہ کیا، دربار اکبری مین تینون انگریزون کا پیش ہونا، اکبر کا آخری وقت، دربار اورنگ زیب، لارڈ کلائیو کا شاہ عالم کی طرف سے دیوان مقرر ہونا، لارڈ کیننگ کا

---

؎ نام بغیر اصل چیز کے تخیل کی حد سے باہر ہے۔ یعنی جب تک کوئی چیز موجود نہ ہو اُسکا نام وضع نہین ہو سکتا۔ ایڈیٹر

دربار جسمین ملکہ وکٹوریا کا اعلان پڑھا گیا (وغیرہ وغیرہ) یہ تاریخی واقعات نہایت ہی پُر مذاق اور دلفریب تھے۔ اسمین وہ سین بہت ہی حسرتناک تھا جسمین شہنشاہ اکبر کا وہ آخری وقت دکھایا گیا تھا جبکہ اُسکی روح اپنے جسمانی قالب کو چھوڑکر عالمِ ارواح کی سیر کی منتظر تھی اور شہنشاہ اکبر اپنے گزشتہ افعال کی معافی پروردگار لم یزل سے طلب کرتا ہے جن لوگون نے ان تماشون کو دیکھا ہے، وہ عرصہ تک انکو نہ بھولینگے۔
یہ تماشے ۱۶ر جنوری سے شروع ہوئے تھے۔

(۳) آتشبازی۔ ایام نمائش مین ہر سنیچر کو آتشبازی چھوڑی گئی۔ برآکس کمپنی کی آتشبازی تمام دُنیا مین مشہور ہے، یہی کمپنی اس نمائش مین بھی اپنا سامان لائی ہے۔ آتشبازی کی خوب رونق رہی اور عوام نے اسکو پسند کیا۔ یورپین صناعون کی کارگری اس مد مین بھی بڑھ گئی حتی کہ شہنشاہ و ملکۂ انگلستان کی تصویرین بھی آتشبازی کے ذریعہ دکھائی گئین۔ آتشبازی کے آخری روز یعنی ۲۵ر فروری کو آتشبازی ہی مین پہلوانون کی بھی کشتی ہوئی۔ ہندوستانی آتشبازون کو اس فن کی ترقی کا بہت کچھ مسالہ ہاتھ آئیگا۔ ہمارے ملک مین بھی بڑے بڑے ماہر آتشباز ہین جو اپنے آبائی کرتبون کی نمائش مین دیکھنے والونکو محوِ حیرت کرتے ہین، لیکن یورپین آتشباز سائنس اور کیمسٹری کے زور سے کچھ کا کچھ بنا دیتے ہین۔ ہندوستانی آتشبازی مین دھوان بہت ہوتا ہے، جو اگرچہ ہوا کو صاف کرنے کے حق مین مفید ہے مگر آنکھون اور گلے کو نقصان پہونچاتا ہے۔ ولایتی آتشبازی مین روشنی بہت تیز ہوتی ہے - ۱۶ر جنوری کو حضور وائسرائے بھی الہ آباد تشریف لائے تھے، وہ بھی آتشبازی سے محظوظ ہوئے۔

(۴) سنیک ریلوے۔ سامان تفریح مین یہ بھی ایک عمدہ چیز ہے۔ یہ ایک گاڑی ہے جسمین بیٹھکر انسان ہائڈپارک (لندن) سے لیکر ہمالیہ تک کی سیر کرتا ہے۔ انگلستان کے ایک دریا سے گذر کر پہلے تو پورٹ سعید دکھائی دیتا ہے، پھر بمبئی مین اُترکر روضۂ تاج محل ملتا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ ہمالیہ کی برفانی چوٹیون تک پہونچ جاتا ہے۔ اصل مین دونون جانب بلند پردے لگائے گئے ہین جنپر مختلف کیفیتون کے نقشے کھنچے ہوئے ہین۔ مگر ان نقشون اور تصویرون مین نہایت صناعی سے کام لیا گیا ہے، یہانتک کہ کسی کسی مقام پر پہونچکر انسان خوف زدہ سا ہوجاتا تھا۔

(۵) جاسکے وھیل۔ ہندوستان مین یہ بھی ایک نئی چیز تھی۔ یہ ایک بڑا گول تختہ تھا جو گھڑی کے شیشے کی طرح چارون طرف ڈھالو ہوتا گیا تھا۔ ایک میخ کے اوپر یہ تختہ قائم کیا گیا تھا اور برقی قوت کے زور سے جب میخ گھومتی تھی، تو یہ تختہ بھی خوب زور سے چکر کھاتا تھا۔ چونکہ اسکی سطح بہت چکنی تھی لوگ لُڑھک کر نیچے آرہتے تھے جس سے چارونطرف قہقہہ لگتا تھا۔

(۶) میری گوراونڈ۔ اگرچہ یہ ایک عام چیز ہے مگر اس نمائش مین جو میری گوراونڈ آیا ہے، وہ ترقی یافتہ ہے یعنی یہ بھی برقی قوت سے چلتا ہے۔ اور چونکہ اسکا دائرہ بہت وسیع ہے اسلیے چکر بھی نہین آتا۔ اسکے ساتھ باجہ بھی بجتا رہتا تھا۔

(۷) احاطۂ نمائش کے باہر پروفیسر رام مورتی نے اپنی جسمانی طاقت کے کرشمے دکھاکے حاضرین کو خوب محظوظ کیا۔ جسوقت وہ اپنے کرتب دکھاتے تھے، انکا منڈوا بالکل اَٹ جاتا تھا۔ واقعی پروفیسر رام مورتی نے شہزوری مین کمال

حاصل کیا ہے - ڈاکٹر عصمت اللہ نے بھی اپنی طاقت کے کرتب دکھائیے اور داد حاصل کی۔

(۸) بوس کمپنی کا سرکس ہندوستان مین بہت مشہور ہے پروفیسر رام مورتی کے منڈوے کے ساتھ اسکا بھی منڈوا تھا - جنگلی اور خونخوار جانورون کو جس طریقہ پر سدھایا گیا ہے، اسکی داد دینی پڑتی ہے - اس سرکس مین گیناآئی کے کرتب بہت عجیب وغریب تھے۔

(۹) احاطۂ نمائش گاہ مین ایک بائسکوپ کمپنی بھی تھی جسمین چلتی پھرتی تصویرین دکھائی جاتی تھین - یون تو ہر روز نئی نئی چیزین دکھائی گئین، مگر دو چیزین بہت دلچسپ ثابت ہوئین - ایک تو مرحوم ومبرور شاہ اڈورڈ ہفتم کی تجہیز وتکفین، جسمین چلتی پھرتی تصویرون کے ذریعہ سے وہ کل کیفیت آنکھون کے سامنے پھر جاتی تھی جو لندن مین وقوع مین آئی - دوسری چیز وہ کشتی تھی جو گاما نے لندن مین جیتی تھی۔

سامان تفریح مین اور بھی بہت سی چیزین شامل ہین مثلاً میجک لنٹرن، لافنگ گیلری (مکان قہقہہ)، واٹر شوٹ، وغیرہ۔ علاوہ ازین امسال ایام نمائش مین آل انڈیا پولو ٹورنمنٹ بھی ہوا، نیز باکسنگ (مکا بازی) کا جو سالانہ دنگل لکھنؤ مین ہوا کرتا ہے، امسال وہ بھی الہ آباد ہی مین منعقد ہوا کشتی سے دوسرے درجہ پر اہل ہند کی نظر مین باکسنگ بھی ایک پر لطف دنگل ہے - سالانہ اسالٹ ایٹ آرمس (فوجی کرتب) جو لکھنؤ مین ہوا کرتے ہین، وہ بھی الہ آباد ہی مین ہوئے - کئی ہندوستانی تھیٹریکل کمپنیان بھی آئین اور اپنے اپنے کھیل دکھائے - غرضکہ تفریح کا کافی سامان مہیا کیا گیا تھا۔

### کانفرنسین

نمائش ممالک متحدہ کی زیادہ رونق وکامیابی کا ذریعہ وہ کانفرنسین تھین جو دسمبر کے آخری ہفتہ مین الہ آباد مین منعقد ہوئین - دسمبر کا آخری ہفتہ ہندوستان مین کانفرنسون کیلئے مشہور ہے - اور اب کے نمائش کی وجہ سے ان کا مرکز بھی الہ آباد ہی تھا - اپنے اپنے خیال کے مطابق مختلف لوگ ان کانفرنسون کی قیمت کا اندازہ لگاتے ہین - اسلئے ہم مناسب سمجھتے ہین کہ بعض کانفرنسون کا کچھ ذکر اس جگہ کیا جائے۔

(۱) نیشنل کانگرس - ۲۶ دسمبر کی صبح کو نیشنل کانگرس کا اول اجلاس شروع ہوا - کانگرس کا پنڈال خوب آراستہ تھا - سر ولیم ویڈربرن پریسیڈنٹ کانگرس کے تشریف لانے پر سارا پنڈال نعرہ ہائے خوشی سے گونج اٹھا - مدراس، بنگال، صوبجات متحدہ، پنجاب اور بمبئی سے ڈیلیگیٹ آئے تھے - دوپہر تک ساڑھے پانچسو تک ان کی تعداد پہونچ چکی تھی - کل حاضرین کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی - پریسیڈنٹ کی تقریر، جو نہایت پر معانی تھی، بہت غور و توجہ سے سنی گئی۔

(۲) انڈسٹریل کانفرنس - آل انڈیا انڈسٹریل کانفرنس کا چھٹا سالانہ جلسہ کانگرس کے پنڈال مین ۳۰ دسمبر کو منعقد ہوا - اسکے پریسیڈنٹ مسٹر آر - این مکرجی سی آئی ای تھے - آپ نے ابتدائی کلمات کے بعد فرمایا کہ -

"علمی کام کے لئے تو گزشتہ سالون کی کارروائیون کے ریکارڈ اور متعدد صنعتی رسالے کافی مدد دے سکتے ہین، مگر واجب ہے کہ ہم کچھ عملی کارروائی پر بھی غور کرین - چند گزشتہ سالون مین ہندوستان کے مختلف حصون مین متعدد چھوٹے چھوٹے کارخانے جاری کئے گئے ہین جنکو زیادہ تر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے، اسلئے ہمین انکی ناکامی کے اسباب پر غور کرنا چاہئے - ملک کی موجودہ حالت کے مطابق کام شروع کرنے سے پہلے ہمین

ماہرین کی ضرورت ہے جو اس کام کے لائق ہون۔ بنگال سے کئی طالب علم امریکہ اور یورپ مین سائنٹفک تعلیم حاصل کرنے کے لئے پبلک خرچ سے گئے جنمین سے بعض واپس آگئے ہین، اور جن صیغون مین وہ تعلیم پانے کی غرض سے گئے تھے، اُنمین قابلیت پیدا کرکے آئے ہین۔ مگر عملی تجربہ اور انتظامی قابلیت کی اُنمین کمی ہے۔ یہی ناکامی کا اصلی سبب ہے اگر ولایت بھیجنے سے پہلے اُنھین یہین صنعتی تعلیم کا موقعہ ملتا تو زیادہ دقت نہ ہوتی۔ واپس آکر اُنھون نے جس کام کو سیکھا تھا اُسکے علاوہ دوسرے شعبون مین کام کرنے لگے اور اسطرح اُنکی تعلیم پر جو پبلک کا روپیہ خرچ ہوا تھا، برباد ہوا۔"

آگے چلکر آپ نے فرمایا کہ۔

"اگر ہم فی الحقیقت خواہان ہین کہ ہندوستان مین صنعتی ترقی ہو تو اسکے لئے ایک صنعتی کالج قائم کرنا چاہئے۔ یہ کالج اُسی پیمانہ پر ہونا چاہئے جیساکہ برمنگھم، مانچسٹر اور لیڈز کے کالج ہین . . . . مگر قابل غور سوال یہ ہے کہ سرمایہ کہان سے مہیا کیا جائے۔ یہ ایک اہم سوال ہے۔ ہمارے ملک مین معمولی کاروبار ابتر حالت مین ہین، اور چونکہ کمپنیون کے قیام مین اکثر ناکامیون کا مُنہ دیکھنا پڑا ہے، اسلئے سرمایہ دار جھجکتے ہین۔ عام طور پر ہندوستان ایک مفلس ملک ہے۔ مگر متمول حضرات کی بھی یہان کمی نہین ہے۔ اگر وہ اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ اس کام مین لگائین تو اس سے بڑے بڑے کام نکل سکتے ہین، اور یون ہندوستان پھر دنیا مین تجارتی حیثیت سے نامی ہوسکتا ہے . . . . مگر اسکے ساتھ ہی ہمین گورنمنٹ سے بھی امداد مانگنی چاہئے۔ جب تک وہ ہماری مدد نہ کرے گی، اسوقت تک ہم کچھ نہین کرسکتے۔"

(۳) انڈین سوشل کانفرنس۔ انڈین سوشل کانفرنس کا چوبیسوان سالانہ جلسہ ۲۹ر دسمبر کو کانگرس کے پنڈال مین فراہم ہوا۔ حاضرین کی تعداد معقول تھی اور بہت سے ممتاز اصحاب تشریف لائے تھے۔ آنریبل پنڈت موتی لال نہرو نے بحیثیت میر مجلس استقبالیہ کمیٹی کاروائی شروع کی۔ آپ نے اپنی مختصر تقریر کے ضمن مین ڈیلی گیٹ صاحبان کا شکریہ ادا فرمایا۔ بعدازان آنریبل راجہ رام پال سنگھ صاحب صدر نشین جلسہ منتخب ہوئے۔ اور ایک پُر مغز تقریر فرمائی۔

تقریر ختم ہونے پر مندرجہ ذیل امور کے متعلق رزولیوشن پاس ہوئے (۱) ترقی تعلیم نسوان (۲) سن استرضا (۳) پردہ (۴) ادنیٰ ذاتون کو ہندوؤن سے الگ نہین سمجھنا چاہئے (۵) بیوگان کی حالتِ زار (۶) شکمی ذاتون مین باہمی خورد و نوشش (۷) سوشل کانفرنسون کے لئے سرمایہ (۸) ہندو جماعت مین از سر نو ایسے اشخاص کو شامل کرنا جو تبدیل مذہب کے باعث الگ ہوگئے تھے (۹) بحری سفر کی عام اجازت (قومی)، (۱۰) مذہبی اوقاف وغیرہ۔

(۴) انڈین لیڈیز کانفرنس۔ انڈین لیڈیز کانفرنس کا سالوان سالانہ جلسہ بھی ۲۹ر دسمبر کو میور سنٹرل کالج کے وزیانگرم ہال مین فراہم ہوا۔ وزیانگرم کی رانی صاحبہ اس کانفرنس کی پریسیڈنٹ تھین۔ اُنھون نے اپنی تقریر مین ہندو اور مسلمان مستورات مین تعلیم کی کمی پر بہت افسوس ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا۔

"جب تک اس ملک کی لڑکیان زیور علم سے آراستہ نہ ہونگی، ملک ترقی نہ کرسکیگا۔ ہر ایک ملک کی مستورات کی حالت سے اُس ملک کی تہذیب کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ مختلف ممالک مین مستورات کے حالات جداگانہ ہین۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ممالک مین

جسٹس کرشنا سوامی آئیر

انڈین پریس الہ آباد

عورت اپنے خاوند کی وفادار، سچی، اور عزیز مددگار سمجھی
جاتی ہے سنسکرت کے ایک شلوک مین ہندوستانی مستورات کے بھی
یہی اوصاف بیان کئے گئے ہین یعنی

कार्येषु मंत्री कारोषु दासी भाज्येषु
माता शाय रोषु रम्भा ॥

تعلیم سے مستفید ہو کر ہی ہمارے ملک کی مستورات اپنے بچون کی
اخلاقی اور مذہبی تعلیم کا انتظام کر سکتی ہین، اور نہ صرف یہ بلکہ شریفانہ
زندگی بسر کرنے مین انکی رہنمائی کر سکتی ہین . . . ."

(۵) آل انڈیا ٹیمپرنس کانفرنس - آل انڈیا ٹیمپرنس کانفرنس
کا سالانہ جلسہ ۲۸ و ۲۹ دسمبر کو کانگرس کے پنڈال مین
فراہم ہوا حاضرین کی تعداد معقول تھی - الہ آباد کرسچن کالج کے پرنسپل
ڈاکٹر ایوئنگ صاحب نے بحیثیت میر مجلس استقبالیہ کمیٹی ڈیلیگیٹون کا
خیر مقدم کیا - بعد ازان پادری ای - ڈبلیو - فرچلی صاحب (ایف آر.
بی اے - ایف آر بی ایس) کانفرنس کے پریسیڈنٹ منتخب ہوئے -
آپ نے ایک طویل تقریر فرمائی جو پُر از معلومات تھی -

(۶) کانفرنس صلح - تعلیم کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان
خود غرضی کے تنگ اور منحوس دائرہ سے نکلکر فائدہ عام کے وسیع
اور کشادہ میدان مین قدم مارنے لگتا ہے اور کھلی تازہ ہوا کا لطف
اُٹھاتا ہے - چنانچہ ہندو محمڈن کانفرنس اسی گلزار کا ایک شگوفہ
ہے کہ سرکردگان اہل ہنود و اہل اسلام ایک کانفرنس مین جمع ہوکر
باہمی اتحاد کے وسائل پر غور کرین اور اس اتحاد مین جو امور حارج
اور مخل ہون اُنکو دور کرین - اس کانفرنس کا اجلاس یکم جنوری
سنہ ۱۹۱۱ء کی صبح کو راجہ ہوٹل مین فراہم ہوا - جو شخص اس کانفرنس کے
انعقاد کو اچھا خیال نہین کر سکتا وہ کسی اچھی بات کو بھی سمجھنے کے
لائق نہین - الہ آباد مین گنگا اور جمنا ملتی ہین اور یکجان ہوکر بھی ہین
یہین اب قوم کے دو بچھڑے ہوئے بھائی ملتے ہین یہ ایک
قابل یادگار اور تاریخی واقعہ تھا - اگر مشرق اور مغرب آپسمین
نہین مل سکتے تو کوئی وجہ نہین کہ مشرق مشرق بھی نہ مل سکین -
بہرحال سر ولیم ویڈربرن کی تحریک پر اس کانفرنس کا انعقاد ہوا -
دونون گروہون کے قائم مقامون کی کافی تعداد موجود تھی -
سر ولیم ویڈربرن نے افتتاحی تقریر فرمائی - جسکا ایک ایک لفظ آب زر
سے لکھنے کے قابل ہے -

مین آپ صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ آپ لوگ
میری درخواست پر یہان تشریف لائے - وجہ یہ ہے کہ مین ہندوؤن
اور مسلمانون دونون کا خیراندیش ہون اور میرا یہ خیال ہے کہ
دونون کی بڑھتی ہوئی شکر رنجی ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے
سخت مضر ہے - اگر ہندو اور مسلمان دونون ملکر کام کرین تو ہندوستان
کو ایک شاندار مستقبل حاصل ہو سکتا ہے - جب تک ہندوؤن اور
مسلمانون کے باہمی تعلقات اچھے نہ ہونگے اُسوقت تک ہندوستان
کی بہبودی کی امید کرنا ایک امید موہوم ہے + + + +

(۷) ایک رسم الخط کی کانفرنس - الہ آباد مین جہان اور
کانفرنسین فراہم ہوئین، وہان ایک رسم الخط بنانے والی کانفرنس
بھی ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء کو کانگرس کے پنڈال مین ہوئی - اسکے
پریسیڈنٹ آنریبل جسٹس کرشنا سوامی آئر تھے - آپ نے اپنی
تقریر مین فرمایا -

ہندوستان مین ایک رسم الخط بنانے والی کانفرنس
ایک بالکل نئی کانفرنس ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ پہلے کی نسبت
اب اتحاد کی زیادہ ضرورت محسوس ہو رہی ہے - اگر یہ تازہ
تحریک کامیاب ہوگئی تو ملک کو ایک نعمت بے بہا حاصل ہو جائیگی -
اس کانفرنس کی یہ غرض نہین ہے کہ ہندوستان کی زبان ایک

ہو جائے ، بلکہ یہ ایک رسم الخط کی موئد ہے . . . ہندوستان میں ۱۴۷ زبانیں بولی جاتی ہیں اور تقریباً بیس ہزار مختلف حروف رائج ہیں۔ بائیس کرور بھارت باسی ایسی زبانیں بولتے ہیں جو آرین زبان کہلاتی ہیں اور کوئی ساڑھے پانچ کروڑ باشندے ایسی زبانیں بولتے ہیں جو آرین زبانوں سے اختلاف رکھتی ہیں . . . آپ ذرا اُس نقصان کو دیکھیں جو مختلف زبانوں کے بولنے سے ہو رہا ہے ، اگر زبانیں جدا ہونے پر رسم الخط ہی ایک ہو تو اتنا نقصان نہ ہوتا ، کیونکہ ہندوستان کی مختلف زبانیں ایک ہی منبع سے نکلی ہیں اور بہت کچھ آپس میں ملتی جلتی ہیں . . . . یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ کوئی زبان کسی خاص مذہب سے تعلق رکھتی ہے . . . . ملک کی بہتری کے لئے ایک رسم الخط کا رائج ہونا بہت ضروری ہے۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس تحریک سے کسی زبان کو دبا دیا جائے . . . . دیوناگری اور رومن رسم الخط ایسے ہیں جنہیں کسی قدر تبدیلیوں کے بعد ملک کی سب زبانیں لکھی جا سکتی ہیں "

(۸) مذاہب ہند کی کانفرنس۔ یہ کانفرنس ۹ سے ۱۱ جنوری تک میُو ہال میں منعقد ہوئی۔ مہاراجہ صاحب دربھنگہ اسکے پریسیڈنٹ تھے۔ اس کانفرنس کا یہ دوسرا سالانہ اجلاس تھا۔ مندرجہ ذیل مضامین پڑھے گئے۔

(۱) شیوی مت از مسٹر پلائی مدراس (۲) مذہب یہود از مسٹر ازرک کلکتہ (۳) بودھ مذہب از بابو نگیندر ناتھ باسو کلکتہ (۴) وشنو مت از مسٹر بھٹاچارجی (۵) حضرت عیسیٰ کا پیام از پادری برنارڈ لوکس صاحب (۶) شاکت مت از مسٹر کاشی ناتھ سہائے بہار (۷) اسلام از خواجہ کمال الدین لاہور۔ (۸) اسرائیلیوں کا مذہب از مسٹر ڈیوڈ (۹) اسلام از مسٹر محمد علی ایم اے۔ (۱۰) زرو شت کی عام فہم تعلیم از مسٹر اکلیسریا (۱۱) زروشتی مذہب از مسٹر دینا دلال ایم اے (۱۲) بودھ مت از مسٹر دھرم پال (۱۳) آریہ سماج از پروفیسر رام دیو۔ (۱۴) جین مت از وجی دھرم سوری (۱۵) مذہب عیسوی از پادری انڈریوز صاحب دہلی (۱۶) بہائی مذہب از سید مصطفیٰ صاحب (۱۷) عملی ویدانت از سوامی چدانند۔ (۱۸) برہمو سماج از پروفیسر رچی رام ساہنی رائے صاحب ایم۔اے۔

مندرجہ بالا کانفرنسوں کے علاوہ مندرجہ ذیل کانفرنسیں بھی منعقد ہوئیں۔

(۱) ناگری پرچارنی سبھا پریاگ۔ ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء۔ پریسیڈنٹ شریمان راجہ پرتھی پال سنگھ صاحب۔

(۲) تھیسٹک کانفرنس (برہمو سماج) ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء پریسیڈنٹ پنڈت شیو ناتھ صاحب شاستری ایم۔اے۔

(۳) بھارت شدھی سبھا۔ ۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء پریسیڈنٹ پنڈت رام بھجدت صاحب چودھری بی اے۔

(۴) زراعتی کانفرنس (ممالک متحدہ) ۱۳ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء افتتاحی تقریر از نواب لفٹنٹ گورنر بہادر۔

اِن کے علاوہ اور بھی کئی کانفرنسیں مثلاً کایستھ کانفرنس انڈین کرسچن کنونشن وغیرہ منعقد ہوئیں۔ جگہ نہیں کہ ہم سب کا حال ہدیہ ناظرین کریں۔ الغرض الہ آباد میں کرسمس کے ایام میں خوب چہل پہل رہی ، اور اس سے نمائش کی رونق بھی دوبالا ہو گئی۔ جن لوگوں نے اس موقعہ پر الہ آباد کی سیر کی ہے وہ عرصہ دراز تک اس رونق کو نہ بھول سکیں گے۔

شاکر (میرٹھی)

# عبدالرزاق خان لاری

زمانۂ قدیم سے سرزمین ہند مین حب الوطنی کی مثال النادر کالمعدوم ہے اور نہ صرف ہمارے ہی ملک کا یہ خاصہ ہے بلکہ سوائے جاپان کے دیگر ممالک ایشیا کے باشندون مین بھی اپنے ملک کی محبّت کا نام ونشان نہین پایا جاتا۔ آجکل شاید بُعدِ مشرق کی تقلید کیوجہ سے جسکی حب الوطنی اظہر من الشمس ہے یا مغربی تعلیم کی بدولت ہندوستان اور دیگر ممالک مثلاً ایران وٹرکی مین کچھ کچھ قومی حمیّت کے آثار نمودار ہو چلے ہین لیکن ابھی وہ زمانہ دُور ہے جبکہ یہ قومین اپنی اتحادی قوت سے اپنے خیالی منصوبون کو عملی لباس پہنا سکین گی اور اُس نقطۂ خیال پر پہونچ سکین گی جو اُنکے پیش نظر ہے۔

جب ہم متذکرۂ بالا کمی کا سبب دریافت کرتے ہین تو ہمارا دل قدرتاً اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ گزشتہ زمانے مین شخصی حکومت کے اثر نے ملک کی محبت کو دل مین جاگزین نہین ہونے دیا۔ باشندگانِ ملک کی تمام امیدین حکمران کے دامنِ دولت سے وابستہ رہتی تھین اگر وہ نیک، عادل اور مہربان ہوتا تھا تو غریب سے لیکر امیر تک سب اُس سے محبّت رکھتے تھے اور اپنی خوش نصیبی کا باعث سمجھتے تھے کہ اُنھون نے ایسے مبارک زمانے مین نشو ونما پائی۔ برخلاف اسکے اگر وہ ظالم، عیّاش اور ملک کی حالت سے بیخبر ہوتا تھا تو اپنی بدقسمتی پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتے تھے لیکن اُسکے ظلم کی بیخکنی اور اُسکی بدانتظامی کے تدارک کیلئے کوئی تدبیر نہین کرسکتے تھے۔ البتہ کبھی کبھی کسی صوبہ کا گورنر رعایا کی بدولی کو مدّ نظر رکھکر اپنے ظالم اور عیاش بادشاہ کو تخت سے اُتارنے کے لئے معرکہ آرا ہوتا تھا اگر ظفر و نصرت اُسکا ساتھ دیتی تھی تو وہ خود تخت سلطنت پر متمکن ہو جاتا تھا ورنہ دوسرے ملک کے بادشاہ کی خدمت مین عرضداشت بھیجتا تھا کہ حضور آئیے اور ہمکو ظالم کے پنجے سے نجات دیجئے۔ اگر اس صورت مین بھی کامیابی نہوتی تھی تو ظالم حکمران کی حکومت جبتک کہ موت کا زبردست ہاتھ اُسکی سرکوبی نکرتا تھا برابر جاری رہتی تھی اور رعایا برابر پریشان رہتی تھی۔

یہ اسباب تھے جنکی وجہ سے بادشاہ تمام خیالات کا مرکز سمجھا جاتا تھا اور ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ تک اُسکی پرستش کرتے تھے۔ ملک کی ضروریات کا پورا کرنا بادشاہ کی طبیعت پر منحصر تھا، رعایا کو اُس سے سروکار نہ تھا جو اُسکا جی چاہتا تھا وہ کرتا تھا، رعایا کو چون وچرا کرنیکی مجال نہ تھی۔ آجکل زمانہ اور ہے یورپ کے ممالک مین بادشاہ برائے نام بادشاہ ہے اور تمام ملکی معاملات پبلک کے قبضہ مین ہین اُسوقت پبلک یا پبلک اوپینین (عوام یا عوام کی رائے) کوئی چیز نہ تھی۔ اُس زمانے مین قومیت اور حب الوطنی کا کوئی نام نہین جانتا تھا صرف بادشاہ کی نمک حلالی اور وفاداری مایۂ ناز سمجھی جاتی تھی۔

اسی قسم کی ایک عدیم النظیر مثال تاریخ دکن مین عبدالرزاق خان لاری کی پائی جاتی ہے جو ابوالحسن تاناشاہ فرمانروائے گولکنڈا کے زمرۂ ملازمین مین شامل تھا۔ جبوقت شہنشاہ محی الدین اورنگ زیب ملقب بہ عالمگیر لشکر جرّار کے ساتھ ریاست بیجاپور کو تاخت وتاراج کرکے گولکنڈا کیطرف روانہ ہوا تو شہزادہ محمد معظم مخاطب بہ شاہ عالم اور خان جہان کوکلتاش جو پہلے سے گولکنڈا کی سرحد کے اندر داخل ہو چکے تھے شہنشاہ کی خدمت

مین ابوالحسن تاناشاہ کی جانب سے صلح کا پیغام لیکر پہونچے اور بارگاہ شاہی مین عرض کیا کہ ابوالحسن دس کرور روپیہ شاہی افواج کے خرچ کے لئے اور بیس لاکھ روپیہ سالانہ جو خراج سے کہین زیادہ تھا ادا کرنے کیلئے تیار ہے اور نہ صرف یہ بلکہ وہ اضلاع جنکے حاصل کرنیکے لئے ظاہراً جنگ کی تیاریان کی گئی تھین دینے کے لئے آمادہ ہے اور اپنے دونون برہمن مشیرون کو بھی علٰحدہ کرنے کیلئے راضی ہے اگر شہنشاہ فتح گولکنڈا سے باز رہے - لیکن عالمگیر جو دکن کی صوبہ داری کے زمانے سے بیجاپور اور گولکنڈا پر دانت لگائے ہوئے تھا ایسے پیغام صلح کو کب خاطر مین لاتا تھا - خان جہان کوکلتاش، شاہ عالم، اُمرائے جلیل القدر اور لشکر جرار اس جبر و تشدد سے بددل ہون مگر آخری عظیم الشان تاجدار مغلیہ کے عزم بالجزم مین سر مو فرق نہین آسکتا تھا - کوچ کا حکم دیا گیا اور پیغام صلح مسترد کر دیا گیا -

جب ابوالحسن نے دیکھا کہ عاجزی اور فرمانبرداری بیکار ثابت ہوئی تو اُسنے اپنے قوی اور زبردست دشمن کے مقابلے کے لئے جان توڑ کوشش کی - چنانچہ اپنے خاص امرا، شیخ منہاج، شرزہ خان اور مصطفےٰ خان لاری کو جو تاریخ مین عبدالرزاق خان لاری کے نام سے مشہور ہے رخصت کیا اور مغلون کی فوج کے روکنے کا حکم دیا - شاہی لشکر گولکنڈا سے دو منزل کے فاصلہ پر تھا جبکہ دکنی اُمرا، اُسکے مقابلے کے لئے پہونچے - دکنی فوج قلیل تھی اور اسلئے چھوٹی چھوٹی لڑائیان لڑتی تھی - قشون شاہی آگے بڑھتا رہا اور شہنشاہ ۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۸ھ ہجری مطابق ۱۶۸۷ء گولکنڈا کے بہت قریب جا پہونچا اور محاصرہ کی تیاریان شروع کر دی گئین -

مغلون کو صرف محصورین ہی سے مقابلہ نہ کرنا پڑتا تھا بلکہ دکنی فوج عقب سے مغلون کو تنگ کرتی تھی اور سنبھاجی اپنے مرہٹہ سپاہیون کو لیکر سامان رسد بند کرنے مین اُسکا ساتھ دیتا تھا - اُس سال بارش کی کمی کی وجہ سے دکن مین قحط تھا اور شاہی فوج سامان رسد کی تنگی کیوجہ سے پریشان تھی لیکن محصورین کیلئے قلعہ مین ہر چیز بافراط مہیا تھی - کئی بار قلعہ پر حملہ کیا گیا مگر شاہی فوج کو زک اُٹھا کر واپس ہونا پڑا - اکثر جانباز اور وفادار امرا کام آئے - بہت سے راجپوت نذر اجل ہوئے - مغلون کی فوج مین ہیضہ پھیل گیا جس سے ہزارہا سپاہی مر گئے -

الغرض رجب کے مہینے مین جبکہ محاصرہ کا تیسرا مہینہ قریب الاختتام تھا - فیروز جنگ نے سیڑھیون کے ذریعے سے قلعہ کی دیوارون پر چڑھنے کا انتظام کیا - جسوقت سپاہی قلعہ کی دیوارون کے اوپر پہونچنے ہی کو تھے - ایک کتے نے جو لاشون کی کھوپریان تلاش کرتا ہوا پھر رہا تھا آہٹ پاکر بھونکنا شروع کیا اور قلعہ کے سپاہی مشعلین ہاتھ مین لیکر دیوارون کیطرف دوڑے - فوراً اُن رسیون کو جنسے سیڑھیان بندھی ہوئی تھین کاٹ ڈالا جس سے بہت سی جانین تلف ہوئین اور پھر گولہ بارود سے حملہ کیا جس سے شاہی فوج کو سخت نقصان پہونچا -

اگر اورنگ زیب جیسا مستقل مزاج محاصرہ کرنے والا نہوتا تو اس سخت ناکامیابی کے بعد محاصرہ کا نام نہ لیتا، لیکن اُسکی پیشانی پر ذرا بل نہ آیا اور قلعہ کو فتح کرنے کے لئے دیگر ذرائع بہم پہونچانیکی تدبیر کی گئی - چنانچہ تین سُرنگ قلعہ کی دیوار تک کھودی گئین جو بالکل تیار تھین اور صرف فلیتہ لگانے کی دیر تھی کہ بارش کا طوفان شروع ہوگیا - شاہی فوج کے لئے کوئی جائے پناہ نہ تھی - بعض افسران شاہی نے سخت بزدلی دکھائی - سلیم خان افریقی کچھ دیر تک دکنیون کا مقابلہ کرتا رہا بعد ازان فرار ہوگیا اور ایک غار مین جا چھپا - صف شکن خان جسکی بہادری مسلمہ تھی اور جسنے محاصرہ مین کارہائے نمایان کئے تھے - اُس دستہ فوج پر حکمرانی کر رہا تھا

جیسے جری اور بہادر عبدالرزاق خان لاری حملہ آور تھا۔ وہ کیچڑ مین گر پڑا اور زخمی ہونیکا بہانہ کیا۔ جمشید اور گجرات خان جو شاہی توپخانہ کے افسر تھے نہایت ذلت اور شرم کے ساتھ فرار ہو گئے۔ سربراہ خان اور دیگر بارہ منصبدار قید ہوئے۔

جب یہ قیدی ابوالحسن کے سامنے پیش ہوئے تو اُسنے حکم دیا کہ اُنکو غلہ کے انبار اور بارود دکھاؤ۔ یہ شاہی منصبدار اسقدر سامان دیکھکر بہت حیران ہوئے۔ اس سے ابوالحسن کا یہ منشا تھا کہ عالمگیر صرف اپنے استقلال سے قلعہ فتح نہین کرسکتا۔ قیدی رہا کر دئے گئے اور اُنھون نے شاہی فوج مین ابوالحسن کے غلہ کے انبار اور سامان جنگ کی افراط کا حال ظاہر کیا جس سے شاہی فوج بد دل ہو گئی۔

ادھر ابوالحسن نے پھر پیغام صلح بھیجا اور کہا کہ مین تو شہنشاہ کا غلام ہون۔ ہر حملہ جو شاہی فوج نے کیا ہے اور ہر مقام جو شاہی فوج میرے ملک کی سرحد کے اندر کریگی اُتنے ہی کرور روپیہ مین دینے کیلئے تیار ہون اور ۵۰۰ یا ۶۰۰ من غلہ بھی شاہی فوج کے لئے دونگا۔ اسپر عالمگیر نے کہا کہ اگر ابوالحسن میرا غلام ہے جیسا کہ وہ ظاہر کرتا ہے تو پابجولان میرے روبرو آئے صرف اُسوقت مین اُسکی شرائط صلح سن سکتا ہون۔

اسکے بعد صلح کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا اور سُرنگ پھر لگائی شروع کیگئین جو ۱۹ شعبان کو تیار ہو گئین اور یہ منصوبہ باندھا گیا کہ شاہی سپاہیون کی ایک جماعت قلعہ کی دیوار کے قریب پہونچکر غل و شور مچائے جس سے محاصرین قلعہ کی دیوار پر آجائینگے پھر سرنگون مین آگ لگا دی جائے۔ جب شاہی سپاہیون نے غل مچایا تو محاصرین قلعہ کی دیوار پر پہونچ گئے۔ لیکن عبدالرزاق خان لاری شاہی فوج کے مطلب کو تاڑ گیا اور اُسنے فوراً حکم دیا کہ سرنگون مین پانی بھر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

شاہی فوج اس حال سے بیخبر تھی۔ جب پہلی سُرنگ مین فتیلہ لگایا گیا تو بارود قلعہ کیطرف تر ہونیکی وجہ سے نہ جلی اور دوسری طرف بھڑک اُٹھی جس سے شاہی فوج کے ہزار سے زیادہ سپاہی مر گئے جنمین اکثر بڑے بڑے افسر بھی تھے۔ دوسری سُرنگ مین بھی فتیلہ لگایا گیا جسکا نتیجہ پہلے سے زیادہ تباہ کن ثابت ہوا۔ دو ہزار سے زیادہ شاہی فوج کے آدمی تباہ ہوئے۔ تیسری سُرنگ مین جسکی بارود محاصرین نے علحدہ کر دی تھی فتیلہ نہ لگا۔

اورنگ زیب اپنی بار بار ناکامیابی سے سخت پریشان تھا۔ شاہی فوج بھی بد دل تھی لیکن محاصرہ نہین چھوڑتا تھا۔ اگلے دن عالمگیر نے اعلان کر دیا کہ ریاست گولکنڈا شاہی مقبوضات مین شامل کر لیگئی۔ اگرچہ یہ اعلان کسیقدر قبل از وقت تھا اور ابھی دارالخلافت فتح نہین ہوا تھا لیکن اسکا اثر شہنشاہ کے حق مین بہت مفید ثابت ہوا۔ ابوالحسن کے تمام سردار سوائے عبداللہ خان پنی اور عبدالرزاق خان لاری کے ہمت ہار بیٹھے اور دشمنون سے جا ملے۔ ایسے نازک وقت مین ابوالحسن نے یہ غضب کیا کہ شیخ منہاج کو جسکی نسبت سُنا گیا تھا کہ وہ بھی ڈھل مُل یقین ہے قید کر لیا اور اُسکے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ اس سے ابوالحسن کے سپاہیون مین اور بھی بد دلی پھیل گئی۔

چنانچہ عبداللہ خان پنی نے بھی دربردہ شاہی فوج سے ساز باز کر لیا اور شہنشاہ نے اُس سے نہایت اعزاز و اکرام کے وعدے کئے۔ عبدالرزاق کو بھی اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی گئی مگر تمام وعدے اُس جری مرد کے لئے بیکار ثابت ہوئے۔ وہ اپنے آقا کی وفاداری کو مقدم سمجھتا رہا۔ رات کے وقت عبداللہ خان پنی نے قلعہ کے عقب دروازہ کو کھولدیا اور مغل قلعہ مین داخل ہونے شروع ہو گئے۔

جسوقت عبدالرزاق خان لاری کو جو بستر راحت پر آرام سے سو رہا تھا یہ خبر پہونچی کہ مغل قلعہ مین داخل ہونا شروع ہو گئے

ہین تو بغیر اسلحہ لگائے (کیونکہ اتنا وقت نہ تھا) اور بغیر اپنے آدمیون کو جمع کئے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوکر ایک ہاتھ مین ننگی تلوار اور دوسرے مین ڈھال لئے ہوئے یہ کہتا ہوا کہ جو نمک حلال ہے میرے پیچھے چلا آئے۔ مغلون کی فوج پر جا ٹوٹا۔ اُسکے ہمراہی بارہ سے زیادہ نہ تھے جو ایک دوسرے سے فوراً علیحدہ ہوگئے تھے۔ عبدالرزاق خان مغلون کی بیچ فوج مین جا پہونچا اور برابر لڑتا رہا یہانتک کہ سر سے پیر تک زخم خوردہ ہوکر گر پڑا۔

خافی خان نے جو اُسوقت عالمگیر کی فوج مین ملازم تھا حسب ذیل الفاظ مین اُسکی بہادری کا حال لکھا ہے :-

"سمندر مین ایک قطرۂ آب کے مانند بہتا ہوا یا ایک شعاع کی مانند سورج پر حملہ کرتا ہوا وہ فوج پر حملہ آور ہوا اور اُس مردانگی اور جرأت کے ساتھ جو انسانی تصور سے باہر ہے یہ نعرہ لگاتا ہوا لڑتا رہا، مین جبتک زندہ ہون اپنے آقا ابوالحسن پر نثار ہونے کے لئے تیار ہون، ہر لحظہ اُسکا قدم آگے بڑھتا رہا اور ہزارون کا مقابلہ کرتا رہا اور زخم کھاتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُسکا ہر قطرۂ خون لڑ رہا ہے۔ کھوپری سے لیکر تلوے تک بیشمار زخم تھے اور ہر زخم کاری معلوم ہوتا تھا۔ لیکن چونکہ اُسکا وقت ابھی تک نہ آیا تھا وہ برابر لڑتا رہا یہانتک کہ قلعہ کے دروازہ تک پہونچ گیا اور وہان جاکر آہستہ آہستہ بے حس و بے خبر ہوگیا۔ اُسکے چہرے پر بارہ زخم لگے تھے جس سے اُسکی پیشانی کی کھال اُسکی آنکھون اور ناک پر نقاب کیطرح جا پڑی تھی اور جب یہ کھال اُٹھائی گئی تو معلوم ہوا کہ اُسکی ایک آنکھ تلوار کے زخم سے بیکار ہوگئی ہے اور اُسکے بدن پر اسقدر زخم تھے جسقدر کہ آسمان پر ستارے۔ اُسکا گھوڑا جو اپنے آقا کیطرح زخمون سے چور چور تھا آخر کار کانپتا ہوا کھڑا ہوگیا اُسوقت عبدالرزاق خان کی بھی سب طاقت سلب ہو چکی تھی لہذا اُسنے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی کہ جدھر اُسکا جی چاہے لیجائے۔ چنانچہ وہ اُسکو قلعہ کے پاس ایک باغ مین جسکو نگینہ باغ کہتے تھے لے گیا اور وہان جاکر ایک درخت کے نیچے کھڑا ہوگیا جس جگہ عبدالرزاق گھوڑے سے گر پڑا"

اگلے روز حسینی بیگم کے ملازم اُدھر سے گزرے اور اُسکو روح اللہ خان کے پاس لے گئے۔ صف شکن خان نے کہا کہ ملعون لاری کا سر کاٹ ڈالا جائے۔ لیکن روح اللہ خان نے اُسے بہت ڈانٹا اور بادشاہ کو لاری کے حال کی اطلاع دی۔ عالمگیر نے فوراً شاہی جراح اور طبیب بھیجے اور اُسکا نہایت عمدہ علاج کرایا۔ جب اُسے آرام ہوگیا تو بادشاہ نے اُسکو ملازمت دینی چاہی لیکن اُسنے انکار کیا۔ آخر کار جب بادشاہ نے قید کی دھمکی دی تو شاہی ملازمون مین داخل ہوگیا

آٹھ مہینے کے بعد محاصرۂ گولکنڈا ختم ہوا اور ابوالحسن قید کر لیا گیا۔

محمد یحیی تنہا

---

**انشائے ہادی النسا** - منشی سید احمد صاحب دہلوی مؤلف فرہنگ آصفیہ اُردو زبان کے زبردست محسنون مین ہین جنکی مفید تصانیف نے خاص شہرت و مقبولیت حاصل کی ہے۔ یہ کتاب بھی آپ ہی کے فیضان قلم کا نتیجہ ہے جسمین مستورات کو خط و کتابت سکھانے کی کوشش کیگئی ہے۔ اسکے دو حصے ہین حصہ اول مین مستورات اور لڑکیونکی خط و کتابت ہے جو دہلی کی خاص نسوانی زبان مین لکھی گئی ہے اور نہایت پرلطف ہے حصہ دوم مین عورتونکی طرف سے اُنکے رشتہ دارون اور شوہرونکے نام خط ہین اور اُنکے جواب بھی۔ جا بجا نظم کی چاشنی بھی موجود ہے جو عورتونکی ٹوٹی پھوٹی شاعری کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ معمولی لکھائی چھپائی کے ۵۲ صفحات پر قیمت ۱۲/ - دفتر فرہنگ آصفیہ دہلی سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

عروس بہار

# رخصت سرما

جلو مین فصل بہاری کو لیکے مارچ آیا ۔۔۔ ریاض دہر کا سوتا نصیب جاگ اُٹھا
گئی وہ موسم سرما کی گرم بازاری ۔۔۔ گئی وہ لرزے کی ہر ایک دلسے بیماری
مزاج اہل جہان اعتدال پر آیا ۔۔۔ کہین ہے موج نسیم اور کہین یہ باد صبا
اُتر گئے وہ لباس اب کہ جو تھے بار دوخر ۔۔۔ نہ لانگ کوٹ کی اب قدر ہے نہ ہے جسیٹر
مسہریون یہ نہ تو شنک نہ بھاری بھاری لحاف ۔۔۔ بچھے ہوئے ہین بچھونے سفید اور شفاف
انگیٹھیون مین رہی آگ کی ضرورت کیا ۔۔۔ جو رہ گئی ہے ستائیگی وہ برودت کیا
پڑی ہوئی تھی چمن پر جو اوس مدت سے ۔۔۔ اُڑی وہ پرتو خورشید کی حرارت سے
نیا ملا ہے جوانان باغ کو ملبوس ۔۔۔ کہ جسکا حسن ہے ہمصورت پر طاؤس
ہر ایک شاخ مین کوپل یہ پھوٹی ہے کوپل ۔۔۔ ہر ایک پتی ہے تصویر صنع عز و جل
حمل مین مہر نے کی آکے جلوہ افروزی ۔۔۔ چلی جہان مین ہر سمت باد نوروزی
اثر کی جان ہوئی نغمہ سنجی بلبل ۔۔۔ چمن کی زیب ہوا زور شور خندۂ گل
چمن مین کی یہ قدرت نے ایسی گلکاری ۔۔۔ ہے جسکی دید سے حیران سپہر زنگاری
برائے سیر حسین بھی قریب جو آئے ۔۔۔ کہ اپنے ساتھ لئے شیشہ و سبو آئے
نشیلی انکھڑیان اُس پر شباب کا عالم ۔۔۔ ادائے شوخ مین پنہان حجاب کا عالم
نظر فریب ہے آنکھون مین خواب کی مستی ۔۔۔ نگاہ ناز سے پیدا شباب کی مستی
قدم قدم روش ناز اے معاذاللہ ۔۔۔ اور اُسپہ حُسن خدا ساز اے معاذاللہ

غرضکہ روپ یہ رنگ جہان ہے اے محشر
بہار دورہ مے کا سمان ہے اے محشر

محشر

# کلام سُرور

(منشی درگا سہائے صاحب سُرور جہان آبادی مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام)

ایک انگریزی نظم کا ترجمہ

وہ روشنی عطا کر عمر روان کو یارب! ۔۔۔ چمکون مین شمع بنکر اس تیرہ انجمن مین
میری شمیم سے ہو تسکین جہان کو یارب! ۔۔۔ مہکون مین پھول بنکر اس وادی کہن مین
یارب! بنادے میری ہستی بے بقا کو ۔۔۔ اک گیت پیارا پیارا، اک نغمہ دل آرا
اور وہ فسون دلکش دے لحن جانفزا کو ۔۔۔ ہون اہل انجمن کے جینے کا مین سہارا
ہان! میری زندگی کو ایسا عصا بنادے ۔۔۔ ہو جس سے دستگیری ایک ایک ناتوان کی
اور لازوال دولت وہ مجھکو کبریا دے ۔۔۔ حاجت برآئے جس سے ہزار وخستہ جان کی
اس زیست کو بنادے یارب وہ جام زرین ۔۔۔ ہو جلوہ ریز جس مین تیری شراب وحدت
دنیا کی کاہشون سے ہرگز نہون مین غمگین ۔۔۔ لب پر ہو جوش مستی مین نغمۂ مسرت

# رباعیات

بت خانے جدا ہین، خانقاہین ہین جُدا ۔۔۔ ارباب پرستش کی نگاہین ہین جُدا
جو یا ترے شیخ و برہمن ہین دونون ۔۔۔ منزل تری ایک ہے، یہ راہین ہین جُدا

آغاز ہے کچھ تراُنہ انجام ترا ۔۔۔ بندون پہ ہمیشہ لُطف ہے عام ترا
مندر مین ہے ہر، خدا ہے تو مسجد مین ۔۔۔ جپتے ہین شیخ و برہمن نام ترا

گلچین جو گلون کو لیچلا چُن چُن کر ۔۔۔ کلیون نے کہا یہ مُنہ سے سر کو دھن کر
کُل آہ! یہی ہمارا ہوگا انجام" ۔۔۔ رو یا کیا مین بہت صدا یہ سُنکر

یارب! ہے یہ دفن کسکی میت دلمین ۔۔۔ سر پیٹ کے رو رہی ہے حسرت دلمین
پالی ہوئی آہ! ہے یہ نازون کی مری ۔۔۔ اے یاس ہو بیکسی کی تربت دلمین

# غزل

شب وصال مزہ دے رہی ہے تو تیزی ۔۔۔ لبون سے گھولتی ہے قند گفتگو تیری

مسل سمجھتے دلِ دردمند کو میرے  کہ اسمین رہتی ہے بیدرد آرزو تیری
تری زبان کو بگاڑا رقیب بدخو نے  کہ بات بات پہ گالی تو تھی نہ خو تیری
اُگا رہا ہے حناکون تیرے ہاتھون مین  رُلا رہی ہے مجھے خون آرزو تیری
ترے سکوت مین بھی اک ادا نکلتی ہے  کہ ہے چھپی ہوئی پردے مین گفتگو تیری
نہ جاک کر دلِ بیتاب کو مرے ظالم!  نکل کے ہو کہین رُسوا نہ آرزو تیری
کبھی ہے قصدِ حرم کا کبھی ہے عزمِ کنشت  کشان کشان لئے پھرتی ہے جستجو تیری

# جوانی

جب گرم تھا ہنگامۂ دربارِ جوانی  جز عشق نہ تھا کوئی خریدارِ جوانی
جھیلے ہوئے ہنگامۂ طفلی کا زمانہ  آتا ہے کوئی لو سرِ بازار جوانی
اک وقت مین صحت پہ اسے دیگا فضیلت  اے بنجیرِ لذتِ آزارِ جوانی
ہر نقطہ مین پوشیدہ ہین سو مطلب رنگین  ہے شرحِ طلب دفترِ طومار جوانی
انبار سے پھولونکے ہر اک گوشہ ہے معمور  شاداب ہے کیا گلشنِ بیخارِ جوانی
صد حیف کہ سب بھول گئے کچھ نہ رہا یاد  فطرت نے سکھائے تھے جو اسرارِ جوانی
ہے دور ادھر ختم اُدھر رخصتِ ساقی  ہشیار ہو ہشیار ہو سرشارِ جوانی
تھا نقش مرے دل پہ ترا عشق جنون خیز  ہر داغ تھا اک تمغۂ سرکار جوانی
اک وہ ہین جنھین راس ہے یہ فصل طرب خیز  اک ہم ہین کہ مشہور ہین بیزار جوانی
اُس شخص سے پوچھو تو ذرا لطف اسیری  عالم مین جو ہو تازہ گرفتار جوانی
کھوئی ہوئی دولت نہین ہوتی ہے میسر  اب کوششِ بیجا ہے طلبگار جوانی
افسوس کہ پیری مین کوئی کام نہ آئے  وہ عضو بدن تھے جو مددگار جوانی
کمزوریِ ہمت ہو کہ ہو جوشِ مسرت  یہ مشغلۂ شیب ہے وہ کار جوانی
ڈوبی ہوئی تاثیر مین ہر بات تھی میری  اللہ رے وہ لذتِ گفتار جوانی
کسطرح کرے صبر گرفتار محبت  ہے تاب شکن طرۂ طرار جوانی
اسوقت کی کچھ قدر کرو میرے جوانو!  پھر ہوگی تمھین حسرت دیدار جوانی
ہر گام پہ ہے لغزشِ مستانہ کا عالم  ہے ہوش ربا خانۂ خمارِ جوانی
ہے مرکزِ جذبات سویدائے دلِ تنگ  اور جادۂ عشرت خطِ پرکار جوانی
اے حسن تری بزم طرب خیز مین جاکر  طاقت ہے کسے جو سُنے اظہار جوانی
ہے ذوق تماشا تو اُٹھا آئینہ اسوقت  رخسار ہون جب مطلع الانوار جوانی
وہ فلسفۂ حسن کا اصلی ہے مرقع  چہرے پہ نظر آئین جب آثار جوانی
افسوس کہ گم کردہ نشان ہے سرِ منزل  وہ جوش جو تھا قافلہ سالار جوانی
یہ یاد رکھو پھر کبھی آنسو نہ تھمینگے  دیکھوگے اگر چہرۂ بیمار جوانی

پیران درِ میکدہ روتے ہین عزیز اب
تا چند سناؤگے یہ اشعار جوانی

**عزیز**

# کلامِ اکبر

گردشِ گردون سے ہردم وہم رنج افزا مین ہین
یہ بھی اک سودا ہے ورنہ کیا ہمین دنیا مین ہین

مفتون ہوگئے ہم اس بے بقا چمن کے  آنکھون مین خاک ڈالی مٹی نے پھول بنکے
ہستی کو اپنی سمجھین بنیاد اپنی دیکھین  اُٹھتے ہین جو بگولے برباد ہونگے تنکے
گونجی بہت ہے اسمین فریاد بیکسونکی  ٹکڑے اُڑینگے اکدن اس گنبدِ کہن کے
مغرب کا وعظ ادھر بھی اے پیرِ ملتِ نو  اس شہر مین بھی مُردے محتاج ہین کفن کے

---

مجھے اُن سے ہے سرِ دوستی - تری آرزو بھی عجیب ہے
وہ ہین تخت پر تو ہے خاک پر - وہ امیر ہین تو غریب ہے
ترا جلوہ زیب خیال ہے - وہی وجد ہے وہی حال ہے
تری انجمن سے ہون دور اگر - مرا دل تو مجھسے قریب ہے
جو خدا کا حکم ہے خوب ہے - مجھے توبہ کرنے مین عذر کیا
مگر ایک بات ہے واعظا - کہ بہار اب تو قریب ہے

پئے حفظ جان ہین جو کوششین وہ اجل کے ساتھ ہین سازشین
اور اسی روش پہ ہین خواہشین - یہ معاملہ بھی عجیب ہے
اُسے اجنون کا خیال کیا - جو ہو محو تارونکی چال کا
وہ نظر زمین پہ کیون جھکے کہ جو آسمان سے قریب ہے
جو حرم مین شیخ ہے کدہے کیا - کہ ضرورتین ہین جدا جدا
مین ہون دیر مین تو عجب ہے کیا - کہ یہ اپنا اپنا نصیب ہے

---

دن رات کی یہ بےچینی ہے - یہ آٹھ پہر کا رونا ہے
آثار برے ہین فرقت مین - معلوم نہین کیا ہونا ہے
دُنیا کے لئے ہنگامے تھے - خلق ایک طرف آپ یکطرف
اب شہر خموشان عالم ہو - مٹی ہے لحد کا کونا ہے
کیون پست ہوئی ہے ہمت دل - کیون روک رہی ہے مایوسی
کوشش تو ہم اپنی سی کرلین ہوگا تو وہی جو ہونا ہے
ترکیب و تکلف لاکھ کرو - فطرت نہین چھپتی اے اکبر
جو مٹی ہے وہ مٹی ہے جو سونا ہے وہ سونا ہے

## کشمیر

اے کاشمیر تو چمن بے نظیر ہے — شیدا ترا جوان کی صورت سے پیر ہے
تجھپر ازل سے فضل خدائے کبیر ہے — جسکو لگی ہے لو تری روشن ضمیر ہے
ہے آرزوے دل کہ تری آرزو کرین
جب تک زبان تر ہے تری گفتگو کرین

جو ہے ہزار جان سے تجھپر نثار ہے — گل سے عزیز ہمکو ترا خار خار ہے
سرتاج دہر ہند کا تو افتخار ہے — رنگین تجھ سے یہ چمن روزگار ہے
مدت سے اشتیاق ہے اکبار دیکھ لین
بلبل ہین چشم شوق سے گلزار دیکھ لین

سب کرتے آئے ہین تری توصیف او ثنا — تیری زمین ہے زیر فلک شان کبریا
دیکھا نہین ہے آنکھ سے کانون سے ہے سنا — ہے یہ شنید دید سے بھی معتبر سوا
اب کچھ ہو پہلے تو چمن بے مثال تھا
کیا حال سے غرض ہے یہ ماضی کا حال تھا

فرش زمین کا عرش سے پایا بلند تھا — ہر قصر شکل بام مسیحا بلند تھا
شمشاد باغ شاہد بالا بلند تھا — ذرون کا مہر سے بھی ستارا بلند تھا
آب وہوا کو حکم جو تھا زمہریر کا
بازار سرد رہتا تھا مہر منیر کا

ہر نخل شکل نخل تمنا ہرا بھرا — ہر گل گل مراد سے بھی بڑھ کے جانفزا
ہر غنچہ غنچۂ دل احباب با وفا — ہر خار خار دیدۂ بدبین پر دغا
ہر کوہ کاشمیر کا کوہ وقار تھا
ہر چشمہ چشمۂ کرم کردگار تھا

چشم وفا کا نرگس بیمار پر گمان — سادہ رخونکی پھولونمین رنگین مزاجیان
بحر عطا کی طرح ہراک نہر تھی روان — آزادی وطن تھی ہراک سرو سے عیان
کس جوش سے پہاڑ کے چشمے ابلتے تھے
اہل وطن کے ولولے دلسے نکلتے تھے

ہر سرو مین بلندی ہمت انھین کی تھی — ہر نہر مین صفاے طبیعت انھین کی تھی
ہر گل مین رنگ و بوئے محبت انھین کی تھی — ہر غنچہ کی زبان پہ حکایت انھین کی تھی
موج صبا مسیح نفس انکے دم سے تھی
کشت امید سبز انھین کے کرم سے تھی

ہے سیر برف کی وہی بالائے کوہسار — جاری ہین ہر طرف سے وہی آبشار
کوسون تلک وہی ہین شجرہاے میوہ دار — گلزار مین وہی گل ونسرین کی ہے بہار
بلبل وہی ہین گل وہی ہین بوستان وہی
نہرین وہی ہین سرو وہی قمریان وہی

دریا وہی ہیں دشت وہی ہیں جبل وہی — سبزہ کنار جو ہے وہی سیر دل وہی
گردوں پہ مہر و ماہ و سہا و زحل وہی — روئے زمیں پہ شہر و مکان و محل وہی
آب و ہوا وہی ہے مرے کاشمیر کی
سردی وہی ہے خطۂ جنت نظیر کی

سب کچھ وہی ہے حیف مگر وہ بشر نہیں — وہ اہل دل نہیں ہیں وہ اہل نظر نہیں
کان و صدف وہی ہیں پہ لعل و گہر نہیں — باغ و چمن وہی ہیں پہ گلہائے تر نہیں
قالب ہے دیکھنے کو پہ قالب میں جان نہیں
نام وطن ہے حب وطن کا نشان نہیں

کیا آجکل وطن کی ہے حالت نہ پوچھئے — کیا کیا پڑے ہیں رنج و مصیبت نہ پوچھئے
جہل و نفاق و کبر کی حالت نہ پوچھئے — کشمیریوں کی گردش قسمت نہ پوچھئے
جنت میں بھی عذاب جہنم اٹھاتے ہیں
اعمال بد کئے ہیں سزا اُسکی پاتے ہیں

گلزار میں بھی دشت کی وحشت کا رنگ ہے — صبح وطن میں شام غریبی کا ڈھنگ ہے
جو ہے وہ جور دست زمانہ سے تنگ ہے — کشت اُمید مورد باران سنگ ہے
آوارہ آرزو میں ہیں مانند گرد راہ
کشتئ قوم موج تلاطم میں ہے تباہ

**بشن نرائن در**

## ترانۂ مسرت

وجہ بیقراری تھی بسکہ شام تنہائی — جان اسیر حرماں تھی دل تھا ناشکیبائی
یوں کہا طبیعت نے کشمکش میں دنیا کی — زندگی کہیں تیری ہو نہ باد پیمائی
نخوت سے تجھے غافل ہو نہ کچھ تجھے حاصل — موت آکے دے پیغام اُٹھ تری اجل آئی
سنکے گفتگو اُسکی میں نے یہ کہا نہ — یوں کہا کہ او ظالم خوب راہ بتلائی
طاعت و عبادت سے کام کچھ نہیں مجھکو — حد شرع سے باہر ہے غریب سودائی
ہوں بہت ہی بیگانہ صنعت اور حرفت سے — دولتوں کی یہ دولت میں نے کچھ نہیں پائی
نام سے فلاحت کے آشنا نہیں ہوں میں — مجھ میں اور فراغت میں کیسے ہو شناسائی
اُسکی طبع کو گرچہ ہے فنون لطف سے ق — دل پہ حکمراں جنکی ہے کمال رعنائی
اکتساب پر انکا ہو تو کس طرح سے ہو — جب غم زمانہ سے ہوں اسیر تنہائی
الغرض نہیں ہوں میں کار دہر کے قابل — مجھ سے ہو نہیں سکتی اسکی بزم آرائی
دل فریب خوردہ ہے بسکہ اہل دنیا کا — ہے یہ آرزو میری ہو رہوں میں صحرائی
سایۂ درختاں ہی کار عیش خانہ دے — چاندنی کے گل سے ہو جسکی رونق افزائی
خوش گلو مغنی کی نغمہ ریزیاں پیہم — مار ڈالیں گر مجھکو پھر کریں مسیحائی
بیخودی کے عالم میں زندگی کٹے میری — خلد سے بھی بہتر ہو ایسا کنج تنہائی
پر مجھے کہاں حاصل یہ مزے قناعت کے — اُف رے مری محرومی وائے ناتوانائی
سنکے داستان دل یوں کہا طبیعت نے — تو مگر نظر آیا مجھکو خام سودائی
پختہ کار الفت کو آرزوے بن کیوں — چاہیئے ہو جلوت میں لطف خلوت آرائی
جلوہ گاہ عالم ہے آئینہ حقیقت کا — دیکھ جلوۂ جاناں تجھکو گر ہے بینائی
ہم میں اور بہائم میں امتیاز کرتا ہے — ذوق دید جانانہ شوق محفل آرائی
چل کہ منعقد اسدم جلسۂ احبا ہے — کی ہے دوست نے تیرے تیری یاد فرمائی
آکے دیکھتا کیا ہوں جمع ہیں سبھی احباب — دیکھنے سے آنکھوں میں جنکے آئی بینائی
گفتگو ظریفانہ چھیڑ چھاڑ رندانہ — موجب سکوں ہے او باعث شکیبائی
مست بنکے بیٹھے ہیں جیسے غم و رنج کے دیوانے — رام ہو گئے کیونکر آہوان صحرائی
فتنہ ساز مطرب نے مست ناز مطرب نے — دل ہر اک ہوا بیخود جبکہ یہ غزل گائی

## غزل

کس گل محبت کی بو صبا لگا لائی — ہو گیا میں دیوانہ ہو گیا میں سودائی
دل میں بسکے کہتا ہے یوں خیال جانانہ — میں نہیں ہوں ہرجائی میں نہیں ہوں ہرجائی
کاش مجھکو مل جائے وہ بت پری پیکر — سنگ در پہ ہے جسکے خواہش جبیں سائی
مانع نظارہ ہے کہتے ہیں حجاب عقل — تو ہی اے جنوں کردے میری کار فرمائی
بھول جاؤں میں کیونکر اے شباب اس گل کو
لوٹ لی مرے دل کی جسنے سب شکیبائی

**محمد سیف الدین شباب**

## پردۂ زنگاری

مین نے پوچھا فلکِ پیر سے اکدن بسملؔ    کیون ہے تو موردِ الزام ذرا سچ تو بتا
ایک عالم ہے ترے ظلم و ستم سے نالان    ہے زمانے مین ترے جور و جفا کا چرچا
لوگ ہر روز کیا کرتے ہین تجھپر نفرین    خلق دن رات کیا کرتی ہے تیرا شکوا
ظلم سے تیرے زمانے مین بپا ہے ظالم    ہر طرف نالہ و فریاد و فغان واویلا
سارے عالم مین ہے مشہور تری نیرنگی    ایک حالت پہ کسیکو نہین دیکھا اصلا
رنج دیتا ہے کسیکو۔ تو کسیکو راحت    عیش دیتا ہے کسیکو تو کسیکو ایذا
گلشن دہر مین پھولا جو کوئی تازہ نہال    خار بنکر تری آنکھون مین کھٹکنے وہ لگا
کر دیا چشم زدن مین اُسے برباد و تباہ    فارغ البال جسے تو نے ذرا دیکھ لیا
نظر آیا جو کوئی پہنے ہوئے صاف لباس    گرد آلود تفکر کیا دامن اُس کا
اے فلک! تو نے اُڑائے ہین یہ کیسکے انداز    کیا حسینون نے سکھایا ہے تجھے طرز جفا
جسپہ ہوتی ہے ترے ظلم و ستم کی بوچھار    اُسکو دم بھر بھی کبھی دم نہین لینے دیتا

---

ختم ہونے بھی نہ پائی تھین ابھی یہ باتین    ناگہان دی مرے کانون مین کسی نے یہ صدا
سر بسر ہے ترا بسملؔ یہ خیالِ باطل    کر رہا ہے فلک پیر کا ناحق شکوا
عقل سے کام لے کس دھیان مین ہے ہوش سنبھال    دیکھ تو کر کے ذرا چشم حقیقت کو وا
شیوۂ جور و جفا اور فلک ہو کیا مقدور    بال بھی کر نہین سکتا یہ کسی کا بیکا
ہو نہ ہو اسمین نہان ہے کوئی سرِ مخفی    اسکے پردے مین مقرر ہے کوئی راز خفا
کب سلیقہ ہے فلک کو یہ ستمگاری مین
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

**محمد عبد الرحمٰن بسملؔ**

## گرفتاریِ دل

ہائے اس عشق مین کیا کیا ہوئی خواریِ دل    کام کچھ آئی نہ دانائی و ہشیاریِ دل
ہوش گم ہوتے ہین چلتی نہین عیاریِ دل    کیا کہون کس سے کہون گریۂ دل زاریِ دل

دوستان چند کنم نالہ ز بیماریِ دل
کس گرفتار مباد از گرفتاریِ دل[۱]

خفقان گھر سے ہے الفت مجھے ویرانے سے    کچھ سروکار نہ اپنے سے نہ بیگانے سے
موت اچھی ہے بہتر ہے طبیعت کہین آجانے سے    دم گھٹا جاتا ہے ہر روز کے غم کھانے سے

دوستان چند کنم نالہ ز بیماریِ دل
کس گرفتار مباد از گرفتاریِ دل

ناز معشوق کے انداز نے مارا مجھکو    التفاتِ نگہِ ناز نے مارا مجھکو
جلوۂ حُسن خدا ساز نے مارا مجھکو    فتنہ پرداز و دغا باز نے مارا مجھکو

دوستان چند کنم نالہ ز بیماریِ دل
کس گرفتار مباد از گرفتاریِ دل

ایک دن وہ تھا کہ واقف ہی نہ تھے عشق سے ہم    بزم عشاق مین سب روتے تھے ہم تھے خرم
وہ خوشی کل کی ہوئی آج بلائے مبرم    اپنے احباب سے اب عرض یہی ہے ہیہم

دوستان چند کنم نالہ ز بیماریِ دل
کس گرفتار مباد از گرفتاریِ دل

عشق کی شان زمانے سے نرالی دیکھی    ہے کہین رنج کی صورت کہین تصویر خوشی
یون تو اس عشق کے ہاتھون سے ہین بیزار سبھی    میری اے صابرؔ زمانے سے ہے اُفتادگی

دوستان چند کنم نالہ ز بیماریِ دل
کس گرفتار مباد از گرفتاریِ دل

**صابرؔ (دہلوی)**

---

[۱] یہ مطلع خواجہ میر درد کا ہے۔

# چوپاٹی

بمبئی مین چوپاٹی ایک مینو سواد تفرج گاہ ہے جو سمندر کے کنارے واقع ہے۔ دالکیشور پہاڑ کے دامن مین سمندر کا نظارہ ہی ایک دلفریب منظر اور قدرت کا بہترین عطیہ تھا۔ اُسپر انسانی صنعت اور سلیقہ مندی نے وہ اضافہ کیا ہے کہ "کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست" رات کو چوپاٹی ایک بقعۂ نور معلوم ہوتی اور سمندر کی گرجتی ہوئی موجین کنارے سے ٹکرا ٹکرا کے تماشائیون کو اپنی طرف مخاطب کرتی ہین۔ دنکو پہاڑ پر سبز گیاہ کا نظارہ، فرحت بخش ہوا اور گزرنے والے جہازون کی سیر جو لطف رکھتی ہے وہ بیان نہین ہو سکتا۔ ایڈیٹر

ز سرسے جائیگا تیرا خیال چوپاٹی — کہ اُنس مجھکو ہے تجھسے کمال چوپاٹی
فدا ہے تجھپہ ہر اک مہ جمال چوپاٹی — ترا ہی بھرتے ہین دم نونہال چوپاٹی
عدیل تیرا ہے بیشک محال چوپاٹی
جہان مین تو ہے عدیم المثال چوپاٹی

وہ تو ہے جسنے آغوش مین لیا تجھکو — وہ تو ہے آنکھون مین رکھتے ہین سدا تجھکو
وہ تو ہے دیتے ہین دلمین حسین جا تجھکو — گلے سے موجین لگا لیتی ہین سدا تجھکو
عدیل تیرا ہے بیشک محال چوپاٹی
جہان مین تو ہے عدیم المثال چوپاٹی

ترا کنار مجسم ہے حور کا آغوش — نگاہ مست سے تیری ہین سیکڑون مدہوش
زبانِ موج پہ ہر دم ہے شور نوشا نوش — وہ تو ہے قلزم خوبی ہے بحر حلقہ بگوش
عدیل تیرا ہے بیشک محال چوپاٹی
جہان مین تو ہے عدیم المثال چوپاٹی

جو ایک بار تجھے دیکھنے کو ٹی آیا — ہزار جان سے بس ہو گیا ترا شیدا
اُڑا اسے لیتی ہے دلکو تری ہر ایک ادا — بجا ہے گر کہون تجھکو کہ ہے بت یکتا
عدیل تیرا ہے بیشک محال چوپاٹی
جہان مین تو ہے عدیم المثال چوپاٹی

نکلتی ہے مرے دل سے یہ تیرے حق مین دعا — ہرا بھرا رہے ہر دم چمن مرادون کا
رہے یہ چہرۂ تابان نگاہ بد سے بچا — نہ اُلجھے دامنِ دل سے ترے کوئی کانٹا
عدیل تیرا ہے بیشک محال چوپاٹی
جہان مین تو ہے عدیم المثال چوپاٹی

**علی احمد قریشی**

# نوحۂ سرور

آہ اے ماتم سرائے کشور ہندوستان — تو بنا رہتا ہے اکثر رنج اور غم کا مکان
لوگ دُنیا کے تجھے کہتے ہین گو جنت نشان — پھول تیرے بوستان کے رہتے ہین دو دن جوان
غم لکھا ہے تیری قسمت مین نہین شادی لکھی
ہے سراپا خامۂ قدرت نے بربادی لکھی

شیشۂ دل ہوگیا ہے سنگ غم سے چور چور — شادمانی رہتی ہے تیرے مکان سے دور دور
آسمان کرتا ہے نازل آفتین تجھپر ضرور — اک اضافہ ہوگیا اُنپر غم مرگ سرور
چاک کرتی ہے کلیجہ میرا یہ حالت تری
اشک بھرلاتی ہین آنکھین دیکھکر صورت تری

جسکے ھونٹون پر رہا کرتی تھی آہ جانگزا — ہند مین تھا شور محشر جسکے نالون سے بپا
اب نہ آئیگی کبھی کانون مین پھر اُسکی صدا — پیکرِ تصویر کے مانند ہے لاشہ پڑا
دونو جانب ہو رہی ہے دیر سے نوحہ گری
اک طرف اُردو زبان ہے اک طرف ہے شاعری

جو کہ خود ہوا آتشِ سوزِ نہان سے جل گیا — اُسکو اے آتش اگر تو نے جلایا بھی تو کیا
پر سنبھل کر پاس دل کے تو قدم رکھنا ذرا — ہائے "دل" کہتے ہوئے خود کانپتا ہے دل مرا
"دل بہت شاعر کا نازک ہے" کچھ اسپر دھیان ہو
آہ او ظالم نہ اتنی بات سے انجان ہو

موت تجھکو آگئی گیا اے سرورِ نکتہ دان — خون کے آنسو بہا کر رو چکا ہندوستان

ملک مین جب تک مگر قائم ہے یہ اُردو زبان — تیرے پھولون پہ نہین ممکن کبھی آئے خزان

پرورش جسکو کیا ہو خونِ دل سے سینچ کر
ایسے گلشن میں خزان کا ہو نہین سکتا گزر

**بنت حفیظ اللہ**

## غزل

(نتیجہ افکار جناب حسرت موہانی ایڈیٹر اُردوے معلی علیگڈھ)

محبوبی و رنگینی ہین جزوِ بدن تیری — سرشار محبت ہے خوشبوئے دہن تیری
مجبور و فا کر کے محروم کرم کرنا — بھولینگی نہ یہ باتین اے عہد شکن تیری
باطن مین وہ بیمہری ظاہر مین یہ دلجوئی — ہم خوب سمجھتے ہین ترکیب سخن تیری
غارتگرِ تمکین ہے۔ آشوبِ دل و دین ہے — یہ طرزِ نگہ تیرا یہ وضع حسن تیری
جو ہمسے چھپائی تھین ہمکو نہ بتائی تھین — روشن ہین وہ سب ہمپر باتین مِن و عن تیری
اب رونے سے کیا ہوگا پروانہ ہے بے پروا — برباد ہے سب محنت اے شمع لگن تیری
اُس شاہدِ رعنا کے اکرام اقامت سے — تقدیر چمک اُٹھی اے ملک دکن تیری

تنہائیِ غربت سے مغموم نہو حسرت
کب تک نہ خبر لینگے یارانِ وطن تیری

## غزل

داغ بھی کیا راز پنہان ہوگئے — جب بہار آئی نمایان ہوگئے
مجھکو بسمل کر کے خود بیچین ہین — آج سارے ظلم احسان ہوگئے
بلبلون کے دل سے اُٹھے جو دھوئین — ہائے آشوبِ گلستان ہوگئے
روکھی باتون سے خدا یاد آگیا — تیرے گلے جزوِ ایمان ہوگئے
اب کھون کیا اُنسے کیون آیا تھا مین — سارے شکوے صرف دربان ہوگئے

جب سے ساقی ہوگیا خلوت نشین
سنتے ہین بسمل مسلمان ہوگئے

**سید امین الحسن رضوی**

## ایڈیٹوریل

۲۸ر فروری گزشتہ کو نمائش الہ آباد کا اختتام ہوا۔ شام سے پہلے نیچر نے بادو باران کے طوفان کے ساتھ اسے الوداعی ایڈریس پیش کیا۔ افتتاح کے روز بھی قدرت نے اسی جوش و خروش سے اسکا خیر مقدم کیا تھا۔ ان علامات سے امید ہوتی ہے کہ ہندوستان مین سرسبزی و خوشحالی کی بارش عنقریب ہونیوالی ہے۔ نمائش کے متعلق مسٹر شاکر نے اپنے مضمون کا تکملہ اسی نمبر مین دیدیا ہے۔

منشی درگا سہاے صاحب سرور مرحوم کے مجموعۂ کلام پر ایک بسیط دیباچہ گزشتہ نمبر مین شائع ہوچکا ہے۔ انڈین پریس نے اسکی اشاعت مین اولوالعزمی سے کام لیا ہے اور نہایت نفیس و دلکش چھاپا ہے جو اس سال کے بہترین مطبوعات مین شمار کیا جائیگا ہمارے کرمفرما مسٹر شاکر نے سرور مرحوم کا کچھ غیر مطبوعہ کلام نہایت کوشش سے دستیاب کیا ہے اور اُسکی اشاعت کیلئے ادیب کو خاص طور پر ممنون فرمایا ہے جسکے ہم شکرگزار ہین۔ یہ کلام ادیب مین بدفعات شائع ہوتا رہیگا۔

ذکرِ سرور کم نہین وصلِ سرور سے

ہمنے یہ خبر نہایت رنج و قلق کے ساتھ سُنی کہ ہمارے دیرینہ دوست حکیم سید محمد مہدی صاحب کمال خلف علامۂ جلال مرحوم نے ۲ر فروری گزشتہ کو بمقام رامپور بعارضۂ طاعون انتقال فرمایا۔ مرحوم حضرت جلال کے فرزند اصغر اور نہایت ہونہار جوان تھے۔ شاعری اور حکمت دونون مین اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے۔ رسالہ دستور الفصحا اور ایک دیوان آپکی یادگار ہے۔ باقی کلام اور کئی رسالے جو فن عروض وغیرہ پر لکھے تھے غیر مطبوعہ رہ گئے جنکے چھپنے کی اب امید نہین۔ بلکہ خاندان جلال ہی کا خاتمہ ہوگیا جسمین اب کوئی شاعر اور ادبی شوق رکھنے والا باقی نہین رہا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون

کتاب "معیار صداقت" کے متعلق (جسپر جنوری گزشتہ کے ادیب مین ریویو کیا گیا تھا) منیجر صاحب جیون سُدھار پنجکالہ لاہور تحریر فرماتے ہین کہ "معیار صداقت مین حملے ضرور ہین۔ مگر وہ غیر آریہ ہی مذاہب پر نہین بلکہ آریہ مذہب پر بھی ہین۔ ہر مذہب کو ایک ہی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ یہ حملے مصنف کیطرف سے نہین ہین بلکہ جو جو حملے آپسمین ایک مذہب نے دوسرے مذہب پر کیے ہین انکا نمونہ پہلو بہ پہلو دکھایا گیا ہے"۔ ہندو و مسلمان ہر فرقے نے اسکی بالاتفاق تعریف کی ہے۔

ادیب کی سالانہ زندگی پر معزز معاصرین نے نہایت حوصلہ افزا ریویو کیے ہین جنمین ایڈیٹر صاحب "ہندوستان لاہور" ایڈیٹر صاحب "ذوالقرنین بدایون" اور ایڈیٹر صاحب "الحجاب بھوپال" کے ہم

...زن سے شکر گزار ہین - خصوصاً ایڈیٹر صاحب ذوالقرنین نے اپنے بسیط ریویو مین وسیع نظری سے ... لیا ہے - غالباً دوسرے معاصرین بھی جلد توجہ فرمائینگے -

## تشریح تصاویر

(۱) ماہ حال کی رنگین تصویر ہندؤنکی ایک مشہور مذہبی روایت سے تعلق رکھتی ہے ...کا مفصل ذکر بھاگوت اور برج بلاس مین موجود ہے - سری کرشن جی کے متعدد معجزون مین ایک معجزہ یہ بھی مذکور ہے کہ جب اُنھون نے اہل برج کو بارش کے دیوتا کی پرستش کیلئے منع کیا تو اندر نے برج پر اپنی موسلا دھار بارش سے چڑھائی کی اور برق و باران کا وہ طوفان برپا کیا کہ لوگون کی زندگی معرض خطر مین آگئی سا سوقت سری کرشن جی نے گوبردھن پہاڑ کو اپنی چھنگلیا پر اُٹھالیا اور سب لوگ اُسکے نیچے اندر کے حملون سے محفوظ ہو گئے - تصویر مین کرشن جی کے پاس جو معمر بزرگ نظر آتے ہین اور پہاڑ مین اپنا ہاتھ لگائے ہوئے ہین یہ نندجی ہین اور اُنکی پشت پر جسودھا مائی جنھون نے کرشن جی کو پالا تھا - اردگرد گوال اور گوپیان گائے اور بچھڑے - دس ہزار برس پہلے کی سوسائٹی کا ایک عمدہ نمونہ پیش کرتے ہین - تصویر کے بالائی حصے مین ابر و باران اور بجلی چمکنے کی کیفیت نہایت عمدگی سے دکھائی گئی ہے جو مصور کی اعلیٰ صناعی پر دال ہے -

(۲) خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب پنجاب کے نہایت نامور اہل قلم اور عالی مرتبت حضرات مین ہین - نثر اُردو مین فلسفیانہ استدلال کی بنیاد آپ ہی کے قلم نے ڈالی ہے جسکا رنگ آپکی ہر تحریر مین موجود ہوتا ہے - علاوہ اُن بے انتہا مضامین کے جو آپ نے اُردو کے تمام لٹریری پرچون کے لئے لکھے ہین - آپکی مستقل تصانیف بھی موجود ہین جنمین "فلسفۂ شاعری" نہایت ہی عمدہ کتاب ہے - سرکاری حلقے مین بھی آپکا پایہ بہت بلند رہا ہے اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے معزز عہدے پر عرصے تک ممتاز رہنے کے بعد گزشتہ سال ریاست بھاولپور کے وزیر مال مقرر کئے گئے ہین - گورنمنٹ نے آپکی اعلیٰ خدمات کے اعتراف مین آپکو "خان بہادر" کا معزز خطاب عطا فرمایا ہے جسکی مبارکباد مین ہم آپکا بالکل تازہ فوٹو شائع کرتے ہین جو حال ہی مین ادیب کیلئے لیا گیا -

(۳) سکھ کنیا مہا ودیالہ کی کئی تصویرین اور اُسکے حالات بھائی ہیر سنگھ صاحب ایڈیٹر پنجابی بہن نے ارسال فرمائے ہین جنمین صرف عمارت کی تصویر اس مرتبہ شائع کیجاتی ہے - یہ عظیم الشان زنانہ تعلیم گاہ جو فیروزپور (پنجاب) مین واقع ہے اپنی نوعیت و مقاصد کے اعتبار سے تمام قوم کی اُمیدون کا مرکز ہے - اسکے بانی بھائی تخت سنگھ جی اور اُنکی اہلیہ محترمہ سریمتی ہرنام کنور صاحبہ تھین جنھون نے ۱۸۹۲ء کو اسکی بنیاد ڈالی تھی اور اپنی سرگرم کوشش، ایثار نفسی اور محنت سے اس قومی انسٹیٹیوشن کو کالج کے درجے پر پہونچا دیا ہے - بھائی تخت سنگھ جی نے ... اعتقاد سے سب بڑی قومی خدمت انجام دی ہے - جو لوگ تعلیم نسوان کی کوشش مین حصہ لے رہے ہین وہ ملک کی اصلی ترقی کی کوشش کر رہے ہین - کیونکہ یہی لڑکیان جو آج درسگاہون مین زیر تعلیم ہین ایک دن جوان ہوکر اپنے بچون کو بھی باقاعدہ تعلیم و تربیت سے بہرہ ور کرینگی - اس کالج کے ساتھ بورڈنگ ہاؤس اور تمام ضروری سامان موجود ہے اور اپنی خوش انتظامی کی بدولت کافی شہرت رکھتا ہے - ۸ار جنوری سنہ حال کو ہز آنر لفٹنٹ گورنر پنجاب نے اسکا معائنہ فرماکے اپنی خوشنودی ظاہر کی ہے - ہز ہائینس مہاراجہ صاحب نابھ اسکے قدیم سرپرست ہین -

(۴) سُجاون دیو الہ آباد سے آٹھ میل کے فاصلے پر دریائے جمنا مین ایک چھوٹا سا ٹاپو ہے - یہ عجیب و غریب پہاڑی ٹیلہ ایک نہایت قدیم اور بہت بڑے شہر کی یادگار ہے جسے دریائے جمنا کی بیرحم موجون نے تباہ کر دیا تھا - اس شہر کی بہت سی علامتین موضع دیوریا مین ابتک موجود ہین جو سُجاون دیو سے صرف دو سو گز کے فاصلے پر واقع ہے - سُجاون دیو اپنی پُرعظمت تنہائی اور خاموشی کے ساتھ جمنا کی چوڑی دھار مین ایک نامعلوم مدت سے کھڑا ہے - اسکی بلندی ساٹھ فیٹ ہے جسکی چوٹی پر ایک بُرج بنا ہوا ہے - یہ بُرج شاہجہان کے عہد مین نواب شائستہ خان نے ایک قدیم ہندو مندر کو مسمار کرکے بنایا تھا جسکا قطر ۲۱ فیٹ ہے - نواح الہ آباد مین یہ ٹاپو نہایت دلچسپ اور فرحت بخش مقام ہے -

(۵ و ۶ و ۷ و ۸) ان تصاویر کے متعلق مفصل مضامین درج ہین -

(۹) عروس بہار کی تصویر مغربی تخئیل کا نمونہ ہے جو نمائشگاہ الہ آباد مین خاص وقعت سے دیکھی گئی تھی - اس تصویر مین مصور نے ایک دوشیزہ ماہ پیکر کو پھولون کے خرمن مین اس مستانہ انداز سے دکھایا ہے جو موسم بہار کے لئے مخصوص ہے - اتفاق سے آجکل یہی موسم ہے، اسلئے موسمی مناسبت کے اعتبار سے یہ تصویر خاص دلچسپی کا باعث ہوگی -

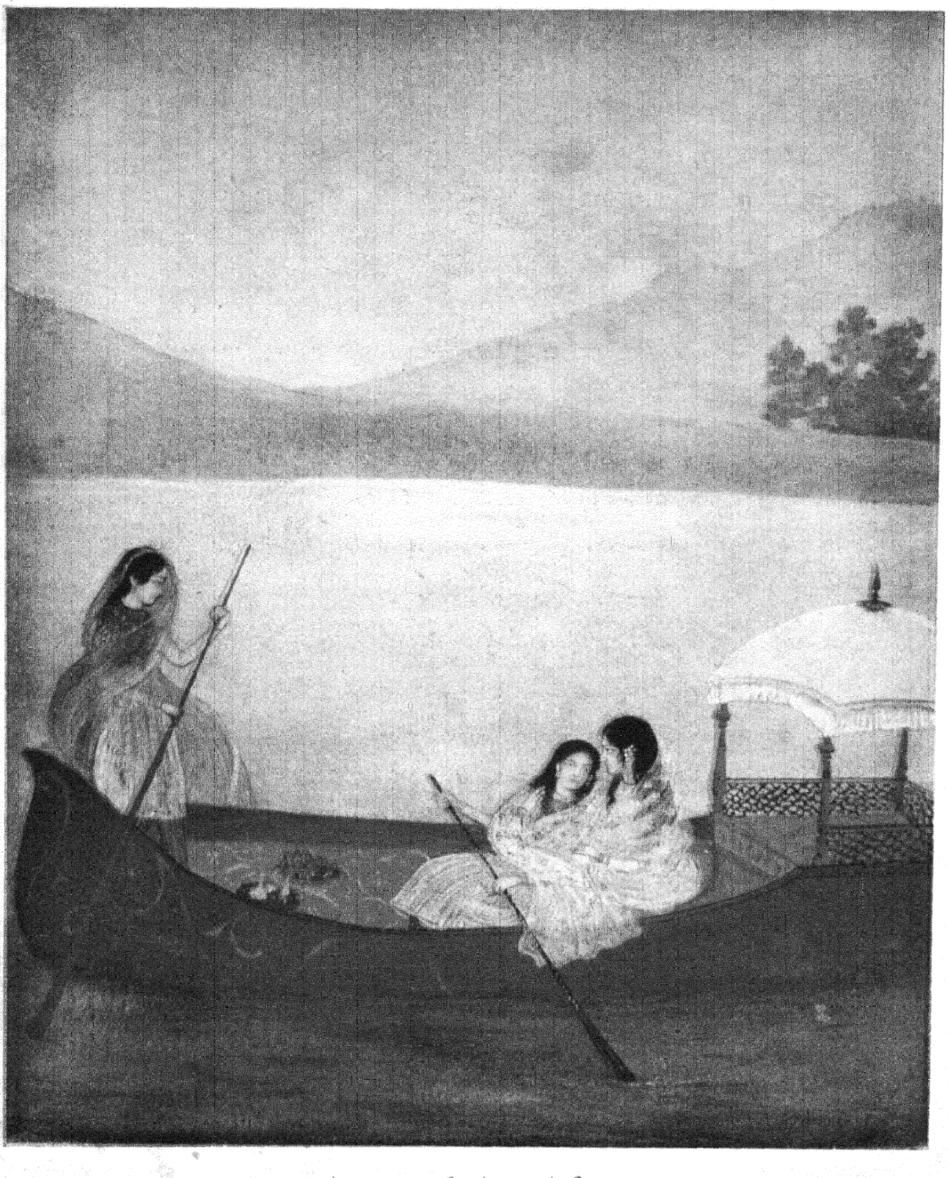

بیگمات دہلی کی سیر دریا
(از حکیم محمد خاں صاحب لکھنوی)

انڈین پریس الہ آباد

اپریل ۱۹۱۱ء

# ادیب

جلد ۳ نمبر ۴

## توحید

ایک اکھنڈت برہم وراجت نام جُدو کر وشو کہاوے
ایک ہی گرنتھ پُران بکھانت ایک ہی دتّ+ وششٹ سناوے
ایک ہی ارجن اودھو سون کہہ کرشن کرپا کرکے سمجھاوے
سندر دویت کچھو مت جانو ایک ہی ویاپک وید بتاوے

एक अखंडित ब्रह्म विराजत, नाम जुदो करि विश्व कहावै।
एकहि ग्रंथ पुराण बखानत, एकहि दत्त वसिष्ठ सुनावै।
एकहिं अर्जुन उद्धव सूँ कहि, कृष्ण कृपा करिकै समुझावै।
सुंदर द्वैत कछु मत जानहु, एकहि व्यापक वेद बतावै।

ترجمہ- خدا ایک ہے اور کامل ہے اُسکا دوسرا نام یہ سب عالم ہوا۔ گرنتھ اور پُران وغیرہ بھی ایک کہتے ہین گورو دتاترے اور مہرشی وششٹ جی بھی ایک کہتے ہین اور سری کرشن نے کرپا کرکے ارجن اور اودھو کو ایک ہی کہکر سمجھایا ہے۔ اے سندر دوئی یعنی شرک کو مطلق مت جانو وید بھی ایک ہی کو کہتا ہے جو سارے عالم مین ساری و داری ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ ایک خاصۂ انسانی ہے کہ مصیبت یا حاجت کو دور یا حاجت کو رفع کرسکے گا۔ اور جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ کیوقت جب اپنی کوئی تدبیر کارگر نہین ہوتی تو پھر کسی ایسے شخص اندفاع مصیبت یا حاجت روائی اُس شخص کی قدرت سے باہر ہے جسکا سہارا لیا کا سہارا لیا جاتا ہے جسکی نسبت یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ اُس مصیبت گیا تھا تو پھر عالم بالا پر کسی ایسے وجود کی ہستی کو مان کر جسکی نسبت

+ دتّ گرو دتاترے दत्तात्रय سے مراد ہے جنکی اودھوت گیتا अवधूत ایک بہت مشہور کتاب معرفت ہے۔ وششٹ مشہور رشی ہین جنکی یوگ وششٹ کتاب کو سب جانتے ہین اور ارجن سے کہی ہوئی بھگوت گیتا کو کون نہین جانتا ہے۔ ۱۲

یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ سب طرح اور سب باتون پر قادر ہے رفع تکالیف و حاجات کے لئے التجا کیجاتی ہے۔ اور جسطرح کسی دُنیوی خداوند کی خوشامد وغیرہ کرکے اور نذر و تحائف وغیرہ پیش کرکے اُس سے طلب امداد کی جاتی ہے۔ ویسی ہی اُس علوی معبود یا معبودون کی ستائش وغیرہ کرکے یا اُنکی مورتون پر پھول پان روپیہ زیور وغیرہ چڑھاکر اُنسے اپنی مرادون کو مانگا جاتا ہے۔ انسان کا ابتدا سے یہی خاصہ رہا ہے کہ اپنی حاجات کو رفع کرنے اور تکالیف کو دور کرنے کے لئے اپنے سے زیادہ مقتدر شخص کے پاس پناہ لیتا ہے۔ چاہے وہ کوئی ذی اقتدار انسان ہو چاہے کوئی ایسا وجود ہو جو انسان سے بڑھکر مقتدر یا قادر مطلق مانا گیا ہو اور جسکی نسبت یہ خیال ہو کہ وہ ہماری قسمتون کا فیصلہ کرنے والا ہے اور اگر ہم اُس سے کچھ مانگین گے تو وہ ہماری مناجات کو سُنکر ہماری حاجات کو رفع کردیگا اور جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ اُس دُنیا مین بغیر خوشامد یا نذر و نیاز کے کام نہین چلتا تو پھر اُس معبود یا معبودون کی خوشامد یا پرستش اور نذر و نیاز وغیرہ تو اور بھی ضروری خیال کی جانے لگی۔ غرضکہ اس طرح سے طریقۂ پرستش و مناجات کی ابتدا ہوئی۔ تمدن کی حالت کے لحاظ سے اس پرستش و مناجات کے طریقے علیحدہ علیحدہ ہین۔ جو ہنوز نہایت ہی وحشت کی حالت مین ہین وہ صرف شئے پرستی پر اکتفا کرتے ہین یعنی جو چیز اُنکے ہاتھ لگ گئی اُسی کو وہ پوجنے لگتے ہین۔ گو یہ صاف طور پر نہین کہا جاسکتا کہ وہ ایسی شئے پرستی سے اپنی کسی مراد براری کی تمنا رکھتے ہین یا نہین۔ اسکے بعد تمدن کی ایک ایسی حالت ہے جسمین کچھ ایسی روحون کے وجود رکھنے کا عقیدہ پایا جاتا ہے جنکی نسبت یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ نفع یا ضرر پہونچانے پر قادر ہین اور نفع حاصل کرنے یا ضرر سے بچنے کے لئے اُن روحون کو خوش رکھنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ اور اسطرح اُنکی مورتین بنا بناکر اُنکی پوجا کرنا ایک فرض سمجھا جانے لگا۔ غرض کہ اسطرح بت پرستی کا آغاز ہوا۔ اگرچہ اہل یونان و اہل روما کی تہذیب اعلیٰ درجہ کو پہونچی ہوئی تھی مگر وہ خدا کے خیال کے متعلق بہت پیچھے تھے کیونکہ وہ کثرت معبود ہی کے عقیدہ تک پہونچے تھے۔ البتہ کسی ایک معبود کو باقی معبودون پر حکمران ہونے کی حیثیت سے معبود اعلیٰ اُنھون نے بھی سمجھا تھا✝ اور وحدانیت معبود کا خیال صرف سیمٹک Sometic اقوام ہی کے دائرے کے اندر رہا جو اسلام مین آخر انتہائی عروج کو پہونچ گیا۔

اب اس مضمون مین ہمین یہ دیکھنا ہے کہ کیا وحدانیت خدا یعنی توحید کا خیال صرف اقوام سیمٹک Semetic ہی تک محدود رہا یا یہ کہ ہندوستان کے آریون مین بھی یہ خیال تھا اور ہے۔ اس مضمون مین یہ ثابت کیا جائیگا کہ اگرچہ یہ صحیح ہو کہ بلحاظ امتیاز عبدیت و معبودیت، وحدت معبود کا خیال صرف سیمٹک ہی اقوام مین پایا جاتا ہے لیکن خوف کے بجائے محبت سے اور مطلقاً بے غرضی کے ساتھ پرستش یا عبادت معبود و نیز کثرت مین وحدت کے خیال یعنی وحدت الوجود کے خیال کو پہونچنے کا ثبوت ہندوؤن مین قدیم الایام سے موجود ہے۔ لفظ توحید مشتق ہوا ہے احد سے جسکے معنی ایک کے ہین لیکن اصطلاح مین اسکے یہ معنی لئے جاتے ہین کہ خدا کو ایک جاننا۔ خدا کو تو سب ہی ایک جانتے ہین۔ دو کوئی نہین کہتا لیکن دیکھا جاتا ہے کہ وحدانیت کے متعلق ہر مذہب مین جُدا جُدا خیالات ہین مثلاً

(۱) کوئی یہ سمجھتا ہے کہ خدا ہی ایک ہے جو ازل سے ابد تک ہے باقی کوئی شئے ایسی نہین جو ازلی و ابدی ہو جس سے

---

✝ بعض فلاسفہ کا خیال اہل یونان مین بھی unknown God یعنی نامعلوم خدا کی طرف رجوع ہوا تھا۔

یہ مراد ہے کہ ازل مین وہ شئے نہ تھی اور ابد تک نہ رہیگی بلکہ اُسکی ہستی خدا کی مرضی پر موقوف ہے - جب چاہے وہ اُسکو مٹا سکتا ہے - یعنی معدوم کرسکتا ہے - وہ شئے ازل مین موجود نہ تھی خدا ہی اُسکو عدم سے وجود مین لایا اور آخر ایک دن وہ اُسکو معدوم بھی کردیگا - یہ صحیح ہے کہ اُس شئے کی بھی فی الوقت حقیقی ہستی ہے لیکن یہ ایک ایسی ہستی ہے جو ہستی مطلق یعنی خدا کی مرضی پر موقوف ہے - اگرچہ دونون کی علیحدہ علیحدہ حقیقی ہستی مانی جاتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ ہستی مطلق (خدا) کو زوال نہین - یعنی وہ انقلابات کے تابع نہین جس حالت مین کہ باقی اشیا حادث اور انقلاب پذیر ہین -

(۲) کسی کا یہ خیال ہے کہ صرف ذات مطلق یا خدا ہی کی حقیقی ہستی ہے جو ایک ہی ہے اور جسکو ماضی - حال و مستقبل تینون زمانون مین کوئی انقلاب نہین اور باقی دوسرے اشیا کا وجود اگر ہے تو وہ ظاہری ہے نہ کہ اصلی اور اُسی ایک حقیقی ہستی مین ان اشیا کے وجود کا دھوکا ہوجاتا ہے - اُسیطرح جسطرح کہ ایک رسّی پر جو فی الحقیقت موجود ہے سانپ کا دھوکا ہوجاتا ہے جو فی الحقیقت موجود نہین ہے -

(۳) خدا روح اور مادّہ تینون کی حقیقی ہستی ہے اور تینون ازلی و ابدی ہین - خدا ایک ہے اور تمام انقلابات سے پاک ہے لیکن روحین جو بیشمار ہین اور مادّہ دونون تابع انقلابات ہین - لیکن اُنکو کبھی فنا نہین اور نہ وہ معدوم ہو سکتے ہین - خدا کے ساتھ ساتھ اُنکی ہستی بھی ازل سے ابد تک ہے - خدا مالک اور یہ اُسکی مِلک ہین - خدا حاکم اور یہ اُسکے محکوم ہین - مگر یہ نہین ہے کہ خدا خالق اور وہ مخلوق ہین - یہان لفظ تخلیق سے مراد کسی شئے کو عدم سے وجود مین لانا ہے -

پہلا خیال ہندوؤن مین کسی فرقۂ مذہبی کا نہین ہے - البتہ دوسرے اور تیسرے خیال پر اُنکے مذہب کی کل عمارت قائم ہے - سچّی توحید تو پہلے اور دوسرے خیال ہی مین پائی جاتی ہے کیونکہ ان دونون مین ایک ہی ذات کی حقیقی ہستی مانی گئی ہے - خیال اوّل مین جب دوسری اشیا تابع مرضی خدا ہین اور وہ جب چاہے اُنکو مٹا سکتا ہے اُنکا وجود ازل سے نہین ہے اور ابد تک بھی نہ رہیگا تو پھر اُنکی ہستی ماضی - حال و مستقبل تینون زمانون مین نہین رہتی ہے - لیکن اس خیال کی نسبت یہ اعتراض ضرور وارد ہوتا ہے کہ ایک شئے جو معدوم تھی وہ وجود مین آئی - ہندو فلسفہ اور سائنس حال اس خیال کے بالکل مخالف ہین کیونکہ جسکی حقیقی طور پر کوئی ہستی نہ تھی وہ حقیقی طور پر ہست نہین ہوسکتا اور جو حقیقی طور پر ہست ہے وہ نیست نہین ہوسکتا یعنی غیر موجود سے موجود اور موجود سے غیر موجود نہین ہوسکتا تیسرے خیال مین خدا روح اور مادہ تینون کی علیحدہ علیحدہ حقیقی ہستی مانی گئی ہے اور تینون کا وجود ازل سے ابد تک مانا گیا ہے - اگرچہ زمان و مکان کا خیال خدا کی نسبت نہین ہوسکتا لیکن اگر ہم ایک دفعہ اُسکو کیا بلحاظ زمان اور کیا بلحاظ مکان غیر محدود مان لین اور پھر روح اور مادّہ کو مکان و زمان دونون مین اُس سے علیحدہ مانین تو کیا بلحاظ زمان اور کیا بلحاظ مکان - خدا کی غیر محدودیت مین فرق آئیگا - بلحاظ زمان یا بلحاظ مکان صرف ایک ہی شئے غیر محدود ہوسکتی ہے - دو نہین - لہذا اس سے صرف ایک ہی وجود کی حقیقی ہستی ثابت ہوتی ہے جو غیر حادث اور علت و معلول کے خیال سے پاک ہے - البتہ اس تیسرے خیال مین بھی توحید اس معنی مین مانی جاسکتی ہے کہ حاکم ایک ہے دو نہین مگر وہ ایسا مقتدر حاکم نہین کہ جب چاہے اپنے بندون کو یا اپنی مِلک کو معدوم کردے

اور اسلئے ایسی صورت مین وہ قادر مطلق نہ رہا - البتہ دُنیا کے عام حاکمون سے وہ بہت بڑھا ہوا ہے کیونکہ وہ جب چاہے حالت تبدیل کر سکتا ہے - دوسرے خیال مین تو توحید ہمیشہ ہی ہے صرف دھوکے ہی سے کچھ کا کچھ سمجھ لیا گیا ہے - جسنے توحید کو دوئی مین مبدل کر دیا ہے - جسوقت یہ دھوکا مٹ گیا توحید حاصل ہے - اس دھوکے کی کوئی حقیقی ہستی نہین ہے کیونکہ اصلیت کا علم ہونے پر آخر وہ مٹ جاتا ہے - مگر جب تک وہ قائم رہتا ہے اُسکی ہستی کو ماننا پڑتا ہے - مثلاً جب تک ہم رسّی کو سانپ سمجھتے رہین گے - ہم ضرور اُس سے خوف کھاتے رہین گے - ممکن ہے کہ یہ دھوکا منٹون بلکہ گھنٹون تک رہے لیکن جب ایک مرتبہ دھوکا جاتا رہا تو پھر وہ رسّی رسّی ہی ہے جسکی حقیقی ہستی ہے اور نہ کہ سانپ ہے جسکی فی الواقع کوئی ہستی نہ تھی مگر دھوکے سے کچھ دیر کے لئے قائم ہو گئی تھی - اسیطرح ذات مطلق مین جو اس عالم کے وجود کا دھوکا ہو رہا ہے اُسکی ابتدا کی نسبت اسیطرح کچھ نہین کہا جا سکتا جسطرح کہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ سانپ کے خیال سے پہلے رسّی کا خیال تھا - کیونکہ اگر رسّی کا خیال پہلے ہوتا تو پھر سانپ کا دھوکا رسّی پر کبھی نہ ہوتا - رسّی کا خیال نہ ہونے ہی سے سانپ کا دھوکا رسّی پر ہوا - یہان یہ کہدینا چاہئے کہ ایک وقت مین ایک ہی خیال رہ سکتا ہے - جب رسّی کا خیال ہے تو سانپ کا خیال نہین اور جب سانپ کا خیال ہے تو رسّی کا خیال نہین - اسیطرح جب ذات مطلق کا خیال ہے تو سوائے ذات مطلق کے اور کسی کی حقیقی ہستی نہین - یعنی عالم کثرت نہین ہے اور جب اس عالم کثرت کا خیال ہے تو پھر ذات مطلق کا خیال نہین - لیکن عالم کثرت فی الاصل ذات مطلق سے علیحدہ نہین کیونکہ اس نمود کی بود تو فی الحقیقت وہی ذات مطلق ہے اور اور چونکہ نمودِ عالم بے بود نہین اسلئے ہم اُسکو معدوم محض نہین کہہ سکتے اور چونکہ اس نمود کا وجود ایک دوسرے وجود پر ہے اسلئے ہم اسکو موجود محض بھی نہین کہہ سکتے -

روح اور ذات مطلق کے ایک ہونے کو توحید کہتے ہین مگر جبتک انانیت ہے جو نتیجہ ہے ہماری عدم معرفت کا یعنی جب تک یہ خیال ہے کہ میری کوئی علیحدہ ہستی ہے یہ توحید حاصل نہین ہوتی - اس حالت مین اُسی ایک حقیقت کو جیو یعنی روح اور ایشور یعنی خدا دو علیحدہ علیحدہ نامون سے موسوم کرتے ہین - ایسی حالت مین روح تو محکوم ہے اور خدا اُسکا حاکم ہے - جبتک مین اپنی علیحدہ ہستی مانونگا مجھے یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ میرا مالک و حاکم خدا ہے - مگر انانیت کے مٹ جانے کے بعد وہی ایک حقیقت روح اور خدا کی بلا کسی تفریق کے قائم ہو جاتی ہے -

اس مضمون کو پڑھکر بعض حضرات یہ کہہ اُٹھینگے کہ ہندوون کے عقیدے مین تو بجائے ایک خدا کے تینتیس ۳۳ کرور خدا مانے جاتے ہین جب یہ حال ہے تو پھر توحید کہان رہی - دیکھنا چاہئے کہ کیا یہ اعتراض صحیح ہے - ہم دیکھتے ہین کہ ہندوؤن کی آبادی تو پچیس ۲۵ کرور سے زیادہ نہین مگر اُنکے معبودون کی تعداد تینتیس ۳۳ کرور بتائی جاتی ہے - پس فی ہندو ایک سے زیادہ معبود کا اوسط پڑتا ہے - اس سے کہین یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اس تعداد کے لحاظ سے ہر ہندو کا جُدا جُدا معبود ہے - نہین بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ ہر ہندو کے لئے تینتیس ۳۳ کرور معبودون کی اطاعت و عبادت لازم گردانی گئی ہے - مشہور ہے کہ دو آقاؤن کی اطاعت مشکل سے ہوتی ہے یہان تینتیس ۳۳ کرور کی اطاعت ہر ہندو پر لازمی کہی جاتی ہے - ہندوون کی مذہبی کتابون مین مقدم وید ہے - اُسکے بعد پُران وغیرہ

ہین - ویدون مین لفظ دیوتا جو مستعمل ہوا ہے اُسکی نسبت پروفیسر میکس مُلر کی راے کا خلاصہ ذیل مین دیا جاتا ہے :-

" رشیون کے مذہبی خیالات کو بہ تدریج ترقی ہوئی ہے - ابتدا مین وہ آندھی - مینہ - بجلی - گرج - رات اور دن وغیرہ کے قدرتی مظاہر کو دیکھکر مبتلاے حیرت ہوئے اور اُنکی شوکت و عظمت اُنکے دلون مین جانشین ہوگئی - اسلئے اُنھون نے اُنکو دیوتا کہکر اندر اگنی ورن سورج متر وغیرہ کے نامون سے اُنکی ستائشین کرنی شروع کین - مگر یہ واضح رہے کہ کسی قسم کی پرستش اُس زمانۂ قدیم مین نہین تھی محض ستائشین گائی جاتی تھین - پرستش کا قاعدہ اُس زمانۂ قدیم مین اب تک جاری نہ ہوا تھا کیونکہ رشیون کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ جن دیوتاؤن کی وہ ستائش کرتے ہین وہ بذات خود اُنکے روبرو موجود ہین اور اُنکی ستائشون کو سُن رہے ہین - جب کبھی اُن رشیون کو یہ خیال ہوتا تھا کہ قدرت کی ان قوتون مین سے کسی خاص قوت کو زیادہ زور ہے اور اُسکا کوئی بڑا اثر پڑ رہا ہے تو اُسی دیوتا کو اُنھون نے صرف اُسوقت کے لئے سب سے بڑا دیوتا خیال کیا اور اُسی کو اُنھون نے اپنا سب سے بڑا معبود سمجھا "

صرف اتنا ہی نہین ہے جتنا کہ مکس ملر نے لکھا ہے بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ وحدت معبود کا خیال صاف صاف الفاظ مین سنگھتاؤن مین موجود ہے - چنانچہ رگ وید کی کئی رچائین اسکی شاہد ہین جنمین سے سب سے مشہور یہ ہے -

" وہ اُسکو اندر - متر - ورن اور اگنی کے نامون سے پکارتے ہین لیکن ایک ہی سچ ہے یا جو فی الحقیقت موجود ہے وہ ایک ہی ہے رشی لوگ اُسکو مختلف نامون سے یاد کرتے ہین مثلاً اگنی - یم - متر وغیرہ "

اسیطرح اسی رگ وید کی ایک رچا یہ ہے -

" وجود صرف ایک ہی کا ہے مگر رشیون نے اُسکو اپنے اپنے خیال کے لحاظ سے الگ الگ نامون سے پکارا ہے "

غرض کہ وحدانیت کا پورا پورا خیال ویدون مین موجود ہے اور کثرت مین وحدت یا روح اور ذات مطلق کی توحید کے خیال کی تلقین آگے چلکر اپنشدون مین بڑے زور شور سے کی گئی ہے - جسکا ذکر تفصیل سے سابق کے مضامین مین آچکا ہے -

پورانون مین لفظ دیوتا کہین جسمانی اور مادی معنی مین مستعمل ہوا ہے یہ مثل انسان کے ہاتھ پاؤن آنکھ ناک وغیرہ رکھنے والے اشخاص سمجھے گئے ہین - البتہ انکو بمقابلہ انسان کے صرف اسی معنی مین غیر فانی کہا گیا ہے کہ وہ کلپ یعنی دور عالم کی انتہا تک موجود رہینگے - لیکن کلپ کے آخر مین مثل اورون کے یہ بھی فنا ہوجائینگے - یہ بھی بخوبی واضح رہے کہ مکتی یعنی نجات حاصل کرنے کے لئے ان دیوتاؤن کو بھی انسان کے قالب مین پیدا ہونا پڑتا ہے - کیونکہ مکتی صرف انسان ہی کے قالب مین مل سکتی ہے - غرض کہ اس معنی مین انسان کے قالب کو دیوتا کے قالب پر فضیلت حاصل ہے - انہین سے چند دیوتاؤن کو بنتیجۂ ریاضت عالم کی کچھ حکومت بھی حاصل ہے اور اسی لئے وہ ایک طرح انسان کے معبود سمجھے جاتے ہین - کیونکہ اُنکو قدرت عطا حاصل ہے - البتہ اس معنی مین شرک کا الزام ہندوؤن کے مذہب پر عائد ہوتا ہے - لیکن جب ادویت یعنی وحدت الوجود مین وہی ایک ذات مطلق کُل ظاہری وجودون (کیا دیوتا کیا انسان اور کیا جانورون) مین ظاہر ہوتی ہے تو یہ کوئی ایسا الزام نہین جو تسلیم کیا جاے - کیونکہ دیوتا بھی آخر اُسی ایک ذات کے مظہر ہین - البتہ فرقۂ دویت کی نسبت جنکے عقیدہ مین صرف ایک شخصی خدا اس تمام عالم کا حاکم ہے اور جنکے یہان خداوندی اور بندگی کا بھی امتیاز ہے البتہ یہ الزام ایک حد تک صادق آتا ہے - ایک حد تک صرف اسلئے کہ دیوتا

جن اقتدارات کو عمل مین لاتے ہین وہ بھی تو مفوضۂ خدایتعالی ہین - کچھ اُنکے ذاتی اقتدارات نہین ہین - مگر یہ در اصل شرک ہے یا نہین اسکا فیصلہ بھگوت گیتا مین بھگوان سری کرشن نے نہایت خوبی کے ساتھ فرمایا ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور وہ فیصلہ یہ ہے:-

"جنکو اسکا علم نہین ہے کہ حقیقت کیا ہے اور جو اپنے اگلے افعال کے اثر سے طرح طرح کے طریقون کو اختیار کرکے دوسرے معبودون کی پرستش کرتے ہین اور جو دُنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے سچی عقیدت کے ساتھ اُن معبودون کی پرستش کرنے مین مصروف ہوتے ہین اُنکی اس عقیدت کو اُن معبودون مین ملین ہی جو ہر ایک مین موجود ہون مضبوط اور راسخ کر دیتا ہون - وہ سب اپنے اپنے حُسن عقیدت کے ساتھ اُن معبودون کی پوجا کرتے ہین پھر مین ہی اُنکے حسب مراد اُنکی خواہشات کو پورا کر دیتا ہون - کم عقل لوگون کو اس پوجا کا جو پھل اسطرح حاصل ہوتا ہے وہ جلد ضائع ہو جاتا ہے مگر جو لوگ اپنی تمام خواہشات کو چھوڑکر مجھ مین دل لگاتے ہین وہ اُس دائمی مسرت کو حاصل کرتے ہین جسکی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا"

اسکی تشریح یہ ہے کہ جنکو حقیقت کیا ہے اسکا علم نہین یعنی جنھون نے یہ نہین جانا ہے کہ جو عین حقیقت ہے وہ تو وہ خود ہی ہین وہ اس سے علٰحدہ نہین - یا یون کہو کہ جنھون نے خداوند حقیقی کو نہین پہچانا ہے اور جو جہل سے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے دوسرے خداوندون سے جو خواہ دُنیاوی ہون یا علوی یعنی از قسم دیوتا و پیر و اولیا ہون طالب امداد ہوتے ہین اور اُنکی خدمت گزاری - پرستش یا عبادت کرنے مین سچی عقیدت کے ساتھ مصروف ہوتے ہین - جو لوگ ایسے ہین اُنکے حُسن عقیدت کو اُن خداوندون یا معبودون ہی مین (خداوند حقیقی سے جو انتریامی یعنی ہر جا حاضر و ناظر ہے یا جسکا جلوہ ہر ایک کے خانۂ دل مین ہے یا جسکا ظہور اُن معبودون اور عابدون دونون مین بلحاظ مرتبت ہوا ہے) اور مضبوط اور راسخ کر دیتا ہون اور وہ سب اپنے اپنے حُسن عقیدت کے ساتھ اُن خداوندون یا معبودونکی پوجا کرتے ہین اور پھر مین ہی جو پوجا کا پھل دینے والا اور مرادون کو پورا کرنے والا ایک ہی ہون اُنکے حسب مراد اُنکی خواہشات کو پورا کر دیتا ہون - یعنی پھل تو دینے والا مین ہی ہون پوجا چاہے کوئی میرے کسی نام یا میری کسی شکل کی کرے -

ہم یہ جانتے ہین کہ مطلق کا خیال ہمارے دل مین کبھی نہین آسکتا جب تک ہم مادی اشیا کو اپنے خیال مین نہ لائین جو اُس مطلق کو ظاہر کرتی ہین - مثلاً خوبصورتی کا خیال ہمکو ہرگز نہین ہو سکتا تاوقتیکہ ہم اُن خوبصورت چیزون کو نہ دیکھین جنکو ہم نے خوبصورت سمجھ رکھا ہے - ہماری زبان سے جو حروف نکلتے ہین اُنکی جب تک آواز نہ ہو یا اُنکو کوئی شکل نہ دیجائے ہم کسیطرح اُنکا اظہار نہین کر سکتے - ہم جانتے ہین کہ یہ حروف کسیطرح نہ نام کے محتاج ہین اور نہ شکل کے اور وہ اپنی مطلق حیثیت سے ہمیشہ موجود ہین - مگر جب ہم اُنکا اظہار کرنا چاہین گے تو ہمکو پہلے نام دینا ہوگا اور پھر شکل بھی بغیر نام و شکل کے ہمارا کام کسیطرح نہین چل سکتا - اسیطرح خدا کو جو ذات مطلق ہے ہم نہین پہچان سکتے جب تک کہ ہم اُسکا خیال کسی صفات یا نام یا شکل کے ذریعے سے نہ کرین - سنسکرت مین دو لفظ ہین - ایک گیان یعنی معرفت اور دوسرا دھیان یعنی تصور - سماوھی کے ذریعہ سے ہمکو نرگُن یعنی ذات مطلق کا گیان ہو سکتا ہے - مگر جب ہم اُسکا دھیان کرینگے تو ہمکو لازم ہوگا کہ ہم اُسکو کوئی صفت دیکر اُس صفت کے لحاظ سے کوئی نام اور شکل دین

یعنی تصوّر کے لئے تصویر چاہیئے اور چونکہ ہم انسان ہین اسلئے ہمارے ذہن مین خدا کی شکل انسان ہی کی شکل کی سی آئے گی۔ لوگون نے انسانی صفات والے خدا کا خیال دور کرنے کی بہت کوشش کی ہے کیونکہ اسی طرح خدا کو ایک انسان سمجھ لینا اُنکے نزدیک ایک گناہ عظیم ہے۔ مگر جبتک ہم ایک شخصی خدا کے خیال مین مبتلا رہین گے ہمین لامحالہ اُسکو انسانی صفات دینا پڑینگے۔ اس سے گریز نہین ہوسکتا۔ مگر جہان یہ خیال ہے کہ وہ صرف ذات مطلق ہے اور سوا اُسکے کوئی دوسرا وجود نہین یا کوئی دوسری حقیقی ہستی نہین ہے وہان البتہ خدا انسانی صفات سے کیا بلکہ تمام صفات سے مُبرّا ہے۔ وہ نہ دیکھتا ہے۔ کیونکہ دیکھنے کے لئے کوئی شئے نہین اور نہ سُنتا ہے کیونکہ سُننے کے لئے کوئی آواز نہین اور نہ وہ قادر ہے کیونکہ کوئی ایسی چیز نہین ہے جسپر وہ اپنے اقتدار کو کام مین لاتے۔ ہم چونکہ خود مقیّد ہین یا یہ کہ ہمنے اپنے کو مقیّد سمجھ رکھا ہے اسلئے ہم اُسکو بھی مقیّد کرنا چاہتے ہین۔ سب سے پہلے ہم اُسکو بلاتخصیص صفات مایا یعنی تعیّنات کے اندر ایک ایشور مین مقیّد کرتے ہین پھر صفات کے لحاظ سے اُسی ایک ایشور کو تین روپ یعنی برہما۔ وشنو اور مہیش مین مقیّد کرتے ہین اور پھر اُسکے بعد انسانی شکل مین رام اور کرشن کے جسم مین مقیّد کرتے ہین اور سب سے آخر مورتون مین۔ غرض کہ جیسی جسکی جسمین عقیدت ہے ویسے ہی وہ ذات مطلق کو مختلف اشکال مین مقیّد کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ اُسکی ستائش یا پرستش کی خواہش کو پورا کرکے اُس سے اپنے کسی مطلب کو حاصل کرے یا اُسکے عشق اور محبت مین غرق ہو۔

اگرچہ ذات مطلق فی الحقیقت کبھی مقیّد نہین ہوتی تاہم پرستش کی خواہش رکھنے والا شخص اُسکو اپنی پرستش کے اغراض کیلئے مقیّد کرنا چاہتا ہے۔ یعنی وہ جو غیر شخصی خدا ہے بطور شخصی خدا کے ظاہر ہوتا ہے جب پرستش مقصود ہوتی ہے اور اُسی کو ویدانت کی اصطلاح مین ایشور کہتے ہین۔ اس درجہ تک ذات مطلق کو مقیّد کرنے ہین جسم کا کوئی خیال نہین ہے اور اگر اُسکا کوئی جسم ہے تو وہ مایا ہے۔ جب اُسی ایک ایشور کے اُسکے تین مشہور صفات کے لحاظ سے تین روپ مانے گئے مثلاً برہما۔ وشنو اور شیو اور پھر اُسکے اوتارون کے روپ بھی علیحدہ علیحدہ لئے گئے مثلاً رام و کرشن وغیرہ تو خدا کی نسبت جسمانیت کے خیال کو اور ترقی ہوئی اور اس جسمانیت کا آخری درجہ وہ ہے جب وہ خدا مورتون کی شکل مین پوجا جاتا ہے۔ وہ مورتین چاہے شیو اور وشنو کی ہون چاہے رام و کرشن اوتارون کی۔ یہ بخوبی واضح رہے کہ مذہب ویدانت کے بموجب ذات مطلق ہمیشہ غیر مقیّد اور لاتعیّن ہے چاہے ہم اسکو ایشور کرکے یا برہما و وشنو و شیو کی شکلون مین اور چاہے رام و کرشن وغیرہ اوتارون کے روپ مین اور بالآخر چاہے مورتون کی شکل مین پوجین ان سب شکلون مین وہ غیر مقیّد اور لاتعیّن ہی ہے۔ اگرچہ ہمکو وہ مقیّد ہی معلوم ہو۔ ویدانت کی اصطلاح مین "ہونا" اور "ظاہر ہونا" یا "معلوم ہونا" دو علیحدہ علیحدہ چیزین ہین۔ یہ کہنا کہ مطلق مقیّد ہوجاتا ہے بالکل لغویات ہے کیونکہ یہ دونون متضاد الفاظ ہین۔ مگر مطلق بطور مقیّد کے ظاہر ہوتا ہے یہ مانا جاسکتا ہے۔

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ اگر بالفرض ہندو تینتیس[33] کروڑ خداؤن کے قائل نہین ہین تو تین خدا کے تو وہ ضرور قائل ہین اور انمین سے کم سے دو کی پرستش ہندوؤن مین برابر دیکھی جاتی ہے۔

غرض کہ ہندوؤں مین توحید کا خیال نہین ہے بلکہ مثل عیسائیون کے وہ تثلیث کے قائل ہین - اسکا جواب یہ ہے کہ اس کائنات کی کُل اشیا نام اور شکل رکھنے والی ہین اس سے وہ خارج نہین ہین - اسی طرح جب تعینات کے اندر آ جانے سے ذات مطلق کا نام ایشور ہوا اور وہ موصوف بہ صفات ہوا تو مختلف صفات کے لحاظ سے اُسکو علیحدہ علیحدہ نام بھی دیے گئے مثلاً خالق - رب - قہار - رحیم - کریم - غفار وغیرہ وغیرہ اور عالم کے پیدا کرنے اور پالنے اور فنا کرنے کے تین خاص صفات کے لحاظ سے اسی ایک ذات مطلق یا ایشور کو تین نام دیے گئے ہین اور جب نام علیحدہ علیحدہ ہوئے تو اُسکے روپ یعنی اشکال بھی علیحدہ علیحدہ ماننا پڑینگے - جب کوئی شخص مجسم رحم ہے تو اُسکی شکل اُسوقت اُس سے علیحدہ ہی ہوگی جب وہ مجسم غضب ہے - اس امر کے ثبوت کے لئے کہ یہ تینون اشکال ایک ہی ذات واحد کے مظہر ہین اور یہ کہ ہندو توحید کے قایل ہین - سنسکرت کی بعض مشہور استوترون یعنی مناجات سے چند اقتباسات بیان درج کئے جاتے ہین -

## مناجات بھگوان شیو

کیسے ہین بھگوان شیو جگت کے بیج یعنی عالم کے تخم ہین مراد یہ کہ تمام عالم اُنھین سے پیدا ہے وہ سارے عالم کی ابتدا ہین اُنکو کوئی خواہش نہین - اُنکی کوئی شکل نہین - جس سے یہ عالم پیدا ہوتا ہے اور جو اسکو پالتا ہے اور جسمین یہ فنا ہو جاتا ہے - ایسی ایشور کی مین ستائش کرتا ہون نہ وہ خاک ہے نہ آب نہ آتش اور نہ باد اور نہ آکاش اور گو اُسکی کوئی مورت یا شکل نہین ہے لیکن تین شکلون مین ظاہر ہونے والے ایسے ایشور کو مین سجدہ کرتا ہون - اُنکی پیدائش نہین - ہمیشہ قائم رہنے والے ہین - علت العلل ہین ہمیشہ بھلائی کرنے والے ہین - ذات واحد ہین - لاشریک ہین وغیرہ وغیرہ -

(۲)

تو ہی برہما شرشٹی کا پیدا کرنے والا ہے اور تو ہی وشنو جگت کا پالنے والا ہے اور تو ہی شیو تمام عالم کو اپنے مین فنا کرنے والا ہے بھگتون یعنی عابدون کے دھیان کے لئے تو طرح طرح کی شکلون کو اختیار کرتا ہے اور جو شکل جسکو پیاری ہے اُسی شکل مین تو اُسکے لئے ظاہر ہوتا ہے -

## مناجات بھگوان وشنو

مین سجدہ کرتا ہون تجھکو جو برہما ہو کر عالم کو پیدا کرتا ہے وشنو ہو کر اُسکو قائم رکھتا ہے اور شیو ہو کر اسکو اپنے مین فنا کر لیتا ہے - سب تعریفین سزاوار ہین تجھکو جو تمام ملائک و جنات و انسان و حیوانات و طیور و نباتات و جمادات اور پانی - آگ - ہوا اور آکاش وغیرہ وغیرہ کا اصلی جوہر ہے - یوگی تیرا ہی دھیان کرتے ہین - تو وہ ہے جسکا نہ کوئی نام ہے نہ شکل اور پھر تیرے ہزارون نام ہین اور ہزارون شکلین ہین - تیری کوئی صفت نہین ہے - بجز اسکے کہ تو ہی ایک حقیقت ہے جو ہے -

یہ تو فرقہ ادویت کا ذکر ہوا جو وحدت الوجود کے قائل ہین - اب رہے وہ ہندو جو دویت یعنی دوئی کے قائل ہین اور جنکے یہان جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے خدا روح اور مادہ تینون کی علیحدہ علیحدہ ہستی مانی گئی ہے - اُنکے یہان صرف بھگوان وشنو ہی ایک ہین جو خداوند حقیقی ہین اور ساری کائنات کے مالک ہین - چونکہ انکے عقیدے مین نہ صرف صفات سے بلکہ ذات سے بھی روح اور خدا دونون ایک دوسرے سے جُدا جُدا

سری رام چندر جی

ہین اسلئے بھگوان وشنو جو خداوند حقیقی ہین تمام روحون سے جنمین برہما و شیو وغیرہ دیوتا بھی شامل ہین۔ بالذات و نیز بالصفات دونون لحاظ سے جدا ہین اور جسطرح کہ تمام جیو یعنی روحین اُنکی محکوم ہین اُسیطرح یہ دیوتا بھی اُنکے محکوم ہین اور جو اقتدارات انھین سے کسی کو حکومت عالم کے حاصل ہین وہ اُنکو بھگوان وشنو ہی کیطرف سے بہ نتیجۂ ریاضت و عبادت عطا ہوئے ہین۔ لیکن کوئی ذاتی اقتدار اُنکو حاصل نہین اور کلپ یعنی دور عالم کے آخر مین صرف ایک ذات وشنو ہی کی باقی رہیگی باقی سب اُنمین فنا[۵۱] ہوجائینگے۔ لہٰذا اس عقیدے مین بھی وحدت خدا کا خیال موجود ہے۔

پربھو لال

# مالک الدولہ حسین جعفر خان بہادر صولت

خاندانی شاعر، بادشاہ[۵۲] کے اُستاد فتح الدولہ برق کے بھتیجے تھے۔ انکے خاندان کے سب لوگ فصحائے لکھنؤ و میرزایان شہر مین سے تھے۔ اس گھر کے سب لوگون پر بادشاہ کی نہایت نظر عنایت تھی۔ یہ میرے سامنے کا ذکر ہے کہ انکے والد مرحوم کپتان مہتمم الدولہ بہادر مرزا جعفر صاحب ایک دفعہ مبتلائے سنگ مثانہ ہو کر صاحب فراش ہوگئے تھے کہ بادشاہ عیادت کے لئے خود چلے آئے اور جب تک علیل رہے دونون وقت خیر و عافیت پوچھنے کو میردہہ بادشاہ کے پاس سے آیا کیا۔ باریابان بزم شاہی مین ایسا امتیاز کسی کو کم حاصل تھا۔ ڈاکٹرون نے بیہوش کر کے عمل بالید کے ذریعہ سے آخر اُس پتھری کو نکالا اور بیمار کو افاقہ ہوگیا۔ مالک الدولہ نے تاریخ کہی۔ سنگ آمد و سخت آمد اسپر جو مصرعے لگائے ہین اُنمین بادشاہ کے عیادت فرمانے کا اور دعا پڑھنے کا ذکر بھی نظم کر دیا ہے۔

یہ لوگ بڑے بہادر، صاحب جوہر، بنکیت اور پھکیت اور مشہور قدر اندازون مین تھے۔ شرفائے لکھنؤ مین ان فنون کا بھی حد سے زیادہ چرچا تھا۔ اس فن کی مشاقی کے جیسے جیسے تذکرے متواتر سُننے مین آئے ہین حیرت انگیز ہین۔ ایک بزرگ سفر حجاز مین تھے۔ قافلہ کسی منزل پر ٹھہرا یہ بھی استنجا کرنے کو کسی جھاڑی مین چلے گئے۔ وہان کوئی عرب نیزہ گھات مین لگا ہوا تھا۔ سر پر آکے اس زور سے ڈانڈ لگائی کہ تیورا گئے۔ وہ ظالم لوٹا لے کر ہوا ہوگیا۔ انھین ہوش آیا تو اُس جھاڑی کو اچھی طرح سے پہچان لیا اور منزل کا نام بھی لکھ رکھا۔ زیارت سے مشرف ہو کر جب اسی منزل پر پہونچے ہین تو انتقام لینے کا خیال آیا۔ ایک ڈنڈا بغل مین دبا لیا اور ایک لوٹا ہاتھ مین

[۵۱] لفظ فنا سے یہان مراد کسی شے کا معدوم ہو جانا نہین ہے بلکہ ایک شے کا دوسری شے مین غائب ہو جانا۔ ہندوؤن مین کلپون یعنی عالم کے دورون کا عقیدہ ہے جنکے سلسلے کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا۔ ہر دور کے آخر مین پرلے प्रलय یعنی قیامت ہوتی ہے۔ جس زمانہ مین حالت سکون رہتی ہے۔ پرلے مین تمام کائنات ایشور مین لے लय یعنی فنا رہتی ہے یعنی بالفعل سے بالقوی ہو جاتی ہے اور جب پھر سرشٹی یعنی پیدائش عالم ہوتی ہے تو جو کائنات ایشور مین سابق کے دور مین فنا ہوئی تھی وہ پھر ظاہر ہوتی ہے یعنی بالقوی سے پھر بالفعل ہو جاتی ہے لیکن جن روحون کی مُکتی یعنی نجات کسی ایک دور مین ہو چکی ہے وہ پھر نہین پیدا ہوتی ہین۔

[۵۲] سلطان عالم محمد واجد علی شاہ آخری شاہ اودھ ۱۲

اُٹھالیا اور اُسی جھاڑی مین جاکر استنجا کرنے کے طرز پر بیٹھے۔ مگر ہوشیار بیٹھے۔ بیٹھنا تھا کہ وہ آہی پہونچا۔ ابھی اُسنے نیزہ کو سر سے اونچا ہی کیا تھا کہ ادھر پھکیتی کا ہاتھ پورا پڑ گیا۔ ڈنڈا کنپٹی پر جاکر بیٹھا۔ وہ اُدھر دھم سے گرا اور یہ ادھر اپنا لوٹا اور ڈنڈا لئے ہوئے قافلہ سے آملے۔ ہمراہیون سے کہتے تھے کہ اُس دن مجھے اس ظالم نے مار ہی ڈالا تھا اور اسیطرح نہین معلوم کتنے خون کرچکا ہوگا۔ آج مین نے ایک ہاتھ مار دیا اگر بچ گیا تو عمر بھر یاد کرے گا اور اگر مر گیا تو مین بری الذمہ ہون۔ ایک اور صاحب غلیل کے نشانہ مین قدر انداز تھے۔ قافلہ پر بدوی آگرے۔ گٹھریان بغل مین دبائین۔ بڑے بڑے گٹھر پیٹھ پر لادے۔ روپیے پیسون کی تھیلیان کاندھے پر اُٹھالین اور اب سارے قافلہ کو لوٹ کر جایا چاہتے تھے کہ ان بزرگ نے ایک غلیل اُٹھاکر تڑاتڑ چند گولیان ماردین۔ اسکے گٹے پر پڑی کہ نیزہ ہاتھ سے چھوٹ پڑا۔ اُسکی کُہنی پر پڑی کہ بقچہ بغل سے نکل پڑا۔ سب کے سب چٹیلے ہوگئے۔ جو گولی پڑی جوڑ پر پڑی۔ ہاتھ چھوٹے ہوگئے پاؤن نکمے ہوگئے۔ جیتنے برچھا اُٹھایا اُسکے گٹے اور کہنی اور مونڈھے کے جوڑون کو توڑ کے رکھدیا اور پھر لطف یہ کہ کسی کو جان سے نہین مارا۔ کسی کی آنکھ کو نہین پھوڑا۔ ورنہ قلب پر اور کنپٹی پر گولی کا پڑنا موت کا پیغام تھا۔ انسان کا مارنا تو کجا کبھی چڑیا کو بھی ان بزرگ نے نہین مارا۔ فاختہ درخت پر بیٹھی بول رہی ہے اور احباب نے مجبور کیا کہ مرزا صاحب نشانہ لگائیے۔ بہت اصرار کرنے سے نشانہ لگایا مگر ایسا اوچھا کہ فاختہ درخت سے تو گر پڑی لیکن زمین پر لوٹ کر پھر اُڑ گئی۔ پچیس چھبیس برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ میرے دوستون مین حکیم مرزا باقر صاحب مرحوم گردش زمانہ و بے وفائی روزگار سے تنگ آکر لکھنؤ سے حیدرآباد تک پیدل چلے آتے اور غلیل کے سوا کچھ زادراہ ساتھ نہ تھی۔ یہان کچھ سہارا ہوگیا تھا مگر وقت رحلت بھی قریب ہی آچکا تھا۔ اُردو مین فن محاضرہ کسی نے نہین لکھا ورنہ ان بزرگون کے حالات سے دفتر بھر جاتے۔

مالک الدولہ مرحوم کی طبیعت مین بھی وہی خاندانی آن بان موجود تھی۔ وضع کے بڑے پابند، انتہا کے کم سخن، فکر شعر نے اُنھین چپ کردیا تھا۔ بات بہت کم کرتے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ سوچ رہے ہین۔ مین نے عموماً اس بات کو خیال کیا ہے کہ شعرا کے چہرہ سے بشاشت و شگفتہ روئی جاتی رہتی ہے۔ کچھ یہ ضرور نہین کہ ہر وقت وہ سوچ مین رہتے ہون اور فکر شعر سے کسی وقت خالی نہ ہوتے ہون۔ نہین بلکہ فکر کرتے کرتے بشرہ پر آثار فکر مرتسم ہوکر رہ جاتے ہین۔ اس مسئلہ مین یورپ کے فلاسفہ کا یہ قول کسقدر مطابق واقعہ کے ہے کہ خیال موثر ہے اور مادہ منفعل۔ یعنی اسباب جسمانی وجود و اخلاقی کی علت نہین ہین بلکہ اخلاق علت ہین اور وضع و احوال جو اجسام پر طاری ہوتے ہین وہ معلول ہین۔ شعرا جیسی فکر شعر مین کرتے ہین اگر اور فنون مین اسطرح مستغرق ہوجاتے تو بہت کچھ انکشافات ہون۔ زہیر بن ابی سلمہ چار مہینے مین قصیدہ کہتا تھا۔ پھر چار مہینے تک اُسمین اصلاح کیا کرتا تھا۔ پھر چار مہینے اہل ذوق کے سامنے پڑھا کرتا تھا۔ برس دن مین وہ قصیدہ اس ہوتا تھا کہ سوق عکاظ کے مشاعرہ مین پڑھا جائے۔ انگلینڈ کے شعرائے متاخرین مین ٹینسن کا یہ حال تھا کہ کہتے ہین اُسکی تخئیل قریب بہ انکشاف پہونچ گئی تھی۔

بادشاہ اپنا غم بہلانے کے لئے جاڑون بھر تو کبوترون مین مشغول رہتے تھے۔ تین تین سو اور چار چار سو کبوترون کا ساتھ ایک رنگ کا اور ہر ایک کوٹھی مین کئی ایک کبوتر خانے۔ ایک لاکھ

کبوتر تھا اور آٹھ نو سو کبوتر باز جنمین اکثر شرفا و سادات لکھنؤ کے خاندان ویران و آوارہ وطن ملازم تھے ۔ جسنے کسی ساتھ کو دو چار بھڑیان دیکر اُڑا دیا دوشالہ اور رومال اور انعام سے مالا مال ہوگیا اور کبوترون کو روغنی روٹیان کھلانے کے لئے ہزارون روپیے اسکے علاوہ ملجاتے تھے ۔ گرمیان آئین اور جہان پناہ نے کبوترون کا شغل موقوف کیا ۔ اب خس خانہ مین سارا سارا دن گزر جاتا ہے ۔ مراقبت و خفقان کا زور رہتا ہے ۔ دھوپ کی طرف دیکھنا ناگوار ہوتا ہے ۔ اس زاویہ عزلت مین غم غلط کرنے کی راہ کچھ دنون یہ رہی کہ بلبلون کے پنجرے خس خانہ کے قریب آویزان ہین اُنکے زمزمون سے وحشت دل کا علاج کرلیتے تھے ۔ مگر یہ چڑیا ہر فصل مین نہین بولتی ۔ کچھ دنون بے زبانون سے دل بہلاتے رہے ۔ خس خانون کے اندر سنگ مرمر کے حوض بنے ہوئے ہین اُنمین لال مچھلیان چھوٹی ہوئی ہین ۔ فوارے چل رہے ہین ۔ حوضون مین سوار ڈالی جاتی ہے ۔ جب مچھلیان اُسمین انڈے دے لیتی ہین تو سوار مٹی کے ناندون مین ڈالدیجاتی ہے اور کچھ دنون مین بچے نکل آتے ہین ۔ ماہی گیرون کو انعام ملتا ہے ۔ برسات کی فصل بادشاہ کے مزاج سے بہت موافق تھی ۔ اکثر سوار ہوتے تھے اور باغون کی آرائش مین مشغول رہتے تھے ۔ اس زمانے مین تعمیر کا شغل بہت رہتا تھا ۔ قصر مرصع منزل سہ منزلہ ایوان تھا ۔ حکم ہوا کہ اُسکے دونون پہلوون مین دو منارے اتنے ہی بلند تعمیر کئے جائین ۔ اُس بلندی پر دو پنجرے آہنین کٹھرون کے تیار ہون ۔ اُنمین ریچھ چھوڑے جائین ۔ خیال یہ ہوا کہ ریچھ کو گرمی زیادہ لگتی ہے ۔ رمنہ مین ترانہ کے لئے مچان بنوائی کہ اُسکو دانہ مچان پر کھلایا جائے ۔ سانپون کا شیشون مین بند رہنا گوارا نہوا اور اُنکا کھلا رہنا بھی خطرہ سے خالی نہ تھا ۔ ایک عجب تدبیر کی جو بادشاہ کی جودت طبع و جدّت فکر کی طرفہ دلیل ہے ۔ شہنشاہ منزل ایک کوٹھی ملکہ باغ مین تعمیر ہو رہی تھی ۔ اسی کوٹھی کے طرۂ ایوان کے سامنے ایک پہاڑ بنوا کر سیکڑون سانپ اُسمین چھڑوا دئے کہ پہاڑ پر پھرنے کے سوا اور کہین جا ہی نہ سکتے تھے ۔ شاہزادہ مرزا کام بخش بہادر ملکہ باغ مین رہتے تھے اُنکی تعلیم کی خدمت میرے حوالہ تھی ۔ مالک الدولہ صولت مرحوم کو مجھسے بہت اُنس تھا ۔ جب بادشاہ کے سلام کو حاضر آتے تھے مجھسے ضرور ملتے تھے ۔ جب کوٹھی تیار ہوگئی اور سج جاچکی تو بادشاہ دیکھنے کے لئے رونق افروز ہوئے ۔ سبعہ سیارہ شعراے دربار شاہی تاریخین پڑھ پڑھکر سنانے لگے اور مورد تحسین و آفرین ہوئے ۔ مالک الدولہ اپنی تاریخ مذہب کرکے ایک فریم مین لگا کر لائے تھے ۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ شہنشاہ منزل کے ایک فراش نے آکر خبر دی کہ جہان پناہ نے یاد کیا ہے ۔ گئے تاریخ ملاحظہ مین گزری اور کوٹھی کے خاص کمرہ مین لگادی گئی ؎

کیا خوب ہے یہ بناے عالی ہر نقش و نگار مین ہے صنعت
اس اوج کو جو کہ دیکھتا ہے کہتا ہے کہ ہے خدا کی قدرت
جس شخص نے آنکھ اُٹھاکے دیکھا آئینہ ہوا ۔ ہوئی یہ حیرت
صولت نے لکھا یہ مصرع سال
یہ قصر ہے یا ہے قصر جنت
۱۲۸۹ھ

کوٹھی کے سامنے پہاڑ ہونے سے یہ بات نہ تھی کہ ملکہ باغ کا منظر بالکل چھپ گیا ہو ۔ پہاڑ کے شکم مین ایک مستطیل درۂ کوہ تھا ۔ اُسمین اتنی بڑی ایک چیت تھی جسے بکرا نگلتے ہوئے مین دیکھا ہے ۔ اس درہ مصنوعی کے دونون طرف آہنین سیخچے لگے ہوئے تھے کہ چیت کہین نکل نہ سکتی تھی اور

باغ کا سامنا بھی صاف تھا - اُسپر سیکڑون خالی مٹکے تلے اوپر رکھے ہوئے تھے جنپر سیاہ روغن کیا ہوا تھا - مٹکون کے موکھڑون کے درمیان جو جگہہ چھوٹی ہوئی تھی اُسمین سفالی نل کج وواکج سانپ کی بانبیون کی طرح طولاً و عرضاً لگائے گئے تھے - اس مصنوعی کی پہاڑ کی چوٹی شہنشاہ منزل کے لب بام سے باتین کرتی تھی - پہاڑ کی چوٹی سے آبشار چھوٹتے تھے جسکا خزانہ کوٹھی کی چھت پر تھا اور پانی کے جھرنے بھی جابجا بنائے گئے تھے جنکے سبب سے پہاڑ پر کی ہری ہری دوب ہمیشہ لہلہایا کرتی تھی - کوٹھی کے سامنے پہاڑ ایک گلدستہ معلوم ہوتا - پہاڑ کے چارون طرف دو دو گز گہری اور چوڑی ایک خندق کھدی ہوئی تھی کہ اگر سانپ جست کرکے نکلنا چاہتا تھا تو خندق مین گر پڑتا تھا - گرکے لہراتا ہوا دیوار تک پہونچا اور چڑھنا شروع کیا - خندق کی دیوار مین لداؤ کا کام ہے ساری دیوار ہلالی ہے اُسپر چونے کی گھٹائی مین ایسا اہتمام کیا گیا ہے کہ آئینہ کیطرح عکس پڑتا ہے - سانپ جون جون چڑھتا ہے اُلٹتا جاتا ہے - جب تک دُم زمین پر ٹکی ہوئی ہے لپٹا ہوا ہے - ذرا اور اونچا ہوا اور اپنا بوجھ سنبھالنا اوسے مشکل ہوگیا - اب ذرا بھی جنبش کی تو زمین پر آرہا عاجز آکر پھر پہاڑ پر چڑھ گیا - یہان سیکڑون دھامن اور کالے ناگ اور کوڑیالے سبزہ پر لہرا رہے ہین - اُنکے کھانے کے لئے مینڈک اور چوہے بہت سے کیڑے مکوڑے اُسی خندق مین چھوڑ دئے جاتے تھے اور سانپ کے شکار کا لطف دیکھنے مین آتا تھا - مجھے اس بات پر تعجب ہوتا تھا کہ چڑی مارنے نجلے مین سے چڑیا نکالی اور سانپ کو دُور سے دکھائی - وہ سمجھ گیا کہ یہ چڑیا مجھے دیتا ہے اور جلدی سے اُسنے سر اُٹھایا - ادھر اسنے چڑیا پھینکی اُدھر اُسکے منہ ہی مین تھی - پھر نون سے خندق مین جو پانی گرتا تھا وہ پائین کوہ ایک پتلی سی نہر مین جمع رہتا تھا - مینڈک اُسمین ڈبکیان لگاتے تھے اور سانپ سے چھپتے پھرتے تھے - یہ مضمون طبعزاد بادشاہ کا تھا - یورپ کے بھی کسی جانورخانہ مین زہریلے سانپ اس آزادی سے نہین رکھے گئے تھے اب سُنتا ہون کہ اور لوگ بھی لے اُڑے -

بادشاہ نے ایک رسالہ جوہر عروض تصنیف کیا اور ایک نسخہ اُسکا مالک الدولہ کو بھیجا - اُنھون نے اسکے شکریہ مین کچھ اشعار حضرت کے سامنے پڑھے - آخر مین دعائیہ اشعار کا ایک قطعہ تھا جسے سُنکر جہان پناہ آبدیدہ ہوگئے ؎

سُنتے تو ہین زمانہ نے بدلا ہے اپنا رنگ　　پھر انقلاب کرنے کو ہے دور آسمان
سامان اور کچھ نظر آتے ہین آج کل　　یعنی جلوس شاہ کے آثار ہین عیان
ہر اک طرف یہ دھوم ہے - چلتے ہین لکھنو　　پھر بیٹھتے ہین تخت پہ سلطان بعز و شان
اس سے یقین ہے کہ ہو پھر سلطنت حصول　　نقارۂ خدا ہے خلائق کی بھی زبان

یہ لوگ تو بادشاہ کے خوش کرنے کے لئے اعادۂ ملک و سلطنت کی دعا دیتے تھے مگر مین نے خیال کیا کہ اُنکا دل دُکھ جاتا تھا اور غم تازہ ہو جاتا تھا - ہاے افسوس -

فصیح الملک مرزا داغ مرحوم کلکتہ مین جب آئے ہین تو مالک الدولہ اُنسے ملنے کو گئے - جب وہان سے آئے تو مین نے پوچھا کہ کوئی مزے کا شعر بھی یاد کرکے آئے - کہنے لگے ایک مزے کا فقرہ سُنئیے - مین اُنکا مشتاق ہوکے گیا تھا - اپنے ساتھ کوئی غزل نہین لے گیا تھا - مگر اُنھون نے اصرار کیا تو ایک غزل کے چند شعر مجھے یاد آگئے وہ مین نے پڑھ دئے ؎

نہ دیکھا جلوۂ رخسار تیرا　　قیامت پر رہا دیدار تیرا
کہان مینکش - کہان یہ جوش رحمت　　کرم اے ابر دریا بار تیرا
ترے کوٹھے پہ چڑھ آؤن لپٹ کر　　جو اُترے سایۂ دیوار تیرا

ادھر تو آنکھ دکھلاتا ہے ظالم    اُدھر ہر روزن دیوار تیرا
دہانِ زخم بوسے لے رہا ہے    لبِ معشوق ہے سوفار تیرا
غضب ہے اُڑگیئن راتون کی نیندین    بُرا ہو خواہشِ دیدار تیرا
اُتر آتے فلک سے ماہ و خورشید    جو پاتے سایۂ دیوار تیرا

محبت مین نہ اسے صولت کمی ہو
بڑھے اغماض اُنکا پیار تیرا

کہتے تھے مقطع پڑھکر مین خاموش ہو رہا تو مرزا داغ نے کہا کچھ تو اور پڑھئے مین نے پانچ چار شعر اور پڑھے ؎

جو تمنے بیداد کی ہے ہم پر یہان تو چپ ہین ستم اُٹھا کر
ضرور لیکن بروزِ محشر کرینگے شکوہ خدا سے جا کر

یہان تو لینے دو چین مجھکو لحد مین آتے ہو کیون فرشتو
نہ تم مجھے نیند مین ستاؤ عبث نہ چھیڑو جگا جگا کر

عجب یہ قدرت کے ہین تماشے مین دستِ صنعت پہ اُسکے صدقے
کہ نقشِ پا کی طرح سے نقشے بگاڑتا ہے بنا بنا کر

ہم اب نہ چونکین گے تا قیامت ملی ہے خوابِ اجل سے راحت
عبث جگاتے ہو بعد رحلت ہمارا شانہ ہلا ہلا کر

ہوئی یہ ہجرِ بتان سے حالت ہے ایک عالم کو جس سے حیرت
بیان مشکل ہے اُسکا صولت اُٹھائے صدمے جو دل لگا کر

کہنے لگے مرزا داغ سے میری عروض دانی کا کسی نے تذکرہ کر دیا تھا یہ فقرہ اُنھون نے کہا کہ بحرِ خفیف مین بھی آپ نے خوب غزل پڑھی اور شکستہ بحر بھی خوب کہی" مرزا داغ سے اور اُنسے کچھ ایسا ارتباط بڑھ گیا تھا کہ ہمیشہ خط و کتابت باہم دگر ہوا کی۔

مرض الموت مین مالک الدولہ کا غزل پڑھنا مجھے نہین بھولتا۔ عجب انداز کا پڑھنا تھا اور عجب طرز کے شعر تھے۔ یہ ذوق فن دیکھئے کہ مرتے دم تک اُسے نباہا۔ ایک عرصہ سے مدقوق تھے مشاعرون مین جانا اور ملاقات احباب کو آنا یک قلم موقوف تھا۔ میرے پاس رقعہ آیا کہ آج شب کو مشاعرہ ہے ضرور آیئگا۔ مین خوش ہوا کہ شاید کچھ افاقہ مرض سے ہوا۔ مگر جاکے یہ حال دیکھا کہ اُنہین بیٹھنے کی بھی طاقت نہین ہے۔ پلنگ پر گاؤ تکیہ لگا کر بیٹھے ہین اور اُسی کے متصل تخنون کا چوکا ہے۔ چند کنول روشن ہین۔ پانچ چار حقے بھرے ہوئے دم کھا رہے ہین دس پندرہ آدمی جنسے زیادہ تر ارتباط تھا۔ وہی پڑھنے والے اور وہی داد دینے والے ہین۔ کہنے لگے طول مرض سے دم اُکتا گیا اور صحبت احباب کے لئے دل ترس گیا۔ تو مین نے ایک طرح کر دی کہ یہین سب کو تکلیف دونگا یہ کہکر خاصدان میری طرف بڑھا دیا۔ طرح کی غزلین لوگ پڑھنے لگے آخر مین اُنھون نے غزل پڑھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص بیمار نہین ہے۔ نجانے شعر پڑھنے کی طاقت کہان سے آ گئی تھی اور چہرہ پہ بشاشت کیونکر پیدا ہو گئی تھی ؎

جھونکے ہوئے بلند جو باد بہار کے    دامن گلون نے پھونک دئے کوہسار کے
آتا ہے یار واسطے دل کے شکار کے    ہاتھ اُسکے چوم لون کہ قدم راہوار کے
آتش بھی گل ہے فیض سے ابر بہار کے    نکلے ہین لالہ بن کے شرر کوہسار کے
جادو نگاہ ناز کا نرگس پہ ہے ستم    بیمار کو نہ قتل کرو آنکھ مار کے
آنکھین منور آپ کے دیدار سے ہوئین    روشن ہوئے چراغ شبِ انتظار کے
خلعت بٹے گلون کو جو فصل بہار مین    بخشے جنون کو دیدے کپڑے اُتار کے
آ آکے میکدہ پہ الٰہی برس پڑین    بادل نہ جائین اور طرف کوہسار کے
جلدی قیامت آئے حساب اپنا پاک ہو    دھڑکے تو حشر ڈھاتے ہین روز شمار کے
میری بیکسی کا دیا ہے ذرا جو سا تھم    دم بھی نہین ہے دم مین نسیم بہار کے
مٹھی سے دل کے گرتے ہی کہنے لگا وہ شوخ    ہم شرط جیت لیتے ہین یون ہاتھ مار کے

واقف ہے کون شہر خموشان کے راز سے ۔ کسنے طلسم توڑے ہین لوح مزار کے

دل کی خرابیون کا جو آتا ہے اب خیال ۔ پچتاتے ہین حضور سے ہم قول ہار کے

کڑھیو نہ بعد میرے نہ آنسو بہائیو ۔ تم شعبدے سمجھنا یہ لیل و نہار کے

صدکت سے رنج فرقت قاتل نہ اُٹھ سکا

کیا مفت جان دی ہے چھری دل پہ مار کے

واسطے شکار کے اور طرف آسمان کے اس قسم کے تصرفات ہین جو عربی و فارسی پڑھنے والون کی زبان مین پائے جاتے ہین اور لطف یہ ہے کہ اُنکو مانوس معلوم ہوتے ہین۔

مشاعرہ کے آٹھ دن بعد مین عیادت کو گیا تو غیر حال تھا۔ خدا مغفرت کرے۔ مجھے سال وفات یاد نہین رہا۔ غالباً سنہ ۱۳۰۲ہ ہجری مین انتقال کیا۔

(باقی آیندہ)

سید علی حیدر طبا طبائی

# مسئلہ سالمات

نمبر ۳

**علمارِ ازمنہ وسطی کے خیالات** مضمون ہذا کا یہ حصہ زیادہ وقت اور جگہہ کا محتاج نہین ہے۔ کیونکہ قرون وسطی کے فلاسفر اور محقق بہت تھوڑے تھے اور انکی تحقیق و تجسس کے نتایج کا غلبہ قدیم زمانہ کے عالمون کے مقابلہ مین بہت محدود ہے۔ اگر انھین قدما اور متاخرین کی علمی دریافتون اور ترقیون کی حدّ فاصل قرار دیا جاے تو بہت مناسب ہوگا۔ قابل الذکر فاضلون کے اسما اور اُنکے مساعی جمیلہ کے نتایج کے اجمالی ذکر کے بعد ہم زمانہ حال کے شہرۂ آفاق محققون کی کوششون اور دریافتون کے تذکرہ کی طرف رجوع ہونگے۔

اگر انتشار۔ انقباض۔ تحلیل اور اخراج کی اصل وجہ دریافت کرنے کی کوشش کیجاے تو اس خیال کو تسلیم کرنے کے سوا ہمارے لئے کوئی چارہ نہین ہے کہ مادہ ننھے ننھے ریزون سے بنا ہوا ہے اگر مادہ قدیم ہے اور اُسکا وجود بلا تناقض قائم چلا آتا ہے۔ تو چیزون کے پھیلنے۔ سکڑنے۔ حل ہونے اور تہ مین بیٹھنے کے مظاہر و اقعات آخری ہین۔ جنکی توجیہ کسی اور نظریہ اور اصول سے ممکن نہین ہے۔ یہ تو ذہن مین آسکتا ہے کہ قدیم شے پھیلتی اور سکڑتی ہے۔ مگر ہم اسکی وجہ بتانے سے قاصر رہتے ہین۔ اگر یہ مانا جاے کہ مادّہ علیحدہ علیحدہ ذرّون سے مرکب ہے تو ریزون کا اجتماع عوام کے جم غفیر کے مشابہ ٹھہرتا ہے۔ پھیلاؤ یا وسعت سے مراد یہ ہے کہ ذرّون کا جھرمٹ باہر کیطرف پھیلتا اور بڑھتا ہے اور انقباض کا مطلب یہ ہے کہ ذرّے اندر کو کھینچے اور دبائے جاتے ہین۔ اختلاط سے یہ مراد ہے کہ دونون قسم کے ذرّے ملکر ایک ہو جاتے ہین اور اخراج کا مطلب یہ ہے کہ اس طبقہ کے خاص خاص ذرے خارج ہو جاتے ہین۔ دیگر مظاہر مادی کی بھی توجیہ ہو سکتی ہے۔ مثلاً تبخیر کی یہ غایت ہے کہ ذرّے اپنی حد مقررہ سے باہر چلے جاتے ہین۔ اس نظریہ کے ساتھ یہ ماننا لازم نہین ہے کہ ذرّون کی درمیانی جگہہ خلا ہے۔ سبھی جانتے ہین کہ جب چند آدمی ایک جگہہ اکھٹا ہوتے ہین تو اُنکے درمیان ہوا موجود رہتی ہے۔ پس اس امر کے اعتراف مین کوئی بڑی رکاوٹ حائل نہین ہو سکتی کہ ذرّون کے درمیان کوئی شے ہے جسے ہٹا کر وہ آپسمین مخلوط ہو جاتے ہین۔

قرون وسطی کے محققون اور عالمون کا یہ خیال تھا کہ مادہ باریک باریک ریزون سے مرکب ہے جنھین وہ اسلاف کیطرح عناصر اربع تصور کرتے تھے یعنی آگ - پانی - ہوا - خاک تمام اجسام ان چارون عنصرون کی ترکیب اور اجتماع سے بنتے ہین - مگر انکا تناسب سب جسمون مین مختلف ہوتا ہے لیکن عناصر کا جو مفہوم آجکل ہے - وہ اُس زمانے سے بہت مختلف ہے - اُس زمانے کے کئی فلاسفرون کا یہ خیال تھا کہ عنصر ایک دوسرے مین منتقل ہوسکتے ہین - راجر بیکن (Roger Bacon) جو ۱۲۱۴ء اور ۱۲۹۴ء کے درمیان گزرا ہے انگلستان کا ایک مجاور فیلسوف اور زبردست محقق تھا - اُسکی راے مین عناصر اربع ہائیلے (Hyle) سے بنے ہوئے ہین (یونانی مین " ہائیلے " کے لغوی معنی لکڑی کے ہین) ایک عنصر دوسرے کی ماہیت مین تبدیل ہوسکتا ہے اور ایک چیز کو دوسری شئے مین بدلا جاسکتا ہے - اس عالم کے خیال کی روسے گندم سے انسان بن سکتا ہے اور انسان گیہون مین بدل سکتا ہے جسوقت زمانہ حال کے سائنس کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا - اُس زمانے مین بھی یہ نظریہ غالب اور رائج تھا اور اٹھارہین صدی تک اُس پیر فرتوت کیطرح عالم وجود مین رہا جسکے حواس خمسہ سلب ہوچکے ہون اور ہروقت چارپائی پر پڑا رہتا ہو جب سائنس جدید کے اصول اولیہ کی چھان بین ہورہی تھی اور اُسکی شاندار عمارت کا نقشہ کھنچ رہا تھا تو کئی بلند فکر اور بالغ نظر محقق یہ مانتے تھے کہ مادہ ریزون سے مرکب تو ہے مگر ریزے زرون کی قسم سے نہین ہین - لارڈ بیکن جو علوم حال کے اصول اولیہ کے موجد اور طرق تحقیق و تفتیش کے بانی اول اور اس زمانے کے سائنس والون کے باوا آدم کہلانے کے مستحق ہین - اپنی معرکۃ الآرا کتاب[۵۱] مین یونانی حکما[۵۲] اور محققین کے قیاسات سالمات پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہین " اس طریقہ سے ہم سالمات کی اصلیت تک نہین پہونچ سکتے - کیونکہ اسکی روسے خلا بلا چون و چرا مانا جاتا ہے اور مادہ غیر متغیر قرار دیا جاتا ہے اور یہ دونون تصور غلط ہین - البتہ اس طریقۂ تحقیقات کی عمل پیرائی سے اُن حقیقی ریزون کی حقیقت ہمپر عیاں ہوتی ہے جس سے ہم پہلے ہی سے واقف ہین[۵۳] " - لارڈ بیکن نے اپنی تحقیق و تجسس سے مسئلہ مادہ مین بیش قیمت اور قابل قدر اضافہ کیا اور یہ خیال ظاہر کیا کہ حرارت ذرون کی حرکت ہے - چنانچہ آپ رقمطراز ہین " حرارت حرکت ہے جو جسم کے ادنی ذرون کے درمیان سے گزرجاتی ہے - اُسکی روک تھام ہوسکتی ہے اور وہ منعکس ہوسکتی ہے اور اُس سے مخالف سمت مین حرکت پیدا ہوجاتی ہے - آگ اور حرارت کی تیزی کی یہی وجہ ہے[۵۴] " - اس سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ ذرون کے جھرمٹ ہوتے ہین جو حرارت پاکر متحرک ہوجاتے ہین اور ایک دوسرے سے ٹکراتے ہین اور جس سے حرارت کے زور مین بیشی ہوتی ہے - بیکن کے خیال مین ذرون کے مابین ایک غیر محسوس - بے وزن

---

[۵۱] " Novum Organum ") طرق جدیدہ) جو پہلے پہل ۱۶۲۰ء مین طبع ہوئی تھی - [۵۲] اپی کیورس (Epicurus) اور اُسکے پیرو اور اُسکے ہمسر کہتے تھے - ذرے غیر مرئی - لاتغیر ہین - مگر انکے اندر ایسے خواص ہین جو اجسام مقررہ کے اندر پائے جاتے ہین - انکے اجتماع سے اجسام صورت پکڑتے ہین - انہین انتشار بھی ہوتا ہے جس سے خلا کا وجود لازم ہوتا ہے - [۵۳] " نودم آرگنم " صفحہ ۴۵۵ دوسرا پیرنمبر ۸ مطبوعہ ۱۸۷۹ء - [۵۴] ایضاً صفحہ ۴۸۰

اور استمراری شئے ہے۔ جسے وہ "جوہر" یا "روح" (Spirit) کہکر پکارتے ہین۔ اگر وہ کچھ عرصہ اور زندہ رہتے تو تفتیش و تجسس مزید کی روشنی مین اسے "ایتھر" کے نام سے موسوم کرتے۔ وہ ایک جگہہ لکھتے ہین "محسوس اجسام کے اندر ایک جوہر ہے جسکی حرکت اور جسکا عمل ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ جسم کے اندر ایک غیر مرئی اور غیر محسوس جوہر اصلی ہے اور وہ اسکے اندر چھپا رہتا ہے۔ اگر وہ نکال دیا جاے تو اجسام سکڑتے اور خشک ہوجاتے ہین۔ اگر اسکے اندر رہے تو انھین نرم بناتا اور پگھلاتا ہے جوہر کا کوئی بوجھ نہین ہے[۵۱]"۔ واضح رہے کہ لارڈ بیکن مادہ کی کلیت کو مسلسل سمجھتے تھے۔

دے کارٹ (Descartes) فرانس کا نہایت مشہور فلاسفر تھا۔ ۱۵۹۶ء مین پیدا ہوا اور ۱۶۵۰ء مین انتقال کیا۔ بعض لوگ اسے فلسفۂ جدید کا "مورث اعلیٰ" سمجھتے ہین اسنے ۱۶۴۴ء مین اپنی شہرۂ آفاق کتاب "پرنسپیا فلاسوفیہ" (Principia Philosophia) یعنی "اصول فلسفہ" شائع کی تھی۔ جسمین اُسنے مسئلہ سالمات پر شرح و بسط کے ساتھ بحث کی اور اسے ایک نہایت اہم اور زبردست مسئلہ قرار دیا۔ اُسنے اس بحث مین دکھایا کہ جو کچھ ہم صاف صاف محسوس کرتے ہین یہ صحیح اور حقیقی ہے اسمین کسی قسم کا دھوکا نہین ہے۔ عقل جس شئے کیطرف متوجہ ہو اور وہ اسپر عیان و آشکار ہوتی ہو۔ اُسکی تحسیس صریح ہوتی ہے اُسنے اس اصول کو اجزاے مادہ پر عائد کیا اور یہ ظاہر کردیا کہ سالمات ناقابل تفریق نہین ٹھہرسکتے۔ چاہے وہ اجزا کیسے ہی چھوٹے اور ادنیٰ کیون نہون مگر قیاساً ہم انھین چھوٹے سے چھوٹے حصون مین تقسیم کرسکتے ہین اور جہانتک چاہین انھین تقسیم در تقسیم کے قاعدہ کے تابع کرسکتے ہین۔ اُسنے اس نظریہ مین انکی تفریق لاانتہا کو تسلیم کرلیا۔ دے کارٹ یہ بھی کہتا ہے کہ خلا محال ہے جسمین ذرے نہون اور عقل اسے تسلیم کرنیکی طرف مائل نہین ہوتی۔ توسیع مکانی گویا توسیع مادہ ہے۔ یعنی خلا مین جس شئے کا پھیلاؤ ہے۔ وہ مادہ ہے۔ پس خلا مادہ سے معمور ٹھہرا۔ اجسام کثیف ایسے ذرّون سے مرکب ہین جنکے وجود کا علم حواس کی وساطت سے حاصل نہین ہوسکتا اور یہ ذرّے تین قسم کے ہوتے ہین۔ گو وہ ایک ہی جوہر یا ابتدائی عنصر سے بنتے ہین۔ عنصر اول نہایت باریک باریک ریزون کا مرکب ہے۔ اسکی شکل بے قاعدہ ہونی ہے۔ اسمین نہایت تیز حرکت پیدا ہوسکتی ہے۔ اس سے جو ننھے ننھے ریزے الگ ہوتے ہین اُنسے عنصر ثانی بنتا ہے اور ان دونون کے درمیان جو خلا پایا جاتا ہے یہ اسے پُر کرتا ہے۔ دوسری صورت کے ذرّے رگڑ اور تصادم باہمی سے کُروی شکل اختیار کرلیتے ہین۔ وہ اسقدر چھوٹے ہوتے ہین کہ نظر ہرگز انھین نہین دیکھ سکتی۔ تیسری قسم کے جو ذرّے ہین۔ وہ بڑے بڑے ہوتے ہین اور انکی حرکت بھی دھیمی ہوتی ہے۔ سورج اور ستارے اول قسم کے عنصر سے۔ آسمان قسم ثانی اور کرۂ ارض مع سیارگان فلکی عنصر ثالث سے بنے ہین۔ دوسری اور تیسری قسم کے عنصرون کے گرداگرد عنصر اول کے گرداب ہوتے ہین جنکے سبب سے ذرّے ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہین۔ یہ چکر اسی قسم کے ہین جس قسم کے آفتاب اور سیارون کے چارون طرف ہین جنکی وجہ سے انکی حرکت محوری پیدا ہوتی ہے۔

دے کارٹ کا یہ مسئلہ بہت عجیب تھا۔ گو بعد ازان

[۵۱] "نوم آرگنم" صفحہ ۵۱۸۔

سکھہ کنیان مہاودیالہ فیروز پور

انڈین پریس الہ آباد

محققون کو اس سے تحقیق و تجسس کا میلان اور اشتیاق پیدا ہوا مگر یہ تاریخی اہمیت لئے ہوئے ہے یعنی یہ پہلی کوشش تھی جو مادّہ کی ماہیت اور اُسکے مظاہر مختلفہ کی توجیہہ و تعبیر کیواسطے عمل مین آئی تھی - اسکی رو سے یہ بھی مانا گیا تھا کہ موجودات عناصر اولی کی حرکت سے صورت پذیر ہوتے ہین - دے کارت کا یہ بھی خیال تھا کہ مادہ کی حرکت کیوجہ سے ہر قسم کے تحسّسات پیدا ہوتے ہین - چنانچہ وہ لکھتا ہے :- "ہماری عقل اسی نوعیت کی ہے کہ جسم کی حرکت اُسکے اندر ہر قسم کے خیالات متحرک کر دیتی ہے - سوائے رنگ - روشنی - خوشبو - ذائقہ - آواز اور قابل لمس خواص کے ہم اپنی ذات سے باہر کسی قسم کی چیزون کا ادراک حاصل نہین کرتے اور یہ محض اشیاء کی خصوصیات مثلاً حجم - شکل اور حرکت ہے"[۵۱] جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جوہر روشنی - خوشبو - آواز وغیرہ بالطبع کوئی شے نہین ہین - بلکہ ہمارے نفس کے اندر موجود پائی جاتی ہین اور ان ننھے ننھے ذرّون کی حرکت - شکل اور حجم سے ہر قسم کے تحسّسات (Sensations) پیدا ہوتے ہین جنکی ترکیب اور اجتماع سے مادّہ بنا ہوا ہے - حرارت کی ماہیت کی نسبت وہ بیکن کے بالکل ہم خیال تھا اور اسے سالمات کی حرکت قرار دیتا تھا -

دے کارت کے اصول اولیہ پر اسپی نوزہ (Spinoza) نے اپنا نظام فلسفہ قائم کیا تھا -

دے کارت کا ہمعصر رابرٹ بائل (Boyle) نامے انگلستان کے ایک رئیس کا بیٹا تھا - جس نے اُس زمانہ مین علوم طبیعات اور کیمیا کی تحقیقات اور تجسس کے لئے خاص نام پیدا کیا تھا - ۱۶۲۶ء مین تولد ہوا اور ۱۶۹۱ء مین انتقال کیا - اُسنے ایک کتاب الموسوم بہ "خواص و اشکال کی ابتدا" ۱۶۶۶ء مین اور "متذبذب کیمیا دان" ۱۶۶۱ء مین شائع کی تھی - اور چند کتب بھی تصنیف کی تھین - جنمین اُسنے مادّہ کی ماہیت پر خوب بحث کی - اور اُسکا کیمیائی نظریہ قائم کیا - وہ مسئلہ سالمات کا بھی بڑا حامی تھا - وہ لکھتا ہے :- واضح رہے کہ دُنیا مین ذرّون کا ایک عظیم الشان مخزن ہے - ہر ایک ذرّہ اسقدر چھوٹا ہے کہ اُسے محسوس کرنا محال ہے - یہ غیر منقسم ہے - اسلئے اسکی شکل ہوتی ہے اور ٹھوس بھی ہے - گو اپنے ذہن مین ہم اسے تقسیم کر لین اور قادر علی الاطلاق کی قدرت سے وہ قابل تقسیم ہے - مگر فطرت شاذ و نادر اُسکے حصے کرتی ہے - اسی اعتبار سے ہم ذرّون کو قدیم اور جوہر اولی تسلیم کر سکتے ہین[۵۲]

اس کتاب کے مقدمہ مین وہ لکھتا ہے کہ مین اُسی استدلال سے کام لینے پر مجبور ہون جس سے سالمات نا قابل تقسیم سمجھے جاتے ہین - دے کارت کی تقلید کرتے ہوئے وہ اجسام فطری کے خواص کو حرکت - حجم اور شکل سے منسوب کرتا ہے اور مادّہ کے کے نہایت باریک ریزون کو بھی خواص کا موجب قرار دیتا ہے - حرارت کی بابت اُسکا یہ خیال تھا کہ جب جسم کے اجزا جوش پذیر ہو کر چارون طرف پھیلنے کی کوشش کرتے ہین تو انمین تصادم واقع ہوتا ہے جسکا انجام گرمی ہے - مادۂ لطیف کے ذرّون مین جب زور کی جنبش ہوتی ہے تو آگ نکلتی ہے - مگر بائل جس درجہ سے اپنے کو سائنس کے دائمی شکریہ کا مستحق ٹھہراتا ہے وہ یہ ہے کہ اُسنے پانی - ہوا اور مٹی کو مرکب ثابت کیا اور پرانے خیال کی لغویت ظاہر کی - بائل کہتا ہے کہ ذرّون کی ترکیب سے بیشمار مرکبات پیدا ہو سکتے ہین اور ان مین صرف تناسب

---

۵۱ "انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس" جلد دوم صفحہ ۲۱۴ -

۵۲ "اشکال و خواص" صفحہ ۱۸۱ -

حرکت۔ شکل اور حجم سے فرق پیدا ہوتا ہے۔

"عالم گیر مادہ کی مختلف ترکیب اور میل سے آبی اور خاکی اجسام بن سکتے ہین اور اسی سے بھک سے اُڑجانیوالی اشیا بھی تیار ہوسکتی ہین۔" دے کارت کے ساتھ وہ اس امر مین متفق ہے کہ مادہ کی اصلیت ایک ہے۔ مگر اسکے اجزا کی شکل حرکت اور حجم سے تفاوت واقع ہوتی ہے۔

سر ایزک نیوٹن (۱۶۴۲ء۔۱۷۲۷ء) انگلستان کے نہایت زبردست عالم و محقق گزرے ہین۔ مسئلہ کشش انھین کے مساعی حسنہ کا ممنون ہے۔ آپ نے مادہ کی حقیقت معلوم کرنے کیطرف توجہ نہین کی۔ وہ اور ہی قسم کے فلاسفر تھے۔ تجربون اور مشاہدون سے قاعدے دریافت کیا کرتے تھے۔ قیاس سے بہت تھوڑا کام لیتے تھے۔ تجربے سے جو نتیجہ نکلتا اُسکی تصدیق مشاہدہ۔ قاعدۂ ریاضی اور تجربۂ مزید سے کرتے تھے۔ اپنی مشہور زمانہ کتاب "اصول اولیہ" مین آپ نے مادہ کی بابت مطلق بحث نہین کی۔ اپنی ایک نامور کتاب[1] کے خاتمہ پر لکھتے ہین:- "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے ابتدا مین مادہ کو ٹھوس۔ سخت۔ وزندار۔ ممتنع الدخل۔ ناقابل لنفوذ اور متحرک ذرون سے بنایا تھا۔" بعد ازان اُنکے پیروون نے اس مسئلہ کیطرف بالکل توجہ نہین کی۔ بلکہ اپنے ہادی کے طریقۂ تحقیق سے اور مسائل کی چھان بین مین لگے رہے۔

براعظم یورپ کے بعض محققین اس مشہور مسئلہ کیطرف کم و بیش متوجہ رہے۔ انھین قابل الذکر ڈانیل برنوئلی (Bernouilli) ہے۔ جو ۱۷۰۰ء اور ۱۷۸۲ء کے درمیان گزرا ہے۔ یہ شخص گرونگن ملک ہالینڈ مین پیدا ہوا تھا اور ریاضیات و طبیعیات کا ایک بہت مشہور اُستاد تھا۔ اُسنے مسئلہ سالمات کے علم مین قابل قدر اضافہ اپنی ایک زبردست تصنیف کے ذریعہ سے کیا تھا جو ۱۷۳۸ء مین شائع ہوئی تھی۔ اُسنے بالواسطہ یہ ظاہر کیا تھا کہ گیس نہایت باریک ذرون سے مرکب ہے۔ جو بڑی تیزی کے ساتھ ادھر اُدھر اُڑتے پھرتے ہین۔ بھرے ہوئے برتن کے کنارون پر گیس کا جو دباؤ پڑتا ہے۔ وہ انھین ذرون کے تصادم اور ٹکرون کیوجہ سے ہوتا ہے۔ اگر کسی برتن کا حجم بدل جائے تو دباؤ اُلٹا ہوگا۔ یہ بائل کا نظریہ تھا۔ برنوئلی کا استدلال بہت کمزور اور غیر منطقیانہ ہے جسکی وجہ سے اُسکا تصور ایک صدی تک کس مپرسی کی حالت مین پڑا رہا۔ اسکے بعد اُسکی طرف بعض محققون کا خیال رجوع ہوا اور اُنھون نے اپنے مساعی حسنہ سے اسمین ترمیم کی اور اسے اچھی بنیادون پر قائم کیا۔

جیاسپی باسکووچ (Boscovich) اٹلی کا ایک نامور اُستاد ریاضیات اور محقق عالم تھا۔ ۱۷۱۱ء اور ۱۷۸۷ء کے درمیان گزرا ہے۔ اُسنے اپنی تحقیق و تفتیش سے مسئلہ سالمات کے سلجھاو کی بہت کوشش کی اور نئی باتین اُسکے متعلق دریافت کین۔ اُسنے ۱۷۵۸ء مین ایک کتاب "قیاسات فلسفۂ طبعی" کے عنوان سے لکھکر شائع کی۔ اسمین اُسنے سالمات کی نوعیت کے مسئلہ پر تفصیلی اور عالمانہ بحث کی اور یہ دکھانا چاہا کہ جیسا وہ مادہ کو سمجھتا ہے۔ اُسکی بنا پر جملہ مظاہر طبعی مثلاً تصادم۔ اتصال۔ مائعات کا دباو۔ لسلساہٹ اور لچک کی توجیہ ہوسکتی ہے۔ اسکے خیال کی رو سے ذرہ ایک وسطی نقطہ ہے جسکی طرف مقدار یا سکون منسوب کیا جاتا ہے۔ اسے نقطۂ مقدار یعنی ((Mass point)) کہنا بجا ہوگا اور یہ قوت کا مرجع بنجاتا ہے۔ اسکی وجہ سے ایک اور

[1] (Optics) طبع سوم صفحہ ۳۷۵ منقول از انسائیکلو پیڈیا آف رلیجن اینڈ ایتھکس۔

نقطۂ مقدار پیدا ہو جاتا ہے اور وہ پہلے کی طرف ایسی سرعت سے مائل ہوتا ہے جو ضمنی بُعد مربع کے تناسب کشش پر موقوف رہتی ہے - جب فاصلہ تھوڑا ہوتا ہے تو اُس قوت مین گریز اور کشش کی کئی کیفیات پیدا ہو جاتی ہین - جب دونون نقطے ایک دوسرے کے بہت ہی قریب آجاتے ہین تو گریز بھی انتہا درجہ کی ہوتی ہے - اسوجہ سے وسطی نقاط مقدار کبھی ایک دوسرے سے اتحاد نہین پکڑ سکتے - باسکووچ نے قوت (Force) کی بابت کوئی خاص خیال ظاہر نہین کیا -

**انیسوین صدی کی تحقیقات** | اس سے قبل جو عالم اس مسئلہ کی تحقیق و تفتیش کے سبب سے مشہور ہوئے تھے - وہ یہ تسلیم کرتے تھے کہ ذرہ کے مرکز کے گرداگرد ایک ننھا سخت قلب ہوتا ہے - باسکووچ نے اسے غیر ضروری ٹھہرایا اور یہ خیال قائم کیا کہ جب دوسرے طبقہ کا ذرہ ایک کے پاس پہونچتا ہے - تو اُنمین انتشار اور گریز پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسر سے اتحاد پکڑنے سے قاصر رہ جاتے ہین - اس نظریہ نے اپنے انوکھے پن سے محققون کی توجہ کو اپنی طرف مائل کیا - مثلاً انگلستان کے عالم و محقق پادری جوزف پریسٹ لے نے جسکا ۱۸۰۴ء مین انتقال ہوا تھا اسے قبول کرلیا پھر کچھ عرصہ کے بعد انگلستان کے نامی گرامی ماہر برقیات مائکل فراڈے نے بھی اس سے اتفاق کیا - وہ کہتا تھا کہ مادہ کے قوا ر یعنی جو طاقتین اس سے وجود پذیر ہوتی ہین وہ صرف ایسی ہین جنکی بابت ہمین علم ہے - یہ قوتین مادہ ہین اور جہان یہ وسعت پکڑتی ہین - وہان مادہ بھی پایا جاتا ہے - اسیوجہ سے ہر ایک ذرہ تمام خلا مین پایا جاتا ہے - اُسنے یہ بھی بتا دیا کہ ذرہ کے مرکز سے قوتین نکلکر خطوط مستقیم مین ہر طرف جاتی ہین اور روشنی کے نورانی ذرے انھین خطوط پر سے گذرتے ہین - اس نظریہ کی سر جے - جے - ٹامسن نے تجدید کی اور اسے درست ٹھہرایا -

لارڈ کیلون جو کئی برس ہوئے - سر ولیم ٹامسن اور اس سے پیشتر پروفیسر ٹامسن کے نام سے مشہور تھے - اُنیسوین اور بیسوین صدی کے علما و محققین یورپ و امریکہ مین نہایت ممتاز نام آور اور اُستاد و یکتا سمجھے جاتے تھے - آپ کا حال ہی مین انتقال ہوا ہے ۱۸۲۴ء مین شہر بلفاسٹ (آئرلینڈ) مین پیدا ہوئے تھے - آپ نے باسکووچ کے مسئلہ کی تحقیقات شروع کی اور یہ دکھانا چاہا کہ ذرے جمع ہو کر کسطرح بلورین شکل اختیار کرسکتے ہین اور انکے ذریعے سے مظاہر روشنی کیونکر ظہور مین آتے ہین -

حساب اور تخمینہ کیواسطے لابدی ہے کہ باسکووچ کا نظریۂ ذرات قبول کیا جائے - چاہے وہ کسی صورت مین کیون نہ ہو - کیونکہ اُن قوتون کا اندازہ کرنا محال ہے جو فاصلہ پر موقوف ہین - ریاضی اصول سے یہ مسئلہ بآسانی عقل مین آجاتا ہے - مگر طبعی طور پر اسکے ماننے مین بڑی دقت پیش آتی ہے - مادہ اور سالمات کو نری قوت تسلیم کرنا بہت دشوار ہے - اگر قوت کو فعل جسمانی قرار دیا جائے اور اسے عصبی سعی سمجھا جائے تو یہ بات عقل مین آجاتی ہے - مگر یہ فہم و ادراک سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ فعل جسمانی کا فعل جسمانی پر اثر ہوتا ہے اور خالص قوت کے سوا دوسری اور کوئی شے نہین ہے - اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم کم از کم عقلاً دوئیت (Duality) کو مانین - جب ہم ذہن مین قوت کا خیال کرتے ہین تو اسکے ساتھ ایک اور شے کا تصور بھی پیدا ہوتا ہے - جو قوت کی مزاحم ہوتی ہے اور اُسے ہم مادہ کہکر پکارتے ہین - اگر ہم باسکووچ اور فراڈے کے

خیال کی تقلید مین متحرک کو متحرک کے ساتھ وابستہ کرین اور یہ کہین کہ مادّہ قوت ہے۔ تو قوت کا دوہرا خیال پیدا ہوتا ہے۔ ایک حالت مین اسکے ذریعے سے عمل کی تحریک ہوتی ہے اور دوسری حالت مین خود عمل قبول کرتی ہے۔ ایک تو ارادت کا اور دوسرا تجسیس کا نشان ہے۔ مسائل طبیعات مین باسکووچ کے مسئلہ کا اخیر مین چاہے کچھ ہی حشر ہو مگر اس سے انکار محال ہے کہ مادّہ اور قوت کے اتحاد اور اتحاد بصورت قوت کے تصوّر سے فلسفیانہ خیالات مین مستقل اور اور قابل قدر اضافہ ہوگیا۔

اب یہان اس امر کا خصوصیت سے ذکر کیا جاتا ہے کہ کیمیائی دریافتون سے مسئلہ سالمات پر کیا اثر پڑا۔ اٹھارھوین صدی کے آخری نصف حصہ تک تو اس علم کی یہ کیفیت رہی کہ محققین اسے ایک ٹھوکر خیال کرتے رہے۔ مگر کیمسٹری مین ترقی ہوتی رہی۔ خام دھاتون کو نکالا۔ صاف کیا اور پگھلایا جاتا تھا اور کئی قسم کے مرکبات تیار ہوتے تھے۔ جو زیادہ تر صنعتی اور عملی قدر و قیمت رکھتے تھے۔ مگر جب تک عناصر اربع ہوا۔ پانی۔ خاک اور آگ کا سن رسیدہ مسئلہ غالب و رائج رہا۔ کیمیا کے علم مین خاطر خواہ ترقی ہونا محالات سے تھا۔ سنہ ۱۷۰۰ء مین جرمنی کے ایک مشہور ماہر کیمیا جارج اسٹال (Stahl) نے جو سنہ ۱۶۶۰ء اور ۱۷۳۴ء کے درمیان گزرا ہے۔ اپنا مسئلہ فلوجسٹن[۱۵] پیش کیا۔ جس سے پرانے خیالات درہم و برہم ہوگئے۔ اسکا خیال یہ تھا کہ معدنیات کے اندر ایک شے ہوتی ہے جو "فلوجسٹن" کہلاتی ہے۔ ذرّے سے ہوا مین ملکر اس شے کو خارج کردیتے ہین۔ آکسیجن بھی ہوا ہے مگر وہ فلوجسٹن سے معرّا ہے۔ نائٹروجن ہوا ہے جسمین فلوجسٹن موجود ہے۔ بعض ارباب کیمیا نے ہائڈروجن ہی کو فلوجسٹن قرار دیا۔ جس مسئلہ کو بلیک کاونڈش اور پریسٹلے ایسے عالمون نے قبول کر لیا وہ ضرور معقول ہوگا۔ اٹھارھوین صدی کے اواخر مین کیمیائی مسئلہ واضح ہونے لگا۔ مسئلہ سالمات مین بھی ترقی ہوتی رہی۔ بعض لوگون نے بائل کا مسئلہ قبول کر لیا۔ عناصر اربع کی حقیقت معلوم ہوگئی اور وہ مفردات کی فہرست سے خارج کئے گئے۔ بعض گیسون کی بابت معلوم ہوا کہ انکے خاص خاص خواص ہین اور ہوائی مرکبات نہین ہین۔ یہ بھی دریافت ہوا کہ ہوا دو عناصر نائٹروجن اور آکسیجن سے مرکب ہے۔ اسوجہ سے ہوا مفردات مین شمار ہونا موقوف ہوگیا۔ بعدہی مین کیمیا کی تحقیقات سے یہ ظاہر ہوا کہ پانی ہائڈروجن اور آکسیجن کے اختلاط اور ارتباط سے بنا ہے۔ خاک کئی اور قسم کی مٹیون اور کھادون کا مرکب ثابت ہوئی۔ فرانس کے ایک مشہور محقق کیمیا لاوآسیئے (Lavoisier) نے یہ ثابت کردیا کہ ہر قسم کی چیزون کے جلنے مین آکسیجن سب سے زیادہ خرچ ہوتی ہے۔ اس سے مسئلہ فلوجسٹن مسترد ہوگیا۔ حرارت جو سترھوین صدی مین ایک قسم کی حرکت سمجھی جاتی تھی۔ ایک جوہر لطیف شمار ہونے لگی۔ انگلستان کے ایک سربرآوردہ محقق کی تحقیقاتی کوششون سے جسکا نام ولیم ہگنس تھا ڈالٹن کے مسئلہ سالمات کیواسطے راستہ تیار ہوگیا۔ اُسنے سنہ ۱۷۸۹ء مین ایک کتاب شائع کی جسمین اُسنے پانی کے دو عنصر ایک سوختنی (آکسیجن) اور دوسرا آتش گیر (ہائڈروجن) مانا۔ اور یہ بھی کہا کہ انکے ساتھ تیسرا عنصر ترکیب نہین پکڑ سکتا۔

ڈالٹن کا مسئلہ سنہ ۱۸۰۸ء مین زمانۂ حال کے مشہور مسئلہ ارتباط کیمیائی نے مشہور محقق ڈالٹن (Dalton) کی تحقیق و تجسس سے

[۱۵] فلوجسٹن (Phlogiston) یونانی لفظ فلوجیطاس سے ہے جسکے لغوی معنی سوختہ کے ہین۔ اسکا ماخذ "فلیگو" ہے جسکے معنی جلنے کے ہین ۱۲

خاص صورت اختیار کی اسکا خیال ذرّون کی بابت یہ تھا کہ تمام سادہ اجسام مین تمام سالمات یکسان ہوتے ہین اور ظرف معین مین انکی تعداد بیشمار ہوتی ہے۔ "نشو کیمیائی سے ذرّون کو ایک دوسرے سے الگ کیا جاتا ہے اور ترکیب کیمیائی مین اجزا ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہین - نیا مادّہ بنانا اور بگاڑنا علم کیمیا کی قدرت سے بالکل باہر ہے۔ ہائڈروجن کے ایک ادنیٰ ذرّہ کو پیدا کرنا یا بگاڑنا گویا نظام شمسی مین ایک سیّارہ کو بنانا اور دوسرے کو برباد کرنا ہے - ہم جو انقلابات اجسام کے اندر پیدا کر سکتے ہین - وہ صرف ذرّات اور اجزا کے ایک دوسرے کو علیحدہ کرنے سے عمل مین آسکتے ہین یا منتشر و متفرق اجزا کو ایک دوسرے سے ملا سکتے ہین - مرکبات خاص خاص ذرّون کے خاص مجموعہ جات ہین۔[۵] - ذرّہ کی بابت ڈالٹن کا یہ خیال ہے کہ وہ جسم کا ادنیٰ ترین ریزہ ہے جسمین اُس جسم کے جملہ خواص موجود رہتے ہین - اگر اسے تقسیم کیا جائے تو جوہر کئی حصّون مین منتقل ہو جاتا ہے - دو عناصر کا وزن اضافی اسی نسبت سے ہوتا ہے جس نسبت سے وہ دو عنصر مرکب مین موجود ہون - ڈالٹن نے عناصر کے ذراتی اوزان کی ایک عمدہ جدول تیار کی تھی اور ہائڈروجن کے ذرّہ کو سب سے ہلکا ٹھہرایا تھا۔

ڈالٹن مین یہ ایک بڑی خوبی تھی کہ وہ اپنے مسائل کو مُبہم نہین رہنے دیتا تھا - بلکہ ہر پہلو سے انھین واضح اور معقول بناکر پبلک مین پیش کرتا تھا اُسنے عنصر کی بابت یہ خیال قائم کیا کہ وہ سراسر ریزون سے مرکب ہوتا ہے جو معمولی کیمیائی طریقہ سے منقسم نہین ہو سکتے اور دوسرا خیال تھا کہ بالعموم مرکبات اسی قسم کے ابتدائی ریزون سے جو ذرّے کہلاتے ہین بنتے ہین - ان مسائل اور اصول تفتیش کی بنا پر محققین کیمسٹری نے عناصر اربع سے کُلّی طور پر قطع نظر کی اور ایسے اجسام کے کھوج مین مصروف ہوگئے جنکی کیمیائی طریقون سے تفریدا اور تفریق نہین ہوسکتی - اُنھون نے ان اجسام کا نام "عناصر" رکھا اور اس امر کی تحقیقات ہونے لگی کہ مرکبات مین عناصر کس تناسب سے داخل ہوتے ہین۔

جب ڈالٹن کے نظریہ کی اشاعت ہوئی تو اٹلی کے ایک عالم طبیعیات آووگاڈرو (Avogadro) نے جو ۱۷۷۶ء مین پیدا ہوا اور ۱۸۵۶ء مین انتقال کیا - یہ مسئلہ پیش کیا کہ جن گیسون کا درجۂ حرارت و برودت مساوی ہو اور اُنپر دباؤ یکسان ہو اور اُنکا حجم بھی ایک ہو - اُنمین سالمات کی تعداد برابر ہوتی ہے اور تجربات کے ذریعہ سے اس مسئلہ کو ثابت کیا کہ گیسین مرکب ہوتی ہین - مفرد نہین - ڈالٹن کا یہ خیال تھا کہ ذرّے ناقابل تفریق نہین ہین مگر غیر منقسم اور سالم ہین اور آجکل کوئی عالم یہ نہین مانتا کہ ذرّون کو پھاڑکر علیحدہ کرنا محالات سے ہے۔

اُنیسوین صدی کے وسط مین جول (Joule) اور دیگر محققون کی تحقیق و تجسّس کا یہ نتیجہ ہوا کہ حرارت جو پہلے ایک جوہر تصور ہوتی تھی وہ حرکت کی قوت سمجھی جانے لگی - عالمون نے اس مسئلہ کی چھان بین مین زیادہ وقت اور دماغ صرف کرنا شروع کر دیا - پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ برنوے نے کوشش بے سود یہ امر دکھانے کی غرض سے کی کہ گیس کا دباؤ ذرّون کی حرکت سے پیدا ہوتا ہے - ہر پاتھ نے ۱۸۲۱ء مین واٹرسٹن نے ۱۸۴۶ء مین اور بعد ہی جُول نے اپنے کو اس نظریہ کی جانچ پڑتال

---

[۵] منقول از "نیو سسٹم آف کیمیکل فلاسفی"

کے لئے وقف کردیا۔

جول نے ۱۸۴۸ء مین پہلے پہل سالمات کی حرکت کی رفتار کا تخمینہ شائع کیا۔ اس کے بعد کنٹے تک تھیوری (Kinetic Theory) کا رواج ہوا۔ کرونک۔ کلاسیوس اور مکسویل نے ۱۸۵۸ء مین اسکے متعلق اپنے اپنے تجربات اور غور و خوض کے نتائج شائع کئے اوراس نظریہ کو خاص صورت دی۔ بولٹس مین (Boltsman) ایک جرمن محقق نے بھی اسکی تائید مین بڑا اہم حصہ لیا۔

کنٹے تک تھیوری[58] اس مسئلہ کا تعلق زیادہ تر گیسون سے ہے۔ اسکی روسے یہ مانا جاتا ہے کہ گیس بیشمار ذرّون سے مرکب ہے۔ جو بڑی سرعت کے ساتھ چارون طرف اُڑتے پھرتے ہین اور ایک دوسرے سے ٹکراتے رہتے ہین۔ مگر تصادم ایسے ہوتے ہین کہ قوت حرکتی مین فرق نہین آتا تاوقتیکہ ٹمپریچر مین فرق نہ آئے۔ یہ ذرّے دور ہونے کے سبب سے ایک دوسرے کو متاثر نہین کرتے صرف تصادم کے وقت کچھ اثر ہوتا ہے۔ اسکے بعد وہ خط مستقیم مین آگے پیچھے چلے جاتے ہین۔ جب اس مسئلہ کو رواج ہوا تو مادّہ کی ماہیت کی طرف بھی محققون کا خیال رجوع ہوا۔ ایک اسکاچ عالم طبیعیات اور انجنیر رانکین نامے نے یہ مسئلہ قائم کیا تھا کہ ہر ذرّہ ایک چھوٹا سا قلب ہے اور اُسکے گرداگرد ایک قسم کا کرۂ ہوا ہے جو اُسکے گرد چکر لگاتا رہتا ہے۔ گویا رانکین نے ڈے کارٹ کے خیال کی تائید کی اور اُسے رواج دینا چاہا۔ مگر بہت تھوڑے عالمون کے نزدیک اسکی معقولیت تسلیم ہوئی۔

لارڈ کیل ون آنجہانی کا مسئلہ گرداب بہت مشہور سمجھا جاتا ہے اسکی بنیاد جرمنی کے سب سے بڑے محقق طبیعیات ہیلم ہولٹس کے خیال پر قائم ہوئی تھی۔ اسکی روسے یہ مانا جاتا ہے کہ خلا ایک سیال جوہر سے معمور ہے جسمین نہ تو رگڑ پیدا ہوتی ہے اور نہ اُسے دبایا جاسکتا ہے۔ اُسکی کثافت آسمانون مین ہر جگہہ مساوی ہے۔ اُسمین ذرّہ ایک قسم کا چکر ہے اور وہ برابر گھومتا رہتا ہے۔ حرکت سے رگڑ پیدا ہوتی ہے۔ اسوجہ سے وہ ہمیشہ گھومتا رہتا ہے۔ اس مثال سے یہ خیال اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ جب تمباکو کا دھوان منہ سے نکلتا ہے تو چکر کھاتا ہوا گول حلقون مین پھیلتا چلا جاتا ہے۔ جس سے ایک قسم کے گرداب پیدا ہوجاتے ہین۔ جب تالاب مین پتھر پھینکا جاتا ہے تو پہلے ایک چھوٹا سا گرداب پیدا ہوتا ہے۔ بعدمین وہ پھیلتے پھیلتے کنارون تک پہونچ جاتا ہے۔ لارڈ کیل ون وغیرہ کے خیال کے مطابق خلا مین ذرّون کی بعینہٖ یہی کیفیت ہوتی ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذرّون کی گردابی حرکت کی کیا وجہ ہے؟ اگر یہ مانا جائے کہ وہ شروع سے چلی آتی ہے تو وہ حال اور استقبال مین یکسان رہیگی۔ اگر یہ صورت ہے تو سالمات قدیم اور ناقابل تفریق ٹھہرتے ہین۔ چاہے یہ کیسا ہی نامعقول مسئلہ ہو۔ مگر ایک امر بالکل واضح ہے کہ قوت یکسان ہے اور اُسکی نوعیت مختلف نہین۔ مگر گزشتہ چند سال سے یہ مسئلہ کس مپرسی کی حالت مین پڑا ہوا ہے۔ لارمر نے یہہ نظریہ قائم کیا تھا کہ خلا مین لعاب کی قسم کا مادّہ بھرا ہوا ہے جسمین حرکت پیدا ہوسکتی ہے اور اُسکے ذریعے سے لہرین پیدا ہوکر اُدھر اُدھر پھیل سکتی ہین۔ اس مادّہ مین ذرہ مرکز ہے۔ وہ ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہونچ سکتا ہے اور آگے بڑھتے وقت اپنے ساتھ اور اجزا شامل کرلیتا ہے۔ لارمر نے کئی مضامین مین

---

[58] "کنٹے تک تھیوری" اسے شاید نظریۂ تحرک گیس کہنا مناسب ہوگا۔ یونانی لفظ "کانیو" کے لفظی معنی حرکت کرنے کے ہین جو اسی کا ماخذ ہے۔

اسپر بحث کی اور برق و روشنی کے جملہ مظاہر کی اسکے ذریعے سے توجیہ و تعبیر کرنے کی کوشش کی تھی۔

حال کا مسئلۂ سالمات پہلے مسائل سے بہت مختلف ہے۔ کیونکہ اسکی رو سے ذرہ کی برقی ماہیت مانی جاتی ہے۔ سر جے۔ جے۔ ٹامسن نے دو کتابون مین اس مسئلہ پر بڑی شرح و بسط کے ساتھ بحث کی ہے اور اسے ہر طرح سے پایۂ تکمیل تک پہونچانا چاہا۔ برمنگم یونیورسٹی (انگلستان) کے مشہور و معروف پرنسپل اور زندہ عالمون کے سرتاج سر آلیور لاج نے بھی اپنی کتاب "الکٹرون" مین بہت تفصیل کے ساتھ اسکے مختلف پہلوؤن پر بحث کی ہے۔

سر ہمفری ڈیوی مشہور ماہر کیمیا کے زمانے سے یہ مانا جاتا ہے کہ جو قوا ذرون کو ایک دوسرے سے وابستہ رکھتے ہین۔ وہ اپنی فطرت مین برقی ہین۔ جب کسی رقیق شئے مین برقی رو چھوڑی جاتی ہے تو اُسکے اجزا ترکیبی علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہین۔ اگر کوئی چیز دو قسم کے ذرون سے مرکب ہو تو اُسکے ایک حصہ پر منفی اور دوسرے پر مثبت اثر پیدا ہوتا ہے اور یہ مثبت اور منفی رو ین ہر وقت ایک دوسرے سے ٹکرانے کو تیار رہتی ہین۔ انکے درمیان جبلی کشش ہے جس سے ذرے ایک دوسرے سے مربوط رہتے ہین۔

فراڈے نے دریافت کیا کہ جب کسی رقیق شئے کو برقی رو سے پھاڑا جاتا ہے تو مرکب سے اجزا کو علیحدہ کرنے کے واسطے مختلف قسم کی برقی قوت درکار ہوتی ہے۔ اگر مسئلہ سالمات کو تسلیم کر لیا جاے تو اسکی قوت علیحدہ شدہ ذرون کی تعداد کے متناسب درکار ہوگی۔ ہائڈروجن کے ذرہ کے لئے ایک ہی قسم کی برقی قوت کی ضرورت ہے اور قسم کے ذرون مین کم و بیش صرف ہوتی ہے۔ ہنوز یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ جتنی قوت ہائڈروجن کے ذرے کے لئے ضروری ہے اُس سے کم مقدار مین کسی اور قسم کے ذرے مین بھی صرف ہوتی ہے۔ پس اسطرح برق بھی عنصر ہی ٹھہرتی ہے اور اسکا خاص لگاؤ ذرون سے ہے۔ فراڈے کی اس دریافت سے مسئلہ سالمات نے ایک نئی صورت اختیار کی اور برقی ذرہ کا نظریہ قائم ہوا۔

الکٹرون | سر ولیم کروکس نے فراڈے کے مسئلہ کی تحقیقات شروع کی۔ پہلے آپ نے لطیف گیسون کو لیا اور اُنکی تفتیش و تجسس کے دوران مین ایک نیا امر دریافت کیا جس سے فراڈے کے نظریہ کو بڑی تقویت پہونچتی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ اگر ایسے ظرف مین دھات کی دو طشتریان رکھی جائین جنکی ہوا نلی کے ذریعہ سے نکالکر بہت لطیف کی گئی ہو اور اُسمین پھر برقی رو چھوڑی جاے تو اُس طشتری سے جسمین منفی برق پہونچتی ہے بلا واسطہ منفی برق یافتہ مادہ نکلتا ہے جسے مقناطیس کے ذریعے سے جدھر چاہو موڑ لو اور اسکا رُخ پلٹ دو۔ سر جے۔ جے۔ ٹامسن نے دریافت کیا کہ برقی قوت سے بھی اسکی رو مین انحراف اور تجاوز پیدا ہو سکتا ہے۔ انحرافات (Deflections) پر مسلسل تجربے ہوئے جنمین مقناطیسی اور برقی قوتون سے کام لیا گیا اور چند اہم امور روشنی مین آئے ازانجملہ ایک یہ تھا کہ جس مقدار سے برقی رو گزرتی ہے وہ ہر حالت مین یکسان رہتی ہے۔ چاہے کوئی گیس کام مین لائی جاے اور یہ ہائڈروجن کی مقدار کا $\frac{1}{1700}$ حصہ ہوتی ہے اور وہ اس رو کو پہونچا سکتی ہے۔ تجربون سے اُسنے یہ بھی بتایا کہ اس رو کا ہر ذرہ برقی رو کو اُسیطرح پہونچا سکتا ہے جیسے ہائڈروجن کا

ذرّہ - پس ظاہر ہوا کہ اس ذرّہ کی مقدار ذرّۂ ہائڈروجن کی مقدار کے ۱/۱۷۰۰ حصّہ کے برابر ہے - ان نہایت ننھے ننھے ذرّون کا جنکے ذریعے سے منفی برق گزرتی ہے "کارپسلز" (Corpuscles) نام رکھا - مگر آجکل انھین "الکٹرون" (Electron) سے موسوم کیا جاتا ہے جسکے لفظی معنی "مفرد ذرّۂ برق" ہین - اس امر کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ برقی قوت سے منفی طشتریون کے ذرّون کے منفی برق یافتہ حصّے علیحدہ ہوجاتے ہین اور سب ذرّون کی یہی کیفیت ہے اور انکی مقدار ذرّۂ ہائڈروجن کی مقدار کا ۱/۱۷۰۰ حصّہ ہے - اگر ریزہ کے اخراج سے پیشتر کوئی ذرّہ بے تعلق ہو تو برقی قوت کے اثر کے بعد بھی مثبّت قوت اُسکے باقیماندہ حصہ مین رہ جاتی ہے-

اس مسئلہ کے متعلق یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مثبّت اور منفی قوتون کی مقدار مساوی ہوتی ہے - جب ایک قسم کی قوت نکلتی ہے تو دوسری متضاد قوت خارج ہوتی ہے چاہے وہ اُسکے ساتھ ہی ساتھ ہو یا کم وبیش علیحدہ ہو - مگر دوسری قسم کی قوتون کی وجہ سے اُسکے ساتھ وابستہ رہتی ہے- پس ظاہر ہوا کہ ذرّہ مین ایک تو مثبت برق ہوتی ہے اور دوسرے کئی الکٹرون جنکی تعداد ذرّہ کے وزن جبلی پر موقوف ہے - مثلاً آکسیجن کے ذرّہ مین ہائڈروجن کے ریزہ سے سولہ گنے الکٹرون زیادہ ہوتے ہین - مثبت قوت الکٹرون کی مجموعی منفی قوت کے برابر ہوتی ہے اور یہ مثبت قوت کُروی صورت مین پائی جاتی ہے اور وہ اپنے کُرہ کے اندر ہر جگہہ مساوی ہوتی ہے - الکٹرون اُسکے اندر گردش کرتے رہتے ہین اور بلامزاحمت مثبت کے کرہ مین بھی گھومتے ہین - اگر ایک ذرّہ مثبت کے کُرہ مین حرکت کرے تو وہ ایک خاص مدت تک اُسکے مرکز کے گرد چکّر لگاتا رہیگا - چاہے اُسکا فاصلہ کتنا ہی ہو - جب کئی الکٹرون اپنے اپنے محورون پر کُرہ کے مرکز کے گرد گردش کرتے ہین تو وہ ایک دوسرے کی گردش کے زمانے پر بہت اثر ڈالتے ہین - جب یہ اپنی دُھریون پر گھومتے ہین تو اُنسے قوت لہر کی شکل مین خارج ہوتی ہے اور ایک گردش مین ایک رَو نکلتی ہے - عالمون نے اسی نظریہ کی بنا پر یہ تصور قائم کیا ہے کہ روشنی بھی اسیطرح خارج ہوکر اشاعت پذیر ہوتی ہے - جب دو ذرّے ایک دوسرے کے نزدیک پہونچتے ہین اور ان مین سے اگر ایک غیر مستقل ہو تو اُسکا الکٹرون خارج ہوکر دوسرے مین جا ملتا ہے اور اس طرح اسکا تسلسل قائم رہتا ہے وہ ایک دوسرے کو کشش کرتے ہین اور ذرّے قائم رہتے ہین-

منفی الکٹرون کی حرکت کی صورت مین ذرّہ کے اندر بہت قوت موجود رہتی ہے - باہمی اثر کے سبب سے کبھی کبھی یہ علیحدہ ہوجاتی ہے اور ایک نیا ذرّہ بنانے کی موجب ہوتی ہے ریڈیم (Radium) اور اُن اجسام مین جنھین اسکی بدولت تحریک عملی پہونچتی ہے ذرّے بگڑتے دیکھے گئے ہین - انکی وجہ مذکورۂ بالا عمل اخراجِ قوت ذرّی ہے -

موجودہ حالت | اب یہ خیال عام ہے کہ مادّہ ذرّون سے مرکب ہے اور یہ کہ وہ ذرّے نہایت ہی ننھے ننھے ہوتے ہین - جو حقائق اور واقعات مشاہدہ مین آتے ہین اُنکی توجیہ صرف اسی نظریہ سے ممکن ہے اور کسیطرح اُنکی تعبیر نہین ہوسکتی - اسلیئے اس نظریہ کے اعتراف کے سوا کوئی اور چارہ ہی نہین ہے - حقائق کیمیا کی ماہیت ہی اس خیال کے بغیر سمجھ مین نہین آسکتی کہ مرکبات کے اجزاے ترکیبی ہوتے ہین اور ہر ایک جزو ننھے

اراکین سکھ کنیان مہاودیالہ

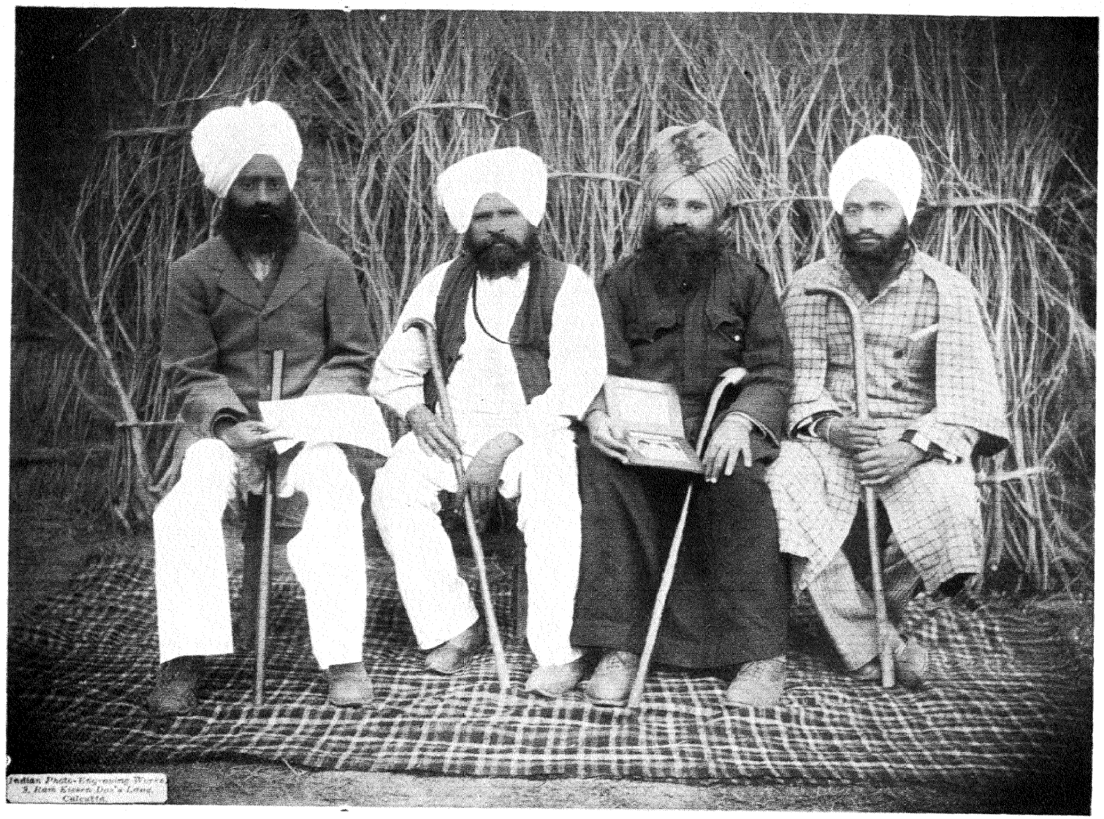


بابو ٹیک سنگھ جی
ٹیچر

سنت ایشر سنگھ جی مرحوم
سکھ مشنری

شریمان بھائی تخت سنگھ جی
بانی و مہتمم

ماسٹر بیر سنگھ جی
منیجر انچارج

باریک ریزون کا ہوتا ہے - جو ذرّے کہلاتے ہین - کیمیا دان مرکب کو پھاڑ سکتا ہے اور علیٰحدہ علیٰحدہ کرسکتا ہے مگر جب کوئی جزو مزید تقسیم و تفریق کے ناقابل ثابت ہوتا ہے اور کیمیائی طریقہ قاصر رہ جاتا ہے تو وہ اسے "عنصر مفرد" کے نام سے یاد کرتا ہے - عنصر ایسے ذرّون کا مرکب ہوتا ہے جو اپنی نوعیت مین ایک دوسرے سے بالکل جُدا نہین ہوتے - جملہ مظاہر کیمیائی کو اسی سے منسوب کیا جاتا ہے اور یہ ایسا معقول نظریہ ہے کہ اسپر قبول عام کی مہر ہو گئی - اسکے سوا اور کوئی خیال ایسا نہین ہے - جسکے ذریعے سے ان تمام اسباب و نتائج کیمیائی کی توجیہ کی جاسکے -

قیاسات اور مفروضاتِ سائینس ہر دس بیس برس کے بعد بدلتے رہتے ہین جیسا مضمون ہذا سے بخوبی واضح ہوتا ہے - سالمات کے مسئلہ کی نسبت قدیم زمانہ کے یونانیون مین جو خیالات رائج تھے - وہ فی زمانہ مقبول و مروج نہین ہین - یہ تو دُور افتادہ زمانہ کا ذکر ہے - حال ہی پر غور کرو اُنیسوین صدی مین اس نظریہ کی بابت کتنے مختلف خیالات پیدا ہو ہو کر مسترد ہوتے رہتے ہین - مگر علم چونکہ ترقی کی طرف مائل ہے - اسواسطے اسمین مختلف خیالات کا اضافہ ہر زمانہ کے لوگون کی عقلی تربیت اور علمی تجسّس سے ہوتا رہتا ہے - حتیٰ کہ کچھ عرصہ بعد ہر ایک مسئلہ کی ایک ضخیم تاریخ اور داستان تیار ہو جاتی ہے - تھوڑے عرصہ سے ریڈیم دریافت ہوئی ہے - عالم اسکی ماہیت اور خواص کی تفتیش مین سرگردان پھرتے ہین اور اسکے ذریعے سے مظاہر ارضی و سماوی اور نیز سلسلۂ اسباب و نتائج اور ظہوران طبعی کی توجیہ کیجاتی ہے - الکٹرون کا نظریہ بھی موجود ہے ممکن ہے تھوڑے عرصہ کے بعد انھین سے ایک علمی دنیا پر قابض ہو جاے فقط

جے - آر - راے

**سل و دق کا علاج و انسداد** - یہ مفید کتاب جسے منشی ہرگووند پرشاد صاحب نگم - ایم - اے دہلوی نے اپنے ذاتی تجربہ کی بناپر تصنیف فرمایا ہے - اس مصنف کی پہلی کتاب ہے جو اُردو مین شائع ہوئی ہے - کتاب کے شروع مین ایک مختصر دیباچہ اور ضروری مضامین ہین - بعدہ اصل کتاب سات ابواب پر ختم ہوئی ہے جنمین اس مہلک مرض کی ماہیت و اسباب اور اسکے علاج و انسداد کے متعلق نہایت کامیابی سے بحث کی گئی ہے - نگم صاحب ایک مشہور اُردو اہل قلم ہین اور اکثر اُردو خوان اصحاب آپ کی عالمانہ قابلیت سے آگاہی رکھتے ہین - چونکہ آپ نے اس مہلک مرض سے کامیابی کے ساتھ نجات پائی ہے لہذا اپنے تجربات سے عوام کو فائدہ پہونچانے کے لئے اس بیش بہا تصنیف کی تکلیف گوارا فرمائی ہے - چھوٹی تقطیع کی معقول ضخامت پر قیمت ۸ ؍ رہے اور لالہ جگیشر ناتھ نگم کوچۂ نہران شہر دہلی سے دستیاب ہو سکتی ہے -

**کلام فیروز** - مولانا حکیم فیروز الدین احمد صاحب فیروز طغرائی امرتسری کی چند منتخب نظمون کا ایک مختصر مجموعہ پیرزادہ مولوی عبد العزیز صاحب مخدومی کی کوشش سے شائع ہوا ہے جسکی ہر نظم بلندیِ خیال اور زورِ طبیعت کا عمدہ نمونہ ہے - فاضل مصنف کے شاعرانہ خیالات کی پاکیزگی سے قطع نظر کرکے ہمین اس مجموعہ مین اکثر سبق آموز نظمین بھی ملتی ہین جنمین "گنگ و زمزم" والی نظم ہندو مسلمان کے نفاق مٹانے کی غرض سے کہی گئی ہے جو مصنف موصوف کی روشن خیالی پر دال ہے - ۸۰ صفحات پر قیمت ۴ ؍ پیرزادہ موصوف سے بہ نشان "کوچہ قاصدان امرتسر مل سکتا ہے" -

# ویدانت

(سُکھ دُکھ)

دُنیا کی موجودہ حالت پر دو مختلف قسم کی رائین ہین - ایک گروہ کہتا ہے کہ ہم روز بروز ترقی کر رہے ہین اور جو معلومات - واقفیت - تگ و دَو ہمارے متقدمین نے کی ہے اُس سے فائدہ اُٹھا کر ہم ترقی کا قدم آگے بڑھا رہے ہین - دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نہین تمہاری خواہشین بڑھتی جاتی ہین - اندرونی طاقتین جو دماغ اور خیال مین جذب ہونے کی وجہ سے زیادہ پُر اثر اور قوی تھین - مادہ پرستی اور آرام طلبی کی گوناگون شکلون مین مبدل ہو کر بحکم رجعت باعث نقصان ہو رہی ہین

ہمارے خیال مین اسکو طے کرنے کے لئے یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ انسان کی قدرتی خواہش کیا ہے - ہندو فلسفہ کے ایک درشن کا یہہ جزو اعظم ہے -

"جیو آتما قدرتی طور پر دُکھ سے آزادی اور سکھ کا حصول چاہتا ہے"

یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سُکھ اور دُکھ فی الواقع کیا شے ہین؟ اور اُنکے ہونے نہ ہونے یا بڑھنے گھٹنے کا دار و مدار کس چیز پر ہے سُکھ جسکی اعلیٰ حالت کو پرم آنند (انتہائی سُرور) کہتے ہین - دلی خواہش کا پورا ہو جانا اور پھر اُسی حالت کا قائم رہنا ہے - اُسکی مخالف حالت کی بےچینی اور جگر سوزی کا نام دُکھ ہے مسلسل حرکت یا قیود کی پابندی دوسرے لفظون مین دُکھ کا باعث ہوتی ہے - یہان یہ خیال رکھنا چاہئے کہ حرکت یا افعال دو قسم کے ہو سکتے ہین - ایک وہ جو ایسی حالت پیدا کرتے ہین جیسے ٹوٹی ہوئی کشتی کی حالت ہوا کے طوفان مین سمندر کی لہرون سے ہوتی ہے - یعنی خواہشات کا طوفان من کے لاانتہا سمندر مین تموج پیدا کر کے جسم کی کشتی کو طمانچے لگاتا ہے - اور جذبات اور نفس پرستی کے غیر متعین افعال سرزد کراتا ہے - اسکا نتیجہ سراسر تکلیف ہے - اگر چہ اس مقام پر کہا جا سکتا ہے کہ طبیعت اپنے وہم مین اُن خواہشات کی فوری تکمیل مین چشم زدن کے لئے آرام محسوس کرنے لگتی ہے لیکن وہ آرام غیر مستقل اور قیام پذیر نہ ہونیکی وجہ سے اپنی غیر موجودگی کی حالت مین زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے - علاوہ ازین قانون صداقت کی ایک ایسی مثال موجود ہے جسکو سامنے رکھکر ایسی ہی ناپائیدار حالت پر آرام کا اطلاق کرنا غلطی ہے - آواز یا شبد کی دو صورتین ہین - ایسی آواز جو باقاعدہ طور پر سلسلہ وار جاری رہتی ہے - وہ راگ یا گانے کے نام سے نامزد کیجاتی ہے اور قلب پر اُسکا بہت بڑا اثر پڑتا ہے - جیسے سُریلا گلا - ستار یا بین وغیرہ - برخلاف اسکے جو آواز غیر متعین طور پر کم و بیش حرکت کے ساتھ کان کے پردے پر ضرب دیتی ہے وہ دھمک یا شور کے نام سے موسوم ہوتی ہے - لطف یہ ہے کہ جب یہی دھمک یا شور وزن مین متعین اور باقاعدہ ہو جاتا ہے تو قلب مین سُرور پیدا کرنے لگتا ہے - مثلاً زرکوب کے ہتوڑے کی کھٹ کھٹ یا چاندماری کی توپون کا سلسلہ آواز - اسلئے نتیجہ نکلتا ہے کہ آنند (سُرور) کی وہ حالت جو قیام پذیر اور باقاعدہ قوانین قدرت کے مطابق ہوتی ہے وہی اصل مین آرام یا آنند کے نام سے نامزد کی جاتی ہے -

دوسری صورت افعال کی ایسی ہے - جسطرح ایک باقاعدہ بیڑا عاقل اور تجربہ کار ناخدا کی رہبری مین منزل مقصود کو نگاہ مین رکھکر مناسب اور سلیم راستہ طے کرتا جاتا ہے - غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ سلسلہ افعال کا جیسا کہ شری مد بھگوت گیتا مین بھی شری کرشن نے

فرمایا ہے اسطرح ہے:-

(۱) خیال

(۲) بھاؤنا (بھاؤ نا خواہش سے ایک درجہ اعلیٰ ہے اُردو مین ہم اسکو نیّت کہہ سکتے ہین۔

(۳) خواہش

(۴) کرم

(۵) اسکا نتیجہ پدارتھ کا سنجوگ بیوگ (یعنی سامان دنیوی کا ملنا یا چھوٹ جانا۔حصول یا بربادی جس کی وجہ سے عوام رنج وراحت کو محسوس کرتے ہین)

یہ دَور خیال سے شروع ہوکر کرم پر ختم ہوتا ہے اور کرم کا نتیجہ پھر خیال ہے۔گویا حرکت دائرے مین ہے جو کبھی ختم نہین ہوسکتی۔ بجز ایک صورت کے۔

اوپر کہا جا چکا ہے کہ کسی خواہش کے پورے ہوجانے کا نام آرام ہے اور خواہش من مین حرکت پیدا ہونے کا اظہار ہے ۔ اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ من کی حرکت کے اشانت ہونے مین آرام محسوس ہوتا ہے ۔یعنی سکھ کو قیام ہے اور یہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے کہ حرکت دائرے مین ہے۔اسلئے قانون حرکت کی بنا پر جسکو انگریزون مین نیوٹن صاحب نے ( Laws of Motion ) کی شکل مین محسوس کیا تھا۔یہ حرکت ختم نہین ہوسکتی جب تک کوئی دوسری قوت اسی وزن کی اسکے مقابلے مین روکنے والی نہو۔یا منتشر حرکتین جمع ہوکر کسی خاص نقطے کو اپنا مقصود یا مطلوب قائم کرکے اس سمت جاری ہوجائین۔اور جب وہ مقام حاصل ہوجائے تو حرکت کو قیام ہو۔ بشرطیکہ اس حرکت کا شروع ایسی مناسب قوت کے ساتھ کیا گیا ہو جس سے تمام دور کا اختتام خاص اُس نقطے پر پہونچکر ہو۔اس حالت کا نام موکھش (نجات یا آزادی) ہے۔یا دوسرے لفظون مین یون کہہ سکتے ہین کہ تمام خواہش سمٹ کر ایک خواہش کی شکل اختیار کرلین اور جب وہ بھی پوری ہوجائے تو قدرتی طور پر حرکت کو سکون حاصل ہوگیا۔

یہی مدعا اور نتیجہ موکھش (نجات) اور آزادی ہے۔

دائرہ نقطے کی مسلسل حرکت کا نتیجہ ہے اسلئے ہر ایک نقطہ دوسرے نقطے کے برابر ہے۔اسکی تین صورتین ہوسکتی ہین۔

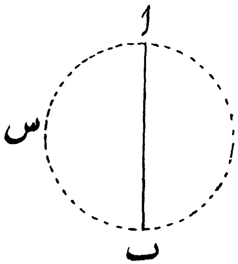


فرض کرو کہ ایک ○ دائرہ ا ب س ہے اس مین جو قیمت ابتدائی نقطہ الف کی ہے وہی اُسکے قطری مقابل نقطہ ب کی ہے۔اسلئے جو حالت الف پر طاری ہوتی ہے وہی ب پر سمجھنی چاہئے۔اگر کوئی چیز الف سے روانہ ہوکر براہ قطر ب تک پہونچے تو گویا اُسکو منزل مقصود حاصل ہوگئی۔دوسری صورت یہ ہے کہ ا سے چلکر ا ہی پر لوٹے۔وہ اس حالت مین ہوگا کہ جب تمام محیط کو طے کیا جائے۔تیسری صورت یہ ہے کہ نقطہ ا سے حرکت ہی شروع نہو۔ قطری سفر شاسترون مین بھکتی یوگ کے نام سے نامزد ہے۔ محیط کا سفر کرم یوگ ہے اور تیسری حالت گیان یوگ ہے۔یہ امر قابل غور ہے کہ چونکہ قطر محیط کے دو ٹکڑون کے درمیان ہے اسلئے اسمین کرم اور گیان دونو شامل ہین اور اسی وجہ سے کرم یوگ کا راستہ بھکتی یوگ سے زیادہ لمبا اور شاید کچھ کم پر خطر ہے۔یعنی متقدمین کے سدھانت (اصول مسلمہ) کے موافق کرم سے بھکتی پیدا ہوگی اور

وہی درجہ انتہا کو پہونچکر گیان کے پرم آنند مین مستغرق کر دیگا۔
اوپر کہا جا چکا ہے کہ حرکت کا شروع ایسی مناسب قوت کے ساتھ کیا گیا ہو جس سے تمام زور کا اختتام خاص نقطے پر پہونچکر ہو اسلئے ایسے افعال جنمین اتنی زیادہ قوت ہے۔ جس سے وہ نقطہ عبور ہو جاتا ہے۔ موکھش نہین دیسکتے۔ یا ایسے افعال بھی جنسے وہ نقطہ مل ہی نہین سکتا منزل سے اودھر ہی رکھ لیتے ہین۔ یہ دونو حالتین افعال نیک یا بد مین ہوتی ہین۔ یعنی وہ فعل جو طبیعت کی کسی خاص نیک یا بد خواہش سے سرزد ہون۔ اسی مدعا کو مدنظر رکھکر بھگوان نے گیتا کے دوسرے آدھیا مین اسکا مفصل بیان فرمایا ہے۔

پس انتہائی صورت سکھ (راحت) کی وہی ہے جس مین فعل بغیر کسی ذاتی خواہش کے سرزد ہو۔ یعنی سبھاؤ سے اپنا فرض سمجھکر یا دوسرون کے لئے مثال قائم کرنے کے لئے۔ اولذکر پر کوئی اختیار نہین۔ نمبر۲ بھی خواہش سے مبرا ہونا چاہئے کیونکہ وہ اپنا دھرم یا فرض ہے جس کے نہ کرنے مین وجود کے فنا ہونے کا اندیشہ ہے یعنی دھرم وہی قوت ہے جو کسی شئے کو دھارن کئے رہے۔ تیسری حالت بھی ذاتی خواہشات سے بالکل پاک ہونی چاہئے ورنہ وہ عوام کے لئے بطور مثال پیش نہین کی جاسکتی۔ متذکرۂ بالا دلائل کا اختصار ہم یون کر سکتے ہین۔

(۱) کسی فعل کا سرزد ہونا من کی حرکت پر منحصر ہے جسکے لئے قوت محرکہ۔ خواہش۔ بھاؤنا۔ اور انتہائی صورت مین خیال ہے۔

(۲) سکھ حرکت کے شانت ہونے مین ہے۔ لیکن دل کی حرکت کا شانت ہونا فعل کا شانت ہونا نہین ہے۔

(۳) وہی افعال اعلیٰ درجہ کے کہلا سکتے ہین یعنی وہی کرم پرم آنند (سُرور ابدی) کو پہونچا سکتے ہین جو بغیر کسی خواہش کے کئے جائین۔

راحت کس مین ہے۔

(۱) راحت عامہ خواہشات کی کمی مادی ترقی کے محدود دائرے اور مایا کے اختصار مین ہے

(۲) جو شائستگی یا تعلیم یا لٹریچر (ساہیتہ) مادی خواہشات اور مایا کے گھٹا ٹوپ بادل پھیلائے۔ اُس سے گریز واجب ہے۔ کیونکہ وہ اصول اور عمل دونون مین سم قاتل ہے۔

(۳) وہ انسانی جماعت یا جتھا جسمین مادہ پرستی کا زہر نہین پھیلا بیرونی دنیا اور مایا کی ڈراونی خواہشات سے بے اثر ہے۔ فی الواقع وہ جسمانی دماغی اور روحانی طور پر آزاد ہے اور جب تک نفسانی خواہشات سے زیر نہوگا اور جذبات کی ظلمت کے تلاطم سے بچا رہیگا۔ اُسکی ہر حالت مین موکھش ہے۔ وہ ایشور کے درشن کا مستحق ہے۔ ہان وہ خود ........ اُوم!

رام چندر

**تین قابل قدر کتابین**۔ پنڈت مانک راؤ وٹھل راؤ صاحب کی مہتم بالشان تصنیف "بوستان آصفیہ" پر ہم گزشتہ سال ریویو کر چکے ہین۔ حال مین آپنے تین اخلاقی اور نہایت مفید تصانیف عنایت کرکے ہمین شکرگزار فرمایا ہے۔ اول "تفریح الحیات" جسمین اخلاقی اور فلسفیانہ مضامین سے اُس طرز پر بحث کی گئی ہے جسطرز پر سر جان لبک نے "پلیزرس آف لائف" مین بحث کی ہے۔ زندگی کو دلچسپ اور خوشگوار بنانے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔ دویم ہندوستان کے عظیم الشان راجہ اشوک کی سوانح عمری ہے جسمین قدیم زمانے کی تاریخ کا بہت بڑا اور دلچسپ حصہ آگیا ہے اور جس سے فاضل مصنف کی وسیع النظری کا اندازہ ہونے کے ساتھ ہی بہت سے اخلاقی اور عبرت خیز سبق حاصل ہوسکتے ہین۔ تیسری کتاب "وِدر نیتی" ہے جسمین وہ اخلاقی اور حکیمانہ نصائح جمع کئے گئے ہین جو ودُر نے راجہ دھرتراشٹر کو کئے تھے اور جو ہر انسان کا دستور العمل بننے کے قابل ہین۔ تینون کتابین انسانی زندگی کا اعلیٰ معیار پیش کرتی ہین اور اس قابل ہین کہ انکا غور سے مطالعہ کیا جائے۔ مصنف ممدوح سے بمقام "حیدرآباد محلہ حسینی علم" خط و کتابت کیجائے۔

# قدیم عربون کا علم الاصنام

عرب مین اسلام سے پہلے کا زمانہ ایام جاہلیت کہلاتا ہے

اس زمانہ مین قوم عرب کوئی تاریخی حیثیت نہین رکھتی تھی جسکی وجہ سے دنیا مین اُسکی کوئی مستقل تاریخ موجود نہین ہے۔ اسلئے اُنکے مذہب کا قابل اطمینان بیان زیادہ مشکل امر ہے۔

زمانہ جاہلیت کے مذہب کی نسبت مغربی علما کی دو رائین ہین بعض کا بیان ہے کہ اہل عرب اسلام سے پہلے لامذہب تھے۔ بعض کہتے ہین کہ اسلام سے پہلے جو مذہب عرب مین رائج تھا وہ ظہور اسلام کے وقت بالکل ضعیف بلکہ بمنزلۂ نیست و نابود کے ہوگیا تھا۔ عربی تاریخون مین قدیم مذہب کے جستہ جستہ حالات ملتے ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ ظہور اسلام سے پیشتر عرب مین مختلف مذاہب مروج تھے۔ مثلاً دہریت۔ یہودیت۔ مسیحیت۔ مجوسیت۔ صنم پرستی وغیرہ۔ لیکن انمین سے یہودیت و مجوسیت وغیرہ ایسے مذاہب تھے جنکی ابتدا غیر ممالک سے ہوئی تھی اسلئے اُنکو یہان بہت کم عروج حاصل ہوا۔ صنم پرستی انمین عام طور پر رائج تھی اور یہی ایک ایسا مذہب تھا جسکو عربون کا ملکی اور قومی مذہب کہہ سکتے ہین۔

عرب چونکہ سامی النسل ہین اسلئے انکی بت پرستی کا طریقہ قریب قریب وہی تھا جو تمام سامی اقوام مین پایا جاتا تھا۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ خدانے کواکب کو مدبر فی الکائنات بنایا ہے اور اُن مین روحانیت بھی مانتے تھے۔ اسلئے اُنکی پرستش کرتے تھے کہ وہ مہربان ہون اور ہم اُنکی مضرت سے محفوظ رہین۔ اور اپنے خیالات کے موافق اُن کے بُت بناتے تھے اور صالح و خدا رسیدہ آدمیون کے بھی بُت بناکر اُنکی پرستش کرتے اور اُنکی ارواح سے حاجات طلب کرتے تھے۔

اُنکے یہان ہر قبیلہ کا ایک خاص بُت یا معبود ہوتا تھا۔ اور قبیلہ کے تمام لوگ اُسکی پرستش کیا کرتے تھے۔ عربی اقوام چونکہ صدہا قبائل مین منقسم تھے جسکی وجہ سے اُنکے بتون کا شمار سیکڑون بلکہ ہزارون سے تجاوز کرگیا تھا۔ چنانچہ ایک شاعر زید بن عمرو کہتا ہے۔

اربّاً واحداً ام الف ربّ　　ادین اذا تقسّمت الامور[1]

(آیا مین ایک خدا مانون یا ہزارون کو۔ جبکہ امور دین اسطرح متفرق ہو رہے ہین)۔

عربون نے اپنے بتون کے لئے بہت سے بُت خانے بنارکھے تھے۔ جن مین سب سے بڑا بت خانہ کعبہ تھا۔ کعبہ مین مختلف قبائل کے تین سو ساٹھ[2] بت رکھے ہوئے تھے۔ عرب چونکہ خانہ بدوش تھے اور انکے بت مقامی تھے اسلئے اُن مین زیارت کا عام دستور ہوگیا تھا اور وہ لوگ مقررہ اوقات پر اپنے معبودون کی زیارت کے لئے اپنے بُت خانون کو آیا کرتے تھے۔ کعبہ مین چونکہ سیکڑون قبائل کے بُت تھے اسلئے وہ سب سے بڑی زیارت گاہ بن گیا تھا[3]

عرب اپنے بتون کو مختلف اشیا مثلاً پتھر۔ لکڑی۔ گوند۔ ہاتھی دانت وغیرہ سے بناتے تھے اور اُن پر مختلف قسم کے نقش و نگار کرتے اور قسم قسم کے رنگون سے رنگتے تھے۔ ایسے بتون کو جو پتھر کے ہون انصاب کہتے تھے اور جو لکڑی کے ہون تمثال کہلاتے تھے ہاتھی دانت کا نقش و نگار والا بُت دمیہ کہلاتا تھا[4] یہ بُت نہایت خوبصورت بنایا جاتا تھا۔ یہان تک کہ اُسکی خوبصورتی ضرب المثل ہوگئی تھی۔ اہل عرب جب کسی عورت کے حسن کی تعریف کرتے تو کہتے تھے۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام طبع یورپ　[2] التمدن الاسلامی جلد ۳　[3] لسان العرب

فلانۃ احسن من دمیۃ[۵۱] یعنی فلان عورت تو دمیہ سے بھی زیادہ حسین ہے۔
وہ الفاظ جو مطلق بُت کے لئے استعمال کئے جاتے تھے یہ ہین۔
بہار۔ جبت۔ وثن۔ نعیم۔ صنم۔ پہلے کے چارون لفظ عربی الاصل ہین صنم عجمی لفظ ہے اور فارسی زبان کے لفظ شمن کا معرب ہے[۵۲]

بُت جسطرح مختلف اشیا کے بنائے جاتے تھے اُسیطرح اُنکی اشکال بھی مختلف ہوتی تھین۔ بعض انسانی شکل کے ہوتے تھے۔ بعضون کی شکل حیوانی ہوتی تھی اور بعض نباتاتی ہیئت کے بھی ہوتے تھے[۵۳]

عرب اپنے بتون کے لئے قربانی بھی کرتے تھے۔ ذبیحہ کا خون معبود سے لگا دیا جاتا تھا اور گوشت کھا لیا کرتے تھے۔ عرب اپنی سب سے زیادہ عزیز چیز کو اپنے بتون کے لئے قربان کرنا اپنی فلاح و بہبود اور بتون کی خوشنودی تصور کرتے تھے۔ اسلئے ان مین انسانی قربانی کا بھی رواج ہو گیا تھا۔

عربون مین بُت پرستی اور متعدد معبودون کی پرستش قدیم الایام سے مروج ہے۔ لیکن یہ بتانا کہ یہ طریقہ اُن مین کب سے اور کیونکر رواج پایا نہایت مشکل امر ہے۔ قدیم مورخ ہیرودوطس (Herodotus) بیان کرتا ہے کہ اُن ایام مین قبائل عرب عموماً دو معبود مانتے تھے جنکے نام ارتال اور اللات تھے[۵۴] اسریا اور خالدیا کے کھنڈرون سے حضرت مسیح سے آٹھ نو صدی پہلے کے جو کتبے برآمد ہوئے ہین اُنسے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب نہایت قدیم زمانہ سے متعدد معبودون کے قائل تھے۔ اور اُنکے نام سے بت بنا کر پرستش کیا کرتے تھے۔

فرانس کے مشہور عالم ڈاکٹر گستاؤلی بان G. LEBon نے جو کتاب عربون کے تمدن پر لکھی ہے۔ اُسمین اسی قسم کا ایک قدیم کتبہ درج ہے اور اُس سے ان حالات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔ وہ کتبہ یہ ہے۔

"شاہ عرب بہت سے تحفہ و تحائف لیکر میرے مستقر نینویہ مین آیا اور قدمبوس ہو کر عرض کیا کہ مین اُسکے بتون کو اُسکے حوالے کر دون" مجھے اُسکی حالت پر افسوس ہوا اور بتون کی مرمت کرا کر اور اُن پر اپنے خدا آشور اور اپنے دستخط ثبت کرنے کے بعد واپس دیدیا اور تابوءہ کو جو عرب کی شہزادی تھی اور میرے یہان پرورش پائی تھی مین نے ملکہ بنا کر اُسے بھی اُسکے ملک کو روانہ کر دیا[۵۵]

علامہ عبد الکریم شہرستانی بیان کرتا ہے کہ پہلے جس نے مکّہ مین بت بنائے اور اہل مکہ کو اُن کی پرستش کے لئے متوجہ کیا وہ عمرو بن لحی ہے۔ عمرو کے بت پرست ہونے کا سبب یہ ہے کہ جب وہ ملک شام کے شہر بلقا مین گیا ہوا تھا تو وہان ایک قوم کو بتون کی پرستش کرتے دیکھا، اور اُن سے سبب دریافت کیا۔ جسکے جواب مین اُنھون نے کہا کہ یہ ہمارے پروردگار ہین اور ہم نے اُنکی اشکال علویہ کو اجسام بشریہ مین بنا لیا ہے۔ جب ہم اُن سے مدد مانگتے ہین تو وہ ہماری مدد کرتے ہین، جب پانی مانگتے ہین تو پانی دیتے ہین۔ یہ گفتگو سنکر عمرو کو تعجب ہوا اور اُسنے اُنکے بتون سے ایک بُت جس کا نام ہبل تھا مانگ لیا۔ اور اُسے لیکر مکہ مین آیا اور کعبہ کی چھت رکھدیا۔ اور عوام الناس کو اُسکی تعظیم پر توجہ دلائی۔ اور کہا کہ یہ تقرب باری تعالیٰ کے لئے توسل ہے۔ یہ واقعہ شاپور ذوی الاکتاف کے عہد حکومت مین ہوا ہے۔[۵۶]

عربون کے اگرچہ صدہا بُت تھے لیکن کتابون مین تلاش کرنے سے صرف بیس بتون کے حالات ملتے ہین۔ ان بتون مین رجبل اور اساف و نائلہ ایسے بُت تھے جنکی پرستش تمام عربون مین

---

[۵۱] مجمع الامثال میدانی۔ [۵۲] شفاء العلیل فیما فی کلام العرب والدخیل للخفاجی۔ [۵۳] التمدن الاسلامی جلد ا۔

[۵۴] La Civilisation des Arabes 1884 — pp ۵۰ [۵۵] ملل و نحل مطبوعہ لندن صفحہ ۴۳۳۔ [۵۶] شاپور ذوی الاکتاف۔ ایران کی دولت ساسانیہ کا آٹھوان تاجدار تھا۔ حضرت رسول کریم سے ۲۶۹ سال قبل گزرا ہے ملخص از ناسخ التواریخ۔

مروّج تھی۔ باقی بت مختلف قبائل سے مخصوص تھے۔ یعنی کوئی قبیلہ کسی بُت کی پرستش کرتا تھا اور کوئی کسی کی۔

**ود** - قبیلہ کلب کا بت تھا اور دومۃ الجندل مین رکھا ہوا تھا[1]

**سواع** - قبائل بنو ہذیل وکنانہ وہمدان کا بت تھا اور رباط مین رکھا ہوا تھا[2]

**یغوث** - قبیلہ مذحج اور بعض قبائل یمن کا بُت تھا[3]

**یعوق** - قبائل بنو ہمدان و بنو مراد کا بت تھا[4]

**نسر** - قبیلہ ذوالکلاع کا معبود تھا اور صنعان مین رکھا ہوا تھا[5]

**لات** - قبیلہ بنو ثقیف کا معبود تھا اور طائف مین رکھا ہوا تھا[6]

**منات** - قبائل اوس و خزرج اور بنو خزاعہ اسکی پرستش کرتے تھے۔ اور وادی منا مین رکھا ہوا تھا[7]

**عزی** - قبائل قریش وکنانہ وغطفان اسکی پرستش کرتے تھے اور مکہ مین رکھا ہوا تھا[8]

**فلس** - قبیلہ بنو طے کا بُت تھا اور حبس مین رکھا ہوا تھا[9]

**کثری** - قبائل طسم و جدیس کا بت تھا[10]

**تیم** - قبیلہ تیم کا بت تھا "

**ذوالشری** - قبیلہ اوس و خزرج کا بت تھا " 

**باجر** - قبیلہ ازد کا بت تھا " 

**جہاذ** - قبیلہ ہوزان کا بت تھا " 

**اوائل** - قبیلہ بکر بن وائل کا بت تھا " 

**محرق** - قبیلہ ملکان بن سعد کا بُت تھا[11]

**سعیر** - قبیلہ عنترہ کا بُت تھا " 

**عمیانس** - قبیلہ بنی خولان کا بت تھا " 

**رضا** - قبیلہ بنی طے کا بُت تھا " 

**ذوالکفین** - قبیلہ اوس کا بُت تھا " 

ھبل سب بتون سے بڑا اور کعبہ کی چھت پر رکھا ہوا تھا[12] یہ بُت عقیق احمر کا بنا ہوا تھا اور اُسکی صورت انسان کی سی تھی[13] یمن کے بادشاہ اصحاب الفیل (ابرہتہ الاشرم) کی فوج کشی مین اسکا ایک ہاتھ ٹوٹ گیا تھا جسکو قریش نے دوبارہ سونے کا بنوایا[14] ہُبل سب سے پہلا بُت ہے جو مکہ مین رکھا گیا۔ اسکے بعد اساف ونائلہ بنے ۔

اساف و نائلہ کے بُت صفا و مروہ کی پہاڑیون پر رکھے ہوئے تھے اور اُنکی شکل مرد و عورت کی تھی۔ ان کی نسبت بعض گمان کرتے ہین کہ یہ دونون آدمی تھے۔ اساف عمرو بن لحی کا بیٹا اور نائلہ سہیل کی بیٹی دونون کعبہ مین .... .... مرتکب ہوئے جسکی وجہ سے اللہ نے انکو پتھرون کی صورت مین بدل دیا۔

ود - سواع - یغوث - یعوق - نسر - ان پانچ بتون کا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بُت نہایت قدیم ہین اور طوفان نوح سے پہلے بھی ان کی پرستش کی جاتی تھی -

"نوح نے کہا کہ اے میرے پروردگار انھون نے میرا کہا نہ مانا" "(اور) پیروی کی اُنکی جسکے مال و اولاد نے نقصان کیے"

---

[1] ملل ونحل شہرستانی۔ [2] ملل ونحل وتاریخ یعقوبی و فتح الباری جلد ہشتم۔ [3] ملل ونحل۔ [4] ملل ونحل و فتح الباری [5] ملل ونحل۔ [6] تاریخ یعقوبی جلد ا۔ [7] ملل ونحل۔ [8] ملل ونحل ومعجم البلدان ذکر مکہ۔ [9] تاریخ یعقوبی جلد ا۔ [10] صنا جنۃ العرب۔ [11] ملل ونحل۔ [12] سبائک الذہب فی قبائل العرب۔ [13] تاریخ یعقوبی جلد اول۔ [14] سیرۃ ابن ہشام و ملل ونحل۔

سوا کچھ" فائدہ نہ پہونچایا - مکر کیا اور بہت بڑا مکر کیا" اور اُنھون" نے کہا کہ مت چھوڑو اپنے معبودونکو - اور مت چھوڑو"" ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث و یعوق و نسر کو"" بے شک اُنھون نے بہتون کو گمراہ کیا"[1]

ان بتون کی نسبت بہت سے قصص و روایات پائے جاتے ہین - منجملہ اُنکے ایک قصہ جسکو امام بیضاوی نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہے یہ ہے -

"ود - سواع - یغوث - یعوق - نسر - چند آدمیون کے نام ہین جو آدم صفی اللہ اور نوح علیہ السلام کے درمیان گذرے ہین - لوگون نے انکے مرنے کے بعد اُنکی مورتین بطور یادگار بنائین - جنکی مدت دراز بعد پرستش مروج ہوگئی - عربون نے بھی دیگر اقوام کی دیکھا دیکھی انکو اپنا معبود ٹھہرالیا"[2]

ود مرد کی صورت پر تھا - سواع کی شکل عورت کی تھی یغوث کی صورت شیر کی تھی - یعوق گھوڑے کی شکل پر اور نسر عقاب کی صورت پر تھا[3]

توریت مین اگرچہ قوم نوح کی شرارت و گمراہی کا ذکر آیا ہے - مگر اُس مین اُنکی بت پرستی کا تذکرہ نہین ہے اور نہ یہ حالات کسی اور قدیم کتاب مین ملتے ہین - زمانہ حال کی تحقیقات سے اس بارے مین تھوڑا سا انکشاف ہوا ہے - ان پانچ بتون مین صرف نسر کا پتہ چلا ہے - عبرانی مین اسکا نام نسروک נסרך ہے - قدیم زمانے مین اسریا مین جو قوم نوح کا مسکن تھا اسکی پرستش ہوتی تھی اور نینوہ Neneveh مین اسکا معبد بنا ہوا تھا - اسی مندر مین اسریا کے بادشاہ سنجریب کو جبکہ وہ اس بت کی عبادت مین مصروف تھا اُسکے لڑکون نے قتل کر ڈالا تھا - چنانچہ حضرت اشعیاہ پیغمبر نے اس واقعہ کا ذکر اسطرح کیا ہے -

"سنجریب بادشاہ اشور کوچیدہ روانہ شد و برگردیدہ در نینوہ ساکن شد و واقع شد ہنگامی کہ در خانۂ خدائے خود نسروک می نمود کہ پسرانش ادرملک و شراصر ادرا بشمشیر زدند و ایشان بولایت اراراط فرار کردند و پسرش اسرحدون در جایش سلطنت نمود"[4]

بابل Babylon اور نینوہ Neneveh کے کھنڈرون سے نسر کے بہت سے بت برآمد ہوئے ہین جنکا سر عقاب کا ہے اور باقی حصہ انسان کا - شانون پر باز و بھی لگے ہوئے ہین - ہاتھ مین اُس مقدس درخت کی تصویر ہے جسے بہشت مین کھانے سے حضرت آدم کو منع کیا گیا تھا[5] لیکن یہ بتانا مشکل امر ہے کہ عربون مین اسکی کیسی شکل مروج تھی - صاحب صناجۃ الطرب نے بیان کیا ہے کہ اسکا چہرہ عقاب کا سا بنایا جاتا تھا - علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری مین جو روایت واقدی سے نقل کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی تمام ہئیت پرندے کی سی ہوتی تھی -

لات - منات - عزیٰ - بھی عرب کے مشہور معبود ہین - انکا ذکر سورۃ النجم مین وارد ہے - مفسرین کہتے ہین کہ تینون نام عربون نے خدا کے نامون سے اشتقاق کئے ہین - عزیز سے عزیٰ - اللہ سے اللات - منان سے منات -

لات عرب کا بہت قدیم معبود ہے - مورخ ہیرودٹس (Herodotus) نے بھی اس کا ذکر کیا ہے - مورخین عرب بیان کرتے ہین کہ لات اصل مین شعیب علیہ السلام کی قوم کا معبود تھا - عربون نے اسکی پرستش اُسی قوم سے سیکھی ہے - اسکا بُت ستارہ زہرہ

[1] قرآن مجید - سورہ نوح آیۃ ۲۱ سے ۲۳ - [2] انوار التنزیل مطبوعہ یورپ جلد دوم صفحہ ۲۶۰ - [3] صناجۃ الطرب - [4] صحیفہ اشعیاہ پیغمبر -
[5] تطفف الدہور فی تاریخ الدہور -

خان بہادر مولانا محمد ذکا اللہ مرحوم

کے مشابہ بنایا جاتا تھا اور حجر اسود کی طرح اسکی عبادت کی جاتی تھی[51]

ابن اسحاق الکندی جو خلافت عباسیہ کا مشہور مترجم ہے - عزیٰ کی نسبت بیان کرتا ہے کہ حاران مین اسکا بہت بڑا معبد بنا ہوا تھا - جہان ابراہیم خلیل اللہ سے پہلے بھی اسکی پرستش ہوتی تھی - انھین لوگون سے اہل عرب نے اس بُت کو حاصل کیا تھا -[52]

ابن ہشام نے ایک ایسے بُت کا بھی ذکر کیا ہے جو عرب کے ہر ایک گھر مین ہوتا تھا - مگر اسکے نام و حالات وغیرہ کا پتہ نہین چلتا - وہ لکھتا ہے کہ عرب کے ہر گھر مین ایک بُت ہوتا تھا جسکی عبادت گھر کے تمام آدمی کرتے تھے - جب مکین کہین باہر جانے لگتا تو سوار ہوتے وقت اپنا جسم اُس سے مس کرتا - اور جب سفر سے واپس آتا تو اپنے اہل و عیال سے ملاقات کرنے سے پہلے اُس بُت کے پاس جاتا اور اسکی رسم تعظیم ادا کرتا تھا -[53]

امام طبری اور ابن اثیر وغیرہ مورخین نے تصریح کی ہے کہ حضرت رسول کریم ؐ کے حکم سے حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ۸ھ مین لات کو توڑا - ۸ھ مین حضرت سیف اللہ خالد بن ولید کے ہاتھ سے عزیٰ اور حضرت سعید کے ہاتھ سے منات توڑے گئے - اسی سنہ مین جب مکہ فتح ہوا تو جناب رسالت مآب نے اپنے ہاتھ سے ہبل کو توڑا -

کعبہ عربون کا سب سے بڑا بُت خانہ تھا - اسمین تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے - اور ان کی نسبت گمان کیا جاتا تھا کہ یہ اُن تین سو ساٹھ (۳۶۰) جنون کی تصویرین ہین جو سال بھر کے خادم اور کارکن ہین[54] اور یہ مختلف صورتون پر بنائے گئے تھے - کوئی آدمی کی ہئیت پر تھا - اور کسی کی حیوانی اور نباتاتی شکل تھی[55]

ان بتون کے علاوہ بہت سی تصویرین بھی تھین - حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر اسطرح بنی ہوئی تھی کہ ہاتھ مین ازلام لیکر فال دیکھ رہے ہین - اور بی بی مریمؑ حضرت عیسٰی کو گود مین لئے ہوئے بیٹھی ہین[56]

حکیم سید شمس اللہ قادری

# امتحانِ محبت

(متفقہ)

آج پالی پور مین خوشیان منائی جارہی ہین سب لوگون نے اپنے اپنے گھرون کے دروازون پر پھولون کے ہار لگائے ہین کیون؟ گاؤن کے سردار بھیم سین کے یہان بچہ پیدا ہوا ہے - لڑکا ہے کہ لڑکی؟ برہمن دیوتا تو لڑکا چاہتے ہین، جو اُنکی وفات کے بعد اُنکا سرادھ کرے اور اُنکی جائداد کا وارث ہو - مگر خیر لڑکی ہی سہی - خدا نے اولاد تو دی - شکر ہے اُسکی درگاہ مین!

اب ضیافتین اُڑنے لگین - آج برہمنون کا بھوجن ہے، تو کل گاؤن بھر کی دعوت ہے - رات کو ایسی ایسی آتشبازیان چھوٹتی ہین کہ گاؤن والون نے اس سے پیشتر کبھی نہین دیکھی تھین - دس دن تک بچے کی خبرگیری نہایت عمدہ انتظام کے ساتھ ہوتی رہی - گیارھوین دن پُن باچن کی رسم ادا کی گئی، اور بارھوین دن نام کرن ہوا بھیم سین کی یہ خواہش تھی کہ اس لڑکی کا کوئی انوکھا نام رکھا جائے آخر ملکا मल्लिका (چمیلی کا پھول) نام رکھا گیا -

ملکا جون جون جون بڑھنے لگی، چمیلی کے پھول کی طرح خوبصورت

[51] تاریخ قرون الوسطی - [52] نامۂ الکندی مطبوعہ لندن - [53] سیرۃ ابن ہشام طبع یورپ [54] صناجۃ الطرب - [55] التمدن الاسلامی جلد ۱ [56] تاریخ یعقوبی جلد اول

اور خوشنما نظر آنے لگی۔ بھیم سین چاہتا تھا کہ مین لڑکی کی شادی جوانی کی عمر مین کرون۔ مگر افسوس! اُسکی قسمت مین کچھ اور ہی لکھا تھا۔ دس سال کی عمر تک لڑکی ادھر اُدھر بچون کے ساتھ کھیلا کی۔ اس اثنا مین پروہت مہاراج کئی دفعہ بھیم سین سے شادی کے لئے کہہ چکے تھے۔

مگر اب وہ آخری مرتبہ پہونچے اور بھیم سین سے مخاطب ہوئے کہ "اتبک لڑکی کی شادی نہ کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ اب اُسکی عمر دس برس کی ہوگئی۔ مناسب تھا کہ اتبک اُسکی شادی ہو جاتی۔ اگر تم فوراً اُسکی شادی کا انتظام نہ کروگے، تو یاد رکھو اسکا نتیجہ بہت برا ہوگا!"

بھیم سین نے آہستہ سے کچھ جواب دیا۔ بات یہ تھی کہ اُسے صغر سنی کی شادی منظور نہ تھی۔ لیکن پروہت جی کے سامنے اُسکی ایک نہ چلی۔

اب پروہت نے صاف صاف کہدیا کہ "اگر تم لڑکی کی شادی فوراً نہ کروگے تو تم کو برادری سے خارج ہونا پڑیگا۔ خوب سوچ سمجھ لو۔ قریب کے گاؤن مین رام راؤ کا لڑکا ہے، اُس کو مین ٹھہرا دونگا۔ کہو کیا صلاح ہے؟

بیچارے بھیم سین نے بہت کچھ سوچا۔ اُسکی عقل یہان کچھ کام نہ دیتی تھی۔ چاہتا تھا کہ دلکش چمپئی کے پھول کو کچھ اور عرصہ تک پاس رکھے۔ مگر یہہ کسی طرح ممکن نہ تھا۔ برادری سے قطع تعلقات وہ کب گوارہ کر سکتا تھا۔ اُسکی بیوی نے جب یہ حال دیکھا، تو شوہر کے قدمون پر گر پڑی، اور روکر کہنے لگی کہ "آپ شادی کر دیجئے۔"

اب بھیم سین مجبور تھا۔ ناچار پروہت جی سے کہا گیا کہ "اچھا! آپ شادی کا انتظام کیجیے۔"

---

رام راؤ بہت دولتمند تھا۔ مگر جسطرح اُسکی دولت بیشمار تھی، اُسی طرح اُسکی کنجوسی کی بھی کوئی حد نہ تھی۔ خیر، کچھ مضائقہ نہین۔ وہ ضعیف العمر ہے، کبتک زندہ رہیگا۔ اُسکی جائداد کا مالک تو اُس کا لڑکا رام چندر ہی ہوگا۔ لڑکا بہت ہونہار، خوش طبع اور خوبصورت ہے۔ بی۔ اے کی تعلیم پاتا ہے۔ ملکہ کے لئے بر تو اچھا ہے اور بہت اچھا ہے!

پروہت جی نے ساعت ٹھہرائی۔ سب بھائی بند بلائے گئے۔ قسم قسم کے زیورات تیار ہوئے۔ الغرض نہایت دھوم دھام سے شادی کے سامان ہونے لگے۔ شادی کے پانچوین دن بارات رخصت ہوئی۔ پالکی مین دولھا اور دولھن بیٹھے تھے۔ آتشبازی چھوٹ رہی تھی اور مشعلین روشن تھین۔ پالکی پر پھولون کی بارش ہو رہی تھی۔ لڑکا اور لڑکی، دونون پھولون کے ہارون اور زیورات سے لدے ہوئے تھے۔ ملکہ شرم کے مارے دُہری ہوئی جاتی تھی۔ بارات مین لوگون کا کچھ شمار نہ تھا۔

لڑکی سُسرال مین پہونچی۔ پانچ برس بڑی خوشی خوشی گزرے۔ ملکہ شوہر پر فدا تھی اور شوہر ملکہ پر قربان، دونون ایک دوسرے کے قدردان تھے۔ تلیگو زبان تو وہ جانتی ہی تھی، مگر اب رام چندر سے وہ انگریزی بھی پڑھنے لگی۔ اُسکی ہر طرح یہی کوشش تھی، کہ جہانتک ہوسکے اپنے گھر کو بہشت کا نمونہ بنادے۔ ساس سُسر بھی اُس پر بیحد مہربان تھے۔ افسوس! اُس بیچاری کو کیا معلوم تھا کہ "چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات" کا معاملہ ہونے والا ہے۔

ایکدن ملکہ کو اپنے باپ کی چھٹی ملی، اُسکو پڑھتے ہی وہ سُن ہوگئی۔ اُسین لکھا تھا کہ اُسکے باپ کو کسی بیوپار مین اسقدر خسارہ ہوا ہے، کہ اُسکی ساری جائداد ہاتھ سے نکل گئی۔ ملکہ کو اپنا تو کچھ اندیشہ نہ تھا، مگر والدین کی حالت کا خیال کرکے پھوٹ پھوٹ کے روئی۔ آخر وہ اپنی ساس کے پاس گئی اور خط پڑھکر سُنایا۔ ساس یہ خبر سُنکر بہت گھبرائی اور کہنے لگی "بیٹی تو بڑی بدقسمت ہے۔ تیرا سسر یہ حال سُنیگا تو تجھپر بہت خفا ہوگا۔"

**ملکہ** :- "ماتا! اسمین میرا تو کوئی قصور نہین جو سُسر جی ناراض ہوجائینگے۔ وہ تو، جب سے مین آئی ہون ہمیشہ مجھ پر مہربان رہتے ہین۔"

**ساس** :- "نہین بیٹی، تمکو اندر (باطن) کا حال معلوم نہین۔"

**ملکہ** :- "اچھا تو پھر مجھکو کچھ دن کے لئے میکے جانے کی اجازت لے دو۔"

**ساس** :- "ٹھہرو! اتنی جلدی مت کرو، پہلے دیکھنے دو، وہ کیا کہتے ہین!"

---

رام راؤ نے جب ساری کیفیت سُنی تو آگ بگولہ ہوگیا۔ ملکہ حیران تھی کہ "ہین! یہ وہی سُسر جی ہین جو مجھ پر بیحد مہربان تھے!" اب وہ اپنی بہو کی طرف مخاطب ہوا اور چلّا کر بولا "اری لڑکی! تو بغیر روپے کے میرے کس کام کی ہے؟ مین نے تو روپے کے لئے اپنے لڑکے کی شادی کرائی تھی، نہ کہ تیرے گوشت کے لوتھڑے (جسم) کے لئے۔ جا اور جائداد کا حصہ لے آ، ورنہ تیرا بُرا حال ہوگا، سُنتی ہے کہ نہین؟"

ملکہ کی آنکھون سے آنسوؤن کا دریا امنڈ آیا، اُسکے مُنہ سے کوئی بات نہ نکلی۔ باپ کے چیخنے چلّانے کی آواز سُن کر رام چندر بھی وہان آگیا اور پوچھا "باپ! کیا معاملہ ہے؟"

**رام راؤ** :- "معاملہ کیا ہے، ملکہ کے باپ کا سب روپیہ برباد ہوگیا اور تم اچھے خاصے بیوقوف بنے۔ اب کیا ملکہ کو لیکر چاٹوگے؟"

**رام چندر** :- "مگر مین نے روپے کے لئے شادی نہین کی تھی۔"

**رام راؤ** :- "ہین- کیا کہتا ہے؟ روپے کے لئے شادی نہین کی تھی تو اور کسکے لئے کی تھی؟ شادی کرنے یا نہ کرنیوالا تو کون ہے؟ شادی کو ٹھیک تو مین نے کیا تھا۔ اب مین تجسے کہتا ہون کہ اسکو چھوڑ دو اور دوسری شادی کرو۔"

رام چندر نے اشارے سے ملکہ سے کہا کہ تم یہان سے ہٹ جاؤ اور باپ سے کہا کہ "مین تو ہرگز ملکہ کو نہ چھوڑونگا۔"

رام راؤ اتنا سُنکر بہت حیران ہوا، کیونکہ لڑکے نے کبھی ایسا جواب نہ دیا تھا۔ اُسکے آنسو نکل آئے، اور کہا "اگر تم دوسری شادی نہین کرتے تو مین کیا کرونگا؟ مین تو برباد ہوجاؤنگا!" رام چندر حیرانی سے باپ کے مُنہ کو تکنے لگا۔ اسپر باپ بول اُٹھا۔ "گھورتے کیا ہو؟ بہت عرصہ ہوا کہ میری ایک اسامی کے کنبے کے لوگ ہیضہ کا شکار ہوگئے تھے، اس سے وہ ایسا گھبرایا کہ اپنا سب مال میرے پاس رکھکر تیرتھ یاترا کو چل دیا۔ جب مدت تک اُسکا کچھ پتہ نہ چلا، تو مین نے وہ ساری دولت اپنے قبضہ مین کر لی اور اُس سے مین دولتمند ہوگیا۔ اب سُنتا ہون کہ وہ آرہا ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو مین پھر غریب ...... کا .. . غر..... یب!"

**رام چندر** :- "باپ! ایسے روپے کو رکھنے کا ہملوگون کو ہرگز خیال نکرنا چاہیے۔ جسطرح ممکن ہو اسامی کا مال اُسکو واپس کر دینا چاہیے۔"

ملکہ کو مجبوراً اپنے باپ کے گھر جانا پڑا۔ مگر تعجب اس بات کا ہے کہ اُسکے شوہر نے بھی اُسکو نہین روکا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ بیچارے رام چندر کی عقل کچھ کام نہ کرتی تھی۔ آخر اُس نے یہ سوچا کہ ملکہ کا اپنے باپ کے گھر جانا ہی اچھا ہے، مین دفتر مین ملازمت کرتا ہون، پہلے باپ کی پرورش کرونگا، اور جو کچھ اُسکی ضروریات ہونگی اُن کو رفع کرونگا۔ اسکے بعد آرام سے ملکہ کو اپنے گھر لے آؤنگا۔ یقین ہے کہ میری بیوی میری غریبی کا چندان خیال نہ کریگی۔"

ملکہ جب روانہ ہونے لگی تو اُسکو اُمید تھی کہ اب میرا شوہر مجھکو روکتا ہے، اب کہتا ہے کہ ٹھہر جاؤ۔ مگر افسوس اسی اُمید مین

وہ چلی گئی - جب باپ کے گھر پہونچی، تو اُسکے سامنے ساری دنیا تاریک تھی -

— ✻ —

تین برس اسی طرح گذر گئے - ملکہ ہر وقت اپنے شوہر کے انتظار مین رہا کرتی تھی - ظاہر مین تو اُسکا سرو نما قد اور کھلے ہوئے گلاب کا سا خوشنما چہرہ یہ کہتا تھا کہ وہ بہت خوش ہے - مگر اُسکے دل کی کیا کیفیت تھی، اسکو صرف وہی جانتی تھی - جب اُسکو یہ معلوم ہوا کہ اُسکے سسر کو وہ سب مال و متاع اسامی کو واپس کر دینا پڑا ہے، اور اب وہ خود بھی بہت غریب ہو گیا ہے، اُسوقت سے وہ دلمین غمگین اور فکرمند رہنے لگی مگر کیا کر سکتی تھی، وہ مجبور تھی - بیٹھے بیٹھے دل مین آتا تھا کہ چلون، اور غریبی مین اپنے شوہر اور سسر کی خدمت کرون - مگر اسکے ساتھ ہی یہ خیال دل مین چٹکیان لیتا تھا کہ شائد رام چندر نے دوسری شادی کر لی ہو، کیونکہ اُسکا باپ کسی دولتمند گھر مین اُسکی شادی کیا چاہتا تھا - آخر وہ یہ کہکر خاموش ہو رہی کہ "جو ہو سو ہو، بغیر بلائے تو ہرگز نہ جاؤنگی"

رام چندر کی کیفیت بھی ملاحظہ ہو - لکھنا پڑھنا اُسنے ترک کر دیا ہے اور اب کسی دفتر مین ملازمت کر لی ہے، اور کوشش کرکے بہت جلد اپنے باپ کا لین دین صاف کر دیا - اگرچہ اب بھی اُسکی حالت غریبی کی تھی، مگر وہ دل سے چاہتا تھا کہ ملکہ کو گھر پر لے آئے - مگر اسکے ساتھ ہی یہ خیال بھی گزرتا تھا کہ "شائد اب وہ مجھ غریب کے یہان رہنے مین ناخوش ہو، ممکن ہے کہ وہ میرے باپ کے چلانے اور مجھے دوسری شادی کے لئے مجبور کرنے سے ناراض ہو گئی ہو - اچھا کچھ دن اور صبر کرون"

ایک دن ملکہ کو ایک گمنام خط ملا اُسمین لکھا تھا -

"تمہارے سسر نے بیجا طور پر دولت جمع کی تھی - اب وہ سب جاتی رہی ہے - وہ جھوٹ موٹ دولتمند بنا تھا - تمہارے شوہر کی حالت بہت شرمناک ہے - اب وہ تمہارے لائق نہین، تم ہرگز اُسکے پاس نہ جانا - اِن باتون کو بالکل سچ سمجھنا -

اُف! اس خط کے پڑھنے سے ملکہ کے دل کی کیا حالت ہوئی ہوگی، اُسکو بیان کرنا بہت مشکل ہے - بار بار اُسکے دل مین یہ خیال آتا تھا کہ "مین چلون اور ایسی حالت مین جاکر اپنے شوہر کی خدمت کرون!"

— ✻ —

اتفاق سے بھیم سین کے گھر ایک قابل جوتشی پہونچے - یہ بہت ضعیف اور لائق آدمی تھے - بھیم سین نے انکی خوب آؤبھگت کی، اور گھر بھر کے جنم پترے اُنکے سامنے لاکر رکھدئے - دیکھتے دیکھتے ملکہ کا جنم پترا ہاتھ مین آگیا - اسکو دیکھکر اُنھون نے بھیم سین سے کہا کہ اگر آپ اجازت دین تو مین ذرا الگ ہوکر آپ کی لڑکی کو دیکھون اور پھر اسکا سارا حال آپ سے بیان کرون - پنڈت جی مہاراج چونکہ ضعیف العمر تھے، لہذا بھیم سین نے کہا "بہت اچھا"

**جوتشی** :- (ملکہ سے) تم شادی مین خوش نہین رہی ہو - تم وہ ہیرا ہو، جو ایک خراب اور بھدی انگوٹھی مین جڑ دیا گیا ہے - اپنے شوہر کے پاس اب بھولکر نہ جانا - جوتش ودیا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بدمعاش، خراب اور تباہ ہو گیا ہے"

**ملکہ** :- (آہستہ سے) اگر یہی کیفیت ہے تو مجھے ضرور جانا چاہیئے -

**جوتشی** :- "تمہارے ہاتھ کی ریکھاؤن سے ایسا جان پڑتا ہے کہ اگر تم اپنے خاوند کے پاس جاؤگی، تو تمکو دکھ ہی دکھ ہوگا"

**ملکہ** :- "مجھے اپنے آرام کی کوئی فکر نہین - مین صرف یہ چاہتی ہون کہ مصیبت مین اپنے سوامی کا ساتھ دون!"

**جوتشی** :- بالفرض اگر تم وہان گئین، اور اُسنے تم سے بات بھی نہ کی اور نہ تمہاری طرف آنکھ اُٹھاکر دیکھا تو ہ شائد وہ

سرجان اسٹانلی نائٹ کے-سی-چیف جسٹس الہ‌آباد ہائیکورٹ کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد رکھہ رہے ہیں

انڈین پریس الہ‌آباد

دوسری شادی کرنا چاہتا ہو۔ تب تم کیا کروگی؟"

ملکہ:- "ایسی حالت میں مجبوراً لوٹ آنا پڑے گا۔"

جوتشی:- "وہ تمہاری بے عزتی کا موجب ہے۔"

ملکہ:- "بھلا وہ میری بے عزتی کا موجب کیوں ہونے لگا وہ تو بہت شریف اور معزز شخص ہیں!"

جوتشی:- "یاد رکھو! اگر تم وہاں جاؤگی تو بڑی مصیبت میں مبتلا ہوگی۔ اگرچہ تمہارا باپ غریب ہے، اسپر بھی وہ تمکو اچھی طرح رکھے گا۔"

ملکہ:- "میں کہہ چکی ہوں کہ مجھے اپنے تکلیف و آرام کا کوئی خیال نہیں ہے۔"

جوتشی:- "تو گویا تم اپنے بیکار اور نکمے شوہر کو چاہتی ہو؟ اگر وہ مرجاتا تو اچھا ہوتا! تمہارے ہاتھ کی ریکھاؤں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر تم بدھوا ہوجاؤ، تو تم خوش رہوگی۔ اُسنے تمہارے ساتھ کیسے خراب سلوک کئے ہیں!"

ملکہ:- "شو! شو! ایسے ناز یبا کلمات میں سننا نہیں چاہتی۔ بھگوان کشل کریں۔ نارائین! میرے سوامی کا بال تک بیکا نہ ہونے دیجیو۔"

جوتشی بہت حیران ہوا اور اُسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ تب اُسنے جیب سے کوئی چیز نکالی۔ ملکہ کو تعجب ہوا کہ اُسنے کیا نکالا ہے۔ دیکھا تو اُسکے شوہر کی انگوٹھی ہے۔ "کیا کوئی اُسکی طرف سے پیغام ہے؟" ملکہ کا دل اُچھلنے لگا۔ تب جوتشی نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور ہاتھ ہٹاتے ہی ملکہ نے بے اختیار خوشی کی ایک چیخ ماری۔ یہ رام چندر تھا جو جوتشی بنا ہوا تھا۔ ملکہ اُسے دیکھکر شرما گئی اور آنچل سے مُنہ کو ڈھانپ کر ایک طرف کو ہٹ گئی۔ رام چندر نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور کہا کہ "میں تمکو لینے آیا ہوں!"

(از ہندی)　　شاکر (میرٹھی)

# لکھنؤ کا قدیم تمدن

جس زمانے میں لکھنؤ اودھ کا دار السلطنت تھا عام خلقت کی سخاوت اور شاہی فیاضیوں اور امرا و رؤسا کی اولو العزمیوں نے اسکے تمدن میں عیش پرستی اور وضعداری اور پابندیٔ عہد کا خمیر آمیز کردیا تھا اور چھوٹے سے بڑا تک اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔

اسکی فیاضی اور زر بخشی کے شہرے سُنکر اطراف عالم کے ماہر فن اپنے وطن کو خیرباد کہکر اس غربت کی زندگی کو ہزار درجہ شرف دیتے تھے۔

بات کے دھنی لوگ جان جانے کی پروا نہ کرتے تھے اور عزت مرجانا بے عزتی کی زندگی سے بہتر سمجھتے تھے۔

مذہب کی پابندی سے لوگوں کا پُن پاپ گناہ ثواب خیرات اور سخاوت۔ عبادت۔ روزہ - نماز - پوجا پاٹ کی طرف زیادہ خیال تھا

شاہی زمانے کے لوگوں کے طرز معاشرت پر نظر ڈالنے سے لکھنؤ کے قدیم تمدن کے حالات واضح ہوجاتے ہیں۔

ہر ملت و مذہب کے افراد کے حرکات و سکنات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان پرانی ہڈیوں کی ذات سے لکھنؤ کو شرف حاصل تھا۔

تمدن کا لفظ ایک جامع اور مانع لفظ ہے اسکے ہر پہلو پر تحقیقی نظر درکار ہے۔

سابق کی سوسائٹی مین سب سے بڑا خیال شرافت کا تھا۔

شریفون کے خاص خاص مشغلے اور پیشے تھے شاہی دربار مین انھین لوگون کی عزت ہوتی تھی جو نجیب الطرفین اور شریف ہوتے۔

ہر پیشے اور فرقے مین ایک بزرگ اور مکھیا مانا جاتا تھا جسکی اطاعت تمام گروہ پر فرض ہوتی تھی۔

چھوٹے چھوٹے گروہ بھی اپنے اپنے چودھری کے ماتحت ہوتے تھے اور اُسکے فرمان کو سرکاری احکام کے برابر سمجھتے تھے۔

فوج اپنے کمیدان کو اپنا حاکم اور سردار سمجھتی تھی

ہر گھر مین بقدر حیثیت لوگ ایک بزرگ کو اپنا پیشوا اور مربی سمجھ لیتے تھے اور اُسکی اطاعت کو سب سے زیادہ مقدم سمجھتے تھے۔

شریفون کے لئے خاص عہدے۔ وزارت، رفاقت، مصاحبت اور خاص پیشے شاعری، معلمی، اتالیقی، طبابت وغیرہ وغیرہ مخصوص تھے۔

یہ لازم ہوتا تھا کہ شرافت کے زمرے مین آنے والا بچہ اپنے باپ کی طرح شرفا کی سوسائٹی کے اصول کا پابند ہو۔

باپ چاہتا ہے کہ میرا فرزند میری طرح بھولا ہو تو اُسکو اپنی اولاد کو عام لوگون کی صحبت سے بچانا پڑتا تھا اور اُسکو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت بیس برس کے سن تک نہین دیجاتی تھی۔ اُسکو بسم اللہ اور طوق بڑھانے کی سنت کھیر چٹائی وغیرہ کی تقریبون سے والعزمی کا سبق پڑھایا جاتا تھا۔

ادب سکھانے کے لئے بچپن مین کھلائی، اتالیق، ادیب اور معلم رکھے جاتے تھے صحبت کے لوگ رفاقت مین اسی مرتبے اور لحاظ کے ہوتے جو بادشاہی دربار کے اوضاع اور طریق سے واقف ہوتے تھے۔ اس جانفشانی کے بعد ایک بچہ اس لائق ہوتا تھا کہ وہ سوسائٹی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے باپ کے عہدے پر کام کر سکے۔

حق خدمت اور حق نمک کو لوگ فراموش نہ کرتے تھے اور تھوڑے سے احسان کا بہت معاوضہ کرتے تھے۔

یمین الدولہ نواب سعادت علی خان بہادر کے مختلف مشاغل پر نظر ڈالنے سے اودھ کے تمدن زیادہ واضح ہوجاتے ہین۔

قبل طلوع آفتاب محلسرا سے برآمد ہوئے۔ شب کی پوشاک خانساماں نے اُتار کر صبح کی پوشاک زیب جسم کی۔ ولایتی زیب کمر کی گئی اور سیاہ مخمل کی مثلی ٹوپی پہنائی گئی۔

شہزادون نے باادب سلام کیا۔ پھر اُمراے خاص کے سلام کی باری آئی۔ پھر حضور گھوڑے پر سوار ہوکر دلکشا تک ہواخوری کو تشریف لے گئے۔ اور دو گھڑی کے بعد واپس آئے۔

مرصع ہاتھی مع عماری زرنگار در دولت پر کھڑے تھے اُسپر سوار ہوئے۔ جلوس سواری اور ڈنکا آگے آگے چلا شہزادے اور اُمراے خاص اپنے اپنے ہاتھیون پر سوار ہوے اور خاص بردار یا دو چوبدار (سواری ہے بادشاہ عالم کی نگہ روبرو ادب قاعدے سے پکارتے ہوئے) داہنے بائین تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ہمرکاب تھے۔

مرزا کریم بیگ، محمد غلامی انگریزی سوارونکی پوشاکین پہنے ہوئے آگے آگے جوڑیون پر سوار اور شکاری کتے اور بازدار وغیرہ کچھ فاصلے سے پیشرو۔

بیس سوار اور بیس چپراسی جلوس کے انتظام مین ہٹو بچو کرتے ہوئے ساتھ ساتھ۔ انکے افسر انتظام الدولہ مظفر علی خان اور شرف الدولہ رمضان علی خان گھوڑون پر سوار۔ پہلو مین رفقا اور مصاحبین خاص۔ اس تفریح کا نام تھا "دربار سواری"

واپسی پر در دولت سے سب اُمرا رخصت ہو گئے۔

نو بجے چار پائی[عہ] ہوتا تھا۔ کرسی نشین اُمرا و مقرّبان خاص صمصام الدولہ مرزا جگّو اور مرزا محمد تقی خان ہوس شاعر۔ پہلو مین یا روبرو صاحبان مقربان خاص مکلوڈ صاحب انجنیر اور ڈاکٹر صاحب۔ پس کرسی میر انشاء اللہ خان انشا اور میر ابوالقاسم سپہ سالار فوج۔

مجرئی معززین، خواجہ سرا وغیرہ کو دفعہ دفعہ سے عرض بیگی لیجاتا تھا اور ادب قاعدے سے سلام کراتا تھا۔ باہر برآمدے مین بینڈ بجتا تھا۔ دس بجے دربار برخاست ہوتا تھا۔

تیسرا دربار ۱۱ بجے حضور کے خاصہ نوش فرمانے کے وقت ہوتا تھا۔ جسمین مقربان خاص اور خاص اردلی نواب جلال الدولہ مہدی علی خان رکن الدولہ نواب محمد حسن خان نہایت صغیر السن شہزادے شریک ہوتے تھے

دوپہر کو ملاحظہ کاغذات کا دربار ہوتا تھا۔ نواب نصیر الدولہ کاغذات پیش کرتے تھے۔ نواب منتظم الدولہ مہدی علیخان۔ راجہ دیاکرشن۔ رائے رتن چند صاحب اخبار۔ صاحب رام اخبار نویس خفیہ منشی رونق علی خان۔ منشی دانش علی خان۔ اور معزز منشی کاغذات کچہری مع مسل مقدمہ وغیرہ پیش کرتے تھے۔ بعد ملاحظہ حکم احکام صادر ہوتے تھے۔ جس کاغذ پر مہر خاص کی ضرورت ہوتی ظفر الدولہ کپتان فتح علیخان صندوقچے سے مُہر نکالکر حضور کے سامنے مُہر کرکے صندوقچے لے جاتے تھے۔ اسی ملاحظے مین اکثر رات کے دس بج جاتے تھے۔ فرصت ملی تو شام کے وقت بسواری گاڑی ودا سپہ بہمراہی راجہ بختاور سنگھ اردلی خاص۔ مع جلوس سواری ورسالہ کسی گنج مین جاکر نرخ غلہ دریافت کرتے تھے۔

یہ ایک بادشاہ کے اوقات معینہ تھے جس سے اودھ کے طرز معاشرت معلوم ہوتے ہین۔ حق نمک کا خیال یہان ہر شخص کو رہتا تھا۔ عہد آصف الدولہ مین امیر الدولہ حیدر بیگ خان کابلی وزیر مقرر ہوئے۔ مہاراجہ ٹکیت رائے دیوان۔ سرفراز الدولہ منیب تھے۔

ایک روز مہاراجہ ٹکیت رائے نے بچھتر لاکھ روپیہ قرضہ سرکاری کا بیجک وزیر کے سامنے پیش کیا۔

امیر الدولہ وزیر مہاراجہ جھاؤلال نمک خوار قدیم سے کہا تم اسکی جانچ کرو۔ اُنھون نے کچھ بلحاظہ راجہ ٹکیت رائے تامل کیا۔

اسپر خفا ہوکر کہا تمھین ہمارے نمک کا پاس نہین ہے اور سلطنت کے حق نمک کو بھول گئے۔

حق نمک کا نام سنتے ہی مہاراجہ جھاؤلال نے سر جھکا کر فرد حساب لیکر اپنے زیر دست منشی بالکرام اور راجہ بھراج کو دی۔

جنھون نے اونسٹھ لاکھ کا غبن نکالکر ثابت کر دیا کہ حق نمک کا ادا کرنا واجبات سے ہے۔

شرافت کے پیشون مین خوشنویسی بھی شامل تھی۔ شاہی دربارون مین ان کی قدر کیجاتی تھی اور ایک ایک قطعہ کے کئی کئی ہزار روپے صلے مین دئے جاتے تھے۔ خوشنویسون مین حافظ ابراہیم اور حافظ مرزا احسن رضا عطارد رقم۔ حافظ نور اللہ۔ مرزا علی رضا جواہر رقم۔ مشہور زمانہ تھے۔ حافظ نور اللہ کا لکھا ہوا ایک حرف ایک اشرفی کو بکتا تھا۔ جس رئیس کو دیدیجئے ایک اشرفی حرف کے حساب سے پورا قطعہ لے لیتا تھا۔ مشہور ہے کہ آپ اہل حاجت کو کوئی تقطیع یا قطعہ لکھکر دیدیا کرتے تھے وہ شہر مین فروخت کرلیتا تھا۔

نسخ نویسون مین میر بندہ علی یک چشم کا طوطی بولتا تھا۔

---

عہ چار پائی ایک اصطلاح ہے جو ریزیڈنٹ کی تقریب ملاقات کیلئے وضع ہوئی تھی۔ یہ ملاقات روزمرہ ہوتی تھی۔ ایڈیٹر۔

طبابت کے پیشے کو بہت ترقی تھی اور شرفا اسی پیشے کو اختیار کرتے تھے۔ حکمائے حاذق مین حکیم مرزا صادق بہرے کا دم تکیا نسخہ تیر بہدف ہوتا تھا۔ میر بندہ حسین اور مرزا حکیما کا خاصہ تھا کہ مریض کو جس چیز پر رغبت ہوتی تھی کھانے کی اجازت دیدیتے تھے اور طاقت کا لحاظ رکھتے تھے۔

حکیم الملوک اخلاق اور مروت مین ضرب المثل تھے۔ حکیم مرزا محمد علی صاحب مرتعش مُنہ پھٹ حکیم مشہور تھے۔ مریض کے مُنہ پر صاف صاف کہدیتے تھے کہ تمہارا علاج نہین ہو سکتا۔ لیکن اسکے ساتھ تشخیص بہت عمدہ تھی۔ مہلک مرض انکے ہاتھ سے دفع ہوگئے۔

حکیم سید محمد درگاہ والے عجب لطیف مزاج آدمی تھے ایک غریب سید کی پرورش فرماتے تھے۔ چار آنے روز اپنی جیب خاص سے دیتے اور جب کوئی مریض بُلاتا تو اپنی فیس کے ساتھ سید صاحب کا حق بھی آٹھ آنے روز کا ٹھہرا لیتے اور کہتے تھے کہ دوا اور دعا دونون کی ضرورت ہے۔ یہ سید دعا کرینگے۔ سید صاحب روز اپنے چار آنے ٹھونک بجا کر لے لیتے۔ جس روز حکیم صاحب کا کچھ سُننے کو جی چاہتا مُنہ بنا کر کہتے میر صاحب اسوقت تو جیب خالی ہے سید صاحب ہزارون صلواتین سُناتے۔ دوست احباب کہتے حکیم صاحب آپ ایسے شخص سے سلوک کرتے ہین۔ جو آپ سے گستاخی کرتا ہے۔ فرماتے تھے کیا ہوا دوستی مین ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔

شاعری اس زمانے مین شریف پیشون مین گنی جاتی تھی کوئی رئیس ایسا نہ تھا جسکی رفاقت مین ایک آدہ شاعر نہ ہو بعض شعرا کی گھر بیٹھے تنخواہین مقرر تھین۔ شاعر عموماً نازک مزاج اور نازک دماغ ہوتے تھے۔ اُمرا اور رؤسا انکی ناز برداری کرتے تھے۔ مقبول الدولہ قبول نے مرزا اصغر علی خان نسیم کو قیصر باغ مین ملاقات کے لئے بلا بھیجا آپ اپنے شاگرد اشرف اور تسلیم کو ہمراہ لیتے گئے۔ قبول کا شمار اسوقت امرا مین تھا۔ چاہا کچھ نسیم سے سلوک کرین مگر تنک مزاجی کے خوف سے روبرو کچھ نہ کہہ سکے۔ چلتے وقت تسلیم کو علیحدہ بُلاکر پانچسو روپے دئے کہ اپنے اُستاد کی نذر کردینا نسیم نے کہا یہ نہین ہو سکتا وہ بھی شاعر مین بھی شاعر دونون ہم پیشہ ہین اپنے برابر والے کا احسان نہ لونگا۔

بانکے اپنی وضع اور بات کے پابند ہوتے تھے۔ بات پر جان دیتے تھے۔ جاڑون مین ململ کے کرتے پہن کر اکڑتے تھے۔ مرزا قربان بیگ نے اسی نوے برس کے سن تک ململ کے کرتے اور ایک دوپٹہ کے سوا جاڑون مین ایک چادر تک کندھوں پر نہ ڈالی۔ نواب سعادت علی خان کی سواری کے ساتھ اندھیرے مُنہ اسی وضع سے جایا کئے اور ہمیشہ بغلون کا پسینہ دکھاتے رہے۔ ایسی وزنی سپر جو تین آدمیون سے نہ اُٹھ سکے بغیر علی بند کے ہمیشہ پھول کیطرح اُٹھاتے تھے۔

قوم پروری کا خیال حد سے زیادہ تھا۔ راجہ امرت لال کا لیستھ سکسینہ کے مکان مین ایک کیتھے کا درخت تھا ہر شادی بیاہ مین اسے زربفت سے منڈھوا دیتے تھے اور کہتے تھے یہ بھی کالیستھ ہے مجھسے قوم کی برہنگی نہین دیکھی جاتی۔

ادب کا عالمگیر لحاظ تھا۔ نواب مصطفےٰ علی خان (آخری شاہ اودھ کے بھائی) کے صاحبزادے کے لئے کان میلیا بُلایا گیا۔ کان میلئے نے جیسا دستور ہوتا ہے شہزادے کا۔ کان پکڑکر دیکھنا شروع کیا۔ نواب صاحب نے ملاحظہ فرمایا فوراً غصہ آگیا۔ کان میلئے کو کان پکڑکر نکلوا دیا اور کہا ایسے بے ادب کا ہمارے یہان کچھ کام نہین۔ اُسی خاص کان میلئے کو بُلا لاؤ جو ہمارا کان دیکھتا ہے۔

غازی الدین حیدر کے زمانہ ولیعہدی مین لکھنؤ مین ایک

مرد آدمی نہایت خاندانی شریف آل رسول سید فاطمی وارد ہوئے جو معاش کیطرف سے بہت بے اطمینان تھے۔ لکھنؤ کی شرفانوازی مشہور عام تھی لیکن ان غریب کا کیا وسیلہ تھا جو اپنی نسبتی شرافت سے فائدہ اٹھاتے۔ بہت تکلیف اور عسرت کی حالت مین آپ نے مجبور ہو کر استخارہ دیکھا کہ نواب غازی الدین حیدر کے خوصون کے جمعدار سے ملون حسن اتفاق سے استخارہ آگیا۔ دوبارہ استخارہ واجب کیا اور واجب بھی آیا۔

آپ نواب صاحب کی ڈیوڑھی پر گئے اور اُس جمعدار کو بہت ادب سے جُھک کر سلام کیا۔ اُسنے شریف آدمی سمجھکر بہت خاطر کی۔ آپ نے یہ اپنا معمول کر لیا کہ روز جمعدار کو سلام کرنے جاتے تھے۔

ایک روز اُس نے محجوب ہو کر کہا کہ مین ایک ادنیٰ آدمی ہون آپ کیون مجھے کانٹون مین گھسیٹتے ہین جو خدمت میرے لائق ہو اُسے بسر و چشم بجا لاؤن آپ میرا اختیار بھی جانتے ہین۔ ایک خواص کا اسم خالی ہے۔ آپ کی شان کے خلاف سمجھکر عرض نہین کر سکتا۔ میر صاحب نے کہا کہ کیا مضائقہ ہے بیکاری سے ملازمت اچھی ہے جمعدار کی رعایت سے خالی نام لکھوا دیا گیا اور کسی خدمت کا تعلق اُنسے نہ تھا۔ حضور کا اُلش تمام خواصون کو تقسیم ہوتا تھا۔ انکو بھی ملا تو آپ نے انکار کر دیا۔ خواصون نے خیال کیا کہ شاید نواب کا جھوٹا کھانا سمجھکر انکار کر دیا۔ دوسرے روز مسلّم پلیٹ دی جب بھی نہ لی یہ بات غازی الدین حیدر تک پہونچی۔ ایک روز ایسے وقت پر کہ جب قت بکاول خاصہ لیکر حاضر ہوا اور خواص نے زیر بند بچھا کر گنگا جمنی تسلا اور لوٹا لا کر ہاتھ دُھلائے۔ بکاول نے خوانپوش کھولکر خاصہ چُنا اور ایک ایک چمچہ ہر قسم کے کھانے سے نواب کے سامنے لگانا چاہا۔ میر صاحب سامنے کھڑے تھے۔ نواب نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ بولے ناچیز کو سید محمد عرف آغا میر کہتے ہین۔ نواب سید کا نام سُنکر کانپ اُٹھے اور اپنے پہلو مین نہایت تعظیم سے بٹھایا اور ہاتھ دُھلوا کر کھانے مین شریک کیا۔ بہت معذرت کے بعد رُفقا مین انکا نام لکھوا دیا آخر اسی شرافت خاندانی سے وزارت کے مرتبے تک اُنکو پہونچا دیا اور معتمد الدولہ بہادر کے خطاب سے مشہور ہوے۔

آخری شاہ اودھ کا اخلاق بہت مشہور تھا خواجہ بشیر الدولہ نواب ناظر جنکا امام باڑہ جلوخانۂ شاہی کے قریب سر راہ واقع تھا۔ شیشہ آلات جھاڑ۔ کنول عمدہ عمدہ زردوری پٹکے بھاری بھاری چاندی اور سونے کے علم استادہ ہوتے تھے۔ ذاکرین امام باڑہ عشرۂ محرم مین مرزا عباس روضہ خوان اور میر انیس تھے۔

بشیر الدولہ نے بادشاہ سے عرض کیا فدوی کی تمنا ہے کہ حضور کی تصنیف سے کوئی نیا مرثیہ میرے امام باڑہ مین پڑھا جائے تو عین ذرّہ نوازی ہوگی۔

فرمایا اچھا کیا مضائقہ ہے۔ ساتوین تاریخ محرم کو تمہارے یہان مجلس مین نیا مرثیہ پڑھینگے۔ روز موعودہ مجلس آراستہ تھی کہ حضور مع اراکین جنکی پوشاکین ماتمی تھین بوچہ پر سوار تشریف لائے۔ تمام اہل مجلس نے تعظیم کی۔ بادشاہ اپنی جگہہ پر بیٹھے۔ پہلے میر انیس نے چند بند پڑھے۔ اسکے بعد میر عباس روضہ خوان نے فارسی مین مصائب امام پڑھے۔ پھر بادشاہ ممبر پر تشریف لائے۔ آفتاب الدولہ قلق اور فتح الدولہ برق زیر ممبر کھڑے ہوتے۔ بادشاہ نے مرثیہ پڑھا بہت رقّت ہوئی۔

کسی موقع سے رفقا نے عرض کیا حضور بشیر الدولہ کے یہان تشریف لیجانا آپکے خلاف شان تھا۔ فرمایا کیا ہو مجھکو خیال تھا اسکا دل تھوڑا ہو جاے۔

محمد عبد الرؤف عشرت

# زمانہ اور ادیب

اس عنوان سے منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی نے حال ہی مین ایک دلچسپ موازنہ لکھا ہے - اُردو رسالون کی تاریخ مین یہ پہلا موقع ہے کہ اس قسم کا موازنہ شائع ہوا ہے جسمین پرچون کے علاوہ ایڈیٹرون کی قابلیت کا بھی مقابلہ کیا گیا ہے - عجب نہین کہ آیندہ اُردو اخبارات اور اُنکے ایڈیٹرون کا بھی مقابلہ کیا جائے اور اسطرح اُردو اُس معراج ترقی پر پہونچ جائے جسپر ابھی تک کوئی زبان نہین پہونچی -

ہندوستان مین فن تنقید براہ راست انگلستان سے آیا ہے اور انگلستان کے نامور نقادان فن" لارڈ مکالے اور کارلائل" کو بھی یہ جدت نہین سوجھی - ہم اس قسم کے موازنہ کے خلاف نہین ہین بشرطیکہ اُسمین واقفیت اور نیک نیتی کو دخل ہو اور رائے دہندہ اپنے ذاتی نقطۂ خیال سے علیحدہ ہوکر سچی تنقید کر سکے - سچی تنقید کی تعریف یہ ہے کہ دو بالمقابل چیزون کے عیب و صواب بلا کم و کاست دکھا دیے جائین - لیکن ہندوستان مین ابھی اسکا رواج عام نہین ہے اور عموماً ایسے موقعون پر پہلے ہی سے ایک چیز کی نسبت عمدہ اور دوسری کے متعلق بُری رائے قائم کر لیجاتی ہے - بلکہ یہ ضرورت ہی اسلئے پیش آتی ہے کہ ایک کی مدح اور دوسری کی ہجو کیجائے -

اس اعتبار سے شوق صاحب کا موازنہ زیادہ دلچسپ ہے - آپ نے جنوری حال کے زمانہ اور ادیب کو اپنے موازنہ کے لئے منتخب فرمایا ہے - بوقت الشیوع رسالون کے موازنہ کے لئے ضرورت ہے کہ اُنکی سالانہ جلدون کا مقابلہ کیا جائے نہ کہ کسی خاص مہینے کے پرچون کا خصوصاً ادیب کا موازنہ اسی اعتبار سے ہو سکتا ہے جسمین کسی خاص مہینے کیلئے کوئی خاص دھوم دھام نہین کیجاتی - جنوری کا زمانہ خاص دھوم دھام سے شائع ہوا ہے اور ادیب اپنی معمولی رفتار سے - کاش اُسکی یہ دھوم دھام یکسان قائم رہتی - لیکن ابھی تک واقعات اسکے خلاف ہین -

بہرنوع نیک نیتی کو جہانتک دخل ہے وہ ایسے موازنہ سے واضح ہے - تاہم مجھے موازنہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے کی ضرورت ہے - شوق صاحب نے اپنے موازنہ کو دونون پرچون کی رنگین تصویرون سے شروع کیا ہے - ادیب کی رنگین تصویر (ولادت سکندر) کے متعلق آپ رقمطراز ہین -

"مین اس قسم کی فرضی تصویرون کو کچھ قدر کی نگاہون سے نہین دیکھتا - انکے خیالی ہونیکا خیال ہی انکو بے اثر بنا دینے کو کافی ہے - کپڑون کے تھانون پر ہزارہا رنگین تصویرین بہت اچھی اچھی نظر آتی ہین جنھین دیکھکر لڑکے ضرور خوش ہوتے ہین - سمجھنے والے (حضرت شوق) تو صرف اُن تصویرون (زمانہ کی رنگین تصویر لیلی مجنون) کو دلچسپی کے ساتھ دیکھتے اور پسند کرتے ہین جنکے نظارے سے واقفیت کے ساتھ تاریخی - علمی - معاشرتی یا اور ایسی ہی کوئی بات پیدا ہوتی ہو"

کوئی شک نہین کہ شاعرانہ خیالات کے لوگ لیلی مجنون کی حد سے آگے نہین بڑھ سکتے اور وہ مصور کے اُس اچھوتے

خیال کی قدر کرنے سے معذور ہین جو ولادت سکندر کے مرقع سے ظاہر ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ولادتِ سکندر کیطرح لیلیٰ مجنون کی تصویر خیالی نہین ہے اور اُنکے اصلی فوٹو لئے گئے تھے؟

اگر ایسا نہین ہے تو یہہ موازنہ کیا وقعت رکھتا ہے۔ لیلیٰ مجنون کی تصویرین اسقدر عام ہین کہ انپر کپڑے کے تھانون کی تصویرون کا صحیح اطلاق ہوسکتا ہے۔ خصوصاً زمانہ مین جو تصویر شائع ہوئی ہے۔ وہ فن مصوری کا نہایت ادنیٰ نمونہ ہے جسمین مصور نے جنگل کے تمام درندون کو ایک ہی جگہہ جمع کردیا ہے اور وہ بھی اس انداز سے گویا تمام وحشی جانور ایک دوسرے سے ہلے ملے ہوے ہین۔ لطف یہ کہ ان درندون کے ساتھ ایک گھڑیال بھی دکھایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ مسلم ہے کہ صحراے نجد مین جہان مجنون رہتا تھا کوئی دریا نہین ہے۔

رنگین تصویرون سے گزر کر آپ نے سادی تصویرون سے بحث کی ہے جو اس نقطۂ خیال سے بال بھر ادھر اُدھر نہین ہے۔ حتیٰ کہ طرفداری کے جوش مین آپ نے غلط بیانی مین بھی تامل نہین فرمایا ہے اور واقعات پر خاک ڈالنے کی انتہا کردی ہے۔ زمانہ کے جنوری نمبر مین نمائش گاہ الہ آباد کی آٹھ تصویرین دو ورق پر چھاپی گئی ہین جنکی نسبت جناب شوق نے ذیل کا شاندار دعویٰ پیش کیا ہے:-

"تعجب تو یہ ہے کہ "زمانے" نے کانپور سے الہ آباد کے نمائش گاہ کے نقشے دکھا دیئے اور ادیب الہ آباد ہی مین ہے مگر کچھ نہ دکھا سکا۔ اس سے دونون رسالون کے اڈیٹرون کی قابلیت اور اُنکے دماغون کی علمی مناسبت کا اندازہ کرلیا جاے۔ آئندہ اگر ادیب نمائش گاہ کے نقشے چھاپے بھی تو کیا۔ زمانہ بالا جیت چکا۔"

ایسی بے لاگ اور واقفیت سے لبریز تنقید کی داد ہمارے امکان سے باہر ہے۔ شاید ناظرین ادیب کچھ داد دے سکین جنھون نے زمانہ سے ایک ماہ پیشتر ہی دسمبر کے ادیب مین عمارات نمائش کے ۱۲ دلکش فوٹو، مکمل نقشۂ نمائش مع تشریح۔ نمائش کی ابتدا، نمائشات عالم کی مبسوط تاریخ۔ نمائش الہ آباد کے مفصل حالات۔ نمائش کا پروگرام اور کانگرس وغیرہ کی کیفیت سب کچھ دیکھ لیا تھا۔ لطف یہ کہ زمانہ کی جن تصویرون کے متعلق ایسا شاندار دعویٰ کیا گیا ہے وہ ادیب ہی کی نقل ہین جنکے قد و قامت مین بھی بال بھر کا فرق نہین۔ ہم حضرت شوق کو یقین دلاتے ہین کہ ادیب اس میدان مین کبھی زمانہ سے پیچھے رہنے والا نہین۔ وہ اپنی تاریخ اشاعت سے آجتک زمانہ سے کہتا رہا ہے کہ "آؤ آؤ! ہمارے پیچھے پیچھے چلے آؤ" اُسنے نمائش گاہ لاہور کے موقع پر بھی اپنے پہلے ہی نمبر مین نمائش مذکور کے مکمل حالات مع تصویر شائع کردئے تھے جنھین دیکھکر زمانہ کو بھی اپنا "خاص رپورٹر" لاہور بھیجنا پڑا تھا۔ لیکن اُسوقت تک نمائش برخاست ہوچکی تھی۔ تاہم آیندہ ماہ کے زمانہ مین ادیب کا مُنہ چڑانے مین تامل نہین کیا گیا۔

اسیطرح زمانہ کی جن دوسری تصویرون کے متعلق لمبے چوڑے دعوے کئے گئے ہین وہ سب کی سب "انڈین ورلڈ" "چترمے جگت" "ماڈرن ریویو" اور "پرباسی" وغیرہ رسالون مین نکل چکی ہین جنکے انتخاب اور فراہمی مین ان پرچون کے قابل ایڈیٹرون کے دماغ صرف ہوے ہین نہ کہ ایڈیٹر زمانہ کی قابلیت۔

زمانہ مین ابھی تک کوئی ایسی تصویر نہین نکلی ہے جو خاص

زمانہ کے لئے تیار کرائی گئی ہو اور اُسکے لئے مخصوص ہو۔ بلکہ اُنھین ہر پرچہ "چیتر شالہ پریس پونہ" اور "آرٹ پریس کلکتہ" سے حاصل کرسکتا ہے۔ اگر موازنہ نگار کی نظر اتنی وسیع نہین ہے تو موازنہ نگاری کا شوق فضول ہے۔

تصاویر کی بحث مین شوق صاحب نے ایک اور مقام پر اور داد خوش بیانی دی ہے۔ ادیب مین "سیر دریا" کے عنوان سے ایک نظم اور ایک تصویر جنوری کے پرچے مین شائع ہوئی تھی اور زمانہ مین بھی "لب آب ایک کشتی" کے عنوان سے ایک نظم اور تصویر۔ "لب آب" کی مہمل ترکیب سے قطع نظر کرکے اس تصویر کو تصویر کہنا اس فن کی حقارت کرنا ہے۔ ایسے چربے جو دیسی چھاپے خانون کے مصور کھینچا کرتے ہین۔ اگر فن مصوری کی کوئی شاخ قرار دئے جائین تو دنیا مین اُس مصوری کی ضرورت ہی نہین باقی رہتی جسمین دل و دماغ اور زر و قلم صرف ہوتا ہے۔ شوق صاحب نے اپنے مذاق کی مناسبت سے اس تصویر کی تعریف مین قلم توڑ دیا ہے اور ادیب کی ہاف ٹون تصویر کی جو اس منظر کا ایک بے نظیر نمونہ پیش کرتی ہے۔ ہجو کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ ایک عورت ایک لڑکی کو گود مین لئے ہوئے بیٹھی ہے۔ دقّت نظری اسی کا نام ہے۔ کاش آپ فن تصویر سے واقف ہوتے اور یہ بھی معلوم ہوتا کہ اگلے یونانیون کی کیا وضع اور معاشرت تھی تو اسقدر غلط فہمی نہ واقع ہوتی۔ سیر دریا والی نظم جو منشی نادر علی خانصاحب نادر کے زور قلم کا نتیجہ ہے اور جس سے ایک بے نظیر اخلاقی سبق ملتا ہے۔ آپ کے خیال مین نہ صرف عاشقانہ بلکہ شرمناک ہے۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔

تصاویر کے بعد مضامین کی طرف بھی توجہ کی گئی ہے لیکن مقصود اصلی صرف ادیب و ایڈیٹر ادیب کی ہجو اور حقارت ہے اور جسطرح تصاویر کے متعلق غلط بیانی تک سے احتراز نہین کیا گیا اُسیطرح مضامین کے متعلق بھی سمجھ لینا چاہئے۔ ادیب کے تمام مضامین مین صرف "مسئلہ سالمات" قابل ذکر سمجھا گیا ہے نہ کہ قابل تعریف اور اسکی نسبت جو کچھ گل فشانی کی گئی ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

> "سالمات یعنی اجزاے لایتجزے کا سبجکٹ ضرور اچھا ہے لیکن ابھی تک جتنا مضمون چھپا ہے اسمین صرف حکماے قدیم و جدید کے اقوال ہین۔ "باقی آیندہ" مین جرح اور تعدیل سے کچھ نتیجہ نکالا جاے تو مضمون کی خوبی اور نقص پر کچھ راے قائم ہوسکے۔ لائق مضمون نگار جو کچھ نتیجہ نکالین اُس سے ادیب کے ایڈیٹر کو خود ایک نتیجہ نکالنا بہ بہت مشکل مسئلہ ہے"۔

گویا مضمون مذکور مین ہر دور کے حکما کی تحقیقات جرح و تعدیل سے خالی ہے اور کوئی نتیجہ ایسا ہے جو ساتھ ساتھ نکلتا نہین جاتا اور شائد موازنہ نگار اس کمی کو پورا کرسکین گے۔ شوق صاحب نے زمانہ کے علمی ضمیمہ کی مدح سرائی مین نسبتہً زیادہ زور قلم صرف کیا ہے۔ یہ علمی ضمیمہ کیا ہے؟ اسمین علم و ہنر کی کونسی منزلین طے کی گئی ہین اور علم ادب مین کتنا اضافہ ہوسکتا ہے۔ صرف اس سے ظاہر ہے کہ بعض نامور علما (جنمین شوق صاحب بھی شریک کرلئے گئے ہین اور جسکی شکرگزاری مین آپ نے زمانہ و ادیب کا موازنہ تحریر فرمایا ہے) سے ایڈیٹر زمانہ نے دریافت کیا تھا کہ آپ اُردو فارسی کی کون کون کتابون کو بہترین خیال فرماتے ہین۔ آپ کس کتاب کو پڑھکر تصنیف و تالیف کیطرف متوجہ ہوئے ہین۔ آپ کی سب سے پہلی تصنیف کا کیا نام ہے اور آپ اپنی تصانیف مین

سکنتلا اور دُشنیت

انڈین پریس الہ آباد

"سب سے بہترین"[۱] کس کو سمجھتے ہین وغیرہ یہ سوالات زبان حال سے پکار رہے ہین کہ پوچھنے والا خود کسی نتیجے پر نہین پہونچ سکتا- یہ بعینیہ ایسی بات ہے کہ کسی کمہار کی دوکان پر جاکر یہ سوال کیا جاے کہ تمہارے بنائے ہوے کھلونون مین سب سے اچھا کون ہے- اسکا نام علمی ضمیمہ رکھنا در اصل علم کی توہین کرنا ہے - ایسی خط و کتابت اُسوقت مفید ہوسکتی ہے جب مصنّفین اُردو غالب کی طرح اپنے تجربات اپنے خطوط مین زیادہ وضاحت وصراحت کے ساتھ قلمبند کرین- لیکن اُنھین اپنے مشاغل علمی سے اتنی فرصت کہان- چنانچہ فخر الہند علامۂ شبلی نے صرف دوچار سطرین لکھکر ٹال دیا ہے- البتہ حضرت شوق نے ان سوالات کے جواب مین اپنے سوانح عمری تک لکھدئے ہین-

جناب شوق بجاے خود کیسے ہی اُستاد یگانہ ہون لیکن ابھی تک اُنکی کوئی مہتم بالشان تصنیف اہل ملک کی نظر سے نہین گزری- ساری عمر مین ایک مثنوی "ترانۂ شوق" نظم فرمائی ہے جسمین گلزار نسیم کے مُنہ چڑھانے کی کوشش کی گئی ہے نہ اُسکے قصّے مین کوئی جدّت ہے نہ طرز بیان مین- نہ حکیمانہ و فلسفیانہ مسائل کی کوئی جھلک اُسمین موجود ہے - تاہم شمس العلما مولانا شبلی نعمانی- مولانا شرر لکھنوی اور مرزا محمّد ہادی صاحب بی-اے - ایسے مشہور علما اور کثیر التصانیف مصنفین کے زمرے مین آپکا شمار محض ایڈیٹر صاحب زمانہ کی عنایت یا تجارتی ضرورت پر مبنی ہے اور اس عنایت کی شکرگزاری مین اگر آپ نے ادیب پر ہاتھ صاف کیا تو کوئی تعجب کی بات نہین-

موازنہ مین الفاظ تو بڑے بڑے نظر آتے ہین جو ہر شخص ادنی کوشش مین بھی لکھ سکتا ہے لیکن وقّت نظری کی جو حقیقت ہے وہ مندرجۂ بالا اقتباسات سے واضح ہو چکی ہے- طرفداری کے جوش مین آپ نے فقرے فقرے فقرے کے بعد لکھدیا ہے کہ ادیب زمانہ سے پوری شکست کھا رہا ہے - زمانہ کے سامنے ادیب کی وہی حقیقت ہے جو ایک شگفتہ پھول کے سامنے خشک پتّی کی- ایڈیٹر زمانہ کی علمی لیاقت کا ایڈیٹر ادیب مقابلہ نہین کرسکتا- یہ الفاظ خود اپنی تردید کر رہے ہین ایسے موازنہ کی تردید مین مجھے قلم اُٹھانے کی ضرورت نہ تھی جسکا ہر لفظ ذاتی رنجش اور دلی عناد کا آئینہ ہے اور جسکا دُھرا دُنیا ہی اُسکی کافی ترقی تردید ہے لیکن اس خیال سے کہ ناواقف اور سادہ مزاج لوگ غلط فہمی مین مبتلا نہ ہون اس سمع خراشی کی ضرورت محسوس ہوئی-

**مہیش پرشاد- بی - اے**

---

**زمانہ اور ادیب** - ہمارے محترم دوست منشی شیخ احمد علی صاحب قدوائی نے ادیب وزمانہ کا موازنہ فرمایا ہے - مگر یہ موازنہ انیس و دبیر سے کم مرتبے کا نہین ہے افسوس ہے کہ ملک کے نامور انشا پرداز نے ادیب کی خوبیون کو خاک مین ملانے کی کوشش کی ہے - حالانکہ آج کل کا زمانہ ادیب کے ادب کا ممنون ہو رہا ہے - (اخبارِ مشرق گورکھپور)

---

[۱] "بہترین" خود ہی صیغۂ افعل التفضیل ہے اسکے ساتھ "سب سے" کا اضافہ بالکل مہمل ہے ۱۲-

## بیگمات دہلی کی سیر دریا

اللہ اللہ یہ شبِ مہتاب یہ دلکش سماں      نور کی سقفِ فلک سے آرہی ہیں تھالیاں
بقعۂ تنویر ہے گویا فضائے آسمان      مرحبا کیا صاف ستھری ہے قبائے آسمان
ہو رہا ہے عرش سے تا فرش عالم نور کا      چار سو جلوہ ہے گویا شاہدِ مستور کا

دیدنی ہے واہ کیا جمنا کا منظر دلفریب
یہ شبِ ماہ اور یہ پانی کی چادر دلفریب

اس سکوتِ شب میں دریا کی روانی دیکھئے      صاف موتی کیطرح ہے واہ پانی دیکھئے
چاندنی میں نیلگوں امواج ہیں یہ خوشنما      یا مسی آلودہ ہونٹوں پر تبسم جانفزا
کیا ہوائے سرد کیا کیفِ نشاط انگیز ہے      ایک اک جھونکا شمیمِ گل سے عنبر بیز ہے
ہیں لطافت خیز یہ خفقان لہریں اسطرح      دودھ کی فردوس میں جاری ہوں نہریں جسطرح
سبزہ و گل سے لبِ ساحل ہے تصویرِ نشاط      جدولِ امواج پر ہے ثبت تحریرِ نشاط

ہے رواں خوش و ضع بجرا ایک سطحِ آب پر
کشتیِ مہ شرم میں ڈوبی ہے جسکو دیکھکر

آہ یہ کشتی نشین یہ انکی دلکش شانِ حسن      گوہرِ عفت سے مالامال ہے دامانِ حسن
آشنائے بحرِ ذوقِ خود نمائی ہے ہر ایک      سر بسر یعنی فسونِ دلربائی ہے ہر ایک
ہے فروغِ روئے رنگین سے اُجالا چارسو      عکس عارض کا ہوا ہے بول بالا چارسو
جلوۂ روئے نکو ہے عکس افگن آب میں      یا کہ ہے محوِ تماشا کوئی پریزاد آب میں
شان برنائی شریکِ نازِ معشوقانہ ہے      طرز خود داری سے پیدا سطوتِ شاہانہ ہے

نازنین نازک بدن ہے کوئی مہ پارہ کوئی
ہے یہ بجرا یا تمناؤں کا گہوارہ کوئی

نقش حیرانی ہے، یا کوئی طلسمِ دلنشین      چل رہا ہے بزمِ آبی میں کوئی یا سانگین
یا کنول کا پھول یہ کوئی کھلا پانی میں ہے      یا شبابِ فتنہ جو جلوہ نما پانی میں ہے
یا بہارِ حسن کا ہے مختصر گلشن کوئی      یا گلِ باغِ جوانی سے ہے پر دامن کوئی

بیخودانہ ہو رہی ہے سیرِ دریا دیکھئے
کس نزاکت سے چلا جاتا ہے بجرا دیکھئے

کیا سہانی ہے یہ کیا پر لطف ساعت دیکھئے      جنبشِ بادِ صبا کی یہ لطافت دیکھئے
دل کی کلیاں کھل رہی ہیں واہ رے آبِ ہوا      ہے امنگوں ولولوں میں فطرتی نشو و نما
تازگی بخشِ مشامِ جاں ہے موجِ بوئے گل      از زمین تا آسمان پھیلی ہے فوجِ بوئے گل
دل ادھر نظارۂ ساحل سے لذت یاب ہے      آنکھ اُدھر وقفِ تماشائے فضائے آب ہے
کوزہ و خود کوزہ گر کی ہے مثل صادق یہاں      واہ یہ جلوت ہے کچھ خلوت سے بھی فائق یہاں

غیر کیا کوسوں یہاں سایہ نہیں ہے غیر کا
صحبتِ ہم جنس میں دونا مزا ہے سیر کا

سید محمد فاروق (شاہ پوری)

## آفتاب

اے فروغِ روز روشن مشعلِ افروز جہاں      جلوۂ صبحِ تمنا۔ اے چراغِ آسمان
رونقِ دنیا ہے تیری گرمیِ بازار سے      نور اک پھیلا ہے تیرے آتشین رخسار سے
جانبِ مشرق نظر آنا وہ تیرا صبحدم      سورۂ والشمس لوحِ چرخ پر کرنا رقم
ہے شرابِ ارغوانی سے بھرا ساغر ترا      دورِ چشمِ مست ہے دن بھر کا یہ چکر ترا
کس حسین کے گوش کا تو گوہرِ نایاب ہے      کونسے عاشق کا تو داغِ دلِ بیتاب ہے
ہے کتابِ حکمتِ خالق کا اک اُجلا ورق      نورِ دانش سے ترے روشن ہیں یہ چودہ طبق
تارِ زرین میں شعاعوں کی جو یہ پھیر رہا      حسن کا اے مہرِ وش تیرے ہی سر سہرا رہا
تخت ہے چرخِ چہارم اے شہِ خاور ترا      ہے دمِ عیسیٰ سے بیشک معجزہ بڑھکر ترا
ہے حرارت تیری آبِ زندگی سب کے لئے      تو ہے دن کیواسطے اور چاند ہے شب کے لئے
تیری ہی گرمی سے پھل آتے ہیں کل اشجار میں      لعل ہو جاتے ہیں پتھر دامنِ کہسار میں
تیرے ہی پرتو سے روشن ہیں یہ ذرات زمین      تیری ہی گرمی سے اُٹھتے ہیں بخارات زمین
ابر بنکر پھر برستے ہیں یہ رحمت کی طرح      زر لٹاتے پھرتے ہیں اہلِ سخاوت کی طرح

باغِ دنیا سے خزان جاتی ہے آتی ہے بہار　　صحنِ گلشن مین ہزارون گل کھلاتی ہے بہار
جلوۂ قدرت کی نیرنگی تجھی سے ہے عیان　　تیرے ہی باعث اُگلتی ہے زمین گنجِ نہان
صحنِ گلشن مین جو ہر گل شاہدِ طنّاز ہے　　پردہ ہی پردہ مین تیرے سوز کا یہ ساز ہے
مُشک شب ہو جاتا ہے کافور آتے ہی ترے　　اور بنجاتی ہے ظلمت نور آتے ہی ترے
ماند ہے آگے ترے مہتاب و انجم کی چمک　　نور ہے تیرا ہی بیشک چشمِ مردم کی چمک
تو نہ ہوتا تو یہ جلوے ہم کہان سے دیکھتے　　رنگ یہ اے نیرِ اعظم کہان سے دیکھتے
شام کو ہے زرد چہرہ اور سحر کو لال ہے　　کھولکر اُڑتا ہے پرتو مرغِ زرین بال ہے
گو ہمارے پاس سے تو ہے کرورون میل دور　　پر ہے نزدیک اسقدر آنکھون مین ہے تیرا ہی نور
موسمِ سرما مین ہے تو مفلسون کا آسرا　　دھوپ سے تیری اُٹھین سردی مین آتا ہے مزا
مہر ہے تو اک دہانِ روزہ داران کے لئے　　اک وسیلہ آمدِ ابرِ بہاران کے لئے
جانِ مرغ و مور و ماہی روحِ جملہ کائنات　　چشمۂ خورشید سے پاتے ہین سب آبِ حیات
تیرا جلوہ دیکھنے کی تاب لا سکتا نہین　　رعب ایسا ہے کوئی آنکھین ملا سکتا نہین
کسکا جلوہ تجھ مین دیکھا اکبرِ ذیجاہ نے　　سر جھکایا سامنے تیرے جو ایسے شاہ نے
پوجنے والے ترے کرتے ہین تیری بندگی　　کچھ تو ہے تجھ مین جو ہے یون شوقِ پراگندگی
رازدارون سے ترے یہ راز پوچھا چاہئے　　ہے یہ کس کے حسن کا انداز پوچھا چاہئے
ہو یہان مہمان آکر یہ نصیب اپنے کہان　　ہین بروجِ آسمان بس تیرے رہنے کے مکان
ہے کشش سے تیری قائم ایک مرکز پر زمین　　ورنہ گر پڑتی خدا جانے کہان جا کر زمین
ہے یہ آویزان فقط تیری کشش کے تار پر　　لیگئی گردش مین سبقت کوکبِ سیار پر
مثلِ مرکز بیچ مین تو دائرے مین خاص و عام　　نام ہے دار الحکومت کا تری شمسی نظام
کیون مریضون کو ہو تسکین سحر کی دید سے　　دل ٹھہر جاتا ہے تیرے کاسۂ تبرید سے
سر پہ سورج آگیا اے مست کچھ ہشیار ہو　　خوابِ غفلت کب تک اے دل اب ذرا بیدار ہو

ہے بہت کم جسقدر تعریف اسکی ہو رقم
دیکھ اے واصف اُسے جسکا ہے یہ نقشِ قدم

**واصف** (اکبر آبادی)

---

## مرے دوستانے والے

تری دلفریب صورت مری طبعِ عاشقانہ　　تری دلربا ادائین مرا ذوقِ شاعرانہ
یہی بانیِ محبت یہی عشق کا سبب ہین
یہی رنج دینے والے

نہ کبھی ستم سے تھکے نہ کبھی یہ دکھ اُٹھایا　　کہ یکایک آہ! مجھکو جو خیالِ یار آیا
تو بڑھی خلش جگر کی دلِ زار مضطرب ہے
مری جان کے ہین لالے

مین کرون تو کیا کرون اب مرا اختیار کیا ہے　　مرا دل ہے خود ستم کش یہ اسی کی سب خطا ہے
اسے عشق کا ہے سودا - یہ بلاکشی کا خوگر
اسے کیا کوئی سنبھالے

جو دکھاے سرخروئی یہ وفا شعار بنکر　　تو مفارقت کے صدمے بھی اُٹھائے قلبِ مضطر
یہ کسے غرض پڑی ہے کہ فضول دلدہی کی
کوئی اپنے سر بلا لے

نہ کسی نے دیکھا ہوگا یہ وفورِ سوزشِ غم　　نہ یہ جوشِ وحشتِ دل نہ یہ بیکسی کا عالم
مرے دل پہ ہے گرانی - مری جان پہ ہے مصیبت
مرے لب پہ آہ و نالے

ترے عشق کا ہے سودا مرے سر مین آفتِ جان　　کہ خیال منتشر ہے تو حواس ہین پریشان
دلِ دردمند کو پھر - ترے کاکلون کے بل سے
کوئی کس طرح نکالے

مرے دل سے سوزِ غم کی یہ کہین اُمس بھی جائے　　جو گھٹا ہے دل پہ چھائی یہ کہین برس بھی جائے
مین اسی مین خوش ہون ہمدم - کہ کوئی تماشا کر
مجھے خوب سا رولالے

یہ زمانہ ساز ناصح نہ ہوا تبعِ محبت　　مجھے حُسن کی طرف سے نہ دلائے اب یہ نفرت

نہ جلائے دل جلوں کو۔ ہے اسی میں خیر اسکی
کہ نہ میری بد دعا لے
یہ غرور حسن والے یہ کرشمہ ساز الفت     کہ شباب و خوبروئی یہ ہے جنکو ناز و نخوت
جو یہ ہمسے چھپ رہیں با دائے دلنوازی
ہیں سب اپنے دیکھے بھالے
مجھے کیا خبر تھی محوی کہ بُری بلا ہے الفت     یہ ہے باعثِ ذلت یہ ہے موجب حقارت
مگر آہ! اب میں سمجھا۔ کہ دل اور دلربا ہیں
"مُرے دوستانے والے"

محمد حسین (محوی)

# کلام ابر

کیا روشنیِ حُسنِ صبیح انجمن میں ہے     فانوس میں ہے شمع کہ تن پیرہن میں ہے
بھڑکاتی ہے جنون کو گل و لالہ کی بہار     اک آگ سی لگی ہوئی سارے چمن میں ہے
پُرزے سمجھ کے جامۂ تن کے اُڑا جنون     وہ جامہ زیب بھی تو اسی پیرہن میں ہے
سوکھے شجر ہرے جو ہوے پھر تو کیا ہوا     ناسور نو ہمارے بھی زخم کہن میں ہے
بزم خیال یار میں غیروں کا کیا گزر     خلوت جو چاہئے وہ اسی انجمن میں ہے
تعدیر ریگ شیشۂ ساعت ملی مجھے     کلفت سفر کی رات دن اپنے وطن میں ہے
بلبل کی خوشنوائی کا باعث ہے عشق گل     دل میں جو درد ہے تو مزہ بھی سخن میں ہے
رنگِ خزان بھی جسکا ہے رشکِ بہار آبر     وہ کشت زعفران کی ہمارے وطن میں ہے

## رباعیات

عمر رفتہ کی جستجو کیا کیجے     ناممکن شے کی آرزو کیا کیجے
زخم غم احباب کا مرہم کیا ہے     چاک دل صد پارہ رفو کیا کیجے
دل سے غمِ دل کی خار جنگی نہ گئی     ایام فراغ میں بھی تنگی نہ گئی
لپٹی ہی رہی فصل بہار سے خزان     افسوس زمانے کی دو رنگی نہ گئی

# قطعہ تاریخ وفات جناب منشی جوالاپرشاد صاحب برق، جج خفیفہ لکھنؤ

(مصنفۂ مولانا صفی لکھنوی)

جج خفیفہ کے خوش اخلاق جوالاپرشاد     برق ہر کام میں تھے برق زہے ذہن رسا
بات سنتے ہی معاً تہ کو پہونچ جاتے تھے     لطف بنتے ہوئے دریا میں ہے غواصی کا
دل کے حالات قیافہ سے بتا دیے تھے     مشغلہ روز عدالت میں یہی رہتا تھا
طبع سنجیدہ تھی ٹھہرے ہوئے پانی کیطرح     رنگ تہذیب و متانت کا نہایت گہرا
ایک سمویا ہوا برتاؤ سبھوں سے یکسان     کار سرکار میں نرمی نہ درشتی بیجا
رنگ انصاف میں ڈوبا ہوا انداز نگاہ     شوخیِ جنبش مژگان سے ذہانت پیدا
نہ گرجتے تھے کسی پر نہ برستے تھے کبھی     برق کا کام اشاروں پہ فقط چلتا تھا
آنے جانے میں عدالت کے یہ پابندیِ وقت     کام کتنا ہی زیادہ ہو مگر کیا پروا
ختم کر دیتا اُنھیں چار بجے تک سب کام     کہ نہ سائل ہوں پریشان نہ ہو جی کلا
"کار امروز بفردا مگزار" اسپہ عمل     کام میں طول نہ کوتہ قلمی حد سے سوا
تجربہ کار نگاہیں ہمہ دان و ہمہ گیر     نکتہ نکتہ پہ نظر سامنے عرضی دعویٰ
صاف سُلجھی ہوئی تقریر بھی تحریر بھی سب     نہ کہیں بھول عبارت میں نہ اُلجھاو ذرا
نکتہ چینوں سے نہ ٹوٹے یہ طلسم تجویز     فیصلہ میں وہ سلیقہ کہ نہ دیکھا نہ سُنا
کرسیِ عدل پہ جج جج کی ملاقات میں دوست     صحبت شعر و سخن ہو تو ادیب یکتا
بذلہ سنجی میں سخن ساز طبیعت حاضر     فقرہ فقرہ میں ظرافت کا نمک شور افزا
جائیے گھر پہ جو ملنے تو ملنسار بڑے     آئے جب سر اجلاس تو انداز جدا
ڈٹ کے کرسی پہ جہاں بیٹھ گئے شیر کیطرح     رعب چہرہ پہ خداداد نظر ہوش ربا
مذہبی رنگ تعصب کا کہیں نام نہیں     دل کے آئینہ پر آزاد خیالی کی جلا
جج میں جتنی صفتیں چاہئیں وہ سب موجود     اب دن آئے تھے کہ عہدہ کوئی ملتا اعلیٰ
یون تو مرنا ہے سبھی کو مگر افسوس اے برق     اجل آئی تمھیں بیوقت قلق ہے اسکا
لکھنؤ یہ تری قسمت کہ ترے ہاتھ سے آہ     ہو گیا گم وہ نگینہ کہ جو تھا بیش بہا

منشی جوالا پرشاد صاحب برقؔ بی۔اے۔بی۔ایل جج خفیفہ لکھنؤ

ولادت ۱۸۶۳ء وفات ۱۹۱۱ء

انڈین پریس الہ آباد

دیکھنا لوٹ رہے ہین یہ ستارے کیسے
رو رہی ہے کسے اُردو کی ستمکش دنیا

کسکے افسوس مین ہین شکسپیر کی جلدین
کون اُردو مین کریگا وہ خیالات ادا

ترجمہ تیرے لئے چھوڑ گیا دیکھ اُردو
تیرے سرمایۂ نازش کا بڑھانے والا

یادگار اس سے کوئی اور نہ ہوگی بہتر
کہ اشاعت سے تصانیف کو دیجے بقا

کام باقی تھا بہت کچھ مگر افسوس افسوس
ساتھ تو نے نہ دیا زندگی سست وفا

مبتلا تپ مین ہوئے مارچ کی اکیسوین (۲۱) کو
اور چھبیسوین (۲۶) کو آگیا پیغام قضا

سن چھیالیس برس تین مہینہ کا ابھی
ساخت اعضا کی نہ کمزور نہ کمزورِ قویٰ

اسے کیا کیجئے دن گو کہ نہ تھے مرنیکے
لیگئی چھین کے احباب سے کمبخت وبا

اُنکی اولاد کو اور اُنکے عزیزون کو تمام
تعزیت دیجئے اللہ کرے صبر عطا

آپ اے برق جہان رہئے وہان خوش رہئے
خوش رہے آپ سے دنیا مین سب اعلیٰ و ادنیٰ

نگہہِ برق مین گویا کششِ برق تھی
سبق آموز محبت تھی ہر اک طرز ادا

تیرے شعلون نے لیا برق کو آغوش مین جب
او غم انگیز جگر سوز شرر خیز چتا

دل احباب مین اک آگ لگادی غم نے
حشر تک جو نہ بجھیگی نہ بجھیگی اصلا

لکھنے بیٹھا ہے مصفیٰ برق کی تاریخ وفات
دلِ رنجیدہ پہ چھائی ہے غم انگیز گھٹا
سنہ ۱۹۱۱ء

# کلام اکبر

گھرا ہے ابر بھی جھونکے بھی ہین بادِ بہاری کے
مبارک ساقیا پھر آگئے دن بادہ خواری کے

شباب و شاہد و فصلِ بہار و بادۂ گلگون
عناصر ہین یہ میرے عالمِ بے اختیاری کے

محبت ٹپکی پڑتی ہے مری اُنکی نگاہون سے
حواس و ہوش گم ہین ذوق سعیِ رازداری کے

تری تقویٰ کا اکرام اب کریگا کون اے اکبر
خراب و مست خود ہین قدردان پرہیزگاری کے

---

نہین نشو و نمائے دل کی اُمید اس گلستان مین
نہ رنگِ روح پرور ہے نہ بوئے ہمت افزا ہے

شہادت کی ترنگون کے گئے دن اب تو اے اکبر
نہ بارِ دوش سر ہے اور نہ ہمت کا تقاضا ہے

# کلام چکبست

ملک مین دولت نہین باقی دوا کے واسطے
ہاتھ خالی رہ گئے ہین اب دعا کے واسطے

خود پرستون سے حبیبانِ وطن کا قول ہے
ہم وفا کے واسطے ہین تم جفا کے واسطے

آب و آتش کی غلامی پر بشر قانع نہین
ہو رہی فکر تسخیرِ ہوا کے واسطے

مردہ دل زندہ جفائے زندگی سہنے کو ہین
مرنے والے مر گئے پاسِ وفا کے واسطے

---

یہان تسبیح کا حلقہ وہان زنار کا پھندا
اسیری لازمی ہے مذہب شیخ و برہمن مین

نشان ملتا نہین کیفیت شام جوانی کا
طلوع صبح پیری دیکھتے ہین ہم لڑکپن مین

جنھین سینچا تھا خونِ دل سے اگلے باغبانون نے
ترستے اب ہین پانی کو وہ پودے میرے گلشن مین

اُڑا کر لیگئی بادِ خزان اس سال اُسکو بھی
رہا تھا ایک برگِ زرد باقی میرے گلشن مین

نہ بتلائی کسی نے بھی حقیقت رازِ ہستی کی
بتون سے جا کے سر پھوڑا بہت دیر برہمن مین

حیا معدوم ہے ترکِ ادب پر ظلم ہوتا ہے
جوانی مین نظر آیا جو ہنستے تھے لڑکپن مین

# سلام

(از افکار تازہ حضرت رشید لکھنوی نبیرۂ میر انیس صاحب مغفور)

خوشی سے زخم کھانے یون شہ دلگیر آتے ہین
کہ بڑھ جاتا ہے دل جب سامنے سے تیر آتے ہین

نکل آئی ہین موجین کوثر و تسنیم سے باہر
خبر پہونچی ہے پیاسے حضرتِ شبیر آتے ہین

گئے ہین شاہ دین لیکر کھڑی ہین منتظر بانو
بیان ہے دیکھئے کب اصغرِ بے شیر آتے ہین

نہ نکلے اس سے بھی نالہ یہ ہے مطلوب عابد کو
فقط اسواسطے تھامے ہوئے زنجیر آتے ہین

فرشتے ڈر رہے ہین قبر مین مین اُٹھ کے بیٹھا ہون
زمین کو زلزلہ ہے شاہ خیبر گیر آتے ہین

پسر کے بعد جب کڑکین کمانین شہ نے فرمایا
علی اصغر گئے دنیا سے اب کیون تیر آتے ہین

پھرے ہین سوے خیمہ ہاتھ پر ہے لاش بچے کی
شہ دین دفن کی کرتے ہوئے تدبیر آتے ہین

غمِ اکبر مین گویا اُم لیلیٰ ذبح ہوتی ہے
کہین سے کان مین جب نعرۂ تکبیر آتے ہین

گرے ہین رن مین اکبر وہ ڈرے ہین ہر سمت سے اعدا
مٹانے کو رسول اللہ کی تصویر آتے ہین

نہ گھبرائے کرونگا مین مدد صبح قیامت کی
مجھے بھی شہ کے غم مین نالۂ شبگیر آتے ہین

رشید اچھے ہین سب مداح سب شاعر برابر ہین
زبان پر لفظ یہ اکثر دمِ تقریر آتے ہین

# جشن سالگرہ مبارک

پہن کے آئی ہے پھولوں کا ہار سالگرہ	بنی ہے آج عروسِ بہار سالگرہ
جو شوقِ دید میں بیتاب تھے پکار اُٹھے	وہ آئی جھومتی مستانہ وار سالگرہ
رہیگا آج نہ خالی کسی کا دامن و جیب	لُٹا رہی ہے دُرِ شاہوار سالگرہ
ہزار عقدۂ سربستہ اس سے کھلتے ہیں	ہمیں ہے رحمتِ پروردگار سالگرہ
ہمیشہ دیدہ و دل کو خدا نصیب کرے	یہ خوشگوار یہ باغ و بہار سالگرہ
چھلک رہا ہے جو عیش و سرور کا ساغر	تو دھو رہی ہے دلوں سے غبار سالگرہ
ادا سے ناز سے خوبی سے دلربائی سے	بنی ہے ایک بتِ گلعذار سالگرہ
الٰہی آصفِ جمجاہ کی ہو عمر دراز	یہ دے رہی دعا بار بار سالگرہ
بڑی خوشی کا یہ دن ہے تیرے مزے کا یہ جشن	نہ ختم ہو کبھی اے کردگار سالگرہ
خضر بھی آج یہ دیتے ہیں تہنیت شہ کو	خدا کرے ہو تمھیں سازگار سالگرہ
جہاں جہاں گلِ تصویر تھے مہک اُٹھے	عجیب رنگ سے ہے عطر بار سالگرہ
سُنا رہی ہے ترانے نشاط کے بلبل	منا رہی ہے نسیم بہار سالگرہ
یہ روشنی کا ہے عالم تو کیوں نہ کہلائے	چراغِ انجمنِ روزگار سالگرہ
بنا چکی ہے زخود رفتہ جمال اپنا	تمام شہر کو اے شہریار سالگرہ
گہر مراد کے لائی ہے بھر کے دامن میں	کریگی شاہ دکن پر نثار سالگرہ
خوشی کا دور مسلسل ہے دام سے بڑھکر	دلوں کا کھیل رہی ہے شکار سالگرہ
جہان بھر میں ہو اس جشن کا نہ کیوں شہرہ	کہ نامدار کی ہے نامدار سالگرہ
وہ آج شکر خدا بار بار کرتے ہیں	جو کر رہے تھے ترا انتظار سالگرہ
گرہ کشا رہیں سرکار جان نثاروں کے	دلِ عدو سے نہ نکلے ہزار سال گرہ
جلیل لاکھ تمنا کی اک تمنا ہے	مرے حضور کی ہو لاکھ بار سالگرہ

برائے نذر لکھو تم یہ بے بہا تاریخ	مبارک آصفِ گردون وقار سالگرہ
۱۳۲۹ھ

جلیل

# غزل

شراب عیش میں مدہوش یا محوِ الم رہنا	مگر اے دل وفا کی راہ میں ثابت قدم رہنا
حقیقت کیا کھُلے گی تجھ پہ آرام و مسرت کی	اگر ہے بارِ خاطر مبتلائے درد و غم رہنا
یہ آوازِ مجازی سلسلہ بندِ حقیقت ہے	ہمارا حلقۂ عنوان درِ بیت الصنم رہنا
ثبوت رقتِ قلب اور دلیلِ آدمیت ہے	کسی بسمل کی حالت سُنکے میں آنکھوں کا نم رہنا
یہ ہیبت ناک منظر و بہ طولِ زندگانی ہے	نگہ کے سامنے ہر وقت تصویرِ عدم رہنا
فروغِ سوزشِ باطن اگر منظور ہو تجھکو	مثالِ شمع ہر اک بزم میں ثابت قدم رہنا
بتا دوں اتحادِ باطنی کا فلسفہ کیا ہے	دلی جذبات کا شادی و ماتم میں بہم رہنا
تلاشِ مدعا میں فکر بھی ہمراہ لازم ہے	کبھی دو گام چلنا اور کبھی دم بھر کو تھم رہنا
کوئی پوچھے کہ آخر آئے کیوں بزمِ رندان میں	بہت دشوار ہے اعزازِ شیخ محترم رہنا
بڑھیگی معرفت اضداد کے منظر سے اے دل	اگر جویائے حق ہے ساکنِ دیر و حرم رہنا
ہوئی جسوقت فکرِ رزق شبکو نیند آنے میں	مقدر بول اُٹھا بیدار غافل صبحدم رہنا
تواضع کی ادا دلکش ہی دیکھی گو کسی میں ہو	نہایت حُسن ہے محبوب کی زلفوں میں خم رہنا
جہاں صبر میں ہو شوق جسکو کامیابی کا	وہ پہلے اہل دل سے سیکھ جائے محوِ غم رہنا
یہ منظر بھی جہاں میں قابلِ عبرت ہے اے گردوں	مرا خاموش رہنا تیرا مشغولِ ستم رہنا
ہم ایسی زندگی کو زندگی کیونکر کہیں محشر	سحر سے شام تک منت کشِ اہلِ کرم رہنا

محشر

# ایڈیٹوریل

صوبجات ہذا کی انتظامی رپورٹ بابت سال گزشتہ حسب معمول حال ہی مین شائع ہوئی ہے جسکے ایک حصے مین لٹریچر اور اخبارات کا بھی ذکر کیا گیا ہے - اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب و اخبارات کی تعداد مین خاطر خواہ ترقی ہوئی ہے اور ان صوبجات مین علمی شوق برابر ترقی کر رہا ہے۔ تعداد کتب مین بمقابلہ سال پیوستہ ۵۵۵ کا اضافہ ہوا ہے۔ لیکن یہ اضافہ انگریزی اور ہندی تصانیف سے تعلق رکھتا ہے اُردو کتب مین بمقابلہ سال ماسبق افسوسناک کمی واقع ہوئی ہے۔ یہ کمی اس خیال کے ساتھ اور بھی حیرت انگیز ہے کہ سال گزشتہ مین اُردو زبان کی ترقی کیلیے خاص کوششین کی گیئین اور صوبہ ہذا مین اُردو کانفرنس کمیٹی بھی قائم ہوئی۔ نیز علی گڈھ پارٹی اور مسلم لیگ نے بھی اُردو کی سرپرستی کا بیڑہ اُٹھایا۔ لیکن عملی کوشش یعنی تصنیف و تالیف کی کارروائی نسبتہً سست رہی۔ سارے صوبے مین صرف دو کتابین قابل تعریف سمجھی گئی ہین۔ ایک علامۂ عصر مولانا شبلی مدظلہ کا سلسلۂ "شعر العجم" (جو ہنوز ناتمکل ہے اور جسکی تکمیل مین ابھی برسون کی دیر ہے) اور دوسری مسٹر گردھاری لال سکسینہ کی تصنیف "بہارستان انجینیرنگ" جو اُردو زبان مین اپنی قسم کی پہلی کتاب خیال کیگئی۔ علامۂ شبلی مدظلہ العالی کی پیرانہ سالی، کثرتِ کار، اور ندوۃ العلما کی اہم ذمہ داریون کا خیال کرتے ہوئے اُردو زبان کے متعلق اُنکی عملی کوشش حد تعریف سے باہر ہے۔ ہزارہا حامیانِ اُردو مین صرف ممدوح ہی کی ذات بابرکات اس صوبے کے لئے مایۂ ناز ہے۔

منشی جوالا پرشاد صاحب برقؔ بی۔اے۔ بی۔ایل۔ جج خفیفہ لکھنؤ کی افسوسناک وفات اُردو زبان کے لیے ایک سخت ماتم ہے۔ جن لوگون نے آپکی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہین کہ اُردو نظم و نثر مین آپکی فصاحت اور شیوا بیانی کیا درجہ رکھتی تھی۔ بنکم چندر اور شکسپیر کی تصنیفات کو فصیح اُردو کا لباس دینا مرحوم پر ختم تھا۔ ان یگانۂ آفاق مصنفون کی اصلی فصاحت منشی صاحب کے اُردو ترجمون مین اسطرح جلوہ گر ہے جسطرح آئینے مین عکس۔ آخر مین شکسپیر کی تمام تصنیفات کا ترجمہ کر رہے تھے کہ پیام اجل آگیا۔ ظرافت مین بھی آپ کو خاص دستگاہ حاصل تھی اور اودھ پنچ کے صفحات آپکے فیضان قلم سے ہمیشہ سیراب ہوتے رہے۔ قانون کے لئے بھی آپ نے خاص دماغ پایا تھا اور آپکی بےنظیر جوڈیشل خدمات کا سرکاری طور پر اعتراف کیا گیا ہے۔ مرحوم کی وفات سے نہ صرف اُردو کا ایک فصیح البیان مصنف، ایک زندہ دل اور ظریف الطبع شاعر، ایک بےنظیر جج اور لکھنؤ کی سوسائٹی کا ایک اعلیٰ ممبر اُٹھ گیا ہے بلکہ قوم کایستھ کا ایک رُکن رکین اور مایۂ ناز فرد کم ہوگیا جو ہمارے لئے ایک صبر آزما قومی سانحہ ہے۔

آپکے اوصاف کی تفصیل مولانا صفیؔ لکھنوی کے قطعۂ تاریخ مین درج ہے جو ۴ر اپریل سنہ حال کو قیصر باغ لکھنؤ کی تعزیتی مجلس مین پڑھا گیا تھا اور جسکی بیحد تعریف ہوئی۔ حضرت صفیؔ لکھنؤ کے نامور اساتذہ مین ہین اور مرحوم کے سررشتہ دار تھے۔ آپکے مختصر حالات جو آپکے برادر معظم منشی جانکی پرشاد صاحب گورنمنٹ پلیڈر رائے بریلی نے مع فوٹو ارسال فرماتے ہین حسب ذیل ہین:-

منشی جوالا پرشاد صاحب بتاریخ ۲۱ر اکتوبر ۱۸۶۳ء یوم دسہرہ ماہ کنوار بمقام قصبہ محمدی ضلع کھیری پیدا ہوئے تھے۔ بزرگان منشی صاحب مرحوم قصبہ شاہ آباد ضلع ہردوئی کے باشندے تھے۔ جد امجد منشی نین سکھ عہدۂ جلیلہ پر بعہد شاہی ممتاز تھے اور اُسی سلسلہ سے قیام محمدی ہوگیا۔ والد ماجد منشی شیو دیال صاحب بھی عہد شاہی مین ممتاز رہے۔ منشی صاحب مرحوم بچپن سے خاموش۔ محنتی اور شائق تحصیل علم رہے۔ بارہ تیرہ سال کی عمر مین مڈل پاس کر کے انٹرنس۔ ایف اے۔ اور بی۔ اے مین برابر اول درجہ مین پاس ہوتے گئے۔ بی۔اے۔ پاس کر کے آپ اسسٹنٹ انگلش پروفیسر کیننگ کالج لکھنؤ مین مقرر ہوئے اور اُسی زمانہ مین قانون بمشورہ منشی کالی پرشاد صاحب مرحوم کُل بھاسکر بانی کایستھ پاٹھ شالہ الہ آباد کے حاصل کیا

بی۔اے کے امتحان کے ایک سال کے بعد ہائیکورٹ کے امتحان مین کامیاب ہوئے۔ تخمیناً ایک سال وکالت عدالت العالیہ صاحب جوڈیشل کمشنر بہادر مین کرکے منصف ۱۸۸۵ء مین مقرر ہوئے منصفی سے ترقی کرکے سب جج اور کئی دفعہ قائم مقام سشن جج مقرر ہوئے۔ بالآخر ۲۶ مارچ ۱۹۱۱ء کو بوقت ۳ بجے ۲۰ منٹ پر اس دار فانی سے کوچ کیا۔

---

## تشریح تصاویر

(۱) بیگمات دہلی کی سیر دریا حکیم محمدؐ خان صاحب لکھنوی کی مصوری ہے جو اپنے اچھوتے خیالات سے ہندوستانی فن تصویر مین تاریخی سوح پھونک رہے ہین۔ تصویر مین دریا کا منظر اور شاہی بجرا جو دلکشی رکھتا ہے وہ محتاج تشریح نہین۔ دہلی کے زمانۂ عروج مین شاہی بیگمات اکثر چاندنی رات مین جمنا کی سیر کرتی تھین جسکی دلکش کیفیت کو مولوی سید محمدؐ فاروق صاحب نے شاعرانہ تخئیل مین جلوہ گر کیا ہے۔

(۲) رام نومی ہندؤن کا ایک عظیم الشان قومی تہوار ہے جس روز سری رامچندر جی نے اوتار لیا ہے۔ چونکہ یہ تہوار اسی ماہ مین واقع ہوا ہے. لہذا سری رامچندر جی کا مرقع جسمین سیتاجی اور لکشمن اور ہنومان بھی موجود ہین۔ مناسبت وقت کے لحاظ سے عام دلچسپی کا باعث ہوگا۔ تصویر عام اور معمولی نہین ہے بلکہ ایک پُرانے مصور کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔

(۳) منشی جوالا پرشاد صاحب کی وفات ایک سخت ملکی و قومی نقصان ہے. آپکا فوٹو ادبی دنیا مین اول اول شایع ہوتا ہے۔ اپنی حیات مین آپ نے اپنی تصویر چھپوانا پسند نہین کیا حالانکہ اسکے لئے ہر طرف سے مانگ آتی رہی

(۴ و ۵) سکھ کنیان مہا ودیالہ کی ایک تصویر ادیب کے گزشتہ نمبر مین نکل چکی ہے اِس مبارک زنانہ تعلیم گاہ سے سکھون مین جو قومی اور روحانی زندگی پیدا ہوئی ہے وہ بے پایان ہے مبارک ہین وہ لوگ جو اپنی آیندہ نسلونکی بہتری کیلئے تعلیم نسوان کی ترقی مین اپنے تن، من، دھن کو نثار کر رہے ہین۔ شریمان سنت الیشر سنگھ جی اور شریمان بھائی تخت سنگھ جی وہ نام ہین جن پر سکھ قوم ابدالآباد تک ناز کریگی۔ اس مرتبہ اس ودیالہ کے اندرونی حصے کی ایک اور تصویر دیجاتی ہے اور ساتھ ہی اراکین ودیالہ کو بھی ملک سے روشناس کرایا جاتا ہے۔

(۶) شمس العلما مولوی محمد ذکاءاللہ صاحب مرحوم کے حالات زندگی پر ایک جامع ومانع مضمون جنوری سنہ حال کے ادیب مین شائع ہو چکا ہے۔ اس مرتبہ آپکا فوٹو بھی ہدیۂ ناظرین ہے۔

(۷) ۱۸ مارچ کو سر جان اسٹینلی نائٹ۔ کے۔ سی۔ چیف جسٹس الہ آباد ہائیکورٹ نے ایک عظیم الشان جلسے مین ہائیکورٹ کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد رکھا تھا جو ایک یادگار واقعہ ہے۔ اور جسکی تصویر ہدیۂ ناظرین ہے۔

(۸) سکنتلا اپنے چمن مین درختون کو پانی دے رہی تھی۔ اُسکی سہیلیان پریمبدا اور انسویا بھی اُسکے ساتھ کام مین مشغول تھین جیسے ہی راجہ کی نگاہ سکنتلا پر پڑی تیر محبت سینے کے پار ہوگیا اور غیرت عشق نے زمین مین پاؤن گاڑ دیئے۔ سکنتلا کی نظر بھی راجہ پر پڑی اور دونون کے دلون پر کیا گزری۔ اسے جیسا زندہ جاوید کالیداس نے بیان کیا ہے وہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔ جب راجہ اپنے گھر واپس آیا تو اُسنے اپنے دوستون سے سکنتلا کا ذکر کرتے ہوے بیان کیا۔

”وہ دو تین قدم آگے چلی اور دفعتًہ کھڑی ہوگئی۔ اسلئے کہ اُسکے پاؤن مین کانٹا چُبھ گیا تھا۔ کیا یہ بات سچ تھی۔ ابھی نہین۔ یہ صرف میرے دیکھنے کا بہانہ تھا۔“

کالیداس کی اسی جادو بیانی کو مصوّر نے تصویر کا رنگ دیا ہے اور وہ دلکش منظر دکھایا ہے جسکی تشریح کے لئے سارا سکنتلا ناٹک دوہرانے کی ضرورت ہے۔

(۹) مرزا کاظم حسین صاحب محشر کی شیوا بیانیان عام شہرت رکھتی ہین اور ناظرین ادیب آپکے دلکش کلام سے شروع ہی سے محظوظ ہو رہے ہین۔ اس مرتبہ آپکا فوٹو بھی شائع کیا جاتا ہے جو عام طور پر دلچسپی سے دیکھا جائیگا۔

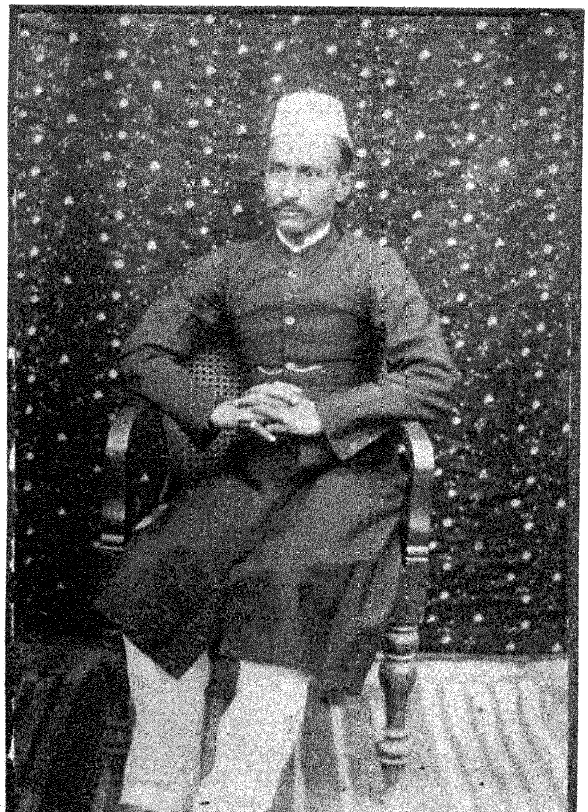

مرزا کاظم حسین صاحب محشر

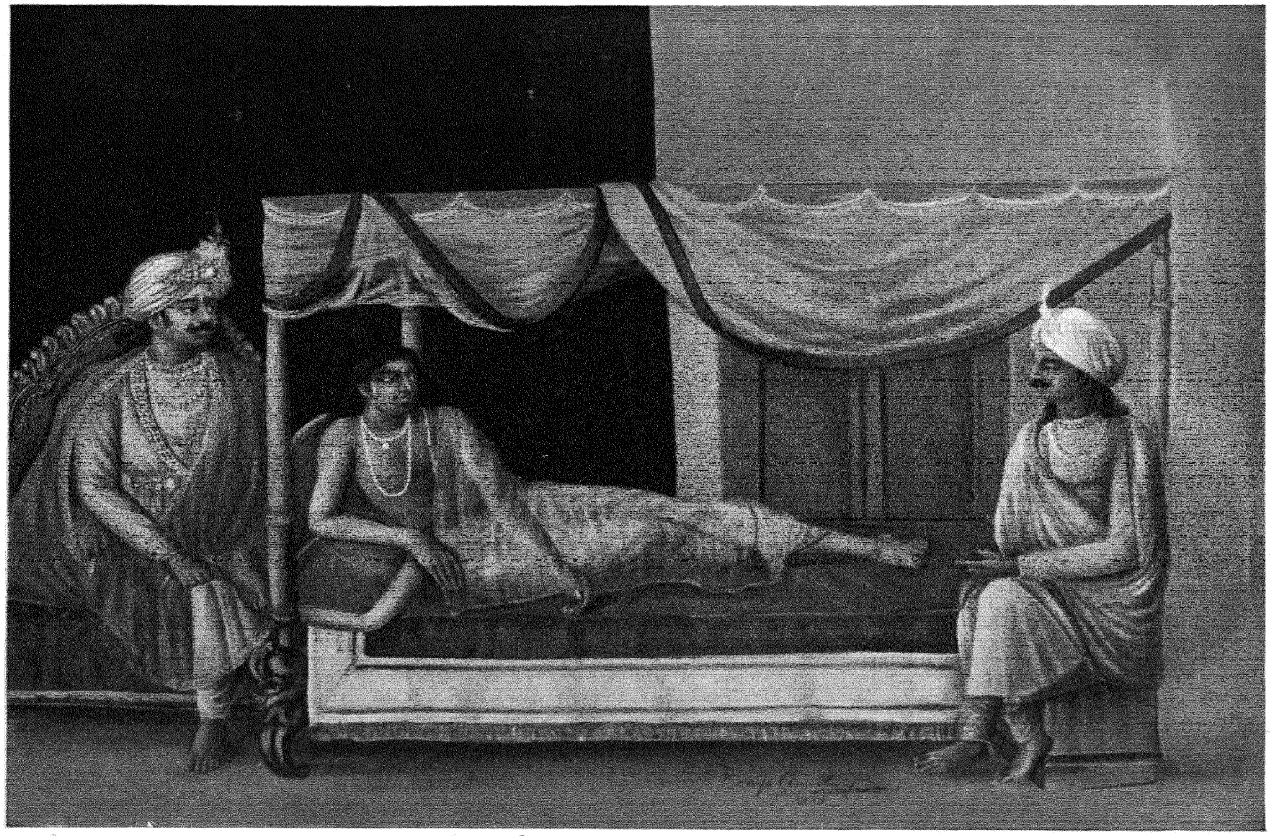

ارجن — سری کرشن جی — دریودھن

انڈین پریس الہ آباد

مئی سنہ ۱۹۱۱ء

# ادیب

جلد ۳ — نمبر ۴

## ادبِ اُردو کی طوائف الملوکی

تمام دُنیا کے ملکون مین جو زبانین ہین وہ اسقدر بیقاعدگی کے ساتھ اختلافات نہین رکھتی اور نہ ایسے جذر و مد پیدا کرتی ہین جیسی ہندوستان مین زبانِ اُردو اور ہر ایک ملک کی زبان نے کوئی نہ کوئی پہلو اختیار کیا ہے مگر اُردو کا اُونٹ کسی کل بیٹھتا ہوا نہین معلوم ہوتا اسکے اسباب متعدد ہین اور تقریباً سب کے سب افسوسناک ہونے مین اسقدر اہم ہین کہ آخرکار دلچسپ ہوگئے ہین۔

ہر ایک زبان پر چار قوتین متصرف ہوتی ہین ملکی۔ مذہبی۔ علمی۔ حکومتی۔ کوئی زبان ان چارون کے اثر سے خالی نہین ہو سکتی جب تک کہ خود انکا وجود معدوم نہ ہو۔ ملکی اثر اسوجہ سے لازمی ہے کہ جب کوئی ملک آباد ہوا اہل ملک نے جو سب کے سب آپس مین ہموطن تھے خود بخود الفاظ وضع کئے اور سب یکزبان ہوگئے۔ یہ ملکی اثر ہر زبان کا قدیمی ہے اسیوجہ سے ہر ملک کی زبان علیحدہ ہے۔ اگر کوئی نیا ملک بچون سے آباد کر دیا جاے تو جب اُس ملک پر تمدنی حیثیت سے ملک کا اطلاق ہو سکے گا اُسوقت وہان کوئی نہ کوئی زبان ضرور ہوگی اور اگر وہ اس قابل نہ ہو کہ اُسے ملک کہا جاے تو بیشک زبان قائم ہونے سے پہلے وہ برباد ہو چکے گا۔

یہ ملکی زبان گویا انسان کی فطری زبان ہے۔ اُسکے بعد بقیہ ہر سہ امور کا اثر اُسپر شروع ہوگا اور وہی ترتیب ہوگی جس ترتیب سے ملک مین جنکی مداخلت ہو مثلاً کسی ملک مین دوسرے ملک کا مذہب پھیلا تو اول مذہبی کتاب اور اُسکے شروح اور

پھر مذہبی علما کی تصانیف و خیالات سے ملکی زبان مین مذہبی مضامین کی ترقی کے ساتھ ساتھ اُس زبان غیر کے الفاظ داخل ہوتے جائین گے -

تیسرا اثر علمی ہے یعنی یہہ کہ ہمسایہ ملک کے علوم کی جو زبان ہو گی وہ علوم کے ساتھ اس ملک مین ضرور داخل ہوگی

چوتھا اثر حکومتی ہے یعنی قوم فاتح کی زبان کے الفاظ چار ناچار لینا پڑینگے اور وہ اسیطرح دخل در معقولات کر سکتے ہین جسطرح قوم فاتح نے اپنا عمل و دخل کر لیا - زیادہ سے زیادہ یہ چار اثر ہر زبان پر ہوتے ہین اور اگر خوش قسمتی سے کسی ملک کو مذہبی یا حکومتی زبان کے اختلاط سے انقلاباتِ عالم نے بچا لیا تو صرف دو ہی حاکمون کی حکومت سے قلیل اثر سے زبان پختہ اور بے جذر و مد ہو گی مثلاً عربی زبان کہ وہ ملکی زبان ہونے کے بعد ۱۳ سو برس سے اسوقت تک متلون نہین ہوئی کیونکہ اُسکی مذہبی زبان بھی غیر نہین ہے یعنی وہی عربی - اور حکومتی اثر بھی اُسپر کسی غیر کا نہین یعنی عرب ہی فاتح ہین بجائے اسکے کہ اُسمین کوئی غیر زبان دخیل ہو وہ خود تمام دُنیا کی اعلیٰ زبانون مین متصرف اور بعض پر مسلط ہے - فارسی مین تو وہ شریک غالب ہے مگر یورپ مین بھی اُسکا اتنا اثر ہے کہ پانسو سے زیادہ الفاظ رسا ہو گئے اور وہان وہ علمی حیثیت سے گئی کیونکہ جسقدر علوم اہل یورپ نے لئے ہین تقریباً سب کے سب عربی ہی سے حتیٰ کہ لاطینی مین بھی عربی الفاظ موجود ہین (جنکا ذکر اگر مثالاً بھی کرون تو بھی نفس مطلب خبط ہو جائیگا لہذا اُس مضمون کے بعد عربی زبان کا اثر دوسرے نمبر مین دکھانا مناسب ہو گا) -

عربی کیطرح اور زبانین سب قریب قریب اس معاملہ مین خوش نصیب ہین مگر ہمارے ہندوستان اور اُسکی زبان کا انداز ساری دُنیا سے نرالا ہے -

ہندوستان کی آبادی جتنی قسم کی اور جس شدت سے اختلافات رکھتی ہے اُنکی کوئی انتہا نہین اور ہر قسم کی نا اتفاقی اور اختلاف مین ہندوستان کو عجیب و غریب خصوصیت حاصل ہے اگر مبالغہ نہ سمجھا جاے تو مین سچ سمجھکر کہون کہ یہ جو مشہور ہے کہ "جتنے آدمی ہین اُتنے طبائع" یہ ہندوستانی آبادی کے لئے زیادہ موزون ہے بلکہ غالباً اسی کے لئے موضوع ہے اور یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ جس انسان کے جتنے رنگ ہو سکتے ہین وہ سب ہندوستان مین پائے جاتے ہین حالانکہ اور ملکون مین دو تین رنگ کا بھی جمع کرنے والا کوئی ملک نہین نظر آتا یا سب کالے ہو گئے یا سب گورے یا زیادہ سے زیادہ سانولے - یہان سُرخ - سُرخ و سپید - زرد - گندمی - صندلی - چمپئی - کُندنی - سبزہ رنگ - بھورے - سانولے - کالے - غرض ہر وہ رنگ جو کسی انسان کا ممکن ہو سکے ہندوستان کی آبادی مین پایا جاتا ہے حالانکہ کثرت الوان کیوجہ سے اُنکا نام "نک وضع" نہین کیا گیا اور یہانتک کہ وہ رنگ جس رنگ کا آدمی دُنیا کے پردے پر نادر الوجود ہے یعنی اُودا - یعنی ایسا چہرہ بھی دیکھا ہے اور اُسکو طاؤسی کہہ سکتے ہین - غرض یہ کہ اختلافات ہند کی کوئی انتہا نہین اُنھین اقسام مین سے ایک قسم زبان کے اختلافات کی بھی ہے جو کہ خود اپنی جگہہ پر ایک اعلیٰ درجہ کا اختلافی محکمہ بن گئی ہے

ہندوستان کی قدیم کہین یا فطری زبان سنسکرت ہے جو کہ اُسکی ملکی زبان ہے - عموماً ہر ملک مین ملکی زبان متعدد نہین مگر ہندوستان کا باوا آدم ہی نرالا ہے - اس ملک مین صرف ملکی زبانین اسقدر نہین جسقدر اُسکے چھوٹے چھوٹے سے حصے

صرف حضور نظام کی مملکت مین جسکی آبادی کچھ کم و بیش ایک کرو ہے۔ بہت سی زبانین موجود ہین۔ ظاہر ہے کہ ہندوستان کا گویا وہ ایک صوبہ ہے مگر اس صوبہ کے بھی جسقدر حصص انتظامی حیثیت و ضرورت سے کئے گئے اُنکی زبانون مین محاورات کا فرق نہین بلکہ ہر صوبہ کی زبان بالکل علیحدہ ہے سب ملاکر جتنی قسمین دکن مین السنہ کی ہین وہ حسب ذیل ہین۔ اُردو (یہ وہ اُردو ہے) جو اختلاف مختلف کیوجہ سے دوسری ہو رہی ہے فارسی (پہلے دفاتر کی زبان تھی) مرہٹی۔ تلنگی کنڑی۔ اور علمی و مذہبی کتابین جو سنسکرت مین موجود ہین وہ علاوہ اسکے! اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہندوستان کے ہر چھوٹے سے چھوٹے حصہ مین مختلف و متعدد زبانین ہین اور صرف زمینی ہی تقسیم تک یہ اقسام السنہ محدود نہین ہین بلکہ طبقات آبادی کے لحاظ سے اور پیشون کے اعتبار سے بھی کثرت اصطلاحات نے ہر ایک کی زبان ایک علیحدہ زبان بنادی ہے جوہریون کی بولی دوسرا پیشہ ور نہین سمجھ سکتا اسیطرح دلالون اور بزازون۔ بھٹھیرون۔ کنجڑون وغیرہ کی علیحدہ علیحدہ زبان ہے بلکہ ارباب نشاط مین بھی ایک علیحدہ لغت ہے اور یہ سب الفاظ و لغات محکمہ راز کی حیثیت سے اسقدر پوشیدہ ہین کہ دوسرا فرقہ یا پیشہ ور اُسکی تعلیم سے محروم رکھا جاتا ہے۔ مگر خیر انہین تو اصطلاحات کیوجہ سے یہ گنجائش ہے کہ خاص الفاظ ہر پیشہ کے دوسرے ممالک مین بھی اسیطرح مختلف ہین مگر ملک کے حصون کے لحاظ سے ایسا لسانی اختلاف کہین نہین ہے۔

تیرہ سو برس بلکہ بعثت نبوی سے سو برس پہلے عرب مین جو زبان تھی وہی اب تک ہے اور مشرق سے مغرب تک محاورات مین اتنا فرق نہین کہ سمجھنے مین دقت ہو یہانتک کہ سمجھ مین نہ آسکنے والا فرق ہندوؤن کی زبان مین بھی نہین پایا جاتا۔

بہر صورت یہ تو ملکی زبان کا حال ہے کہ سنسکرت کو بھی ملکی زبان نہین کہہ سکتے جبکہ ہر صوبہ کی ملکی زبان علیحدہ ہے کشمیری۔ پنجابی۔ گجراتی بنگالی۔ وغیرہ وغیرہ۔

دوسرا نمبر مذہبی ہے۔ اسکا فیصلہ بھی نہایت آسان ہے قدیم مذاہب کو جانے دیجئے اُسوقت تو مذہبی زبان وہی سنسکرت تھی مگر اب تو اُتنی ہی زبانین ہین جسقدر مذاہب و اقوام ہند مین پائے جاتے ہین۔

تیسرا اثر علمی ہوتا ہے۔ ہندوستان مین علمی اثر کی یہ حالت ہے کہ جو علم جس ملک سے آیا اُسی ملک کی زبان کا اثر پیدا ہوتا گیا۔

اب رہی حکومتی زبان وہ بھی ایک نہین۔ خاندان مغلیہ فارسی لائے اور فارسی مین شریک غالب عربی تھی اسوجہ سے عربی تو علمی مذہبی اور حکومتی۔ غرض ہر طرح کی حیثیت سے ہندوستان مین داخل ہونے کی حقدار ہوگئی مگر سو برس سے انگریزی کا دور دورہ ہے۔

انگریزی سے پہلے یا اسکی ابتدا ہی کے زمانہ مین انہی اختلافات کے مجموعہ نے ایک جدید ذخیرہ الفاظ پیدا کرکے اُردو کے نام سے مرتب و شائع کیا۔ اب انگریزی بھی اُسمین جائز دخیل ہوگئی کیونکہ اوّل تو اُردو کی بنا ہی اس اصول پر پڑی کہ تمام عالم کی زبانین اُسمین بے روک ٹوک آسکتی تھین اور کیسی مداخلت بیجا نہ تھی کیونکہ صرف ہندوستان ہی کی زبانین خیر سے کیا کم تھین جو غیر زبانین اسمین آتی ہوئی بری معلوم ہوتین تو انگریزی زبان کو قوم فاتح کی زبان ہونے سے وہی استحقاق تھا جو اس قوم کو ہے۔

اب وہ لوگ کہان ہین جو اُردو کی اصلاح چاہتے ہین۔ وہ کن اصول پر اسکی اصلاح و ترمیم کر رہے ہین - میرے نزدیک اسکے مربی اور مخالف دونون ایک درجہ مین ہین خواہ ناکام ہون یا کامیاب - خود اُردو کے اختلافات کی اتنی صورتین اسوقت میرے ذہن مین ہین کہ اُنکے خیال سے میرا دم گھبراتا ہے۔

ہر شہر ہر قصبہ تو بالاے طاق ہر محلہ کی ایک خاص اُردو ہے بلکہ ہر گروہ اور ہر خاندان یہانتک کہ اگر مجھے اجازت دیجا تو مین کہونگا کہ ہر شخص کی ایک خاص زبان ہے۔ دو بھائی ایک ہی آغوش مین پرورش ہوئے اور ایک ہی اُستاد سے پڑھے اور جوان ہوئے مگر ایک لفظ کو ایک بھائی بحالت تانیث استعمال کرتا ہے اور دوسرا بحالت تذکیر - دُنیا مین کون شخص اسکے مسلمہ قواعد بنا سکتا ہے اور کس مین یہ اعجاز ہے کہ ایک مستند لغت مرتب و جامع بھی ہو مدوّن کر دیگا ہان وہی شخص اس کام کو کر سکتا ہے جو تمام عالم کے السنہ اور سارے ہندوستان کی سب زبانون کے مروجہ اور متروکہ الفاظ و لغات و محاورات وغیرہ کو ایک کتاب مین جمع کر دے - جو کتاب ایسی ہو وہی اُردو کا مکمل لغت ہے مگر مستند وہ بھی نہو گا کیونکہ کسی ایک لفظ پر بھی سب کا متفق ہو جانا مشکل ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُردو کا نہ تو کوئی معیار قائم ہو سکتا ہے نہ کوئی مقیاس اور نہ کوئی اُسکی ترقی کی حد معین ہو سکتی ہے نہ تنزلی کی - جو اسباب و علامات اُسکی وسعت و ترقی کے کہے جاسکتے ہین وہی اُسکی خرابی اور لغویت کے - ہر شخص اپنے آپ کو حق پر سمجھ سکتا ہے اسی لئے کوئی نہین کہتا کہ ہم اہل زبان نہین ہین۔

فصاحت ایک رواجی کیفیت ہے اور رواج کا کوئی محل پڑا نہین اسلئے ہر شخص اپنے کو فصیح کہہ سکتا ہے اور کوئی کسی کو معقول نہین کر سکتا اسیوجہ سے میرا یہ خیال ہے کہ ہر شخص مین ایک خاص قسم کی فصاحت ہے لہذا ہندوستان کا ہر فرد بشر زبانِ اُردو مین وہ خصوصیت رکھتا ہے جو دوسرے کو نہین پھیر سلیم الطبع نوجوان یا صلح پسند سادہ مزاج لوگ جو بعض اساتذہ کو مانتے ہین یہ اُنکا محض عقیدہ ہے اور اس عقیدہ کے اسباب اساتذہ کی علمیت مشق سخن اور کثرت معتقدین سے متعلق ہین - پھر طرہ یہ کہ اُردو مین ہر روز نئے انقلابات ہوتے ہین - آج جو لفظ مذکر ہے وہ کل مونث ہو جائیگا خواہ اُس ایک لفظ کیلئے پوری ایک کتاب شائع کر دین اور دنیا بھر کی سندین اُسمین جمع کر دین آیا اس حیرت انگیز اختلافی کیفیت اور نا اتفاقی کی سمیت کا کوئی علاج ہے یا نہین - غور کرنا چاہئے اور غور کر کے ایک خاص معیار قائم کرنے کے بعد آزادِ اُردو کے اصول مقرر کرنا چاہئے ورنہ اس تدبیر سے پہلے جو شخص اُردو کا مربی بنتا ہے وہ بے عمل اور ناکامیاب ہے۔

ناطق لکھنوی

---

**اساس الاخلاق** ۔ یہ علم اخلاق کی ایک حکیمانہ تالیف ہے، جس کے مولف ہمارے دیرینہ کرمفرما خان بہادر مرزا سلطان احمد خان صاحب ای - اے - سی (ممبر مال ریاست بہاولپور) ہین - اسمین واقعات کی بنا پر زوردار فلسفی دلائل سے انسانی زندگی کے تہذیب و شائستگی کے ہر پہلو سے بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ قوم کی زندگی کے لئے کس قسم کے آداب و اخلاق ضروری و مفید ہو سکتے ہین، اور ان کا اصول فلسفہ کیا ہے - مشرقی زبانون مین اس موضوع کی یہ پہلی کتاب ہے، جو اس صدی مین علم اخلاق کی حقیقت پر تالیف ہوئی ہے - ادیب کی کسی آیندہ اشاعت مین ہم اسپر مفصل ریویو درج کرینگے -

"اساس الاخلاق" کا حجم قریباً ساڑھے سات سو صفحات ہے - قیمت عہ - شائقین وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر (پنجاب) سے طلب فرمائین -

# قاعدہ

جب انسان مشاہدہ اور مشاہدات مین ترقی کرتا ہے تو وہ رفتہ رفتہ اس بات کا معترف ہوتا جاتا ہے کہ دُنیا مین کوئی کام اور کوئی حرکت بے قاعدہ نہین ہو رہی ہے - جو کام ہو رہا ہے اور جو حرکت ہوتی ہے وہ کسی نہ کسی قاعدہ کے ماتحت ہے اگرچہ کبھی کبھی ظاہر مین اسکے برعکس لمحہ بھر کے لئے خیال کیا جاسکتا ہے - لیکن جب امعان نظر سے دیکھا جاتا ہے تو اپنی غلطی کا اقرار کرکے یہ ماننا پڑتا ہے کہ کون کام اور کون حرکت بے قاعدہ نہین ہوتی - یہ جدا بات ہے کہ ہمین بعض قواعد کی سمجھ نہ آسکے یا ہم بعض قواعد کی تہ تک نہ پہونچ سکین لیکن یہ نہین کہا جاسکتا کہ دُنیا کا کارخانہ بے قاعدہ چل رہا ہے -

دُنیا کی حالت انفرادی اور مجموعی رنگ مین قواعد کی پابند ہے - جونہی قاعدہ مین فرق آتا ہے یا کوئی عمل بے قاعدہ ہونے لگتا ہے معاً غرضِ خلقت مین بھی فتور شروع ہوجاتا ہے -

اگر ہم یہ مان لین کہ دُنیا اور دُنیا کا کام بے قاعدہ اور بے ترتیب چل رہے ہین یا وہ بے قاعدہ اور بے ترتیب چل سکتے ہین تو اُسکے ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ گویا دُنیا یا دُنیا کا کارخانہ ہی موجود نہین ہے یا دُنیا کی ہستی معرضِ زوال مین آگئی ہے -

دُنیا اور دُنیا کے تمام کارخانے بجائے خود ایک متمدن آبادی ہے جسکے ہر رنگ مین اقتصادی آمیزش پائی جاتی ہے اور ہر حالت مین ایک ترتیب اور وضعیت موجود ہوتی ہے ایک تنکے سے لیکر عظیم الشان پہاڑ تک اور زمین سے لے کر آسمان تک تمام مخلوق چند قاعدون کی زنجیرون سے اس خوبصورتی سے جکڑی ہوئی ہے کہ ایک کڑی کا بھی ادھر اُدھر ہوجانا ایک عظیم فساد کا موجب ہے - قدرت یا قانون قدرت نے اپنی ذات کو ان بندھنون اور پابندیون مین کیون جکڑ رکھا ہے ؟ کیا اسواسطے کہ وہ ان پابندیون کے بغیر کام نہین چلا سکتی ؟ یا اسواسطے کہ وہ اپنی ذات مین یہ قوت یا یہ عمل رکھتی ہے ؟ میری رائے مین قدرت ہی کی ذات مین یہ عمل اور یہ قوت موجود ہے -

قدرت یا قانون قدرت تمام ہی چند قواعد یا چند ضابطہ کا ہے - قانونِ قدرت کیا ہے ؟ چند قواعد اور چند ضوابط ! قانون قدرت کیا سکھاتا ہے ؟ اُن قواعد کی پابندی اور اُن ضوابط کا تقید - اگر صحیفۂ قدرت کھولکر دیکھا جاوے تو اُسکے اوراق اُسکے صفحات اُسکی سطرین اُسکے الفاظ - اُسکے حروف قواعد و ضوابط بھی ثابت ہونگے -

زنجیر مین قانون قدرت کی ایک ایک کڑی ایک ایک قاعدہ اور ایک ایک ضابطہ ثابت ہوگی - ہر کڑی زبانِ حال سے کہیگی کہ مین ایک قاعدہ اور ایک ضابطہ ہون اور مین اُس بڑے مجموعہ کی ایک مسلمہ دفعہ ہون جسکو دوسرے الفاظ مین قانونِ قدرت کہا جاتا ہے -

انسان کا جسم بھی بجائے خود ایک چھوٹی سی دُنیا یا چھوٹی سی آبادی ہے - کیا انسان غور اور خوض کرنے کے بعد یہ کہہ سکتا ہے کہ اُسکی اس آبادی اور بستی کا کام بغیر کسی قاعدہ کی پابندی کے بخوش اسلوبی چل سکتا ہے - کیا وہ یہ نہین دیکھتا کہ

جب کبھی وہ قاعدہ سے باہر ہوتا ہے تو اُسکی اس بستی یا آبادی پر
فوراً ایک آفت آجاتی ہے اور اُسکی زندگی کا سارا سلسلہ بگڑنے
لگتا ہے -

خاندان - کنبہ - قوم اور شخصیت بھی ایک آبادی یا بستی
ہے اور مجموعی رنگ مین ان سب کا ایک جسم یا ہستی تسلیم کرنا
پڑتی ہے - یہ بھی اُسی صورت مین بہ خوش اسلوبی چل سکتی ہین
جب انھین قاعدہ کی حمایت مین رکھا جائے -

جن قومون اور جن ملکون مین قواعد کی پابندی کا سوال
بے غرضی سے سُنا جاتا ہے اور اُسپر کوئی توجہ نہین کیجاتی وہ
قوم اور وہ ملک تمدن اور اقتصاد کی اُن ضرورتون سے تقریباً
ناآشنا اور نابلد ہوتا ہے جنسے واقف ہونا لابدی خیال
کیا گیا ہے -

انسان کا کوئی کام اور کوئی مہم اُسوقت تک بہ خوش اسلوبی
انصرام نہین پاتی جب تک کسی قاعدہ کے ماتحت اُسے نہ رکھا
جائے - صرف دُنیاوی تعلیمات ہی یہ سبق نہین دیتی ہین بلکہ
مذہبی اشارات بھی یہ راہ دکھاتے ہین - عبادتون اور عبادتون
کے اوقات کا تعین ، ریاضتون اور ریاضتون کی کمی بیشی
کے اصول وغیرہ وغیرہ اسی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہین -
فصلین ایک وقت پر بوئی جاتی ہین اور دوسرے وقت پر
کاٹی جاتی ہین - ایک قاعدہ سے دانہ اور غلہ صاف کیا اور
نکالا جاتا ہے اور ایک قاعدہ سے اُسکا استعمال کرتے ہین
صبح سے لیکر شام تک جسقدر کام ہم کرتے اور جسقدر حرکات
ہم سے سرزد ہوتی ہین اُن سب کا میلان کسی نہ کسی قاعدہ
اور ضابطہ کی جانب ہوتا ہے -

قانون قدرت ہمین یہ درس سکھاتا اور تعلیم دیتا ہے کہ
جو قاعدہ مقرر کیا گیا ہے اُسکے مطابق عمل کیا جانا لازمی ہے -
قواعد کی پابندی اور ضوابط کی تنفید دوسرے الفاظ مین کیا ہے
"وقت کی پابندی اور وقت کی قدر و منزلت" بدقسمتی سے ہمارے
ملکون اور ہماری قومون کی حالت کیون بگڑی اور اُنکی تہذیب
اور خوشحالی اور احترام مین فرق کیون آیا -

قواعد کی تحقیر سے -

ضوابط کی توہین سے -

وقت کی بے قدری سے -

قانون کی بے وقری سے -

عمل کی کمزوری سے -

ہمارا کھانا - پینا - لباس - سونا - جاگنا - اُٹھنا - بیٹھنا -
ہنسنا کھیلنا - بات چیت - حکومت - سیاست وغیرہ وغیرہ کسی قاعدہ
اور کسی ضابطہ کی پابند نہین رہی ہے - اگرچہ ہم مین قواعد اور ضوابط
ہوتے ہین اور ہم اُنکی تدوین اور تکوین مین بھی بہت کچھ حصہ
لیتے ہین - لیکن جب اُنپر عمل کرنے کی نوبت آتی ہے تو ہم انواع
واقسام کے حیلے حوالون سے صاف نکل جاتے ہین - قاعدہ
بنانے کے وقت اگرچہ ہماری طبیعتون اور ہمارے قلمون مین
بلا کا زور اور جوش ہوتا ہے - لیکن عمل کرنیکے وقت ہم بالکل
نرم اور مدھم پڑجاتے ہین -

سوسائٹیون - مجلسون - خاندانون - کنبون اور حکومتون
مین ایسا طریقہ ہمیشہ اختیار کیا جاتا ہے جس سے قواعد و ضوابط
مجریہ کی سخت تحقیر ہوتی ہے اور یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے یہان
قانون اور ضوابط کی کوئی قدر و منزلت ہی نہین -

ہم جو کام کاج شروع کرتے ہین اور جو بنیاد رکھتے
ہین اگرچہ اُنکے چلانے اور قائم رکھنے کے واسطے صدہا قواعد

بناتے اور پابندیان لگاتے ہین۔ لیکن عمل کے وقت اخیر تک بچتے ہین۔ ہمارا حکمران اور راجہ یا نواب ایک قاعدۂ انصاف ترتیب دیتا ہے لیکن خود ہی اُسکے خلاف کرنے پر تیار ہوجاتا ہے۔ ایک سوسائٹی خود ہی ایک قاعدہ ترتیب دیتی ہے اور خود ہی وقت پر اُسکے خلاف کرتی ہے۔ ہمارے قواعد اور ہمارے ضوابط میزوں کے کونون ہی مین بن بنکر رہ جاتے ہین۔ ہم بڑے زور سے ایک قاعدہ کا اعلان کرتے ہین اور بڑی بزدلی سے عمل کیوقت اُس سے انحراف کرجاتے ہین۔

اگر دیسی امارتون کے تنزل کے اسباب فیصدی پچہتر کچھ اور ہون گے تو اُنمین سے پچیس ۲۵ ضرور قواعد کی تحقیر ہونگے۔ ہمارے ملک مین جو جج اور جو مجسٹریٹ پوری ایمانداری سے بہ پابندی قواعد اور قانون کام کرنے کا عادی ہو وہ بجائے تحسین و آفرین کے ہمیشہ مورد الزامات ہی رہتا ہے۔

جو شخص سوسائٹی مین قواعد کے اقتدار سے کام کرے وہ نکّو بنایا جاتا ہے اور اُسکی بات بات پر نکتہ چینی اور گرفت ہوتی ہے اور پھبتیون سے اُسکا دم بند کردیا جاتا ہے قانون ایک کھیل سمجھا جاتا ہے اور ضابطہ ایک مشغلہ۔ چنانچہ بڑے ہی بڑے کامون مین اسوجہ سے ابتری نہین پیدا ہوتی بلکہ چھوٹے چھوٹے امور مین بھی اسکا اثر ظاہر ہورہا ہے۔

ہم دیسی وقت کی پابندی نہ کرنیکے واسطے مشہور ہین ہم اب خود ہی کہنے لگے ہین کہ جو وقت مجلس یا دعوت اور ضیافت کا مقرر کیا گیا ہے یہ دیسی وقت ہے یا انگریزی وقت ؟ گویا ہم خود بھی احساس کرتے ہین کہ انگریزی وقت وہ ہے جسمین تکلف نہین ہونا چاہئے یا نہین ہو سکتا اور دیسی وقت وہ ہے جسمین تخلّف ہو جانا کوئی بات نہین اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ اعتراف کیا ہمین قومون مین کھڑا ہونے کے قابل رکھتا ہے اور کیا ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ ہماری قوم مین وقت کی پابندی قانون یا ضابطہ اور وعدہ کی پابندی کا کوئی خیال ہے۔

قومون کی ترقی اور عروج کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ لوگ قاعدہ کی پابندی لازمی سمجھین۔ محنت کے وقت محنت کرین اور کھیل کے وقت کھیل کھانے کے وقت کھانا کھائین اور سونے کے وقت سوئین۔ بولنے کے وقت بولین اور خاموشی کے وقت خاموش رہین۔ کام کرنیکے وقت کام کرین اور آرام کیوقت آرام۔ جو قانون بنائین اور جو قواعد وضع کرین سب سے اول خود اُسکی پابندی کرین۔ جو لوگ ایسی پابندی کے عادی ہون اُنکی حوصلہ افزائی کرین اور اُنکی ہمّت بڑھائین۔ جو قومین ہمارے مقابلہ مین ایسا کر رہی ہین اُنسے عملی سبق لین۔

اگرچہ دنیا کی عمر صدہا سال کی ہوگی لیکن ابتک سورج اور چاند نے اپنی چال نہ بدلی ایک ہی طرح پھر رہے ہین اور ایک ہی قاعدہ کے پابند ہین۔ قاعدہ کی پابندی سے یہ مراد نہین کہ اگر اُسمین کوئی نقص ہو تو اُس حالت مین بھی اُس سے کام لیا جاوے۔ مطلب یہ ہے کہ جو قاعدہ بصورت افادت و افاضت تسلیم کرلیا گیا ہو اُسکی پابندی لازمی قرار دیجاے۔

یاد رکھو کہ کوئی قوم اُسوقت تک تمدن اور تہذیب و خوشحالی مین ترقی نہین کرسکتی جبتک وہ اپنے ضوابط کی خوبصورتی سے پابند نہوگی۔ عملی ٹرین قاعدہ سے چلتی ہے اور قاعدہ ہی اُسکی زندگی ہے۔

سلطان احمد

# پھولون کی زندگی

شہد کی مکھیان پھولون کا رس چوس کر اپنی زندگی بسر کرتی ہین لیکن اسطرح کے ہزارون ننھے ننھے کیڑے ہین جو دن رات اسی دُھن مین لگے رہتے ہین خیال کرو کہ ان چھوٹے چھوٹے کیڑون کی غذا کو قدرت نے پھولون مین کسی غرض سے پیدا کیا ہے اسی سوال کے حل کرنے مین ننھے کیڑون کی ناچیز ہستی معنی خیز معلوم ہوتی ہے - ہماری نظرون کے سامنے ایک نیا عالم دکھائی دیتا ہے اور اسرار فطرت کے سربستہ راز کے کھلنے کا تماشہ نظر آتا ہے - عالم اسباب مین کوئی شئے ایسی نہین ہے جسکو کسی دوسری شئے سے تعلق نہو - ہر چیز کو ایک نہ ایک چیز سے لگاؤ ہے - لیکن قدرت نے اس لگاؤ کو کچھ ایسا گہرا رکھا ہے کہ ہر موقع پر وہ ہماری سمجھ مین نہین آتا ہے شہد کی مکھیون کو پھولون سے کیا تعلق ہے اسکو سب آسانی سے سمجھ سکتے ہین لیکن قبل اسکے پھولون کی زندگی اور اُنکے وجود مین آنیکی غرض کو سمجھ لینا ضروری ہے -

قدرت نے درختون مین پھول اس غرض سے لگائے ہین کہ اُن مین پھل آئین اور پھل مین تخم پیدا ہون جس سے اُس درخت کی نسل کا سلسلہ قائم رہے - لیکن بقاے نسل کے لئے خدا نے ہر چیز کا جوڑا خلق کیا ہے - اُن مین ایک مادہ اور دوسرا نر ہوتا ہے - یہ سُنکر حیرت ہوگی کہ عالم نباتات مین بھی قدرت نے نر اور مادہ بنائے ہین اور اُنکی مختلف انواع ہین - کوئی نوع ایسی ہے جسمین زنانہ اور مردانہ درخت جُدا جُدا ہوتے ہین جب تک دونون قسم کے درخت ایک جگہہ نہون اُنہین پھول آکر مرجھا جاتے ہین اور پھل نہین لگتا ہے چنانچہ یہ مشہور نقل ہے کہ جب اسٹرابیری (Strawberry) کا پودا ولایت مین دوسرے ملک سے لاکر لگایا گیا تو اُسمین پھول تو خوب آئے لیکن پھل نہین آیا - جب تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ درخت مادہ تھا جسکا جوڑا (نر) ولایت مین موجود نہین تھا - آخر جب دوسرا پودا لاکر لگایا گیا تو زنانہ درخت جسمین پھول آکر مرجھا جاتے تھے پھلنے لگا اور ایک نہایت خوش ذائقہ ثمر پیدا ہوا - دوسری قسم درختون کی وہ ہے جسمین پیڑ تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن اُسکے پھول دو طرح کے ہوتے ہین - کسی شاخ مین زنانہ اور کسی شاخ مین مردانہ پھول کھلتا ہے اور جب تک ان دونون قسم کے پھولون مین وصل نہین ہوتا درخت بار ور نہین ہو سکتا ہے - کچھ پودے ایسے ہوتے ہین کہ اُنکے ہر ایک پھول مین دونون باتین موجود ہوتی ہین - ایک حصہ مردانہ اور دوسرا زنانہ ہوتا ہے - لمبے لمبے ڈنٹھل جو پھولون کے اندر ہوتے ہین وہ تو نریتہ ہین اور اندرونی حصہ جو کٹوری ایسا ہوتا ہے وہ اُنکا رحم ہے - ڈنٹھل مین زرگل پیدا ہوتا ہے جسکو پھولون کا زیرہ کہتے ہین - جب یہ زیرہ پک کر تیار ہو جاتا ہے تو جھڑ کر پھولون کے رحم مین گرتا ہے جس سے وہ حاملہ ہوتے ہین اور اُنمین تخم پیدا ہوتا ہے - غرض اسطرح کے درخت جنکے پھول خود بخود بلا کسی واسطہ یا لگاؤ کے حاملہ ہو سکتے ہین وہ اپنی زندگی کے فرض کو آسانی سے انجام دے جاتے ہین لیکن ان درختون کے لئے جنکے زنانے اور مردانے پھول الگ الگ ہوتے ہین

کسی نہ کسی لاگ کی ضرورت ہوتی ہے اسلئے کہ زرگل جو مردانے پھولون مین پیدا ہوتا ہے زنانے پھولون کے رحم مین بلا کسی توسل کے نہین پہونچ سکتا ہے۔ ایک حد تک تو اس ضرورت کو ہوا کے جھونکے انجام دیتے ہین یعنی مردانے پھولون سے اُسکے باریک ریزون کو اڑا کر زنانے پھولون کے رحم مین پہونچاتے ہین جس سے پھول حاملہ ہوتا ہے لیکن سچ پوچھو تو یہ خدمت قدرت نے ننھے ننھے کیڑون کے سپرد کی ہے جو رس چوسنے کے لالچ مین دن رات پھولون پر جھکے رہتے ہین۔ یہ کیڑے ایک پھول سے اُڑکر دوسرے پھول پر جاتے ہین اور اسطرح زرگل کو جو اُنکے پرون مین چمٹ جاتا ہے مردانے پھول سے زنانے پھول مین پہونچاتے ہین جس سے درخت بارور ہوتا ہے اور اُنکی زندگی کی ایک بڑی ضرورت انجام پاتی ہے۔ تمہاری شہد کی مکھی جو انھین چھوٹے کیڑون مین شمار کی جاتی ہے حسینان چمن کی ایک چالاک قاصد ہے جو اُنکے پیغام وصل کو پہونچایا کرتی ہے اور آخر عاشق اور معشوق پھولون کے وصل کی باعث ہوتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا کی اس ننھی مخلوق کی محنت کا جو پھولون کے فرض زندگی کے انجام دینے مین اسطرح سرگرم رہتی ہے آخر معاوضہ کیا ہے۔ اس سوال کے جواب مین تمکو سنکر حیرت ہوگی کہ ننھے کیڑون کو ترغیب دیکر بلانے کے لئے عالم نباتات مین طرح طرح کے سامان موجود ہین جو جادو کا اثر رکھتے ہین پھولون کی دلفریب رنگ آمیزیان اُنکا بناؤ سنگار، اُنکی مست خوشبو یہ کل سامان زیبائشی چھوٹے کیڑون کو پھانسنے کے لئے ہین۔ جسوقت کیڑے پھولون کی شوخ رنگت کو دُور سے دیکھتے ہین تو اُنکا دل بے چین ہو جاتا ہے اور عالم بےخودی مین پھولون پر آگر گر پڑتے ہین۔ کہین یہ انتظام ہے کہ پھولون کی خوشبو کی لپیٹ دُور دُور جاتی ہے اور کیڑون کو ایسا مست کر دیتی ہے کہ وہ بے ساختہ اُڑے چلے آتے ہین۔ غرض جب اسطرح کیڑے پھولون مین پہونچ جاتے ہین تو اُنکو اپنی دعوت کا عجیب وغریب سامان نظر آتا ہے۔ کھانے کو زرگل اور نوش کرنے کو شیرین اور خوشگوار عرق ملتا ہے جو پھولون مین افراط سے بھرا رہتا ہے۔ ننھے مہمان طرح طرح کی لذیذ غذاؤن کے فطری خوان کو دیکھکر پھولون مین ٹک جاتے ہین۔ پھول اپنے تازہ وارد وحشی مہمانون کو مانوس کرتا ہے اور شدہ شدہ رازدار بنا لیتا ہے۔ کیڑے رس چوسنے کی لالچ مین پھولون کی کٹوری کے اندر گھس جاتے ہین جس سے اُنکا تمام بدن پھولون کی دھول مین اَٹ جاتا ہے اور وہ اسطرح پھول کے زیرہ کو لیکر باہر اُڑتے ہین اور اُسکو زنانے پھولون تک پہونچاتے ہین جس سے وہ حاملہ ہوتا ہے۔ جب پھولون کی زندگی کا فرض اسطرح انجام پا جاتا ہے تو وہ مر جاتے ہین۔ سامان دعوت ختم ہو جاتا ہے اور ننھے مہمان افسردہ دل اپنے گھرون کی راہ لیتے ہین۔

سید راحت حسین، بی۔ اے

# سری کرشن جی

گرچہ جنسِ نیکوان این چرخ بسیار آورد
کم بزاید مادرے با این صفا دُرِّ یتیم

پیارے ہندوستان کی نسبت تنقید کے اصلی اور حقیقی معیار سے اغماض کر کے خواہ کچھ ہے نتیجہ کیون نہ اخذ کیا جاے۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ پوتر استھان اور رشیون منیون کی سرزمین خداے تعالیٰ کے بے شمار فضلون اور رحمتون کی حقیقی اور جائز وارث رہی ہے اور اب بھی اسمین انکے جذب کرنے کے جوہر موجود ہین۔ بشرطیکہ اُسکے لائق اور ہونہار فرزندون کی مفید اور بابرکت زندگیون کے قابل قدر نمونون کو خضر راہ تسلیم کر کے نقل و حرکت کیجاے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ یہان کے نیکون اور قابلِ قدر انسانون کے حالات کی تصویر کھینچی جاے اور برادرانِ وطن کو اُنکی پاک سیرت اور زرین لاالف سے مستفید ہونے کے لئے خوشنما پیرایہ مین اُنکے قصص پیش کئے جائین۔ یہی وہ وجہ ہے کہ ہمنے اس مقصد کے لئے ہندوستان جنت نشان کے بعض ایسے بزرگون کے حالات کو تنقیدی نظر سے مع مفید اور نتیجہ خیز امور کے برادران وطن کے آگے پیش کرنا ضروری سمجھا کہ جنکی عظمت ہزارون برس سے کرورون انسانون کے دلون مین جاگزین ہے اور جسکے ذیل مین ہم سب سے پہلے سری کرشن جی کے مبارک حالات کو پیش کرنیکا دل مین بے حد جوش پاتے ہین

پیارے کرشن کی زرین لاالف مین اگرچہ خودغرضی سے بڑے بڑے سیاہ داغ ڈالے گئے ہین اور خصوصاً ایسے خطرناک طور پر جس سے آپکی مقدس شکل و صورت کو کوئی بے عیب اور نورانی یقین نہ کر سکے۔ لیکن حق یہ ہے کہ پاک اور مطہر انسانون کی شکلون اور صورتون کو خواہ کسیقدر کیون نہ بگاڑا جاے اور سیاہ سے سیاہ پردے کیون نہ حائل کئے جائین حقیقت شناس اور غائر نظرون سے وہ چھپ ہی نہین سکتے اور ایک وقت آجاتا ہے کہ تنقیدی معیار سے اُنکی زرین لاالف بالکل پاک وصاف قرار دیجاتی ہے اور اُنکا اصلی اور حقیقی چہرہ ویسا ہی چمکتا اور دمکتا ہوا نظر آنے لگتا ہے۔ جیسا کہ فی الحقیقت وہ ہوتا ہے۔ اسی خیال سے ہم ذیل مین سری کرشن جی کی مطہر لاالف کے چند نمونے مشتے از خروارے پیش کرتے ہین۔ ممکن ہے کہ کسیکو اسنے فائدہ پہونچ جاے اور ہماری محنت ٹھکانے لگے۔

## پہلا واقعہ

ہر ایک واقف اس امر سے متفق ہے کہ آپ کی ولادت سے پہلے آپ کے نانا مہاراج اگرسین سخت تر بے رحمی اور ظلم وستم کا تختۂ مشق بنائے گئے تھے اور بلا قصور تاج و تخت سے بے دخل کئے گئے تھے اور یہ سب ظلم و ستم ڈھانے والا کرشن جی کا مامون تھا جسکا نام کنس تھا۔ ظالم کنس نے نہ صرف اپنے بے گناہ والد ہی کی پگڑی اُتاری تھی بلکہ اپنے بہنوئی اور بہن (والدین کرشن جی) پر ظلم وستم کے پہاڑ اس بے رحمی اور سنگدلی سے توڑنے شروع کئے تھے اور اُنکی اولاد کے ناحق و ناروا قتل پر اس بے رحمی سے کمر باندھی تھی کہ اسکو

خیال مین لانے سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور دل مین ایک خاص قسم کا درد پیدا ہوتا ہے - خواہ بالغ اور عاقل انسان ظلم و ستم کے تختۂ مشق بنکر ایک حد تک صبر کرین اور قدرت اُنکو صبر - تحمل اور برداشت کا عادی بنادے مگر معصوم بچّون پر ناحق ظلم و ستم انسان کو واقعی دوزخ کا سزاوار بناتے ہین اور یہی وجہ ہے کہ کنس کی کوئی تدبیر پیش نہ گئی اور خدائے کریم کو اپنے فضل و کرم سے محفوظ رکھکر جس سے کام لینا تھا اُنکا وہ بال بیکا بھی نہ کر سکا -

کنس نے اگرچہ کرشن جی کے والدین کو اُنکی کوئی اولاد زندہ نہ رکھنے کی غرض سے نظر بند کیا تھا مگر مشیت ایزدی نے چونکہ اُنھین کو دنیا کی فلاح و بہبودی کے لئے چنا تھا اسلئے کنس کی تمام کوششین بیکار کر کے مہاراج بلرام اور کرشن جی کو صحیح و سلامت اور جیتا جاگتا رکھا اور سب سے پہلے آپ سے وہ کام لیا جو عین حکمت، عین مصلحت، اور عین انصاف تھا یعنے مہاراج اُگرسین کا دوبارہ تخت شاہی پر بٹھاکر عدل و انصاف سے رعیت کو سرفراز کرنا اور کنس کے خطرناک پنجۂ فولادی سے خلق خدا کا عموماً اور کرشن جی کے والدین کا خصوصاً رہائی پاکر زندگی کے دن امن چین سے پرماتما کی یاد مین گذارنا -

## دوسرا واقعہ

راجہ جراسندھ والی مگدھ نے کچھ عرصہ سے ایسا سر اُٹھایا تھا اور تقریباً ایک سو کشتری خاندان کے راجون مہاراجون کی آئے دن کی وقت بے وقت کی چڑھائی سے طاقتون اور قوتون کو اسطرح پامال کیا تھا کہ خدا کی پناہ - یہ صاف ظاہر ہے کہ آئے دن کی چڑھائی اور وقت بے وقت کے حملے انسان کو پنپنے نہین دیا کرتے - آخر نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ مذکور نے تقریباً ایکسو راجون کو شکست دیکر قید کر لیا اور اسکے باعث غرور، تکبر اور گھمنڈ اور خود سری مین یہانتک ترقی کر گیا کہ جو جواہرات راجون مہاراجون کے تاجون کی زینت کا موجب تھے اُنھین نذر مین لیکر بھی خوش نہین ہوتے تھے -

متھرا پوری (مہاراج کرشن کی جاے پیدائش) پر جہان کنس کے بعد کرشن جی کے نانا اور اصلی حقدار مہاراج اُگرسین کا عادلانہ راج تھا اُسپر اُسنے متعدد دفعہ چڑھائی کی مگر تقدس مآب کرشن کے حُسن تدابیر سے ہر بار شکست فاش کھاکر حسرت اور یاس سے اُسکو واپس ہونا پڑا - لیکن جراسندھ اس قسم کی فطرت ہی نہین رکھتا تھا کہ شکست کھاکر امن سے زندگی کے دن گذارے بلکہ وہ شکست کھانے کے بعد پھر جمعیت کو از سر نو مضبوط کر کے سینہ سپر ہوکر شکست کا قرار واقعی بدلا نکالنے کے لئے سخت کوشش کیا کرتا تھا - چنانچہ جب اُسکی آخری شکست کے بعد دوبارہ آمد اور چڑھائی کا حال سری کرشن کو معلوم ہوا تو آپ نے آئے دن کے جھگڑون کو مٹانے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ متھرا پوری سے ہجرت کر کے کسی اور جگہہ سکونت اختیار کرنا بندگان خدا کے کُشت و خون سے بہت بہتر ہے اسلئے آپ نے صرف امن پسندی کا قابل قدر نمونہ دکھانے کے لئے اور لوگون کو آئے دن کے قتل سے بچانے کے لئے متھرا کو خیرباد کہا اور اپنی قوم کو ایک اور مقام مین لا بسایا جسکا نام آپ نے دوارکا تجویز فرمایا اور یون آئے دن کے جھگڑون کو سرد کیا اور اپنی قوم کو امن و امان کا وارث بنایا جس سے آپ کی سچی امن پسندی ، اور جبلی شرارت کے تیلون سے اعراض کرنے کا حال اظہر من الشمس ہوتا ہے - گویا آپ نے اپنے عملی نمونے سے یہ سبق دیا کہ جو خواہ مخواہ خلق خدا کو کسی خاص جگہہ کیوجہ سے

آئے دن قتل کرنے پر کمر باندھے اور ایک حد تک مقابلہ مین شکست فاش کھانے کے باوجود باز نہ آئے تو انسانیت یہی ہے کہ اُس جگہہ کو ہی چھوڑ دیا جائے اور یون خلق خدا کو آئے دن کی ہلاکت سے محفوظ رکھے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپکا وجود جیسا کہ ظالمون کی سرکوبی کے لئے تھا ویسا ہی امن وامان کا سبق دینے اور سچی راحت اور سرور کا وارث کرنے والا بھی۔

بہرکیف جراسندھ کے ذمہ یہ بڑا وزنی قصور ہے کہ اُسنے ایک ایسی قوم کو جو اس سے پہلے ایک خطرناک ظالم سے بہت سا دکھ برداشت کر چکی تھی ناحق و ناروا تباہ و ہلاک کرنے پر کمر باندھی مگر قدرت نے اُسکو ایک سچے ریفارمر اور سچے ہادی کی بدولت اپنے منصوبے مین ناکام و نامراد رکھا۔ بلکہ اسکے علاوہ اپنی دوسری حرکتون کا بھی اُسکو خمیازہ بھگتنا پڑا۔ یعنی جن راجون کو اسیطرح قید کیا تھا انکو رہائی دلانے کے لئے سری کرشن کے دل مین جوش پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ مع ارجن اور بھیم کے صرف اسی اہم کام کے لئے اُسکے پاس تشریف لے گئے اور جراسندھ کے سامنے جاکر اپنے آنے کی اصل غرض کو بڑی بہادری اور دلیری سے یون بیان فرمایا کہ "ہم لوگ دھارمک ہین۔ دھرم ہمارا جیون (زندگی) ہے۔ دھرم کی رکھشا کرنا ہمارا فرض ہے۔ پرمیشور نے ہمین یہ سامرتھ (طاقت) دی ہے کہ دھرم کی رکھشا کرسکین۔ پس یہ سامرتھ رکھتے ہوئے آپ کو آپ کے اعمال کی سزا نہ دینا دراصل اپنے آپ کو گناہ کے سمندر مین غرق کرنا ہے۔ ظالمون کا سر کچلنا اور مظلومون کی مدد کرنا ہر ایک کشتری کا پرم دھرم ہے۔ اور اسی نیت سے ہم آپ کے پاس آئے ہین کہ آپ کو سمجھائین کہ آپ کشتریون پر ظلم نہ کرین اور قیدیون کو رہا کردین ورنہ یاد رکھین کہ ہمکو حق سے اسقدر پیار ہے کہ ہم حق کے لئے مرنے سے ہرگز نہین ڈرتے کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ مظلومون کی مدد کے لئے لڑنا دراصل دھرم کی لڑائی ہے اور دھرم کی لڑائی مین جو مرتا ہے وہ سیدھا سورگ (بہشت) کو جاتا ہے" پھر فرمایا کہ اگر آپ اپنے آپ کو دُنیا مین مہابلی سمجھتے ہین تو بڑی غلطی کرتے ہین کیونکہ اس سنسار مین ابھمان (غرور) کرنے والا انسان ضرور خسران مبین کا وارث بنتا ہے۔ ایسے ہی اس دُنیا مین بڑے بڑے مہابلی موجود ہین۔ پس اے راجن بدی کے طریقے کو چھوڑ دے اور خدا کا خوف کر اور اُن قیدیون کو رہا کردے ورنہ ہم سے کُشتی کرکے اپنی طاقت و قوت کو آزمالے تاکہ حق کا بول بالا اور باطل کا مُنہ کالا ہو"۔ باوجود اس شائستگی سے سمجھانے کے جراسندھ باز نہ آیا اور ایک حقیقی خیرخواہ کی نصیحت سے مُنہ موڑ کر کرشن جی اور ارجن کو تو کسی شمار و قطار مین نہ سمجھا اسلئے اُنسے کشتی کرنے کو اپنی ذلت کا موجب قرار دیکر بھیم کو اپنا مد مقابل سمجھکر لڑنے مرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ بھیم کے ہاتھون اپنے بے جا غرور کے باعث ہلاک ہوا اور مہاراج کرشن نے سب سے پہلے قلعہ کا دروازہ کھولکر اور رحمت کے فرشتہ کی صورت مین قدم رنجہ فرما کر اُن سب راجون مہاراجون کو قید سے رہائی دی جو جراسندھ کے ظلم و ستم کا تختہ مشق بنے ہوئے تھے اور اُسکے بعد جراسندھ کے بیٹے کو راج تلک دیکر ثابت کردیا کہ دراصل آپ کا جراسندھ سے بیر محض بنی نوع انسان کی خیرخواہی کے لئے تھا اور وہ جراسندھ کے خاندان کے بھی دل سے خیرخواہ تھے

## تیسرا واقعہ

آپکی زندگی کے واقعات مین سے ایک قابل قدر واقعہ پراک جیوتش دار الخلافت کامروپ (آسام) کا ہے جسکی مختصر

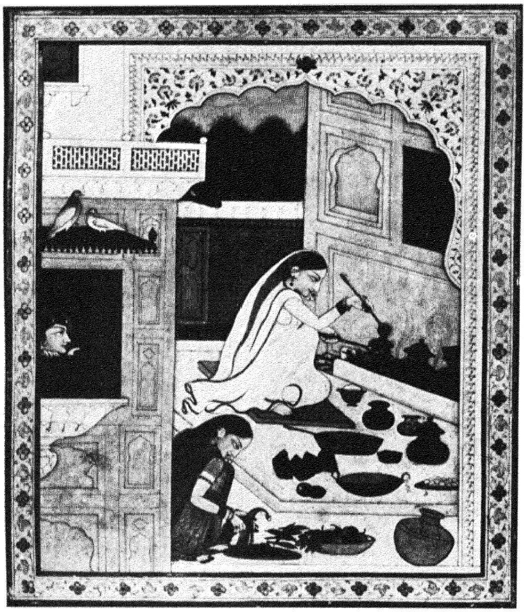

رادھا کی رسوئی میں

انڈین پریس الٰہ آباد

کیفیت یہ ہے کہ وہان کے راجہ مسمی نرک نے اسقدر سر اُٹھایا تھا اور ایسی شرارت اور ظلم و ستم پر کمر باندھی تھی کہ جسکی عورت کے حُسن و جمال کا چرچا سُنتا یا دیکھتا اور ایسے ہی جو کسی کی اچھی چیز اُسکے ملاحظہ مین آتی زبردستی اُس سے چھین لیتا ایک عرصہ تک اس قسم کے ظلم و ستم برداشت کرنے کے بعد اُس علاقہ کے لوگ مہاراج کرشن کی جناب مین فریادی ہوئے - آپ نے نرک پر چڑھائی کی اور پہلے اُسکو ان حرکات ناشایستہ سے منع فرمایا - جب وہ باز نہ آیا بلکہ ناصح مشفق کی نصیحتون سے مُنہ موڑا اور اپنے بل بوتے کا گھمنڈ ظاہر کیا تو آخر لڑائی تک نوبت پہونچی اور اپنے کیفر کردار کو پہونچکر نرک پوری کو سدھارا اور مہاراج نے سیدھا اُسکے محل کیطرف رخ کیا اور جبر و تعدی و ظلم و ستم سے جسقدر عورتین وہان محصور تھین اُن سب کو رہائی بخشی - چنانچہ اُن عورتون کی تعداد سولہ ہزار کے قریب وشنو پران کے ادھیاے ۲۹ مین بیان کی گئی ہے -

اس سے آپ کی اعلیٰ ہمدردی کا ثبوت ملتا ہے اور صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لڑائی محض دوسرون کی فلاح اور بہبودی کی خاطر کی گئی تھی - اپنا کوئی ذاتی فائدہ آپ کے مدّنظر ہرگز نہ تھا -

## چوتھا واقعہ

آپ کی مبارک زندگی کا ایک واقعہ راجہ پونڈر دائی بنارس سے لڑائی کا بھی ہے جسنے کرشن جی سے خواہ مخواہ اس درجہ کا حسد و کینہ شروع کیا تھا کہ اوّل تو آپ کی جائز عزت و عظمت کو پامال کرنے اور لوگون مین آپ کا وقار کم کرنے کے لئے آپ کا جو لقب تھا یعنے واسدیو وہ اختیار کیا تھا - دوسرے حسد اور بغض سے بعض گستاخانہ پیغام بھی اکثر بھیجتا رہا تھا - تیسرے آپ کو جعلساز مکار وغیرہ بھی بیان کرتا رہا - مگر آپ نے اپنے نفس کے خاطر چڑھائی کرنے کا کبھی ارادہ نہین کیا اور ایسے معاملات مین قابل قدر حلم اور صبر کا نمونہ دکھایا - لیکن حسد بُری بلا ہوتی ہے - پونڈر نے آپ کے اخلاق فاضلہ سے سبق حاصل نہ کیا - بلکہ بجاے سبق حاصل کرنے کے آپ کے کیلاش یاترا پر جانے کے بعد چورون کی طرح دوارکا پر چڑھائی کرکے شبخون مارا آخر صبر کی حد ہوتی ہے اسلئے مجبوراً آپ کو اُسکی سرکوبی کیلئے نقل و حرکت کرنی پڑی اور راجہ پونڈر نے ناحق حسد و غرور تکبر اور نخوت مین گرفتار ہونے کا خمیازہ بھگتا اور یون ثابت ہوا کہ دراصل نیکون اور پارساؤن سے ناحق حسد و بغض کرنا اور اُنکے ستانے اور تباہ کرنے پر کمر باندھنا انسان کو قعر مذلت اور رسوائی و خواری کا وارث بناتا ہے -

## پانچوان واقعہ

آپکی مقدس زندگی کا سب سے بڑا واقعہ مہابھارت مین کا واقعہ ہے جسکے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ اس خونخوار اور بھارت ورش تباہی اور بربادی کی باد سموم پھیلانے والی لڑائی کے بانی مبانی سری کرشن ہی تھے - یعنی آپ ہی نے ارجن وغیرہ کو لڑنے کے لئے اُکسایا تھا - اگر آپ کی طرف سے لڑنے کی تحریک نہ ہوتی تو یہ خونخوار جنگ ہرگز وقوع مین نہ آتی - لیکن حق یہ ہے کہ آپ نے اس لڑائی سے باز رکھنے کے لئے طرفین کو جسقدر سمجھایا اور جسقدر کوشش بذات خود کی وہ اسقدر وزن دار ہے کہ آپ پر اسکا الزام لگانا خطرناک غلطی ہے -

واقف حضرات اس امر سے کافی آگاہی رکھتے ہین کہ

پانڈوؤن کے ساتھ کوروؤن نے جو طریقہ اور رویہ اختیار کیا تھا وہ واقعی خطرناک ظلم کی حد تک پہونچ گیا تھا۔ سب سے پہلے جو حرکت کوروؤن نے کی یعنے لاکھ کے محل مین آگ لگاکر پانڈوؤن کو زندہ جلا دینا۔ وہ ایسی ناقابل برداشت ہے کہ اُسپر جسقدر بھی افسوس کیا جاے وہ تھوڑا ہے۔ ایسے ہی اُسکے بعد کے واقعات اور پانڈوؤن کی ترقی جاہ و مال و منال اور شان وشوکت کو دیکھکر کوروؤن کا آتش حسد مین جلکر مہاراج یدھشٹر کو چال بازی سے جوا کھیلنے پر آمادہ کرنا اُنکی دوسری نازیبا حرکت تھی۔ پھر شریمتی دروپدی جی کو سر کے بالون سے پکڑکر سبھا مین لانا تیسری سراسر شرارت تھی۔ ایسے ہی بارہ برس کے لئے بن باس کا فتویٰ پاس کرانا اور اُسمین خطرناک اور ناقابل برداشت شرائط مقرر کرنا چوتھی شرارت تھی۔ بالآخر پانڈوون کے ہر ایک شرط کے ماننے اور بجالانے کے باوجود اُنکو اُنکا حصہ نہ دینا نہایت ہی ظالمانہ حرکت تھی جو کوروؤن سے ظہور مین آئی۔

مقدس کرشن نے طرفین کی خیر خواہی مین ہرگز فرق نہین کیا۔ ہر طرح سے دونون کو سمجھایا۔ چنانچہ آپکی مبارک تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ پانڈو صرف پانچ گانون لیکر اپنا گذارہ کرنے پر راضی ہو گئے۔ لیکن کورو اپنی چال سے نہ چوکے۔ دریودھن کے سر پر کچھ ایسا حسد۔ کینہ اور خود پسندی کا بھوت سوار تھا کہ وہ راضی نہ ہوا۔ کرشن جی نے اُسکو سمجھانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا۔ خود سفیر بنکر گئے۔ دھرت راشٹر مہاراج اور گندھاری جی (والدین دریودھن) کو سمجھایا۔ دوسرے بزرگون کے ذریعہ دریودھن کو مآل پر نگاہ رکھنے کیطرف توجہ دلائی۔ مگر وہ نہ ماننا تھا پر نہ مانا۔ بلکہ خود کرشن جی کے خلاف ایسے خیالات ظاہر کرنے لگا جو ہر صورت مین قابلِ نفرت اور لائق ملامت تھے۔ جسپر بزرگون کو اُسکی پست خیالی پر بہت ہی افسوس ہوا اور بعض نے اُسکی خبر بھی لی۔

واقعات پر جہان تک نظر غائر ڈالکر انصافاً دیکھا جاے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سری کرشن کو سخت ترمجبور ہوکر بحالت مین بے انصافون اور ظالمون سے مقابلہ کرنے کے لئے ہدایت کرنی پڑی اور یون مہابھارت کی خونخوار جنگ نے جہان کوروؤن کا تخم صفحۂ دہر سے حرف غلط کیطرح مٹا دیا وہان پانڈوؤن کو بھی خون کے آنسو رُلانے سے مستثنیٰ نہ رکھا۔ جبکا اصل پوچھو تو سارا گناہ انصاف کے سیاہ دشمن دریودھن کی گردن پر ہے۔ جسنے حق اور راستی سے انکار کیا اور حقیقی ناصحون اور سچے خیر خواہون کی نصیحت پر کان نہ دھرے۔

کرشن مہاراج کی پوتر لائف کی داستان اگرچہ بہت لمبی ہے جسمین پہلا نمبر ظالم کنس کے مارنے کا ہے تو آخری مہابھارت کی گھور سنگرام (خونخوار لڑائی) کا۔ لیکن اس جنگ سے پہلے اور بعد کے واقعات اور خصوصاً دھرم راج مہاراج یدھشٹر کے آگے پند ونصائح کے انمول رتنون اور بے بہا خزانون کے جو دریا مہاراج نے بہائے تھے اور اُسکو عُسر ویُسر (تنگی اور فراغبالی) مین ایکخاص الخاص اسٹیج پر قائم رہنے کے لئے جسقدر قابل قدر کوشش کی ہے وہ واقعی اس لائق ہے کہ ہم مین سے ہر ایک اسکو اپنی زندگی کے لئے مفید اور بابرکت یقین کرکے اور خواب غفلت سے بیدار ہوکر عمل درآمد کرنے پر مستعد ہو جاے۔

تقدس مآب کرشن کے پوتر ارشادات اور منوہر بچپنون ہی سے دراصل مہاراج یدھشٹر۔ دھرم راج بنگئے

تھے - اگر کرشن جی کا مبارک اور فائدہ بخش وجود پانڈوون کا پشتی بان نہ ہوتا تو پہلے مرحلے مین نہ سہی تو دوسرے مین تو ضرور ہے کہ پانڈو عدم کے راہرو بنجاتے - نہ تو اُنکی طاقت ہی کام آتی اور نہ کوئی تدبیر ہی اُنکو فائدہ پہونچاتی یہ تو سچ ہے کہ دُنیا مین طاقت - قوت اور حُسن تدبیر انسان کے لئے بہترین مددگار ہین - لیکن حق یہ ہے کہ بغیر قابل قدر اور غیور خیر خواہون کے فلاح اور سلامتی کا راستہ بسا اوقات مسدود ہی رہتا ہے

مہابھارت کی جنگ سے جسقدر خطرناک خون ریزی واقع ہوئی اور اپنے بیگانے کٹ کر ڈھیر ہوگئے - اُسنے یدھشٹر جیسے نرم دل کا دل پھاڑ دیا - دُنیا اُسکی نظرون مین سیاہ اور اندھیری ہوگئی - وہ دنیا اور کار دُنیا سے دل برداشتہ اور سخت بیزار ہوکر اُسکو لات مارنے اور جنگل مین منگل منانے پر تیار ہوگیا - لیکن پیارے کرشن ہان دل و جان سے زیادہ عزیز مقدس کرشن نے جہان اُسکو اُسکا حق دلانے کے لئے سعی بلیغ کی تھی وہان اُسکو اُسکے اصلی فرض سے بھی اس آڑے وقت مین آگاہی بخشی اور سمجھایا کہ در اصل آپکا وجود اس دنیا مین محض جنگل مین منگل منانے کے لئے پیدا نہین کیا گیا - بلکہ آپ اسلئے پیدا ہوئے ہین کہ ہر ایک کے حقوق کی نگہداشت کرین اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے تن من - دھن سے جتن (کوشش) کرین - چنانچہ آپ کی مبارک نصیحتون کا نتیجہ یہ ہوا کہ مہاراج یدھشٹر کے دل مین سنسار کی جیو کی سچی خیر خواہی اور حقیقی فلاح کی روح داخل ہوگئی - اُنھون نے راج پاٹ سنبھالا اور خلق خدا کے لئے جو کچھ عادل اور نیک نہاد بادشاہون سے ممکن ہوتا ہے سب کچھ کیا اور کرتے رہے اور مہاراج کرشن اُنکو نیک ہدایات کرتے رہے -

لیکن مہاراج کرشن کی بے وقت وفات نے پھر رنگ بدل دیا - دلون مین جو شانتی کی روح پھونکی گئی تھی - دفعتہً پرواز کر گئی - پانڈوون کے لئے نئی مصیبت اور نیا ماتم بپا ہوگیا - دنیا کی عیش و عشرت ایک حقیقی خیر خواہ کے بغیر سخت تر مصیبت کا سامان معلوم ہونے لگی -

آپ کی ناگوار جدائی نے اسقدر بھی تاب و طاقت نہین رکھی کہ دُنیا کی دلفریبیون پر موہت (فریفتہ) رہین - اسلئے دل مین یہ جوش اُٹھا کہ دنیا اور عیش دنیا کو لات مار کر اور برف مین گل کر ایسی تلخ زندگی سے ہمیشہ کے لئے رہائی حاصل کی جاے - چنانچہ پانچون بھائی مع دروپدی کے صرف پیارے کرشن کی ناگوار جُدائی سے بیقرار ہوکر رشیون اور منیون کی پیاری سرزمین سے روتے اور آہین بھرتے ہوے نکل پڑے اور برف مین گل کر کہان سے کہان کو پہونچے -

آہ ! دنیا کی بے ثباتی - آہ !! پیارون اور حقیقی نیکون، ہان سچے خیر اہون کی جُدائی کا ناگوار پیالہ بڑا ہی تلخ ہوتا ہے -

اے پیارے کرشن ! اے میرے محبوب کرشن !! اے سچے ہادی اور راستباز کرشن ! اے میرے مولا کے محبوب کرشن !! اگر تم اپنے پربھو (مولا کریم) سے ملنے کے لئے جلدی نہ کرتے اور سنسار کو اپنے پوتر وجود سے خالی کرنیکا خیال آپ کے دل مین پیدا نہ ہوتا تو پانڈوون کی جان یون مفت مین ضائع نہ ہوتی - تمہاری بے وقت کی جدائی نے اُنکو خون کے آنسوؤن سے رلایا اور ایسا صدمہ پہونچایا کہ اُنکو اپنی زندگی کی گھڑیان تلخ اور تاریک اور بے لطف نظر

آنے لگین۔

مہاراج کرشن کی مبارک زندگی سے ہمکو کیا کیا سبق ملسکتے ہین؟ غور فرمایئے۔

اوّل یہ کہ دنیا مین رہکر انسان کا فرض ہے کہ جہان وہ خویش و اقربا کی فلاح و بہبودی کے لئے کوشان ہو وہان اگر اپنے ظلم و ستم اور بیجا جبر و تشدد پر کمر باندھلین اور بنی نوع انسان کو آئے دن ستانے، دُکھ اور ایذا دینے سے دریغ نہ کرین تو اُنکی مطلق پاسداری نہ کیجاسے بلکہ علی الاعلان اُنکے خلاف ہونے کا ثبوت دینا فرض ہے۔

دویم یہ کہ بنی نوع انسان کے دُکھ اور درد کو ایسا ہی محسوس کیا جائے جسطرح اپنی جان پر سختی اور مصیبت آبنی ہے اور اُنکو دکھ اور تکالیف سے رہائی دینے کے جائز وسائل سے کام لینا اپنے فرائض مین سے سمجھنا دراصل انسانیت کا راز سمجھنا ہے

سویم یہ کہ اپنے نفس اور ہوا و ہوس کے بالکل ادھین (تابعدار) نہ ہو اور نہ اپنے نفس سرکش کی اسقدر رسی دراز کیجائے کہ وہ جائز اور ناجائز راہون کیطرف چلا کر خسران مبین کا وارث بنائے۔ پھر دشمنون کی ایذا رسانیون پر جہان ایک حد تک صبر کرنا ضروری ہے وہان اُسکو شوخ اور حد سے زیادہ بے باک ہونے کا موقع بھی نہ دینا فرائض مین سے ہے۔ وجہ یہ کہ اسکو نظر انداز کرنے سے خودداری کے قابل قدر اصول سے محرومی گلے کا ہار بن جاتی ہے۔

چہارم یہ کہ ہر ایک امر مین سختی سے پہلے نرمی کا پہلو اختیار کرنا فرض انسانی ہے۔ اگر نرمی او نصیحت سے کام نکل آئے تو سختی کرنا لاحاصل ہے۔ پھر انسان کے فرائض مین یہ بھی ہے کہ جہان وہ ہر ایک کام کے لئے خداداد طاقتون سے کام لیکر کوشش کرے وہان ہر ایک کام کے مآل کو سوچ کر کام کرے اور ایسے طریقے پر کہ جس سے اصل مقصد ہاتھ سے فوت نہ ہو۔ چنانچہ کرشن جی کا ارشاد پاک ہے کہ "انسان کا فرض ہے کہ جہان ہر ایک کام کے لئے اپنی طاقت اور قوت بھر کوشش کرے وہان اُسکا یہ بھی فرض ہے کہ وہ کیول ایک پربھو کے ادھین اور ایشور پر آدھین ہوکر کام کرے"

غرضکہ یہ وہ چار سبق ہین جو ہم کرشن جی کی زرین لالف پر غور کرکے اخذ کرسکتے ہین گو یہ سچ ہے کہ آپکی مبارک زندگی سے بہت سے قابل قدر نمونے اخذ کئے جاسکتے ہین جنسے کسی نہ کسی رنگ مین بنی نوع انسان کو فوائد پہونچ سکتے ہین لیکن اس صورت مین مضمون کا بڑھ جانا ممکن ہے اسلئے سردست اسی پر اکتفا کرتے ہین۔

محمد حسین

---

**ہندی ساہتیہ سمیلن**۔ گزشتہ سال جو ہندی کانفرنس بنارس مین منعقد ہوئی تھی، یہ اسکی کارروائی کی دوسری جلد ہے جو قریباً ڈیڑھ سو صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ اسمین وہ جملہ مضامین درج ہین، جو کانفرنس مین پڑھے گئے تھے۔ مضامین کی تعداد ۲۲ ہے اور سب اپنے اپنے موضوع پر لاجواب ہین "برتمان ناگری اکشرون کی اُتپتی" اور "ناٹک اور اُپنیاس" بہت عمدہ مضمون ہین۔ "دادو دیال اور سندر داس" کے بارے مین جو مضمون لکھا گیا ہے، وہ بہت سے نئے معلومات سے پُر ہے۔ سب سے زیادہ ہم نے جس مضمون کو پسند کیا، وہ "دیوناگری لپی" (بالتصویر) ہے، جسکو پنڈت کیشوداس صاحب شاستری نے تحریر فرمایا ہے۔ ہم خوش ہین کہ ہندی زبان کے خیر خواہ اسکو ترقی دینے مین ہرطرح کی کوشش کرتے ہین، کاش اُردو والے بھی بیدار ہون۔

ہندی ساہتیہ سمیلن کی قیمت صرف ۱۲ آنہ ہے۔ ملنے کا پتہ:۔ ناگری پرچارنی سبھا بنارس۔

# میلۂ دیوگڑھ اڑیا

ہندوستان ایسے وسیع ملک میں بمشکل کوئی خطہ ایسا ہوگا جہاں سال کے خاص خاص مواقع پر کوئی میلہ نہوتا ہو۔ یورپ میں بھی اس قسم کے سوشل مجمعوں کا رواج پورے طور پر پایا جاتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہاں کے میلوں اور تماشوں سے ہزاروں اور لاکھوں تمدنی۔ اقتصادی اور تجارتی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور ہمارے یہاں یہ سودمند باتیں مفقود ہیں تاہم اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ اس ملک میں جو مجمعے مختلف ناموں سے مختلف اوقات کے اندر ہوا کرتے ہیں اُنکی شان نزول بالکل وُہی ہے جو آج یورپ و امریکہ میں خیال کی جاتی ہے۔ مثال کے لئے مکن پور وغیرہ کے سالانہ جھگھٹے ظاہر کرسکتے ہیں کہ کسی زمانہ میں ان سے کیا کیا تجارتی فائدے مترتب نہ ہوتے ہونگے۔ چھتر وغیرہ کے میلوں میں اب بھی یورپ کی تجارتی منڈیوں کا لطف آجاتا ہے۔ بحالت موجودہ اسمیں کلام نہیں کہ ان میلوں سے کوئی مستقل اثر ہماری طرز معاشرت۔ تمدن اور تجارت پر نہیں پڑتا۔ اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ تعلیم اور تربیت کی کمی اور احساس ضروریات کے فقدان نے ہمیں اس قابل ہی نہیں رکھا کہ ان موقعوں سے فائدہ اُٹھانے کے وسایل اختیار کرسکیں۔ اب یہ میلے جنکے نیک نیت بانیوں نے انکے ذریعہ ملک کو گرانقدر نفع پہونچانا چاہا ہوگا معمولی تفریح گاہوں اور بچوں کے کھیل کود کی جگہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور اسلئے ان سے کوئی پایدار فائدہ اُٹھانے کی توقع فضول ہے۔ تاہم اس گئی گزری حالت میں بھی وہ ہندوستان کی پرائیویٹ زندگی اور تمدنی کیفیت کا مرقع ہیں۔ ممکن ہے کہ ہم آپ ان تماشوں میں کوئی دلچسپی کی بات نہ پائیں لیکن باہر والوں کیلئے یہ گویا ایک آئینہ ہے جسمیں ہندوستانی معاشرت کے خط و خال خودبخود نظر آتے ہیں اور اُسے یہاں کے باشندوں کی ضروریات اور وضع و لباس کے متعلق بیرونی طور پر دریافت و تفحص کرنے میں سرگرداں نہیں ہونا پڑتا۔ کاش ہندوستان میں میلوں کے انعقاد کے لئے یورپ و امریکہ کے اقتصادی اصول اختیار کئے جائیں اور اُنکے ترتیب میں فائدہ مند طریقے اختیار کئے جائیں تو ملک کی عام حالت پر عمدہ اثر پیدا ہوسکتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے تمہیدی سطور میں لکھا ہے ہندوستان کے ہر حصہ میں کم و بیش سال بھر کے اندر بیسیوں میلے ہوتے ہیں۔ اور ان سے اگرچہ کوئی معتد بہ نفع نہیں پہونچ سکتا لیکن اُس حصہ ملک کی جہاں یہ جھگھٹے ہوا کرتے ہیں۔ معاشرتی و تمدنی زندگی کا صحیح و سچا عکس نظر آجاتا ہے۔ ہندوستان میں مالوہ اور مالوہ میں اندور قدامت کی حیثیت سے دلچسپ جگہیں ہیں ان مقامات پر ہندو حکومت اور اسلامی سلطنت کا دیرپا اثر اسوقت تک نمایاں ہے اور اس اثر کی جھلک آج بھی بعض مواقع پر نظر آجاتی ہے۔ مثلاً مراسم محرم کے علاوہ عید و بقرعید کے میلوں میں ہندوؤں کی شرکت سے جہاں اسلامی اقتدار کا اظہار ہوتا ہے وہاں یہ بات کہ ہولی میں بہت سے مسلمان گیہوں کی بالیاں جلاکر آغاز سال کا شگون ادا کرتے ہیں، ہندو حکومت کا لازمی اثر سمجھنا چاہئے۔ یہ اثرات کسی

جبر و تشدد کا نتیجہ نہیں کہے جا سکتے بلکہ ان کا ہونا قانون قدرت کے عاقلانہ اصول و ضوابط پر مبنی ہوتا ہے۔

شہر اندور جسکو مہاراجگان ہلکر کے مستقر حکومت ہونے کی امتیازی عزت حاصل ہے اُسکے جنوب مشرق کے گوشہ مین ایک مختصر سا گاؤن دیوگڑاڑیا آباد ہے۔ اندور کی آبادی سے کوئی چھ سات میل کا فاصلہ ہوگا۔ گاؤن کی حیثیت و حالت چندان قابل وقعت نہین۔ لیکن اندور اور اُسکے اطراف و اکناف مین اس چھوٹی سی آبادی کو غیر معمولی شہرت حاصل ہے۔ یہان ہر سال اواخر مارچ مین ایک میلہ ہوتا ہے جسکی وجہ سے دیوگڑاڑیا ایسے غیر معروف مقام مین بھی دو چار دن تک غیر معمولی چہل پہل ہو جاتی ہے۔

اس میلہ کے ایام مین دیوگڑاڑیا کی رونق قابل دید ہوتی ہے۔ چارون طرف کے لوگ ارد گرد سے آکر جمع ہوتے ہین اور تین دن تک یہ سنسان اور کم آباد جگہ اچھے خاصے شہر کی طرح آباد رہتی ہے۔ یہان کے میلون مین عموماً آپ وہ دلآویزی نہین پا سکتے جو شمالی ہند کے لئے ایک طرح کی خصوصیت سمجھی جاتی ہے۔ لیکن دیوگڑاڑیا مین آنے سے جہان قدرتی مناظر کے سیر کا خاطر خواہ لطف حاصل ہوتا ہے۔ وہان اس ملک کی دیہاتی زندگی کا صحیح اور سچا فوٹو بھی پیش نظر ہو جاتا ہے۔

اندور سے میلہ کے مقام تک پختہ سڑک گئی ہے چھاؤنی کے حصہ سے نکلنے کے بعد پُر فضا میدان ہین جنکی سبزی سڑک پر چلنے والون کے قلوب پر خاص اثر ڈالتی ہے۔ موضع دیوگڑاڑیا جسے چند خس پوش جھونپڑون اور دو چار سنگی مکانات کا مجموعہ کہنا زیادہ موزون ہوگا ایک پہاڑ کے دامن مین واقع ہے۔ ایک طرف مرتفع کوہی دیوار سے معمار قدرت کی اعلیٰ صناعی اور چابکدستی کا شکار ہوتی ہے اور اُسکے بالمقابل کف دست میدان ہے۔ جہان موسم برشگال مین فطرت کی نیرنگیان قابل دید ہوتی ہین۔ اسی پہاڑ کی جڑ مین جسے دیوگڑاڑیا کا پہاڑ کہتے ہین ایک مندر بنا ہوا ہے۔ اس مین مہادیو جی کی مورت رکھی ہوئی ہے جسکے درشن کے لئے سال بھر مین ایک دفعہ یہان خلق اللہ کا کثیر ہجوم ہو جاتا ہے اور تین شبانہ روز جنگل مین منگل ہوا کرتا ہے۔

کوہستانی جگہ ہونے سے اگرچہ یہان کی زمین پست و بلند ہے لیکن ایک حد تک دوکانون وغیرہ کا سلسلہ منضبط ہوتا ہے۔ شہر والون کے نقطۂ خیال سے گو اُس میلے کی چیزین پسندیدہ نہین ہو سکتین لیکن باشندگان دیہات کی ضروریات کے مطابق ہوتی ہین۔ مین نے یہان ایک دوکان پر مٹی کے کھلونے دیکھے جو مجھے بہت پسند آئے۔ انسان اور جانورون کی مورتون مین صفائی کا کافی خیال رکھا گیا تھا اور اگر اُنمین رنگ کاری بھدے پن سے نہ ہوتی تو انگریزی کھلونون سے وہ کسی طرح کم نہ ہوتے۔

میلہ کے ہجوم مین اور ہجوم بھی کیسا مخلوط اور غیر منضبط، تجارتی پہلو سے کسی خاص چیز پر غور کرنا مشکل تھا۔ لیکن یہان کیلے کی پھلیان بکثرت دیکھنے مین آئین۔ دوکانون پر ڈھیر کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ اندور کے اکثر حصون مین ان کی افراط ہے اور اس لئے بہت ارزان بکتی ہین۔ میرا خیال ہے کہ ریاست اسکی کاشت سے خاطر خواہ نفع اُٹھا سکتی ہے۔ آجکل کیلے کے ریشون سے پارچہ بافی کا کام کامیابی سے لیا جا رہا ہے اور اس دستکاری کے رواج سے ریاست کو فائدہ پہونچنا ایک یقینی امر ہے۔

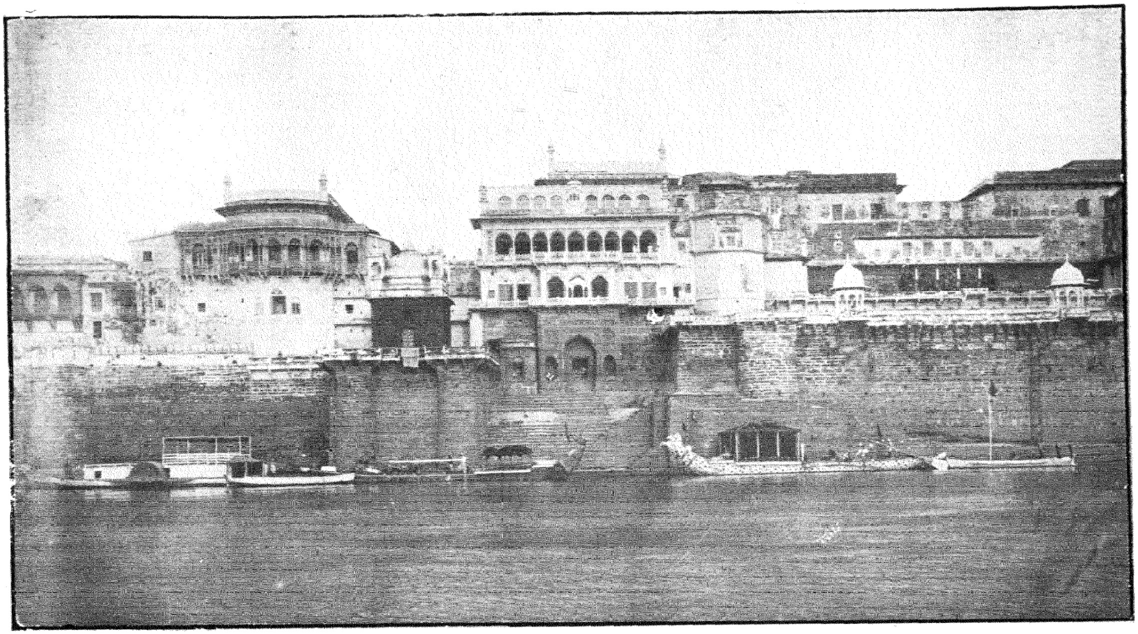

قلعۂ رام نگر (بنارس)

انڈین پریس الہ آباد

میلہ مین دیہاتی لوگون کا مجمع کثیر ہوتا ہے۔ اِن کے زنانہ و مردانہ دونون لباس بہت محتاج اصلاح ہین۔ خصوصاً عورتون کی وضع سخت ناپسندیدہ ہے۔ عورتون کے زیورات مین جو ایک سرے سے بھدّے اور وزنی ہوتے ہین۔ ایک چیز مجھے عجیب نظر آئی۔ اسے وہ لوگ اپنی زبان مین ریکھڑی کہتے ہین۔ اسکی شکل کم و بیش یون ہوتی ہے۔ یہ سر پر لگایا جاتا ہے۔ حصّہ (ب) سر کے اوپر آکر جمتا ہے اور (الف) اُٹھا ہوا رہتا ہے جسپر ساری کا دوسرا پلّہ آکر پڑتا ہے اور اُسکے اندر سے یہ مخروطی مینار جھلکتا رہتا ہے۔ اس زیور کی اونچائی زیادہ سے زیادہ دو ڈھائی اینچ ہوتی ہے۔ لیکن بنجارہ قوم کی عورتون مین اس سے بھی زیادہ عجیب رسم ہے کہ وہ ایک بالشت کے برابر لکڑی لیکر اپنے سرون پر کھڑی کرتی ہین اور اُسپر دوپٹہ پڑا رہتا ہے۔ یہ منظر نہایت ہی مضحکہ خیز ہوتا ہے۔ لیکن "ہر ملکے و ہر رسمے"

تیسرے دن میلے مین خاص طور سے رونق رہتی ہے۔ یہ آخری دن ہوتا ہے اور شہر و دیہات کی خلقت بکثرت آتی ہے۔ دفاتر ریاست مین آج کا دن تعطیل کا ہوتا ہے۔ مہاراجہ ہلکر بھی سرِ شام اپنے قدوم سے میلہ کو فیضیاب فرماتے ہین اور پوجا کرکے واپس تشریف لیجاتے ہین۔

ہم نے ابھی تک مندر وغیرہ کے متعلق کچھ نہین لکھا۔ حالانکہ اس میلہ کی جان وہی ہے۔ مذہبی حیثیت سے قطع نظر کرکے دیکھیے تو یہ عجیب دلچسپ مقام ہے۔ پائین کوہ مین مندر بنا ہوا ہے اور اُسمین مورت رکھی ہے۔ اسجگہ پہاڑ سے ہمیشہ پانی گرتا رہتا ہے۔ مندر کے سامنے ایک حوض بنا ہے جسمین یہ پانی جمع ہوتا ہے۔ اسکے بعد ایک عالیشان دروازہ کمان کی وضع کا ہے جسکے بالمقابل صحن مین چار حوض اور ہین اور انکے بیچ مین ایک اور مندر بنا ہوا ہے۔ ان حوضون مین بھی پہاڑ کا پانی آکر بھرا رہتا ہے۔ حوضون کے وسط مین پختہ سنگی روشین بنی ہوئی ہین جن سے گزر کر عقیدت مند لوگ مندر مین جاکر پوجا پاٹھ کرتے ہین۔

اندر باہر کے یہ سارے حوض ہمیشہ لبالب رہتے ہین۔ کبھی خشک نہین ہوتے۔ چارون طرف تناور درختون کا سایہ رہتا ہے۔ سرد و خنک ہوا اور شفّاف پانی تماشائیون اور زایرون کے کسل سفر کی تلافی بآسانی کردیتے ہین۔

پہاڑ کے اوپر جاکر نیچے نگاہ دوڑائیے تو اور ہی لطف ہے۔ سامنے جہانتک نگاہ جاتی ہے پُر فضا میدان ہے۔ برسات مین یہ جگہہ نمونۂ بہشت برین ہوتی ہے۔ سبزہ و گل کی کثرت سے قلۂ کوہ اور میدان تختۂ گلزار معلوم ہوتا ہے اور ذوق آشنا طبیعتین یہان کے پتّے پتّے مین معرفت حق کی داستان لکھی ہوئی دیکھتے ہین۔

**سید محمد فاروق**

**قلعہ رام نگر** (محل مہاراجہ صاحب بنارس) ایک نہایت خوشنما عمارت ہے جو بنارس چھاونی سے چار میل کے فاصلہ پر لب دریای گنگا واقع ہے۔ راجہ بلونت سنگہ نے سنہ ۱۷۵۰ء مین گنگاپور کی سہایش کو ترک کرکے اپنے محل کے واسطے اس جگہ کو پسند کیا اور یہ قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ اندرون قلعہ مین بھی بعض عمدہ عمدہ قابل دید عمارتین ہین۔

# کرنل الگزنڈر ہملٹن پیری

صوبہ اودھ مین کوئی انگریزی تعلیم یافتہ ایسا نہ ہوگا جو کرنل پیری کے نام سے واقف نہ ہو۔ جب سے تہذیب کے آفتاب نے انسانی دنیا کے آسمان پر چمکنا شروع کیا ہے۔ اُسیوقت سے علم کو درجہ اولی حاصل ہوا ہے اور تعلیم سے بڑھکر کوئی بھی ثواب نہین خیال کیا گیا اور نہ سچے معلم سے بڑھکر کوئی محب وطن تصور کیا گیا ہے۔ مبارک ہین وہ لوگ جنھون نے تعلیم و تعلم کو اپنی زندگی کا اعلی مقصد ٹھہرا لیا ہے۔ ایسے ہی اصحاب کے واسطے بہشت کے دروازہ پر رضوان خیر مقدم کے لئے مودب کھڑا رہتا ہے۔ لیکن وہ بنی نوع انسان کی خدمت چھوڑکر اندر داخل ہونے کی مطلق پروا نہین کرتے۔ یہی وہ لوگ ہین جنکو "زمین کا نمک" کہا گیا ہے۔

کرنل پیری کا شمار بھی اسی زمرہ مین ہے۔ آپ ملک اسکاٹلینڈ کے باشندے ہین اور ۱۸۴۳ء آپکا سن پیدایش ہے۔ سینٹ انڈروز یونیورسٹی کے گریجویٹ ہین۔ چونکہ تعلیم سے بہت شوق تھا لہذا آپنے اڈنبرا کے ٹریننگ کالج کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل کیا۔ زمانہ طالب علمی مین آپکو گالف (Golf) سے بہت شوق تھا۔ اور اس کھیل مین ہمیشہ اچھے رہا کرتے تھے۔ باوجودیکہ حوادث زمانہ کی باد مخالف نے آپ کو یہہ اجازت نہ دی کہ آپ خود اس کھیل مین شریک ہون۔ مگر آپکا شوق اسقدر زبردست تھا کہ آپ لکھنؤ آنے پر یہان کے پہلے گالف کلب کے سکرٹری ہوئے اور لکھنؤ مین پہلا گالف لنکس بنانے کا فخر حاصل کیا

اگر آپ اسکاٹلینڈ مین رہ جاتے تو اپنی وسیع معلومات سے کیا کچھ عزت نہ حاصل کر لیتے۔ لیکن خدا نے آپکو ہندوستان کی خدمت پر مامور کیا تھا۔ پس اواخر ۱۸۶۶ء مین آپنے ہند کی پاک سرزمین پر قدم رکھا اور ڈفرن کالج کلکتہ کے ریاضی و علم طبیعات کے پروفیسر مقرر ہوئے اور سات سال تک یہان کام کیا۔ اس زمانے مین ہمارے مشہور پولٹیکل پیشوا بابو سُرِیندر ناتھ بنرجی بھی آپکے شاگرد تھے۔ اگر آپکا تعلق ہندوستان سے اُسیوقت منقطع ہو جاتا تو آپ نے یہ کیا کم عزت حاصل کر لی تھی کہ دنیا کے اُن معدودے چند اشخاص مین سے جنکو اقلیم جادو بیانی کی سلطنت ملی ہے ایک صاحب آپکے تلامذہ مین سے ہین لیکن خدا نے آپکے واسطے عزت کے اور بھی ذخیرے جمع کر رکھے تھے۔ اور ۱۸۸۱ء مین آپ لامارٹینز کالج کے ہیڈ ماسٹر ہوکر لکھنؤ آئے اور ڈیڑھ ہی سال کے اندر (۱۸۸۳ء مین) کیننگ کالج مین منتقل ہو آئے جہان آپنے ۲۸ برس بحیثیت پروفیسر کے کام کیا۔ جس زمانہ مین مولوی سید حسین صاحب بلگرامی یہان پروفیسر تھے وہ آپکے بڑے دوست تھے۔ ڈاکٹر مسیکل جے ہوائٹ صاحب کی وفات کے بعد یعنی ۱۹۰۱ء مین آپ کالج کمیٹی کے پرنسپل و سکرٹری مقرر ہوئے۔ اور حق یہ ہے کہ آپ نے اس ممتاز عہدہ کے اہم فرائض اس قابلیت سے ادا کئے جو موجودہ زمانہ کے بہت کم پرنسپلون مین پائی جاتی ہے۔

کرنل الگزنڈر ہملٹن پیری

انڈین پریس الہ آباد

آپ نے اپنے ہمدردانہ برتاؤ سے اپنے شاگردون کے دل مسخر کر لئے ہین جسکا ایک ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ نہ صرف موجودہ طلبا بلکہ اودھ کے رؤسا۔ وکلا و دیگر پیشہ ور حضرات جو قریب قریب کل آپکے شاگرد رہ چکے ہین پبلک جلسون مین و دیگر مقامات پر بڑے جوش و خروش سے آپکا خیر مقدم کرتے ہین۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب شہنشاہ عالم پناہ اعلیحضرت جارج پنجم قیصر ہند بحیثیت ولیعہد لکھنؤ رونق افروز ہونے والے تھے تو مثل دیگر درسگاہون کے کیننگ کالج کو بھی ایک آراضی اس غرض سے ملی تھی کہ وہان سے طلبا جلوس دیکھ سکین۔ قبل اسکے کہ حضور ولیعہد کی ریل داخل شہر ہو سڑک کے دونون طرف آدمیون کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے۔۔ اور کیننگ کالج کی آراضی بھی طلبا سے بھری ہوئی تھی۔ اتنے مین پرنسپل پیری کی گاڑی وہان پہونچی۔ طلبا نے گاڑی کو آتے دیکھکر اسقدر پُرجوش استقبال کیا اور اس زور سے تالیان بجائین اور نعرہائے خوشی بلند کئے کہ اور لوگ بھی تالیان بجانے لگے اور ادھر اُدھر دیکھنے لگے کہ شاید پرنس آف ویلز آگئے ہین جو اسقدر پرجوش استقبال ہو رہا ہے۔

آجکل جبکہ تھوڑے عرصے کے قائم شدہ کالجون مین سٹرائک (Strike) اس زور شور سے ہوتی ہے کہ مہینون کالج بند رہتے ہین اور طلبا پرنسپل کی جان لینے کی تدابیر کرتے ہین۔ پرنسپل پیری کی اس سے زیادہ کوئی تعریف نہین ہوسکتی ہے کہ آپ کے کالج مین پروفیسرون اور لڑکون کے تعلقات بہت ہی محبتانہ رہے ہین۔ اسکا سبب کیا ہے۔ کیا یہان کے طلبا کسی خاص قسم کے ہین یا یہان کی آب وہوا مین اثر وفاداری ہے۔ سبب صرف یہ ہے کہ یہان پرنسپل کے برتاؤ سے لڑکے یہ نہین محسوس کرتے کہ ہم محکوم ہین۔ یہان قومی تفرقہ کا خیال ہی نہین آنے پاتا۔ اُنکا پرنسپل ایک ملنسار و ہمدرد آدمی ہے جو ہمیشہ پدرانہ مشورہ دینے کو تیار ہے اور شفقت پدرانہ سے اپنے طلبا کو اپنے بال بچون کی طرح بڑھتے دیکھکر خوش ہوتا ہے۔ اُنکی غلطیون سے درگذر کرتا ہے اور اُنکی خوبیون کی تعریف کرتا ہے۔ مسٹر پیری کا یہ طرز عمل بعض حکومت پسند پرنسپلون کے واسطے ایک ایسی روشن مثال ہے جو اُنکو ہمیشہ مد نظر رکھنی چاہئے

لاٹ صاحب نے اپنی تقریر مین ۷ فروری ۱۹۱۱ء کو بہت سچ کہا تھا۔

"مسٹر پیری! آپکا نام پشتہا پشت تک تعلقداران اودھ کے خاندانون مین بڑی عزت و محبت سے لیا جائیگا اور اُنکے ورد زبان رہیگا۔ نہ صرف تعلقداران اودھ کے خاندانون مین بلکہ کل تعلیم یافتہ اودھ مین کیونکہ اودھ مین کون ہے جسنے اپنے علم کا چراغ آپکی مشعل سے روشن نہین کیا"

جو لوگ واقف ہین وہ جانتے ہین کہ پرنسل کے فرائض اسقدر اہم اور پیچیدہ ہوتے ہین کہ پرنسپل عموماً اپنی نئی دنیا مین رہا کرتے ہین اور معمولی انسانی دنیا سے بالکل علٰحدہ رہتے ہین۔ لیکن مسٹر پیری مستثنیات مین سے ہین۔ آپنے اودھ کی محض تعلیمی خدمت ہی کرنے پر اکتفا نہین کی بلکہ عرصہ دراز تک یونائیٹڈ سروس کلب و اسٹیشن لائبریری کے سکرٹری بھی رہے۔ اور یہ عزت ہر انگریز کو حاصل نہین ہوتی۔ سوسائٹی کے لیڈر عموماً اسی اول الذکر عہدہ کے واسطے منتخب کئے جاتے ہین لیکن ایک بڑی اور اعلیٰ قابل قدر خدمت آپنے یہ کی کہ آپ جوبلی ہائی سکول کے پہلے سکرٹری رہے۔ یہی نہین بلکہ آپ پراونشل عجائب خانہ کے بانیون مین سے ہین اور اُسکے قائم ہونے پر آٹھ برس تک

اُسکے بھی سکرٹری رہے۔ آپ ہی اُسکے پہلے سکرٹری تھے اور اُسکی بہت کچھ کامیابی آپ ہی کی کوششون کا نتیجہ ہے۔

تعلیمی لائن سے باہر بھی مسٹر پیری نے بہت کچھ ملک کی خدمت کی ہے۔ چنانچہ لکھنؤ مین لوکل سلف گورنمنٹ کی ترقی ایک حد تک آپکی کوششون کا نتیجہ ہے۔ جب یہان منیوسپل بورڈ قائم ہوا تو اس کے پہلے ممبرون مین آپ ہی تھے اور وہ قواعد وضوابط جنکے مطابق پہلا الیکشن ہوا تھا وہ بھی آپکی اور آپکے دوستون کی دماغ سوزی سے مرتب ہوئے تھے۔

آپ ایک مدت تک اودھ والنٹیر فورس کو کمانڈ کرتے رہے اور اب اُنکے آنریری کرنل ہین۔ آپکی اعلیٰ خدمات کے صلے مین آپکو ایک والنٹیر ڈکوریشن ملا ہے اور سنہ ۱۹۰۲ء مین لارڈ لینسڈون کی سرکار سے بھی آپکو پروانہ خوشنودی عطا ہوا تھا جسمین آپکی اعلیٰ فوجی خدمات کا بخوبی اعتراف کیا گیا ہے۔

آپکو فن باغبانی خصوصاً کاشت گلاب کا ازحد شوق ہے اور پھولون کی نمایش مین کوئی کلاس انعامون کا ایسا نہین ہے جسمین آپکو اول درجہ کا انعام نہ ملا ہو۔ ایک مرتبہ سرکاری باغ کے گلاب کی باڑی کی فہرست مرتب کرنا آپکے سپرد ہوا تھا۔ اور سنا گیا ہے کہ آیندہ دربار قیصری کے موقع کے لیے باغ لگانا آپکی دختر نیک اختر کے سپرد ہوا ہے۔

غرض کہ کرنل پیری نہ صرف درسی علوم مین کامل دستگاہ رکھتے ہین بلکہ دیگر علوم مین بھی یکتا مانے جاتے ہین۔

زبان انگریزی کے علاوہ آپ تقریباً ہر یورپین زبان وبعض دیسی زبانون مین بھی خاص مہارت رکھتے ہین۔ علم تمدن۔ علم ہندسہ۔ علم فلسفہ۔ منطق۔ طبیعات وغیرہ علوم مین بھی اچھی دستگاہ ہے۔ اور آپکی معلومات کا دائرہ اسقدر وسیع ہے کہ ہر شخص کی طبع رسا اسکی حد تک نہین پہونچ سکتی اور آپکی بذلہ سنجی وحاضر جوابی نے آپکے تمام اوصاف پر سونے مین سوہاگہ کا کام دیا ہے۔ یہ ہے وہ شخص جسکی تصویر ہدیہ ناظرین ہے اور جس نے اپنی عمر کا بہترین حصہ ہندوستان کی خدمت مین صرف کیا اور اب عنقریب کالج سے قطع تعلق کرکے آرام کرنا چاہتے ہین۔ اُن کے تمام طلبا اُن کے واسطے دست بدعا ہین کہ وہ ایام پیری لطف کے ساتھ گزارین اور عمر طبعی تک بآرام پہونچین۔ آمین ثم آمین

برجستہ ثمرغہ

---

ہے سحر حلال خوش بیانی تیری
سرمایۂ ناز نکتہ دانی تیری
ہین گوہر شہوار سخن کی لڑیان
اے ابر کرم گہر فشانی تیری

کیون حرف تعلی کا زبان سے نکلے
خود بینی کی شان کیون بیان سے نکلے
فیض کو ترسے کیون مکرتے اے اوج
مرجھاے وہ گل جو بوستان سے نکلے

حال دل زار کس طرح دکھلاؤن
بیمار و نزار ہون نہ کیون گھبراؤن
فیض کو شہرے گو غزل ہے تیار
کمزور بہت ہون اوج کیونکر آؤن

اوج گیاوی

# آرزوے شہرت

جس طرح جناب باری نے انسان کی ذات مین عقل، فکر، اور تمیز کی اعلیٰ ترین قوتین ودیعت کی ہین، اُسی طرح ایک اور صفت اسکی ذات مین پائی جاتی ہے جسے "آرزوے شہرت" کے نام سے تعبیر کرتے ہین اور جو ہرایک انسان کی ذات مین ازل ہی سے موضوع و مخلوق ہے۔ اس عجیب اور پاکیزہ صفت کی تعریف یہ ہے کہ:۔

"یہ ہرایک آدمی کو نیکنامی حاصل کرنے کی طرف مائل کرتی ہے" اور

"توجہ دلاتی ہے کہ انسان اپنے ابناے جنس کی نظرون مین عزت اور بزرگی حاصل کرے"

دنیا مین جن لوگون نے خاص عزت و فضیلت حاصل کی ہے، یا جو لوگ اس دارنا پایدار مین بہ نسبت اورون کے ممتاز اور محترم خیال کیے گئے ہین، اُن سب نے اسی صفت کی پیروی کی ہے۔ افلاطون کے علم و فضل، ارسطو کی دانش و بینش، بیکن کی عقل و فراست، سکندر اعظم کی فتوحات اور نپولین بوناپارٹ کی جوانمردی اور ہمت و استقلال کا باعث یہی اعلیٰ صفت تھی۔ اگر اُن کے دل مین شہرت کا شوق اور جوش نہوتا تو یہ کمالات کیونکر حاصل ہوتے۔ ہماری دانست مین آدمی کو اچھی باتون کے حاصل کرنے کا جوش اور شوق اُسی وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ دل مین "آرزوے شہرت" کا پاک جذبہ موجود ہو۔ اور اگر یہ نہ ہو تو بہتری اور بدتری مین امتیاز ہی محال ہے۔ ہرایک آدمی کے دل مین پہلے شہرت کا خیال پیدا ہوتا ہے اسکے بعد عزت و احترام حاصل کرنے کا ولولہ اور جوش آتا ہے۔

بعض لوگ خیال کرتے ہین کہ شہرت کا طالب ہونا خلاف تہذیب و عقل ہے، لیکن ہم اس دعوی کو ہرگز ماننے کے لئے تیار نہین ہین۔ عابد، زاہد، اور دنیادار بھی، اُسی وقت دین و دنیا کی بزرگی حاصل کرسکتے ہین، جبکہ دل مین پختگی کے ساتھ شہرت کا خیال جاگزین ہو۔ کوئی بھی ایسا کام نہین ہے، جسمین شہرت کا خیال مدنظر نہ ہو۔ جب لڑکے اسکول مین تعلیم پاتے ہین، تو اُن مین سے ہرایک کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے طلبار سے بڑھکر اپنے ہم جنسون اور اُستاد کی نظر مین شہرت حاصل کرین، اور مدرسہ مین اُنکی ذہانت اور تیز طبعی کا چرچا ہو۔ جو لڑکے اسکی پروا نہین کرتے، وہ کبھی اپنی تعلیم مین کامیاب نہین ہوتے۔ اسی طرح میدان جنگ مین ایک سپاہی جو بڑھ بڑھکر تلوار مارتا ہے، محض اسی خیال سے کہ بہادری کے ساتھ ملک اور قوم مین شہرت اور ناموری حاصل کرے۔

عموماً لوگ کہا کرتے ہین "خدا کرے، کوئی ایسا کام ہو، جس سے ہمارا نام زندہ رہے!" یہ بقاے نام کی خواہش ہی "آرزوے شہرت" ہے۔ جس شخص کے دل مین اسکا خیال نہین اسکو برتری اور عزت بھی حاصل نہین ہوسکتی۔

سوال ہوسکتا ہے کہ "آرزوے شہرت" صرف ذاتی اور خلقی طور پر ہی پیدا ہوتی ہے، یا اُسے کسی محرک کی بھی ضرورت ہوتی ہے؟ اور انسان کی یہ خواہش کہانتک جائز ہے اور

کہانتک نا جائز؟

ہمارا خیال ہے کہ یہ دونوں اسباب سے یکسان ظہور مین آسکتی ہے - بعض اوقات نیکنامی کی آرزو ہم مین خلقی طور پر پیدا ہوتی ہے، یہانتک کہ جاہل بھی اس جوش سے متاثر ہو جاتے ہین - لیکن بسا اوقات اس قابلیت کو جوش مین لانیکے لئے کسی خارجی تحریک کی بھی ضرورت ہوتی ہے، مگر یہ اُسی حالت مین جبکہ انسان اپنی کسی کمزوری سے اپنے آپ کو شہرت حاصل کرنیکے ناقابل سمجھتا ہے - ایسی صورت مین البتہ اُسے کسی محرک کی ضرورت ہوتی ہے جسکی تحریک سے فوراً ہی دل مین شہرت کی آرزو پیدا ہو جاتی ہے - ہمارا یہ کہنا کہ "اوہو! اگر ہم کو فلان کام کی خبر ہوتی، تو ہم ضرور ہی کرتے، افسوس کسی نے توجہ نہین دلائی" اس بات کی دلیل ہو سکتی ہے کہ اکثر دوسرون کی تحریک سے بھی شہرت کا خیال پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرون کی معمولی باتین شہرت کی آگ کو بھڑکا دیتی ہین -

اس امر مین بھی کلام ہے کہ آیا شہرت کا خیال اچھے کامون کی نسبت ہی پیدا ہوتا ہے، یا بُرے کامون کے لئے بھی پیدا ہو جاتا ہے؟ عام طور پر لوگ جانتے اور مانتے ہین کہ جاہل سے جاہل، اور نادان سے نادان انسان بُرے کامون کی شہرت نہین چاہتا - بلکہ وہ بالطبع بُرے کامون کو معیوب اور بُرا خیال کرتا ہے - کسی بُرے کام کے کرنے سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ اسکا کرنے والا اسکو نیک یا اچھا سمجھتا ہے - چور اگرچہ چوری کرتا ہے، مگر ہرگز اسکو اچھا نہین سمجھتا - جب دریافت کرو، یہی جواب دیگا کہ "مجبور ہو کر کرتا ہون" اس قسم کے بدیہی اقرار یقین دلاتے ہین کہ بُرے کام کرنے والا بھی بُرے کامون کو اچھا نہین سمجھتا - پس صاف ظاہر ہے کہ ایسے کامون کی بابت اُسکے دل مین شہرت کا خیال بھی نہ پیدا ہوتا ہوگا کیونکہ اگر بُرے کام کرنے سے شہرت کا خیال پیدا ہو سکتا، تو ان کا کرنیوالا اُنکے چھپانے کی سعی نہ کرتا - جب آدمی اچھے اور نیک کام کرتا ہے، تو اُس کے دل مین خود بخود ہی ناموری اور شہرت کا نقشہ جم جاتا ہے - اگرچہ کوئی ظاہر نہ کرے، مگر عقل شہادت دیتی ہے کہ ضرور ہر ایک شخص ناموری اور شہرت کا طالب ہے، عام اس سے کہ حاصل ہو یا نہ ہو!

**شاکر (میرٹھی)**

---

**دربار جہانگیر** - اس تصویر مین اُسوقت کا منظر دکھایا گیا ہے جبکہ ۱۶۱۵ء مین سر طامس رو صاحب شاہ انگلستان جیمس اول کی طرف سے بحیثیت سفیر جہانگیر کے دربار مین حاضر ہوے تھے - جہانگیر اُسوقت اجمیر مین تھا، وہین اُسنے سر طامس رو کو شرف ملاقات بخشا اور بڑی خاطر و تواضع سے پیش آیا بلکہ اُسکو دربار مین سب سے ممتاز جگہ عنایت کی - اس سفیر کی سعی و کوشش سے انگریزون کی تجارت ہندوستان مین جمی تھی - تصویر کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سر طامس رو کی پوشاک اسلامی وضع کی تھی، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر ملکی لباس مین کوئی شخص دربار مین حاضر نہین ہو سکتا تھا - یہ تصویر مہاراجہ صاحب جے پور کے مجموعہ مین ہے جسکی نقل حال مین "جرنل آف انڈین آرٹ" نے شائع کی ہے، اُسی سے یہ ادیب مین نقل کی جاتی ہے -

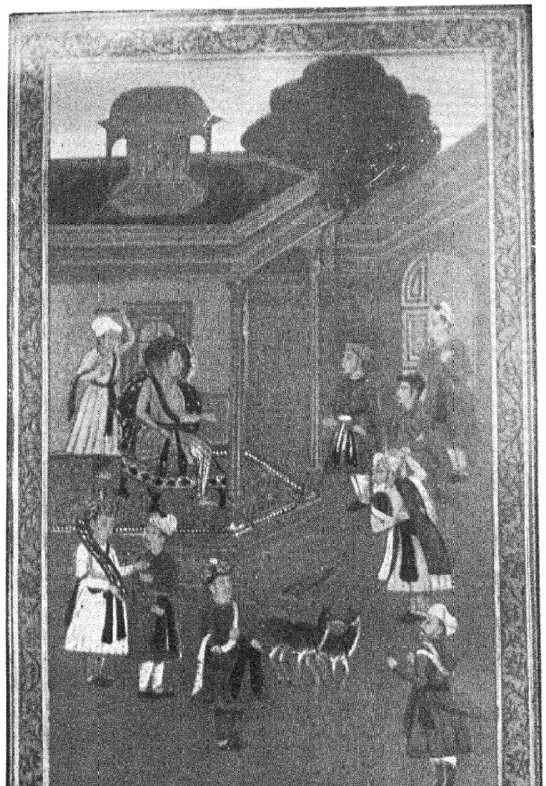

دربار جہانگیر

# نیشن

نیشن ایک جماعت ہے ان لوگون کی جنکے عادات اطوار۔ زبان و مذہب ایک ہون۔ حکومت رکھتے ہون اور دنیا کے کسی خطہ مین قیام گزین ہون۔ موجودہ اقوام مین سب سے عمدہ نمونہ نیشن کا انگلستان ہے۔ مذہب اس کل قوم کا عیسائی ہے۔ اگرچہ مذہب مین زمانہ قدیم سے دوئی ہوگئی ہے مگر آجکل کے خیالات اور عدم تعصب نے اس فرق کو کالعدم کر دیا ہے۔ اب چاہے ایک انگریز رومن کیتھولک ہو یا پروٹسٹنٹ وہ ہر سرکاری خدمت پر مامور ہو سکتا ہے۔ فقط دو تین خدمتین مستثنیٰ ہین۔ اسمین سے ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہ مذہب پروٹسٹنٹ کے سوا کوئی دوسرا مذہب نہین رکھ سکتا۔ اس تعصب کی غیر موجودگی اور غیر مذاہب کی دلشکنی سے احتراز کا اندازہ اس بحث سے کیا جا سکتا ہے جو ایک مدت ہوگئی کہ پارلیمنٹ مین بادشاہ کی تخت نشینی کی قسم پر کیگئی تھی۔ اب اسی طرح اور ممالک کے لوگ ہین۔ مثلاً فرانس اور جرمنی اور چند اور ممالک یورپ۔ ان سب قومون کے عادات و اطوار رسم و رواج ایک ہین۔ یہ باہمی مشابہت ہمیشہ باعث ترقی رہی ہے اور اب بھی ہے۔ موجودہ سلطنتون مین دیکھا جائے تو جو نیشن کے نام سے موسوم نہین کئے جا سکتے اُنکی ایک مثال ٹرکی ہے کہ تمام ملک مین ایک قسم کے لوگ موجود نہین۔ فقط کچھ تھوڑا ہی علاقہ ہے جسمین صرف ترک ہین ورنہ اور قومین بھی موجود ہین جنکے رسم و رواج مذہب اور زبان جداگانہ ہے۔ ان سب اقوام کا گزر ایک جگہہ ہونا اور ایک حکومت کے ماتحت رہنا مشکل امر ہے۔ اسیوجہ سے یہ دیکھا گیا ہے کہ قدیم زمانہ مین جب تک ترکونکی قوت اچھی رہی۔ اُنسے چھوٹی باج گزار ریاستین مثلاً سرویا۔ رومینیا۔ بلغاریہ دبی رہین۔ جب ترکون کی قوت مین انحطاط شروع ہوا۔ اُنھون نے سر اُٹھانا شروع کیا اور بتدریج خود مختاری تک پہونچگئین۔ چنانچہ حال مین مانٹینگرو کو بادشاہت کا رتبہ دیا گیا۔ یہی حال ریاست آسٹریا کا ہے۔ اسمین بھی مختلف قومین موجود ہین۔ آسٹریا اور ہنگری کو یون ہی کہنا چاہئے کہ برائے نام ملے ہوئے ہین۔ اگر کچھ فساد اُٹھ کھڑا ہو تو الگ ہونے کو دست بہ شمشیر موجود ہین۔ یہ بات اور ملکون مین مثلاً اٹلی جرمنی اور فرانس یا روس مین نہین۔ سب ایک ہی قوم ہے ایک ہی مذہب ایک ہی وضع اور شکل و شمائل۔ جہان کہین ایک روسی جائیگا اگر دوسرا اُسے نظر آئے اسیوقت پہچان لیگا۔ اور اسیطرح فرانس اور جرمنی وغیرہ کے باشندے۔

اسلامی ریاستون مین فی زماننا ایران ہے جسکو ہم نیشن کہہ سکتے ہین۔ اسی خطے مین جہان جاؤ سوا ایرانی کے اور کوئی نظر نہین آسکتا۔ اسکی ترقی اگر ہو تو بے شبہہ ٹرکی سے نہین ہوگی۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا لفظ نیشن کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ اس قوم مین حکومت بھی ہو۔ اگر ایک قوم ہو مگر دوسرے کے ماتحت ہو تو اُسکو نیشن کہنا بیجا ہے۔ مثلاً یہودیون کو نیشن نہین کہا جا سکتا۔ یہ ایک ایسی قوم ہے کہ دنیا کے ہر تہذیب یافتہ حصے مین موجود ہے اور مختلف سلطنتون کے تابع ہے۔

اسیطرح ہندوستان بھی کوئی نیشن نہین۔

آجکل لفظ نیشن اسقدر معزز اور محترم ہوگیا ہے کہ جو اول درجہ کی قومین ہین اُنھین کو نیشن کہا جارہا ہے۔ ایشیا مین موجودہ زمانہ مین جاپان ہے جو اس رتبہ کے قابل ہوگیا ہے۔ چین کا بہت سا زمانہ تنزل کا رہا اور اُسکو بہت سی شکستین بھی ہوئین۔ مگر اسمین نیشن کے صفات موجود ہین۔ فقط علم اور سائنس کی دیر ہے۔ ایک اور سبب انکے تنزل کا یہ تھا کہ وہ اپنے کو سماوی اور دوسرونکو ارضی سمجھتے تھے۔ اس گھمنڈ پر ارضیون سے تعلقات رکھنا کسر شان سمجھتے تھے۔ مگر اب وہ خیال جاتا رہا اور پرانی صنعت وحرفت کو ترقی دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

آجکل دنیا مین جو ایوولیوشن ہو رہے ہین۔ اس مین قدیم زمانہ کے خیال کو اُلٹا جارہا ہے۔ اب اگر قدیم زمانہ کے خیالکو حکومت کے متعلق نظر غوض سے دیکھا جائے تو یہ بات عیان ہے کہ ایک کا عکس ہے۔ قدیم لوگون کا خیال اور اب بھی غیر ترقی یافتہ اقوام کا خیال یہ ہے کہ "رعایا سرکار پر سے صدقے"۔ مگر جدید خیال اسکے بالکل برعکس ہے وہ یہ کہ "سرکار رعایا پر سے صدقے" اور سرکار فقط رعایا کی بہتری اور بہبودی کی غرض سے ہے۔

چنانچہ اس خیال نے سلطان عبدالحمید خان اور مرزا محمد علی شاہ کو معزول کروایا۔

جب علم سیکھ کر لوگ عمل کرنا شروع کرتے ہین تو اُسوقت اُس قوم مین سے اشخاص نکلنے لگتے ہین۔ وہ اپنے جوہر اور کار نمایان سے اپنا نام روشن کر جاتے ہین اور یادگارین چھوڑ جاتے ہین۔ انکے ملک کے لوگ انکی نقل کرتے ہین اور بتدریج نیشنون کے جداگانہ خصوصیات۔ اوصاف اور اخلاق قائم ہونے اور چمکنے لگتے ہین۔ اُسیطرح جسطرح کہ ایک مشہور شاعر یا مصنف ایک طرز خاص کا موجد ہوتا ہے اور اپنے شاگردون اور پس ماندگان کو اس طرز پر لے آتا ہے۔ اور کچھ زمانہ تک اسکو فروغ ہوتا ہے۔

نیشن بننے والی قومین جو آگے نیشن کے رتبہ کو حاصل کرنیوالی ہین۔ انمین کئی چیزین بتدریج آتی جاتی ہین۔ انمین سے ایک یہ ہے کہ آدمی کا تصرف کارخانہ قدرت پر زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اُسکا علم اجسام کے خصوصیات کو کھولتا جاتا ہے۔ اُسکی کوئی حد نہین معلوم ہوتی۔ اور بے گنتی ایجادات اور اختراعین آنکھونکے سامنے نظر آتی ہین جو خواب وخیال مین بھی نہ تھین۔ اسپر طرہ یہ کہ جون جون معلومات وسیع ہوتی ہین۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قدرت وترقی ابھی آغوش دایہ مین ہے۔

دوسری چیز جو قوم کا روبترقی ہونا ثابت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جان ومال کے بچاؤ کا جدید انتظام ہونے لگتا ہے۔ یورپ کے لوگون کو ہر حیثیت کے بعد چاہے وہ کتنے ہی تہذیب سے بیگانہ ہون باہمی مظالم وظلم وجفا سے بچنے کا اور حفاظت جان ومال کا بہتر سے بہتر سامان ہوتا رہا۔ قانون اور ضوابط کا عمدہ نظم ونسق ہوگیا۔ پولیس کی ہوشیاری اور زیرکی خصوصاً ان رسم ورواج کا منسوخ ہونا جو ایک سرگروہ کو دوسرے سرگروہ عوام الناس پر حاوی کر دیتے ہین نمایان ہوگئے۔ اسکے ساتھ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ محصول کم ہوجاتے ہین۔ تیسری بات جو نیشن مین پیدا ہوجاتی ہے وہ باہمی اعتماد وبھروسہ ہے۔ لوگون کی حمایت ایسے کام کر سکتی ہے جو ایک سے ممکن نہین۔ جب تک اتنا مال جمع نہو تو اسکا اہتمام محالات سے ہے۔ اسمین یہ ضرور ہے کہ مالدار لوگ بھروسہ کرین اور اپنے مال کو کسی کام مین شریک کرین۔ ابتر حالت اس قوم کی ہے اور رہیگی جسمین ایک کو دوسرے پر اعتبار نہین۔ اور جس قوم مین ساکھ نہین۔

میر عالم علی

# شیخ امیر اللہ صاحب تسلیم

گلستانِ دہلی کی وہ روح افزا فضائین اور پہلوانانِ سخن کی وہ رزم گاہین جنمین شاہ حاتم - سودا - درد - نصیر - مومن و نسیم اپنی تیغ زبان کے جوہر دکھلاتے تھے اور جن کے گلہائے کلام کی خوشبو سارے ہندوستان کو معطر کئے ہوئے تھی، آنکھون سے پنہان ہوگئین - اے انقلاباتِ عالم کی کالی کالی گھٹاؤ - شاید انکو تم نے اپنے دامن مین چھپالیا - خدارا میری مشتاق آنکھون کو وہ جلوۂ تابان دیکھ لینے دو -

اے شمع شبستان بزم حاتم! دیکھ صبح ہونے آئی - للہ اب تو اپنے آنسو دامن نسیم سے پونچھ - تیرا رہ رہ کر جھلملانا - رو رو کر اپنے آپ کو گھلانا، اب زیادہ دیکھا نہین جاتا - ذرا اپنی گردن جھکا کر دیکھ کہ تیرے دلسوز رفیق پروانے، تیرے نہار زار رونے پر کسطرح مرمٹے ہین - اب تو یہ بیچارے منزل عدم کو سدھارے، چین سے ان کو کنج فنا مین سونے دے - آہ

اب کہان تسلیم اگلی شاعری
مرمٹے وہ لوگ اٹھی جنکے لئے

جناب استادی شیخ امیر اللہ صاحب تسلیم اُن چند بزرگوارون مین سے ہین جنکے دم سے قدیم اُردو شاعری کا نام زندہ ہے، اور آپ اُن کہن مشاق استادون مین سے ہین جنپر مٹے ہوئے لکھنؤ کو ناز اور بجا ناز ہے - آپ کی وضع سے ظاہر ہے کہ یہ ہماری پرانی شاعری کے آخری دور کے نشانیون مین مغتنمات سے ہین - آپ کے آبا و اجداد کی سکونت مضافات دریاآباد مین تھی، مگر وہ ترک وطن کرکے مدت تک فیض آباد مین مقیم رہے - آپ کا آبائی پیشہ زمینداری اور مالگذاری تھا، مگر بوجوہ چند در چند آپنے اپنے وطن قدیم کو خیرباد کہکر لکھنؤ کی سکونت اختیار کی اور محلہ محمود نگر مین قیام پذیر ہوئے اسی محلہ مین آتش بیان خواجہ آتش بھی مقیم تھے اور اُنکو اور اُنکے فرزند ہوش کو آپنے بخوبی دیکھا، بلکہ اُنکے خاصان صحبت آپکے رفیق و دمساز تھے -

آپ نے فارسی اپنے والد مولوی عبد الصمد صاحب سے اور بعد مین مولوی شہاب الدین سے پڑھی اور عربی کی تعلیم اپنے بڑے بھائی سے پائی - جب ان ہر دو علوم مین آپ خوب ماہر ہوگئے تو آپکو خوشنویسی کا شوق دامنگیر ہوا اور آپ منشی عبد الحی سندیلوی کے شاگرد ہوئے - آپکا اول کلیات آپ کی کتابت کا نمونہ ہے، جسکا ثبوت جناب عیش مرحوم کی تقریظ سے بھی ملتا ہے - فن شاعری کی تحصیل آپ نے نواب اصغر علی خانصاحب نسیم دہلوی سے کی، جنکا نسب نامہ شاہ حاتم، سودا اور درد علیہ الرحمۃ سے ملتا ہے اور اس لحاظ سے اُردو شاعری گویا آپکے گھر کی لونڈی ہے - اسی آسمان کے آفتاب فیض نے شرق سے غرب تک اُردو شاعری کے نام کو چمکا دیا - اور یہی باعث ہے کہ باوجود لکھنوی ہونے کے آپ کو دہلی کا طرز پسند رہا - فرماتے ہین -

مین ہون اے تسلیم شاگرد نسیم دہلوی
مجھکو طرز شاعران لکھنؤ سے کیا غرض

آپ کی اولاد مین صرف منشی تجمل حسین صاحب پہلی بیوی کی یادگار موجود ہین - مگر شاعری سے اُنھین کچھ سروکار نہین -

صاحبزادہ موصوف کی والدہ کے انتقال کے بعد آپ نے لکھنؤ مین دوسری شادی کی، مگر ۱۳۱۳ھ مین رامپور آکر وہ بھی انتقال کر گئین۔ آپ کے شاگردون مین رشید الکھنوی اور شوق نیموی کا درجہ بہت بلند تھا۔ آجکل بدر لکھنوی و حسرت موہانی کا نام مشہور ہے۔ جناب حسرت کی ذاتی تحریک اور کوششون نے استاد تسلیم اور مرزا مجروح ایسے سخندان فن کو علیگڈھ مین اکٹھا کیا تھا، جو گویا بزم آخر تھی۔ رامپور والون مین منشی محمد اسمٰعیل خان صاحب منیر، جو صاحب دیوان ہونے کے علاوہ اور بھی کئی کتابون کے مصنف ہین، آپ کے شاگردون مین ممتاز ہین۔ ان حضرات کے علاوہ آپ کے شاگردون کا دائرہ ہندوستان مین بہت وسیع ہے۔

استاد تسلیم کی عمر الہم زد فزد، نوّد برس کی ہے، مگر اس پر بھی آپ کا دل و دماغ صحیح ہے۔ یہ عنایت ایزدی ہندوستان کے تمام اساتذۂ اولین و آخرین مین صرف آپ کے ساتھ ہی ابتک ہے۔ آپکی ذات انشائی شاعری کے آسمان مین آفتاب لب بام ہے۔ ناسخ مرحوم کی صحبتون کا دیکھنے والا اب بجز آپ کے لکھنؤ مین اور کوئی نہین ہے۔ محمد علی شاہ بادشاہ لکھنؤ کے عہد حکومت مین آپ پانچسو سپاہیون کے افسر تھے۔ مگر واجد علی شاہ کے زمانہ مین برطرفی ہو گئی۔ آپ نے بوساطت اپنے دوست کپتان مقبول الدولہ مہندی علی خان بہادر مقبول شاگرد ناسخ پھر درخواست کی تو نواب واجد علی شاہ نے دست خاص سے عرضی پر یہ حکم صادر فرمایا ؎ اختر

بشنواے نوخشنویس واے خوشگو　　ہر دو فن میکنی و ہر دو نکو
اسم تو مندرج بہ دفتر شد　　بست و دہ روپیہ مقرر شد

تا انتزاع سلطنت آپ کو یہ تنخواہ ملتی رہی، مگر جب ۱۸۵۷ء کے غدر نے مُنہ دکھلایا اور خزانِ انقلاب نے گلشنِ لکھنؤ کو ویران کر دیا تو ماہرانِ فن سخت تکلیفون مین مبتلا ہو گئے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ کلب علیخان بہادر بے اختیار تھے۔ مگر بوجہ قدر دانی استاد تسلیم رامپور تشریف لے گئے۔ وہان آپکا کچھ وظیفہ مقرر نہین ہوا اور سخت تکلیف سے یہ ایام مصیبت بسر کئے۔ جب ہنگامۂ غدر کم ہوا تو لکھنؤ کا راستہ بھی صاف ہو گیا۔ اور آپنے لکھنؤ کی واپسی کا عندیہ ظاہر کیا۔ نوابصاحب نے یکصد روپیہ زادراہ دیکر رخصت کیا۔ جب لکھنؤ پہونچے تو منشی نولکشور صاحب مرحوم نے نیا نیا مطبع قائم کیا تھا۔ آپ نے مطبع کی ملازمت اختیار کرلی۔ اور مشاہرہ چونکہ کم تھا۔ اسلیئے آپ کے استاد بھائی اور شاگرد محمد تقی خان بہادر جو سات سو ستاون روپے کے وثیقہ دار تھے، آپ کے کفیل رہے۔ مگر ان کی وفات کے بعد آپ عرصہ تک پریشان رہے۔ ہوتے ہوتے وہ وقت آن پہونچا کہ نواب کلب خان بہادر مسند نشین ہوئے اور تعلق، اسیر، بحر، منیر، جلال اور داغ کے ہمراہ آپ بھی طلب کئے گئے۔ اسی یکجائی نے زمانہ پر روشن کردیا کہ آپ امیر، داغ اور جلال کے ہمعصر ہین، حالانکہ قریب قریب لفظاً النصف کا فرق تھا۔

جب ایوان رامپور کا چراغ ہوائے اجل نے گل کر دیا تو پروانے بھی راہی ہو گئے۔ آپ کو نواب صاحب منگرول (کاٹھیاوار) نے اپنے دربار مین رکھنا چاہا۔ اُدھر داغ مرحوم نے بھی حیدرآباد سے طلبی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا، مگر آپ نے یہہ کہکر ٹال دیا۔

میرے دل مین تمنّائے دکن کچھ اور کہتی ہے
مگر یادِ امیرِ بے وطن کچھ اور کہتی ہے

(رحلت و ناکامیِ امیر مرحوم کی طرف اشارہ ہے) غرض آپ بزبانِ نمک خواریِ ریاست رامپور عیش و آرام پر لات مار آئے۔

کریم النفسی، قناعت، توکل آپکا حصہ ہے - نخوت سخن آپ مین نام کو بھی نہین - اگرچہ اب اس زمانہ مین کر سماعت و بصارت بالکل جواب دیگئی ہین، آپ کو دعویٰ سخن نہین مگر عالم شباب مین بھی آپ نے اپنے آپکو مرد عامی ہی سمجھا - اور اسی پاک نفسی کا یہ حاصل ہے کہ تمام ہندوستان آپ کو اُستاد تسلیم کے نام سے یاد کرتا ہے -

مشق سخن کے لحاظ سے آپ منیر، قلق، گویا، خلیل، عیش، رند، شاد، قبول، سرور، اور طپش وغیرہ کے ہمعصر ہین - آپ نے داغ مرحوم کو محض صغرسنی کے عالم مین دیکھا تھا جبکہ وہ مولوی غیاث الدین سے گلستان و بوستان کا سبق پڑھتے تھے زمانہ کا ورق آپ کے سامنے اُلٹا ہے - رشحات صفیر بلگرامی مین آپ کے اشعار بطور سند درج ہین -

زمانۂ غدر مین آپکا وہ کلیات تو لُٹ گیا جو نسیم کی زندگی مین مرتب کیا تھا اور جسکا ذکر کلیات اول مین کیا گیا ہے - مابعد ایک دیوان ضخیم شائع کیا اور آجکل ایک اور کلیات رامپور مین زیر طبع ہے - علاوہ ازین آپ نے سات مثنویان لکھین اور تین ضخیم جلدون مین ریاست رامپور کی تاریخ لکھکر فرمانروایان قدیم کے مزارون پر آبحیات کا چھڑکاؤ کیا -

آپکا کلام جمیع عیوب صوری و معنوی سے پاک اور دردناک ہے - اور زمانہ نے اسکو مان لیا ہے کہ نسیم دہلوی و مومن خان کا نام آپ ہی نے روشن کیا ہے ؎ تسلیم

قدرت نمائیون مین نہین کچھ سبب کو دخل ۔۔ بے تیل جل رہا ہے چراغ آفتاب کا

آخر مین مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کلام کا تھوڑا سا نمونہ بھی نذر احباب کیا جائے - وہو ہذا -

خزانے سے کبھی کم ظرف اعلیٰ ہو نہین سکتا ۔۔ اُٹھائے لاکھ سر فوّارہ دریا ہو نہین سکتا

زکہ ارباب دولت سے امید جلوہ آرائی ۔۔ زر خورشید سے کاغذ مطلّا ہو نہین سکتا

کسی کا پردہ دار راز ہون چھیڑو نہ اے ہمدم ۔۔ لب تصویر کی صورت مین گویا ہو نہین سکتا

کبھی وہ دلمین رہتے ہین کبھی آنکھونمین پھرتے ہین ۔۔ مرے اُنکے کسی صورت سے پردا ہو نہین سکتا

عبث تسلیم ہے تجھکو بھروسا اہل دنیا کا ۔۔ تو سب کا ہو رہا ہے کوئی تیرا ہو نہین سکتا

...

ہر چند ہے خیالی اپنا یہ نقش ہستی ۔۔ پھر بھی گران جہان مین ہم سب کی جان پر ہین

خورشید و ماہ و اختر کرسی و عرش اعظم ۔۔ جلوے جو نور کے ہین سب آسمان پر ہین

نقش قدم تھی ہستی، وہ بھی نہین ہے باقی ۔۔ ایسے مٹے ہوئے ہم کس بے نشان پر ہین

کس نے مٹا دیا ہے کہہ کہہ کے لن ترانی ۔۔ بے نام بے نشان ہم کس بے نشان پر ہین

...

جاؤن ہزار بار مین اُس کوچہ مین مگر ۔۔ مانند عمر رفتہ پھر آیا نہ جائے گا

کہتا ہے مجھ سے ضعف اگر تو گرا نہین ۔۔ نقش قدم کی طرح اُٹھایا نہ جائیگا

مرنے کے بعد گور مین حسرت طلب محال ۔۔ پھیلا کے پاؤن ہاتھ بڑھایا نہ جائیگا

...

موت آئی جی گئے چھٹ کر غم و اندوہ سے ۔۔ یہ نیا مرنا ہے جسکا نام جینا ہو گیا

یاس و حسرت - درد و غم - ناکامی و رنج و قلق ۔۔ ایک دل پر ہائے کس کس کا اجارا ہو گیا

خاک مین مل جا برومندی کی حسرت ہے اگر ۔۔ ہو کے پیوند زمین سرسبز دانا ہو گیا

...

آنسو ہین اسطرح سر مژگان رکے ہوئے ۔۔ گویا چڑھے ہین حضرت منصور دار پر

حاجت نہین ہے نامۂ قاصد کی ہجر مین ۔۔ دل کی خبر منگاتے ہین اشکون کے تار پر

ماتم ہے اپنے مرنے کا گھر گھر مگر چراغ ۔۔ خوش ہو کے ہنس رہا ہے ہمارے مزار پر

تسلیم گو ہین پیر مگر دل جوان ہے ۔۔ مرتے ہین جامہ زیب جوانون کے اب بھی نکھار پر

...

جب ہوئے بے آب و دانہ ذکر حق جاتا رہا ۔۔ دین سے بھی ہاتھ دھویا ہم نے دنیا چھوڑ کر

...

ایسے نظرون سے گرے اشک کہ جی ٹوٹ گیا ۔۔ اپنے رونے پہ مجھے آپ ہنسی آئی ہے

زندگی جاگتے گزری ہے گھڑی بھر دم لے ۔۔ مرگ اے شور قیامت مجھے نیند آئی ہے

چھٹ گئے مر کے ہر اک درد الم سے تسلیم ۔۔ موت بھی ہمدم اعجاز مسیحائی ہے

...

چھوڑ دنیا کو سوئے ملک عدم چل تسلیم ۔۔ راستہ دیکھتی ہے گور غریبان تیرا

آخری شعر کا مضمون آپ اپنے مقطعات و اشعار مین بہت باندھتے ہین اور نئے نئے انداز سے باندھتے ہین - مگر ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تا دیر آپ کو زندہ و سلامت رکھے -

عرش (گیاوی)

# امپیریل لائبریری

لارڈ کرزن سابق ویسراے ہند گو السنۂ مشرقیہ کے فاضل نہ کہلاتے ہون لیکن معاملات مشرقی کے بہت اچھے واقف کار سمجھے جاتے ہین اور اُنکے دماغ کو مشرقی مسائل سے ایک خاص اُنس بھی ہے - اسی شفقت کا نتیجہ ہے کہ لارڈ ممدوح نے ایک شاندار اور فلک نما عمارت مین بمقام کلکتہ امپیریل لائبریری قائم کی ہے - یہ کتب خانہ بہت سی خصوصیات سے ہندوستان بھر کے کل سرکاری کتب خانون سے ممتاز ہے - مین گزشتہ گرمی کے روح فرسا اور جگر سوز موسم مین ایک خاص ضرورت سے کلکتے گیا تھا - بڑی دقتون سے کچھ وقت نکالکر مین نے اس عظیم الشان اور بے نظیر کتب خانہ کی سیر کی -

امپیریل لائبریری کی ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ اسمین بُہار لائبریری کے نام سے علوم مشرقیہ کا ایک الگ کتب خانہ موجود ہے - بُہار بردوان کے ضلع مین ایک قصبہ ہے - جہان مولوی سید خلیل الدین نام ایک فاضل گزرے ہین - جنکے علمی شغف کا یہ نتیجہ تھا کہ حضرت مولانا ابو العیاش عبد العلی محمدؐ بحر العلوم اُنکے مدرسہ کے مدرس اعلیٰ بنکر لکھنؤ سے تشریف لائے تھے - مولانا بحر العلوم مدتون اس مدرسہ مین طالبان علوم کو مستفید کرتے رہے - اُس زمانہ مین اس مدرسہ کی گورنمنٹ مین بھی بڑی وقعت تھی - اور یہین کے فارغ التحصیل علماء صدر الصدور اور صدر اعلیٰ بنائے جاتے تھے - اُسی زمانے مین یہ بے نظیر کتب خانہ بھی مدرسہ کے ساتھ قائم کیا گیا تھا اور اسوقت سے کچھ مدت قبل تک مولانا جلال الدین کے وارثون کے قبضہ مین تھا -

لارڈ کرزن نے جب امپیریل لائبریری قائم کی اور اُسمین بہت سی کتابین السنۂ مشرقیہ کی رکھی گئین تو اُنکے اصرار سے اس کتب خانہ کے مالک مولوی سید صدر الدین صاحب نے اسے بھی امپیریل لائبریری مین شامل کر دیا -

میری بڑی دلچسپی بُہار لائبریری سے تھی - اس لئے باوجودیکہ مین وقت کی کمی اور موسم کی سختی سے اچھی طرح دیکھ نہ سکا - تاہم دو چار سطرین صرف اسی کتب خانہ کے لئے نذر ناظرین کرتا ہون -

اس کتب خانہ مین قریب قریب اکثر کتابین قلمی ہین - اور جو مطبوعہ ہین وہ بھی اندنون نایاب اور کمیاب ہین جیسی کہ مولانا بحر العلوم کے قیام کے اثر سے مجھے امید تھی اس کتب خانہ مین معقولات کی کتابین بنسبت دیگر فنون کے بہت زیادہ ہین - اور مولانا کی بھی اکثر تصانیف موجود ہین اور شائد ان مین کئی ایک اب تک غیر مطبوعہ ہین - بعض نسخے یہان تاریخی دلچسپی بھی رکھتے ہین جیسے شہزادہ دارا شکوہ کا لکھا ہوا پنجسورہ جو وکٹوریہ میموریل ہال کے لئے الگ کر لیا گیا ہے - یا شمس البیان جو اردو قواعد و مصطلحات مین جو اہل زبان کی تصنیفات مین سے سب سے پہلی کتاب ہے یا تاریخ شہنشاہی جو مشہور سادات بارہ کے متعلق صرف ایک ہی تاریخ ہے - بہت سی کتابین ہین جنپر شاہی مہرین لگی ہوئی ہین - چند کتابین جو سرسری نگاہ مین مجھے ممتاز معلوم ہوئین صرف

اُنکے نام پر اکتفا کی جاتی ہے۔

تفسیر امام حسن عسکری۔

تفسیر امام جعفر صادق۔

تفسیر سورۂ اخلاص از شیخ ابو علی سینا۔

تفسیر شاہی از ابوالفتح۔

اعلام الہدیٰ از شیخ شہاب الدین سہروردی۔

زیج از ابو علی سینا۔

میر باقر اور علامہ محقق طوسی کے تصنیفات بہت کثرت سے موجود ہین۔ علاوہ ازین چند نام اور ملاحظہ فرمائے

شرح ہدایت الکلمتہ از میر کبیر جنگی۔

شرح ہدایت الحکمتہ از نصر اللہ۔

حاشیہ صدرا از بحر العلوم۔

حاشیہ صدرا از ملا نظام الدین۔

حاشیہ صدرا از ملا حسن۔

حاشیہ شمس البازغہ از ملا حسن۔

شرح مسلم الثبوت از ملا حسن۔

شرح مسلم الثبوت از ملا نظام الدین سہالوی۔

شرح مسلم الثبوت از ملا عبد الشکور۔

اخیر کے سطور مین وہ کتابین ہین جنکے نام لینے والے صرف ربع صدی تک اور پائے جائینگے۔ ورنہ آیندہ کے لئے زمانہ اُنکو پیدا کرنے کا خیال ترک کر چکا ہے۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی اپنی لاجواب کتاب سبحتہ المرجان مین میر قمر الدین اور اُنکی نادر الوجود تصنیف "مظہر النور" کی بیحد تعریف کرتے ہین۔ مظہر النور کا کامل نسخہ مصنف کے وقت کا لکھا ہوا یہان محفوظ ہے۔

چنگیز خانی دور دورے مین بغداد کا علمی سرمایہ جسطرح ضائع کیا گیا وہ داستان درحقیقت نہایت دردناک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکماے قدیم کی تصانیف مین سے اگر کوئی نسخہ مل جاتا ہے تو اُسکی سخت زندگی پر ضرور تعجب ہوتا ہے۔ اس کتب خانہ مین علم دوست حضرات کو کتب ذیل ضرور جا کر دیکھنی چاہئیے۔

**یازدہ رسائل حکماے سلف**۔ اس نام سے معلم ثانی ابو نصر فارابی کی ایک بے مثل تصنیف موجود ہے جسمین اُسنے ارسطو اور فلاطون کے فلسفہ پر محاکمہ کیا ہے۔ اسی مجموعہ مین ارسطو کی کتاب الدہانی پر موجود ہے۔

**اثولوجیہ**۔ عبد المسیح بن عبد اللہ بن ناعمۃ الحمصی نے ابو یوسف بن اسحاق کندی کی اصلاح سے احمد معتصم کیلئے ارسطاطالیس کی فن الٰہیات کا ترجمہ کیا تھا۔

**اقوال افلاطون**۔ اس نام سے ایک کتاب موجود ہے جسمین افلاطون نے طریق تحصیل حکمت پر بحث کی ہے۔ مترجم کا نام معلوم نہین۔

**ثمرۂ بطلیموس**۔ بطلیموس نے احکام تنجیم مین اپنے شاگرد سیورس کے لئے چار کتابین لکھی تھین۔ یہ ایک کا ترجمہ ہے۔

**میارطیس ارسطو**۔ دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے ابو بکر بن طاہر الصالح الغزاری کوئی بزرگ ہین جو متعدد اسناد و روایات کی بنا پر اس کتاب کو ارسطو کی تصنیف بتلاتے ہین۔ یہ ایک باتصویر کتاب ہے اور مختلف طلسمات و نیز نجات پر بحث کیگئی ہے۔ اسی جلد مین جسپر لائبریرین کی غلطی سے الگ نمبر نہین ہے۔ ایک دوسری تصنیف ہرمس کی ہے جسے عطارد بن الحاسب نے ترجمہ کیا ہے۔ یہ کتاب تاثیر الاحجار کے بیان مین ہے۔

سارا کتب خانہ ایک علمی سمندر ہے جسکی تشریح کیلئے یہ مختصر مضمون کافی نہین تاہم بعض علم دوست حضرات کیلئے یہ چند سطور بھی دلچسپی سے خالی نہونگی۔

**حبیب الرحمٰن**

ریویو

# مستقبل اسلام

(مترجمہ مولوی ظفر عمر صاحب بی اے۔ ڈپوٹ شاپ علی گڈھ۔ قیمت ۸؎)

پروفیسر ویمبری ہنگری کے بڑے مشہور عالم اور سیاح ہین۔ آجکل کے مستشرقین مین انکا رتبہ بہت ممتاز ہے۔ مختلف مشرقی زبانون مین دستگاہ رکھنے کے علاوہ آپ اکثر بلاد مشرقی کی سیر بھی کر چکے ہین۔ ایران اور ترکستان مین آپنے درویشانہ حیثیت سے سفر کیا تھا اور ایسی کامیابی کے ساتھ کہ دوران سفر مین آپکا راز کسی پر افشا نہ ہوا۔ اس سفر کے حالات کو آپنے اپنی کتاب موسومہ "اسٹوری آو مائی اسٹرگلس" (میری جد وجہد کا افسانہ) مین نہایت دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا ہے۔ آپ کی تصانیف انگلستان مین بہت مقبول ہوئی ہین کیونکہ پروفیسر ویمبری انگلستان کے حامی اور روس کے مخالف ہین۔ منجملہ اور کتابون کے آپ نے ایک کتاب "ویسٹرن کلچر اِن ایسٹرن لینڈس" (مشرقی ممالک مین مغربی تمدن) کے نام سے لکھی ہے۔ کتاب کے لکھنے کی بظاہر دو اغراض ہین، اول پروفیسر ویمبری یہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ بہ نسبت روس کے انگلستان مین ایشیائی اقوام کی راہبری کرنے کی زیادہ قابلیت ہے۔ دوم یہ کہ اسلامی اقوام سے ترقی کرنے کی قابلیت ناپید نہین ہوگئی بلکہ چند اسباب اُسکے سدراہ ہین، اگر وہ اسباب دور ہو جائین تو ترقی کی شاہراہ پر اسلامی اقوام بھی قدم مار سکتی ہین۔ اس کتاب کے تین حصے ہین۔ پہلے حصے مین روس کی ہجو، اور دوسرے مین انگلستان کی مدح ہے۔ اور یہ دونون حصے غرض اول کے پورا کرنے کے واسطے لکھے گئے ہین۔ تیسرا حصہ جسکا نام "فیوچر آو اسلام" (مستقبل اسلام) ہے دوسری غرض سے متعلق ہے اور ایشیائی ناظرین کے لئے زیادہ دلچسپ ہے۔ اس حصہ کا ترجمہ مولوی ظفر عمر صاحب بی۔ اے۔ نے حال مین کیا ہے۔ "مستقبل اسلام" کا حجم ۱۹۵ صفحات کا ہے اور لکھائی چھپائی قابل تعریف ہے۔

ترجمے کی اصلی خوبی یہ ہے کہ اسپر تصنیف کا دھوکا ہوتا ہے۔ اس ترجمے مین یہ وصف بدرجہ اتم موجود ہے اور اگر کتاب کے اصلی مصنف کا نام حذف کر دیا جائے تو وہ مترجم کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ مولوی ظفر عمر صاحب نے جا بجا فروری نوٹ اور حواشی ایزاد کرکے کتاب کی خوبی کو بڑھا دیا ہے۔

اس ترجمے کے علاوہ پروفیسر ویمبری کی اصل کتاب بھی ہمارے پیش نظر ہے۔ اسمین کلام نہین کہ روسیون نے وسط ایشیا مین اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے اکثر جابرانہ کارروائیان کین اور اگر روس اور انگریزی پالیسی کا مقابلہ کیا جائے تو کیا بلحاظ وسائل اور کیا بلحاظ نتائج انگریزون ہی کا پلہ بھاری رہیگا۔ ساتھ ہی اسکے انصاف ہمکو یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ ویمبری صاحب نے کہین کہین جنبہ داری کے جوش مین اُسی حکومت کو اصل سے زیادہ خراب اور انگریزی

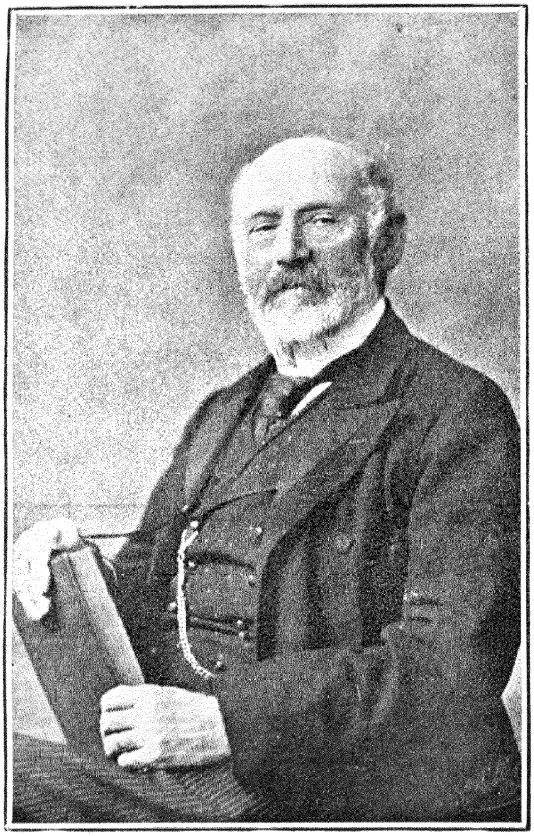

پیر سالخورده ام از چهره ی بهره این کمترین
غیر از خرابات چیزی ظاهر نمیشود

وامبری

حکومت کو اصل سے زیادہ اچھا دکھلایا ہے۔ مثلاً پروفیسر صاحب نے اُسی جبر وظلم کے تذکرہ مین ایک یورپین عالم کے قلم سے ذیل کا اقتباس درج کیا ہے۔

"پادریوان" کا جلوس بڑے تزک و احتشام کے ساتھ میدان مین پہونچا جسکے وسط مین نائب سلطنت کے لئے اونچا چبوترہ بنایا گیا تھا۔ چارون طرف تماشائیون کا ہجوم تھا۔ مین بھی ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو کر تماشہ دیکھنے لگا۔ باجون کی آواز اور قومی راگ دور سے سنائی دیتے تھے۔ یکایک روسی ایشیائی باشندون پر ٹوٹ پڑے مقدس اور معمر آدمیون کے سر سے عمامہ اُتار اُتار کر نہر مین پھینکنے لگے اور بہو آدمیون کو بھی ڈھکیل دیا۔ بیچارے مسلمان کیچڑ پانی اور شرم سے آلودہ ہو کر عیسائیون کے شہر سے باہر بھاگے مگر دور تک لات گھونسے کی مار پڑتی گئی۔ یہ دیکھکر مجھسے نہ رہا گیا اور بے اختیاری نے سوال کیا کہ "کیا تم عیسائی ہو اور صلیب مقدس کے سایہ تلے ایسی حرکتین جائز رکھتے ہو" مگر اس نقار خانے مین طوطی کی آواز کون سُنتا۔ البتہ ایک افسر نے جو بہ نسبت دوسرون کے زیادہ تعلیم یافتہ معلوم ہوتا تھا کہا "کیا تم خدائی فوجدار ہو" اور ہنسکر اپنی راہ چلا گیا۔ دوسرے روز اس جشن کے متعلق جو سرکاری رپورٹ اخبارات مین شائع ہوئی اُسکا مضمون یہ تھا کہ تمام شہر مین چہل پہل رہی۔ روسی اور ترکستانیون کے غول کے غول شادمانی کے نعرے بلند کرتے ہر چہار طرف نظر آتے تھے۔ شہنشاہ روس کی جشن سالگرہ کی بدولت اس اتحاد اور یگانگت کے اظہار کا بخوبی موقع ملگیا جو روسیون اور رعایا کے درمیان پائی جاتی ہے۔"

کون ایشیائی ہے جو اس بیان کو پڑھے اور اُسکو حرارت نہ آئے۔ لیکن انصاف ہمین یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ کیا تحکم پسندی ہندوستان مین مفقود ہے۔ کیا ریل کے سفر مین اس قسم کا برتاؤ آئے دن ہمارے ملک مین نہین ہوا کرتا۔ پھر کیون پروفیسر ویمبری نے حصہ اوّل مین یہ حالات تو لکھے مگر دوسرے حصہ مین اُن واقعات کو نظر انداز کر دیا؟ شاید اسکا سبب یہ ہو کہ پروفیسر صاحب موصوف اہل انگلستان کو ناراض نہین کرنا چاہتے۔ ایک موقع پر پروفیسر ویمبری صاحب لکھتے ہین۔

"سلطنت انگلشیہ کو ہندوستان مین بھی جہان ۶ کروڑ مسلمان آباد ہین کسی فوری خطرہ کا اندیشہ نہین ہے جبتک کہ عدل و انصاف و انسانیت کے اصول پر گورنمنٹ کاربند ہے اور مسلمان اور بت پرست ہندوؤن مین رقابت باقی ہے جو غیر ملک کی حکومت کے لئے سپر کا کام دیتی ہے۔"

گویا انگریزی گورنمنٹ کی پالیسی اپنے استحکام کے واسطے یہ ہونی چاہئے کہ ہندوؤن اور مسلمانون کی مخالفت کی آگ کو بھڑکائے۔ کیا کوئی ہندوستان کا بہی خواہ کہہ سکتا ہے کہ یہ پالیسی انصاف اور ایمانداری پر مبنی ہے؟ علاوہ برین وسط ایشیا کے حالات سے تو آپ کو ذاتی واقفیت ہے اور اسیوجہ سے آپ کی رائے مین واقعات کے متعلق شک و شبہ کی گنجائش نہین لیکن کتاب کے دوسرے حصہ مین جہان ہندوستان کی انگریزی حکومت کا بیان کیا گیا ہے وہان معلوم ہوتا ہے کہ کسی ناواقف کار نے گھبراہٹ مین ادنیٰ درجہ کی انگلو انڈین تصانیف کا خلاصہ کر دیا ہے اور اس حصہ کے اکثر واقعات مین ایسی غلطیان ہین جنکو پڑھکر ہندوستان کے طفل مکتب کو بھی ہنسی آئے گی۔ ہمارے

پروفیسر صاحب کالیکٹ اور کلکتہ - پیشوا اور پیشاور مین امتیاز کرنے سے قاصر ہین - سر سالار جنگ اور نواب عبد اللطیف کا شمار آپ ہندوؤن مین کرتے ہین اور پنجاب اور سندھ کا الحاق ۱۸۴۳ء مین قرار دیتے ہین - اگر آپ نے ہند کی سیاحت کی تکلیف بھی گوارا فرمائی ہوتی تو یقیناً آپ کی تصنیف ان لغزشون سے پاک ہوتی -

پروفیسر ویمبری کی کتاب کا سب سے زیادہ کارآمد اور قابل قدر حصہ اسکا تیسرا باب ہے جسکے ترجمہ کا ہم اسوقت ریویو کر رہے ہین اور جسکا نام "مستقبل اسلام" ہے پروفیسر ویمبری کی یہ راے ہے کہ اسلام بذات خود ترقی مین ہارج نہین لیکن اسلامی ممالک مین چند اور وجوہ ایسے پیدا ہوگئے ہین جنھون نے اسلامی اقوام کو چاہ ذلالت مین گرا دیا ہے - انمین سب سے زیادہ قوی سبب اسلامی ممالک مین شخصی سلطنت کا رواج ہے - پروفیسر صاحب فرماتے ہین -

"حقیقت یہ ہے کہ اسلام یا اسکے معتقدین کیوجہ سے ایشیا کا مغربی حصہ برباد نہین ہوا اور نہ دین اسلام مسلمانون کے موجودہ تنزل اور انحطاط کا ذمہ دار ہے بلکہ اصل مین اسلامی بادشاہون کا ظلم و تشدد اس خرابی کا باعث ہے - اُنھون نے دیدہ و دانستہ پیغمبر عربی کی تعلیم کو اپنے فائدہ کی غرض سے دیگر شکل مین ظاہر کیا اور اپنی مطلق العنانی اور خود مختاری کی حمایت مین قرآن پاک کی آیات کا بیجا استعمال کیا اُنھون نے مذہبی باتون مین نکتہ چینی کرنے اور آزادانہ خیالات کی اشاعت کو سختی کے ساتھ روکا اور اسطرح اُنھون نے اسلامی ترقی کی صبح صادق کو روشنی پھیلانے سے باز رکھا"

دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک مین قومیت کا احساس ابتک نہین پیدا ہوا بقول پروفیسر ویمبری پولٹیکل آزادی کی تمنا پیدا کرنے کے لئے قومیت کا احساس ہونا لازمی امر ہے - اسلام مین قومیت کا خیال کبھی نہین پیدا ہوا کیونکہ قرآن مین "کُلّ مومنٍ اَخوۃٌ" کی تاکید کی گئی -

تیسری وجہ ایشیا کی کمزوری کی مذمت کا عالمگیر تسلط ہے جسکو پروفیسر ویمبری صاحب ذیل کے الفاظ مین بیان فرماتے ہین

"اور اگر باوجود اسکے اور نیز باوجود اپنے مذہبی اقتناع کے عیسائی دُنیا نے ازمنہ متوسط کی تاریکی سے نکلکر عقل اور فہم کی روشنی مین قدم رکھا ہے ..... تو پیروان دین اسلام کے لئے ایسی ترقی و تبدیلی کسقدر زیادہ آسان تھی بشرطیکہ اہل ایشیا مین اپنے پیشواؤن اور بادشاہون کے جبر و ظلم کی دو میری بیڑیون سے آزادی پانے کی قوت ہوتی ......... یہی باعث ہے کہ یورپ نے جوش جراتی اور اپنی پوری قوت کے ساتھ کوشش کرکے تہذیب و تمدن کی عمارت کو بہ نسبت کہن سال سُست اور کاہل وجود ایشیا کے بہت زیادہ بلند کر لیا - مسلمانون کی کاہلی کے ذمہ دار اصول اسلام نہین بلکہ مذہب کی مجموعی حیثیت جو تمام ایشیا مین اب بھی وہی قوت رکھتی ہے جو اُسے ازمنہ متوسط مین یورپ مین حاصل تھی - اُسکا زور ہر چیز مین محسوس ہوتا ہے، تمام انسانی خیالات اور خدمات مین اسکا تسلط ہے اور روزانہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے کامون مین بھی اس کا اثر ہے آدمیون کی نشست و برخاست - کھانے پینے سونے حتی کہ عشق و محبت مین بھی مذہب کو دخل ہے گویا طلسم کا حصار انسان کے گرد کھچا ہوا ہے جسکے باہر قدم نکالنا محال ہے اور انسان مثل

شیرخوار بچے کے ہے اور جسطرح مذہبی یا دنیوی پیشوا چاہتے ہین اُنگلی پکڑکر چلاتے ہین"

یہ اسباب جو پروفیسر ویمبری نے اسلامی ممالک کی کمزوری کے قائم کئے ہین - ہماری راے مین بھی صحیح ہین اور انکا اطلاق اسلامی ممالک کیا معنی ساری ایشیا پر ہوتا ہے لیکن انھون نے جو نتیجہ اس سے اخذ کیا ہے وہ ایشیا والون کے واسطے نہایت دل شکن ہے - وہ فرماتے ہین -

"چونکہ صورت معاملہ یہ ہے اسلئے اسلامی ممالک کو جو اب تک خودمختار ہین مروجہ تمدن کے ساتھ اخلاقی اور مادی اتحاد حاصل کرنے کے لئے اپنی پولٹیکل آزادی اور خودمختاری کو کسی نہ کسی دن قربان کرنا پڑے گا اور ایک تمدن کو دوسرے تمدن اور معاشرت سے تبدیل کرنے کے لئے غیر ممالک کی حکومت مین لازمی طور سے آنا پڑے گا"

پروفیسر ویمبری کی راے ہے کہ :-

"اسمین شبہ کرنے کے لئے کئی وجوہ ہین کہ ٹرکی مین زمانہ حال کے مطابق سیاست اور رواداری کے اصول پر متمدن حکومت قائم ہوسکے گی کیونکہ اس سے اسلامی سوسائٹی کی تبدیلی اور نیز جملہ غیر ترک اقوام کا ترکون کے زیر حکومت ہونا لازم آتا ہے"

آگے چلکر آپ فرماتے ہین کہ :-

"اسوقت ایران کی قسمت انگلستان اور روس کے ہاتھ مین ہے ........ انکی قسمت مین یہی لکھا ہے کہ انکا ملک ان دو سلطنتون مین باہم جسطرح وہ اپنے لئے مفید سمجھین تقسیم ہوجاے"

یہی حال پروفیسر ویمبری کی راے مین افغانستان کا ہونا ہے :-

"پس افغانستان کی قسمت مین بھی وہی بدا ہے جو مشرق کی دیگر اسلامی خودمختار سلطنتون کو پیش آیا یا آئیگا اور اگر افریقہ مین جہان اشاعت اسلام کو بڑی ترقی ہے، کوئی جدید اسلامی سلطنت قائم نہ ہوئی تو اسلام کی پولٹیکل آزادی تباہ و برباد ہوکر رہیگی"

یہ ہے پیشین گوئی اس فرنگی درویش کی آیا یہ صحیح ثابت ہوگی یا وہ بیداری کے آثار جو اسوقت ٹرکی، مصر، اور ایران مین نمایان ہورہے ہین اسکا بطلان کرینگے زمانہ خود بتلادیگا

**علی خانوف**

**سینے کی کل** - ہندوستان مین سلائی کی مشینون کا عام رواج ہے، یہانتک کہ دیہات مین بھی انکا چلن ہوچلا ہے - جب مشین مین کوئی نقص ہوجاتا ہے، تو ہر جگہ اسکی مرمت و درستی کا انتظام نہین ہوسکتا اور اسوجہ سے اچھی اچھی قیمتی مشینین بھی بیکار پڑی رہتی ہین - دفتر "کاریگر دیوبندی" بنارس نے حال مین ایک چھوٹی سی کتاب شائع کی ہے جسکا نام "سینے کی کل" ہے - اسمین تصویرون کے ذریعہ سے مشین کے اصول اور پرزون کا عمل سمجھایا گیا ہے، اور ہر شخص اسکے مطالعہ سے مشین کے بہت سے نقائص کو خود رفع کرسکتا ہے - آٹھ آنہ قیمت بھی کچھ زیادہ نہین ہے -

# جناب رشید لکھنوی

سید محمد مصطفیٰ مرزا عرف پیارے صاحب رشید مرثیہ گو سید احمد مرزا صاحب صابر مرحوم کے صاحبزادے ہین بچپن سے لوگ آپ کو پیارے صاحب پیارے صاحب کہتے تھے آخر وہی نام ہو گیا۔

صابر مرحوم کی شاعری نے تو اسقدر شہرت نہین حاصل کی لیکن رشید کے عم بزرگ سید حسین مرزا صاحب عشق نامی مرثیہ گو تھے۔ وقعت فن کے لحاظ سے ابتدائی تعلیم کے بعد رشید صاحب نے انھین کی شاگردی اختیار کی۔ آپ کے دوسرے چچا سید مرزا صاحب تعشق بھی اچھے شاعر تھے اور تغزل کا رنگ انکے کلام مین اچھا تھا۔ رشید صاحب نے دو اُستادوان کی نگرانی مین فن شاعری حاصل کیا۔

انکے والد سید احمد مرزا صاحب صابر میر ببر علی صاحب انیس مرحوم کے خویش تھے اس لحاظ سے جناب رشید کو اپنے نانا کے رنگ شاعری پر ناز تھا مگر تعلیم کا اثر زیادہ ہوتا ہے اسلئے کہہ سکتے کہ جناب رشید کی مرثیہ گوئی نے آخر عشق کی شاعری کا رنگ اختیار کیا عشق اور انیس کی شاعری مین وہی فرق ہے جو انیس اور دبیر کی شاعری مین ہے۔ عشق مرحوم کی شاعری مین تحقیق الفاظ اور صحت روایات کا بہت خیال ہے۔ لیکن کلام کسیقدر روکھا پھیکا ہے اسی وجہ سے انکے کلام نے اتنی شہرت نہین حاصل کی۔ جناب رشید تعلیم فارسی سے فارغ ہوتے ہی شاعری کے زمرے مین داخل ہو گئے انکا رنگ تغزل بہت اچھا تھا اکثر رؤسا اور امرا کے مشاعرون مین بھی آپ شریک ہوا کئے ہین۔

عشق و تعشق کے بعد رشید کی شاعری نے شہرت حاصل کی۔ غزل کی مشق بہت بڑھی ہوئی تھی اسی لئے جب آپ نے مرثیہ گوئی مین قدم رکھا تو اسمین بھی غزل کا رنگ غالب رہا رفتہ رفتہ آپ مرثیئے مین بہاریہ مضمون لکھنے لگے اور یہ روش آپ کی سب کو پسند آئی۔

جناب رشید کے مرثیہ مین ساقی نامے کا رنگ بہت چوکھا رہتا ہے جسمین آپ نے ظہوری کا رنگ اختیار کیا ہے۔ ابتدا مین آپ مرثیئے بہت مشقت سے کہتے تھے۔ رفتہ رفتہ حیدرآباد مین نواب بہرام الدولہ بہادر کے کانون تک آپکی مرثیہ گوئی کی خبر پہونچی تو اُنھون نے اپنی مجلس کے لئے انھین کو تجویز کیا۔ نواب بہرام الدولہ کے یہان اکیس محرم سے تیس محرم تک مجلسین بہت عظیم الشان ہوتی ہین جنمین اکثر حضور نظام حیدرآباد بھی رونق افروز ہوتے ہین۔ نواب بہرام الدولہ جناب رشید کی بہت عزت کرتے ہین اور بعد اختتام مجلس ایک ہزار پانچسو روپیہ بھی نذر کرتے ہین۔

پہلی ربیع الاول سے آٹھوین ربیع الاول تک آپ کلکتے مین سفیر ایران کے یہان مجلسین پڑھتے ہین۔

لکھنؤ مین آتو جی کی مسجد مین ایک مرثیہ پڑھتے ہین جسمین کثرت سے لوگ شریک ہوتے ہین اور لطف شاعری آتا ہے۔ تخمیناً دس بارہ برس سے آپ مجلس خوانی کرتے ہین۔

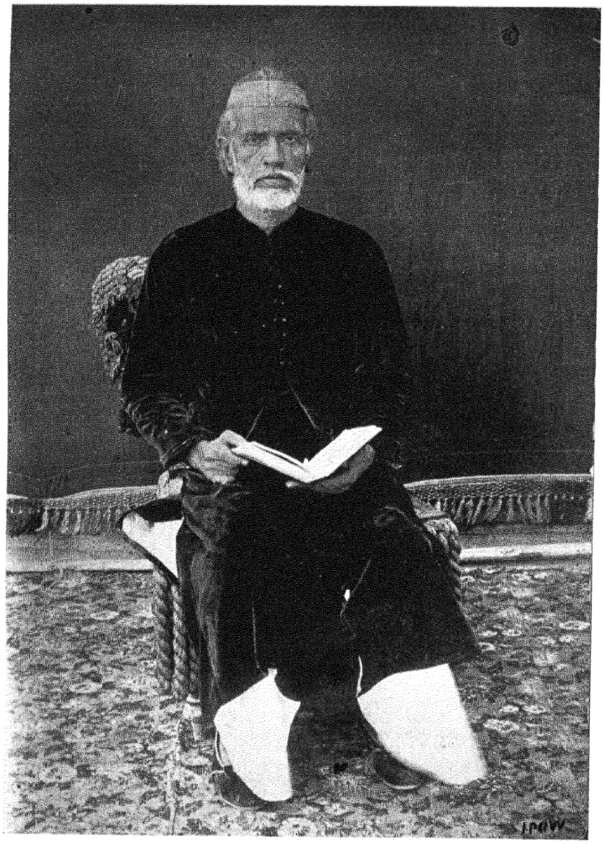


جناب سید محمد مصطفی میرزا عرف پیارے صاحب
رشید لکھنوی

انڈین پریس الہ آباد

مرثیے کی بعض ٹیپین اور بعض بند آپ نے ایسے لکھے ہین جو لوگون کی زبانون پر رہ گئے ہین - سلام کے بعض شعر، رباعیان پیری کی حالت مین ایسی لکھی ہین جنکی اساتذہ حال نے داد دی ہے -

ایک سلام کا شعر ہے جسمین پیری کی حالت کو نئے عنوان سے دکھایا ہے ؎

غرور اب کیا بڑھے گا خم ہوے اس درجہ پیری مین
ہم اپنے سر کو اپنے پاؤن سے ٹھوکر لگاتے ہین

ایک غزل پر سلام لکھا ہے - ؎

کیا لیکے خاک تربت سرور بنائینگے
دل اور ایک دل کے برابر بنائینگے

کرتے ہین جمع اشک ہمارے ملائکہ
حورون کے کان کے لئے گوہر بنائینگے

حداد روتے جاتے ہین لوہا کیا ہے نرم
قتل حسین کے لئے خنجر بنائینگے

شہ دامن رضائے خدا کو یہ دینگے طول
اپنا کفن مزار کی چادر بنائینگے

ٹوٹے ہین دل غریبون کے پانی نہین ملا
یہ جام ٹھیکر لب کوثر بنائینگے

کرکے حسن کو خلق ہوا حکم کردگار
اک فخر خاندان پیمبر بنائینگے

ہوجائے غرق کشتی امت مجال کیا
شبیر اپنے صبر کو لنگر بنائینگے

کہتی تھی ذوالفقار نہ تھی مجھکو یہ خبر
شبیر مجھسے تربت اصغر بنائینگے

مضمون نکال جاؤ ہزارون تم اے رشید
گلدستے ان گلون کے سخنور بنائینگے

شاہی مین رشید کی عمر دس برس کی ہو گی اور اسوقت آپ کا سن پینسٹھ برس کا ہے - آپ بدن کے دُبلے اور نہایت ضعیف الجثہ ہین - فرماتے ہین "اسقدر ضعیف ہون اکثر چلنے مین گر گر پڑتا ہون"۔

تواضع اور انکساری مین آپ کا نمبر سب سے بڑھا ہوا ہے مگر وہی شاعرانہ مبالغے کا پہلو لئے ہوئے - آپ کی بات بات سے شاعری ٹپکتی ہے -

یہ تو آپ اکثر کہا کرتے ہین کہ سب اچھے ہین مین بُرا ہون لیکن اسکو کوئی یقین نہین کرسکتا اسیطرح آپ کے انکسار کا ایک خاص رنگ ہے جسمین شاعری کا ایک جزو ملا ہوا ہے -

بہر حال لکھنؤ کا رنگ تصنع ابھی تک زندہ ہے اور مشرقی تہذیب کے لوگ اسکو برتنے پر مجبور ہین - لباس اور پوشاک مین بھی خاص امتیاز - ہنتا ہے - بات چیت مین تکلف -

سچ بات تو یہ ہے کہ اس مٹنے پر بھی لکھنؤ کی خلقت غنیمت ہے -

عشرت لکھنوی

**آداب مشاعرہ** - حضرت رشید کی ہدایت ہے کہ ٹوپی سر سے اُتار کر نہ رکھی جائے، کسی کو اسقدر داد نہ دیجائے کہ وہ سمجھے مجھے بناتے ہین، یا دوسرے شرکاء مشاعرہ کو ناگوار ہو مثلاً کسی کی غزل پر یہ کہنا کہ حضرت آپکی غزل پر مشاعرہ ختم ہے - اورون کی دل شکنی ہے کہ ہماری غزل کچھ نہ ہوئی - یکایک یا اعتراضاً دوبارہ شعر کسی کا پھر مشاعرہ مین پڑھوانا نہ چاہئے - جس سے اعتراض ظاہر ہوتا ہے - غزل تمام اصناف سخن کی اصل ہے - غزل کے دو مصرعون مین سات چیزین دیکھنے کی ہوتی ہین - فصاحت کی بلاغت محتاج ہے اور فصاحت بلاغت کی محتاج نہین - فارسی یا عربی کے الفاظ بھر دینے کا نام بلاغت نہین ہے بلکہ اسکو غرابت کہتے ہین اور یہ غرابت عیوب شعر مین داخل ہے - بچے سے لیکر بوڑھا شاعر یعنی مبتدی اور منتہی سب ایک واہ کے لئے مشاعرہ مین آتے ہین، کچھ اور نہین چاہتے لہذا داد کلام سب کو مساوی دینی چاہئے - غزل تمام اصناف سخن سے زیادہ دلچسپ چیز ہے - شاعری تمام علوم و فنون سے زیادہ مشکل ہے - بقول جلیل "جلیل شعر کا فن عمر بھر نہین آتا" حضرت رشید فرماتے ہین کہ صاحب پچاس برس کی مشق کے بعد مین نے یہ سمجھ کے غزل کہنا چھوڑ دیا کہ مجھے شعر کا فن نہ آئیگا یہ کمال انکسار ہے - (محوی لکھنوی)

# موت اور اُسکی یاد

"موت اور اُسکی یاد" اُف! یہ کیا ہیبت ناک خیال ہے۔

یہ خود ہم جانتے ہین کہ ہر چیز کے لئے ایک دن فنا ضرور ہے، مگر اسپر بھی موت کا خیال جسوقت آجاتا ہے دل پر عجب اثر پیدا کرتا ہے۔ جوان تو جوان، وہ بڈھا بھی جسکی پلکین تک سفید ہوگئی ہین اور اب سواے موت کے نہ اُسکو کسی چیز کا انتظار ہے نہ کسی شئے کی تمنا، اس نام کو جس خوف کے ساتھ سُنتا ہے، کچھ اُسکے دل سے پوچھئے۔ موت انتہا سے زیادہ وقت کی پابند ہے۔ اسکا سلوک بچون، بوڑھون اور نوجوانون کے ساتھ یکسان ہے دُنیا کی ہر چیز اسکا شکار ہے۔ اسے نہ کوئی ٹلا سکتا ہے نہ روک سکتا ہے۔ موت کیا ہے؟ اُس قوت کے نکل جانے کا نام ہے جو ہمارے جسم مین اسٹیم کا کام دیتی ہے اور جو قوت ہماری دینی کتابون مین روح کے نام سے تعبیر کی گئی ہے۔ مملکت جسم کی شاہنشاہ ہے۔ یہ ساری کرامتین جو حضرت انسان مین دکھائی دیتی ہین سب اسی کے دم سے ہین۔ ادھر یہ جسم سے رخصت ہوئی اور سارا کارخانہ درہم برہم ہوگیا۔ روح قفس تن مین ایک چہکتے ہوئے طائر کی طرح ہے جب یہ اس قفس سے اُڑ گیا تو جسم ایک خالی پنجرہ کیطرح رہگیا۔ پھر صرف ایک خالی پنجرہ سے کیا حاصل۔ وہ کس مصرف کا ہے؟ یون تو انسان کے لئے موت کا نام قہر ہے۔ مگر دو موتین حقیقتاً نہایت ہی سخت ہین ایک تو جوانی کی دوسری مسافرت کی۔

خیال کیجیے، ایک غریب مسافر بستر علالت پر اکیلا پڑا ہے اپنا بیگانہ کوئی خبرگیر نہین۔ وہ بیماری کی تکلیفون سے کراہتا ہے اور پھر خود ہی دل کو ڈھارس دیتا ہے۔ مگر اُسکا پژمردہ اور ضعیف دل قابو مین نہین۔ وہ اُس سے کہتا ہے۔ ہاے تو نے اپنے ساتھ مجھے بھی تباہ و برباد کردیا۔ اب یہ تیری تسلی آمیز باتین تو میرے لئے اور بھی زہر ہین، مین تیری ایک نہ سنونگا یہ سب تیرا ہی کیا ہوا ہے۔ کاش تو مجھے دیار غربت مین نہ لاتا۔ للہ مجھے نہ چھیڑ، جی بھر کے تڑپنے دے۔ کیون، کیا تو مجھے تڑپنے نہ دیگا؟ آہ یہ کیسی بیرحمی ہے۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہٗ
باز میگوئی کہ دامن تر مشو ہشیار باش

وہ غریب مسافر درد دل کہے تو کس سے۔ وطن کی ہوا تک اُس تک نہین آتی کہ وہ کچھ اُسی سے اظہار حال کرے۔ غذا کیسی دوا تک میسر نہین اور ہو بھی تو وہ منتین اور خوشامدین کرکے پلانے والے کہان؟ ہر ساعت تڑپتے گذرتی ہے، ہر پل موت کی یاد دل کو پامال کئے دیتی ہے۔ اب قریب ہے کہ اُسکی روح پرواز کر جاے۔ وہ گھبرا گھبرا کر اپنے پیارے عزیزون کو ڈھونڈ رہا ہے مگر کسی کو نہین پاتا۔ اُسکے لب ہل رہے ہین۔ کیا وہ کچھ کہہ رہا ہے؟ ہان وہ بہ منت باد صبا سے کہہ رہا ہے کہ "اے صبا میرے وطن کی طرف تیرا گذر ہو تو میرے دوستون کو میرا اخیری سلام پہونچانا۔ اُنسے کہنا کہ تمہارا بہت انتظار کرتا رہا مگر آہ تم نہ آئے۔ گو تمہاری خیالی صورتون سے مین بغلگیر ہو لیا مگر تسکین نہ ہوئی۔ دنیا اور اُسکی

مسرتین تمہین مبارک۔ مجھے دعاے خیر سے نہ بھولنا۔ اے صبا اگر تو میرے ننھے بچون سے ملے تو اُنکے نازک رُخسار کے بوسے لینا۔ اُنکی زلف مشکین سے لپٹکر کہنا کہ میرے پیارے بچو مرتے مرتے بھی تمہارا باپ تمہاری یاد نہ بھولا۔ خدا تمہاری خبر لیگا جو اپنی تمام مخلوقات کو پالتا ہے، جسکا رحم سارے عالم پر سایہ فگن ہے۔ میرا آخری سلام میرے پیارے بھائی بہنون اور کل عزیز و اقارب اور دوستون کو پہونچا نا دیکھو بھول نہ جانا۔"

یہ کہتے کہتے اُسکی آنکھین بند ہوگئین، موت کا پسینہ آگیا، روح جسم سے رخصت ہوگئی۔ آہ! وہ مرحوم دفن بھی کیا گیا تو ایسے مقام پر جہان اُسکی دلبستگی کے لئے دو چار قبرین بھی نہین صحرا کی خاک اُڑا اُڑا کر اُسکی قبر پر پڑ رہی ہے۔ امیدین قبر سے لپٹ کر زار و قطار رو رہی ہین۔ صحرا نے تو البتہ ہمدردی کی ہے کہ دو چار خشک پتے اور کچھ کمہلائے ہوئے پھول اُسکی قبر پر چڑھا دئے ہین، ورنہ کیسی شمع اور کیسی چادر ؎

بر مزار ما غریبان نے چراغے نے گلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

اب ذرا میری خاطر سے اس باغ مین چلئے دیکھئے کیا بہار پر ہے۔ پھول کیسے کھلے ہوئے ہین۔ نہرین جاری ہین فوّارے چھوٹ رہے ہین، ہوا کیسی ٹھنڈی اور صحت بخش ہے۔ کہین گل و بُلبل مین راز و نیاز کی باتین ہو رہی ہین کہین خوش الحان طائر چہچہہ زن ہین۔ کسی طرف گلاب کے تختون کی بہار ہے۔ کہین نسرین و یاسمن کے پھول دل چھینے لیتے ہین۔ گلچین کے دامن پر ہزارون باغ کی بہار نثار ہین۔ مگر ہاے یہ کیفیت بھی چند روزہ ہے۔ موت کے جور پسند ہاتھون سے یہ چیزین بھی نہین بچین۔ اسی باغ کو موسم خزان مین جاکر دیکھئے تو ایک عجب اُداس اور ابتر حالت مین پائیے گا۔ دیکھئے رخصت بہار کا زمانہ آگیا ہے۔ سارے درخت خشک ہوگئے ہین۔ موسم خزان کی پریشان ہوا نے خشک پتون اور مرجھائے ہوئے پھولون پر اتنا رحم بھی نہ کیا کہ انھین باغ مین رہنے دے۔ بلبلین بھی پھولون کے ساتھ کسیطرف کو اُڑ گئین ہین۔ سبزہ بالکل جل گیا ہے۔ ہوا نہایت ہی گرم اور پریشان چل رہی ہے۔ وہی باغ جسمین جانورون کی چہکار سے کان بھر جاتے تھے شہر خموشان کا نمونہ ہوگیا ہے۔ ہاے یہان کی یہی خزان رسیدہ چیزین جب بہار پر تھین تو انسے کیسا دل بہلتا تھا۔ اب انھین کوئی نظر اُٹھا کر نہین دیکھتا۔ غمزدہ باغبان ایک گوشہ مین زانوے حسرت پر سر رکھے چپ بیٹھا ہے، باغ کی یہ حالت جسکی ہر ایک چیز سے دنیا کی بے ثباتی ظاہر ہو رہی ہے دیکھی نہین جاتی۔ اس باغ کی بہار جب اسے یاد آجاتی ہے تو بیاختیار آنسو پھوٹ نکلتے ہین۔ وہ ٹھنڈی سانسین بھر بھر کر کہتا ہے کہ آہ! دنیا کی کسی شے کو ثبات نہین، انقلاب اسکی خاص صفت ہے۔

اب ذرا اسطرف توجہ فرمائیے۔ دیکھئے! ماں باپ نے اپنے پیارے اکلوتے بیٹے کو محنت و مشقت سے پال پوس کر جوان کیا ہے۔ اُسکی شادی خانہ آبادی کی فکر مین ہین۔ راتین چین سے کٹتی ہین۔ دن عیش و عشرت مین بسر ہوتے ہین، تمنائین ہین کہ اُنکا کوئی حساب نہین۔ کل یہ کرنا ہے اور آج یہ کرینگے۔ اس قسم کے جوش بھرے خیالات اُسکے دل مین پیدا ہوتے رہتے ہین۔

ایسا کوئی خیال اُسکے گرد نہین پھٹکتا جو اُسکے حوصلون

کو پست کر دے - اسکی عمر کی ہر ساعت ایک نئی تمنا پیش کرتی ہے جسے وہ چھپا چھپا کر خانۂ دل مین رکھتا جاتا ہے - گویا اُسنے ایک دلکشا باغ مین قدم رکھا ہے جسکے رنگ رنگ کے پھول وہ توڑنا چاہتا ہے - وہ خلش خار سے واقف نہ تھا - آہ او فتنۂ موت نے اُسے اپنے آغوش مین لے لیا - اسکی ساری امیدین اور آرزوئین تباہ و برباد ہوگئین - اس مختصر زمانہ مین وہ کسی کام کو انجام نہ دے سکا - اسنے دنیا کی بہار کچھ نہ دیکھی اُسکی بیوقت موت پر افسوس ہے - اُسکی روح عجب کشمکش مین ہے، آہ! وہ عجیب حسرت بھری نگاہون سے لوگون کو دیکھ رہا ہے - گو وہ اپنی زبان سے کچھ نہ کہہ سکا - مگر اسی خاموشی مین وہ سب کہہ گیا ؎

پھول تو کچھ دن بہارِ جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچون پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

عابد حسین

# انتخاب دیوان میرحسن (قلمی)

مرحوم لسان العصر کے جولائی نمبر مین میرحسن کے دیوان کا انتخاب شائع ہوا تھا - حال مین مجھے ایک کرمفرمانے قلمی دیوان میرحسن کا دکھلایا جو حیدرآباد کے ایک قدیم امیر کے کتب خانہ مین بہت احتیاط سے محفوظ رکھا گیا ہے - چند اشعار اسمین سے انتخاب کرنیکا بھی موقع ملا جو مین ادیب مین لکھتا ہون - اس کلام مین اور اُس انتخاب مین جو لسان العصر مین شائع ہوا ہے بہت فرق ہے - کیا عجب ہے کہ یہ انتخاب میرحسن کی آخری اور لکھی ہوئی شاعری ہو - غرض جسقدر ہے دلآویز ہے تغزل بہت خوب ہے - ناظرین ملاحظہ فرمائین -

## غزل

ایک دل بس ہے جان کھونے کو — کیا پڑی ہے خراب ہونے کو
غم کے کھانے کو بیٹھتا ہون اب — پانی لا میرے ہاتھ دھونے کو
کچھ نہ سمجھا سیاہ اور سفید — دل دیا سانولے سلونے کو
مجھپہ جھنجھلا کے یون لگا کہنے — کیا کہون تیرے غصہ ہونے کو
منہ پہ آنسو دھرے ہی رہتے ہین — آگ لگجائے ایسے رونے کو
بس حسن چونچلے نہ کر اُٹھ جا — بیٹھ مت میرا گھر ڈبونے کو

...

پابند ہین گیسو کے زلفون کے حوالے ہین — رسوائیون نے اپنے کیا پاؤن نکالے ہین

...

کیا اب کے بھی جاؤگے چلے چپکے ہی چپکے — ایک بات تو سُن جاؤ بھلا اور نہین تو

...

رہنے نہ دیکا اُس بن یہ دل کو ایکدم بھی — کیون اُٹھکر ہم اپنا کھودین عبث بھرم بھی
کھا تو قسم کہ پھر بھی آونگا گو نہ آ پھر — بخشے ہے دلکو تسکین جھوٹی تری قسم بھی

...

مین کہا جی لیا مرا کس نے — ہنس کے کہنے لگا کہ جی ہمنے

...

چشم بد دور تیری آنکھون مین — نشہ ہے یا خمار ہے کیا ہے
غصہ مین جوش مارا جو دریائے حسن نے — جلوے مزاکتون کے پسینہ پر آرہے

سید امین الحسن

## کلامِ شوکت

غیر از بقا نشانِ فنا دل نشین نہ ہو
جز لامکاں ہوائے مکاں کو مکیں نہ ہو

کیوں دل سے ہر نگاہ میں منزل گزیں نہ ہو
یعنی وہ جلوہ کیا کہ کہیں ہو کہیں نہ ہو

کٹتے ہیں ہاتھ حرص کے بشکلِ لب افسوس
نخلِ طلسمِ دہر سے تو میوہ چیں نہ ہو

گر کچھ بھی قرب منزلِ عرفاں کا پاس ہے
غیر از نفس تو نفس سے ہرگز قریں نہ ہو

ہو محوِ سیرِ جنت نظارۂ جمال
پُتلی وہ کیا ہے آنکھ کی جو حور عیں نہ ہو

عرفانِ حق کا عقل سے ہے اوستاد آ
کُنجی ہے میخ قفل درِ آہنیں نہ ہو

آلودہ کر نہ لب سخنِ زشت و ترش سے
اتنک جو انگبیں ہے وہ سرکنگبیں نہ ہو

تن پروران خاک سے ہے روح کو یقیں
آماجگاہ طعنۂ گردون زمیں نہ ہو

لے عندلیب کیا سبق حرفِ فنا
اوراقِ گل کی گر حرکت کے خزیں نہ ہو

عیش ابد نتیجۂ کردار نیک ہے
کہتے ہیں جسکو گلشن جنت جنیں نہ ہو

پھیلا کے پاؤں سوتے ہیں زندگی کے بعد
تم چرخ کی حریف لحد کی زمیں نہ ہو

ہیں برجبیں رسا ہے کیوں نقش بوریا
ڈر ہے خراب سجدۂ طاعت زمیں نہ ہو

حاصل ہے اسکو خلد حیاتِ ابد کی سیر
پابندِ غم اسیر شہور و سنین نہ ہو

تھا نجد میں سوال یہ لیلیٰ سے قیس کا
محمل نشیں وہ کیوں ہے جو محفل نشیں نہ ہو

بادِ صبا حریف ہے مشتِ غبار کی
نقشِ خرامِ ناز تو چیں بر جبیں نہ ہو

ہوتے ہیں کامیاب بد و نیک کے طفیل
کب وصل حور عیں ہو جو شیطاں لعیں نہ ہو

گھس جائے تار بن کے بلا سے ہوں سو لقا
روتا نگاہ کا ہے اگر دوربیں نہ ہو

کم ہیں نگاہ ناز نہیں کم رقیب سے
اے لاغری خدا کے لئے نازنیں نہ ہو

الیاس بھی ہو کوئی تو شوکت ہو یاس کیسے
جبتک کہ اتباع شہ یاد سیں نہ ہو

## یادگارِ سرور

(منشی درگا سہائے صاحب سرور جہان آبادی مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام)

سر پٹکتی ہے بیکسی دل کی
تو نے ظالم خبر نہ لی دل کی

چیخنا، سر کو پیٹنا، رونا
ساری باتیں ہیں یہ اسی دل کی

وہ بھی پہچانتے نہیں افسوس
کیا بُری شکل ہو گئی دل کی

اُنکے پہلو سے چلدیا اُٹھکر
نہ گئی ہائے بیخودی دل کی

میرے خط کا جواب کیا لایا
نامہ بر! کچھ خبر ملی دل کی

چٹکیوں میں مسل کے پھینکدیا
تمنے پوچھی نہ بات بھی دل کی

دیکے چھینٹے نہ تم نے اے اشکو!
نہ بجھائی کبھی لگی دل کی

درد اُٹھ اُٹھ کے کہہ رہا ہے سرور
مجھسے اُٹھتی نہیں کڑی دل کی

—+—

فقیروں پہ اپنے کرم اک ذرا کر
ترے در پہ بیٹھے ہیں صوفی رما کر

گسائیں ہیں ہم برج کے رہنے والے
ذرا اے شہ حسن ادھر دیکھ آکر

بہت دیر سے در پہ سادھو کھڑا ہیں
فقیروں پہ آتا دیا کر دیا کر

پھرے تیری نگری میں ہم تیرے کارن
جگایا الکھ ہمنے دھونی رما کر

نہیں ہمکو خواہش کسی اور شے کی
ہمیں اپنے جوبن کا صدقہ عطا کر

سرور انکی نگری میں سو سو پھرے ہم
فقیرانہ بھیس اپنا آخر بنا کر

—+—

بخدا عشق کا آزار برا ہوتا ہے
روگ چاہت کا برا پیار برا ہوتا ہے

جاں پہ آبنتی ہے جب کوئی حسیں بنتا ہے
ہائے معشوق طرحدار برا ہوتا ہے

یہ وہ کانٹا ہے نکلتا نہیں چبھ کر دل سے
خلشِ عشق کا آزار برا ہوتا ہے

لوٹ پڑتا ہے فلک سر پہ شب فرقت مین　　شکوۂ چرخ ستمگار بُرا ہوتا ہے
آہی جاتی ہے حسینون پہ طبیعت ناصح　　سچ تو یہ ہے کہ دلِ زار بُرا ہوتا ہے

—+—

تمام شب مین رہا انتظار مین بیدار　　حضور خواب مین آئینگے یہ خیال وہ تھا
سوال وصل پر آپ اتنا روٹھ جائینگے　　تمھارے سر کی قسم یہ مجھے خیال نہ تھا

—+—

خطا ہوگئی ہے گنہگار ہون　　جو چاہو سزا دو سزاوار ہون
بُرا ہو ترا عشق خانہ خراب　　کہ مین تیرے ہاتھونسے بیزار ہون
مری آرزوؤن کا خون ہوگیا　　یہ کسکا مین یارب اد دلِ زار ہون

مدادا نہین میرے دکھ کا سرور
مین اب ایسے جینے سے بیزار ہون

## پھول

کبھی یہ پھول بنے گلعذارون کا زیور　　کبھی یہ تختۂ تابوت پر ہین جلوہ گر
کسیکے پھولون مین کام آئے بنکے داغ جگر　　کسی غریب کی تربت پہ گہہ بنے چادر
مشام جان ہے معطر کبھی تو نکہت سے　　تو گاہ ہوتا ہے دوران گلونسے دردسر
کبھی بنے سر نوشاہ پر گل حسرت　　برائی ان سے گہہ اُمید مادر اور پدر
کبھی حسینون کا بنتے ہین یہ گلے کا ہار　　کبھی ہین پہلوئے نمین سیج پر یہ تا بسحر
کبھی ہے باغ مین اور گہہ چمن پہ اپنے بہار　　کبھی سید پہ ہین سبزے کا گہہ بنے بستر
کبھی یہ ڈالیون مین خوشنما دکھائی دئیے　　کبھی یہ دھوپ سے گر گر پڑے ہین مرجھا کر
کبھی تو شوق سے گلچین لیے ہے دامن مین　　کبھی زمین پہ کھاتے ہین ہر طرف ٹھوکر
کسی نے شوق مین کپڑے بسا ہین اپنے　　کسی نے انکا عرق کھینچا جوش دے دے کر
کبھی ہین بلبلین انپر نثار اور قمری　　کبھی نثار یہ ہوتے ہین خود حسینون پر
کبھی تو کرتا ہے ہر وقت باغبان محنت　　کبھی ہے بلبلِ نالان خود انپہ چشم تر
کبھی ہین ڈالیان مست آمد و رفت شتاق　　کبھی یہ پھول درس سے بندھے ہوئے ہین مگر
ہوا ہے باغ جہان یک بیک بدل جو گئی　　جو گل کھلے نہ تھے کلیین کو ہو گئے دو بھر
یہی دو رنگیِ لیل و نہار دنیا ہے　　کہ ایک حال سے ہوتی نہین کسیکی بسر
صدائے خندۂ ہر گل یہ صاف آتی ہے　　ہمین تھا خوب جو پھولون سے بنتے ہم پتھر
غرضکہ باغ جہان مین ہر ایک شاکی ہے　　ہوا اس مین غنچہ کہ گل ہو ثمر ہو یا کہ شجر

یہ جانتے کہ جو چُن چُن کے ہمکو توڑینگے
تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

**ماہ** عظیم آبادی

## غزل

(از پنڈت بشن نرائن صاحب ودر بیرسٹرایٹ لا لکھنؤ)

فدا ہین جان و دل اس مایۂ عصمت کے جوبن پر
پڑھین حوران جنت بھی نماز ین جسکے دامن پر
ہمارا دل ہے پروانہ کسیکے روئے روشن پر
کہو برقِ تجلی سے گرے وادی ایمن پر
وہی ٹھنڈی ہوائین ہین وہی سبزہ کا عالم ہے
کرم ہے ابر باران کا وہی صحرا و گلشن پر
ابھی شیشے مین کچھ مے ہے ابھی اے ابر برسے جا
ابھی زہد و ورع کے داغ کچھ باقی ہین دامن پر
دعا سے میرے بارانِ بہاری کب برستا ہے
مگر ہان اوس پڑ جاتی ہے اکثر میرے گلشن پر
کوئی طفلِ یتیم آغوش مادر سے جو چھٹتا ہے
ہماری آنکھ سے آنسو ٹپک پڑتے ہین دامن پر
حمائل دست رندان ہین پڑے ہین ہار پھولونکے
گلوے یار کا عالم ہے ہر شیشے کی گردن پر

جلا کرتی ہے جسکے انجمن مین شمع کافوری
جلاتے ہین چراغ اب آکے جگنو انکے مدفن پر
مٹے بن بن کے نقشے ہین یہان کن کن حسینونکے
عبث نازان ہین تصویرین دو دو روزہ رنگ روغن پر
اُٹھاؤن منت بیگانہ تاب اتنی کہان مجھکو
بہت ہے آشنا کا بار احسان میری گردن پر
زبون بختی یہ ہے چھپر جو چھاؤن ابر باران سے
یقین ہے آسمان سے آگ برسے میرے خرمن پر
چمن والون کا اور وہ نہ آب جو کا پروردہ
مین ہون وہ سبزۂ خودرو جو ہو دیوار گلشن پر
دم باران رحمت کیا سیہ ستون نے بدعت کی
شراب اتنی اُڑائی دھبے پڑے بادل کے دامن پر
نہ رو تو آبرو تم لیکن بقول حضرت آتش
ہمارے شعر کا انصاف ہے انصاف دشمن پر

## مسدس

یون غرق بحر آب تو ہونا نہ چاہیے — زندون کو خواب مرگ مین سونا نہ چاہیے
کشتی قوم سوکے ڈبونا نہ چاہیے — وقت عزیز ہاتھ سے کھونا نہ چاہیے
جاگو کہ اب بھی وقت ہے باقی فلاح کا
جاتا رہے نہ یہ بھی زمانہ صلاح کا

سوچو تو غور کرکے ذرا خواب کا مآل — انسان کو ضرور ہے انجام کا خیال
دیکھو تو آنکھ کھول کے اپنا شکستہ حال — شرماؤ دیکھ کر بخدا حال پر ملال
دن ڈھل گیا ہے آمد ظلمات شام ہے
اب بھی جو تم نہ جاگو عجب کا مقام ہے

چھوڑو وہی خانہ جنگی بے سود کو کہین — آپس مین ایک دوسرے پہ ہو نہ نکتہ چین
اس جنگ باہمی سے تو کچھ فائدہ نہین — حاصل نہ اسمین منفعت دہر نفع دین
یہ وہ مرض ہے جس سے کہ عاجز طبیب ہو
یہ وہ مرض ہے جس سے نہ صحت نصیب ہو

وہ شمع بزم اہل صفا مایۂ وقار — وہ ماہ آسمان وفا جان افتخار
وہ مہر برج عز و شرف فخر روزگار — اسلام جسکا نام جہان مین تھا چمکا
ہے معرض زوال مین جاگو خبر تو لو
جو کام کرنے آئے ہین وہ کام کر تو لو

رشک و نفاق و بغض و حسد کینہ و دغا — کذب و غرور و فتنہ و مکاری و ریا
بخل و فساد و غیبت و بے مہری و جفا — غمازی و جہالت و خود بینی و ہوا
جبتک دلون سے دور نہ ہو یہ صفات زشت
سرسبز حشر تک بھی نہ ہو گی ہماری کشت

جب تک نہ اتحاد پہ باندھینگے ہم کمر — جبتک نہ میل جول ہو باہم بیکدگر
جبتک نہ جانے عیب تو عیب اور ہنر ہنر — جبتک نہ ہم برائیون سے ہون نہ با خبر
دیکھینگے حشر تک بھی نہ صورت کمال کی
ہرگز نہ ہم سے جائیگی نکبت زوال کی

نا امید ہون خدا کے کرم سے یہ بات کیا — صادر ہوئی ہین گو کہ خطائین ہزار ہا
رحمان اسم پاک ہے شوکت رحیم کا — وہ چاہے گر بھلا تو ہو یکدم مین سب بھلا
اُسکا جو حکم ہو تو اُسی دن نصیب ہو
نادم عدو ہو اور پشیمان رقیب ہو

**شوکت**

## رباعی

اے بود کو نابود بنانے والے — اے نیست کو ہست کر دکھانے والے
کچھ پا نہ سکے بھید تیری قدرت کا — ڈھونڈا ہی کئے سارے زمانے والے

**افسر (میرٹھی)**

# گفتگو

کرتی ہے عیب و ہنر کو آشکارا گفتگو　　جوہر انساں کا ہے آئینہ گویا گفتگو
جس سے کھنچ جائے مخاطب ہے وہ بیجا گفتگو　　جو نہ کھینچے دل کو سامع کے تو وہ کیا گفتگو
آفتیں لاتی ہے سر پر بے سر و پا گفتگو　　سر اُٹھاؤ تو دکھا دیتی ہے نیچا گفتگو
خامشی بہتر نہ ہر جا ہے نہ اصلا گفتگو　　ہے بجا رسوا جو کر دے تجھکو بیجا گفتگو
غور پہلے کرتے ہیں بعد اسکے دانا گفتگو　　تا نہ آفت میں پھنسا دے بے محابا گفتگو
بندہ نافرماں کرے گر تلخ آقا گفتگو　　دوست کو کرتی ہے دشمن ناگوارا گفتگو
جاہلوں میں جنگ کی جب ہو کسی جا گفتگو　　جہل سے لاتی ہے دیکھو رنگ کیا کیا گفتگو
جاہلِ عاجز کو خاموشی بناتی ہے عزیز　　عالم مغرور کو کرتی ہے رسوا گفتگو
من سکت پر ہے عمل اپنا کہ حاصل ہو نجات　　فتنہ کر دیتی ہے برپا بے محابا گفتگو
جب چٹکتی ہے کلی تو صاف آتی ہے صدا　　ہے گل راحت خموشی خار ایذا گفتگو
ہو نہ سامع کو تنفر ہو مخاطب کو نہ رنج　　زہر سے چلا کے تم کرنا نہ حاشا گفتگو
غیر کو ہوگی غلط فہمی کہو گے تم غلط　　بات بے سمجھے ہوئے ہرگز نہ کرنا گفتگو
جاتی ہے نخوت سے عزت آزمایا بارہا　　کر نہ خود آرا درشتی سے خدارا گفتگو
بات کرنا چاہئے سب سے علیٰ قدر عقول　　کیجئے فہم مخاطب سے نہ بالا گفتگو
عرض مطلب میں رکھو ہر جا خیالِ اختصار　　بار خاطر بارہا ہوتی ہے بیجا گفتگو
ناک بھوں بیہم چڑھانا منہ بنانا غیظ میں　　داخلِ تہذیب کب ہے یہ سراپا گفتگو
اے خود آرا دل بدست آور کہ حج اکبر است　　جس سے دل کو رنج پہونچے وہ بھی ہے کیا گفتگو
گفتگو سے پیشتر لینا اجازت ہے ضرور　　تا مخاطب سے کرے تو بے محابا گفتگو
چاہئے تمکو مخاطب کے مراتب کا لحاظ　　سوچ لو پہلے ہی کرنا چاہئے کیا گفتگو
ہو جو دل برداشتہ محفل تو خاموشی ہے خوب　　جب توجہ ہو نہ سامع کو ہے بیجا گفتگو
بات ہو اک تیر جستہ اور لب قائل کمان　　اور دل سامع ہدف ہو جب ہے زیبا گفتگو
جھوٹ سچ کو مان لینگے آپ کی خاطر دوست　　چاہئے تو یہ کریں تسلیم اعدا گفتگو
بات کہنا کان میں ہرگز نہیں زیبا بہ محفلیں　　مجمع اغیار میں کر دیگی رسوا گفتگو
صدمہ و ذلت میں دیکھو مبتلا ہو جاؤگے　　نامناسب ہے تمھیں چھپ چھپ کے سننا گفتگو
حرف شیریں سے زبان کو آشنا کرتے رہو　　صلح کل کی لب پہ ہو جائیگی پیدا گفتگو
بات وہ تم کیوں کہو جسکا نہ ہو تمکو یقین　　چاہئے ڈرتے رہو کر دے نہ رسوا گفتگو
باتیں دو شخصوں میں ہوتی ہوں تو خاموش رہو　　دخل در معقول اے جاہل ہے بیجا گفتگو
ہو جو شیرینی و نرمی و فصاحت بات میں　　سننے والے کو بنا لے کیوں نہ شیدا گفتگو
غیر پر راز اپنا افشا کرتے ہیں ناداں ہی　　ایسی بے پردہ نہیں کرتے ہیں دانا گفتگو
ہو نہ جب کچھ نفع دشتنا کہ خبریں کیوں کہو　　دل میں لوگوں کے کرے نفرت نہ پیدا گفتگو
تم کو بھی پہونچے گا پہونچاؤ ضرر جو غیر کو　　چپ رہو تا کہ نہ دے نقصان کسی کا گفتگو
کان دو ہیں اور زبان ہے ایک یہ کیوں اسلئے　　سننا تم دو بار تو اک بار کرنا گفتگو
روک لینا چاہئے وقت غضب تمکو زبان　　ورنہ نکلے گی دہن سے بے تحاشا گفتگو
افترا و تہمت و غیبت کا ہے انجام بد　　یہ نصیحت ہے کچھ اسمیں تم نہ کرنا گفتگو

خامشی کے فائدے دیکھے بہت ہیں نے وحقین
کیجئے بیجا تو کر دیتی ہے رسوا گفتگو

**سید غلام مصطفیٰ دہلوی**

# کلام عارف لکھنوی

نہیں ہے سرخ دوپٹہ یہ فرق دلبر پر　　چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا سر پر
وہ جلد آئینگے یا دیر میں خدا جانے　　میں گل بچھاؤں کہ کلیاں بچھاؤں بستر پر
نئی خوشی ہے کہ قاتل لقب ہو عالم میں　　کہو تو ہاتھ بھی رکھا نہ جائے خنجر پر
جو دیکھتا ہے مجھے آہ بھر کے کہتا ہے　　کہ اختیار کسی کا نہیں مقدر پر

جو ناشناس جفا تھے وہ سمجھے خندہ برق
ہنسی فلک کو جو آئی میرے مقدر پر

کب تسلی کو مری کافی ترا دیدار ہے　　درد جب حد سے زیادہ ہو دوا بیکار ہے
ظلم صیاد تو ایسی کوئی بیداد نہیں　　یہ ستم ہے کہ مجھے عادت فریاد نہیں

## دمِ واپسین

آہ کیسا ہے وقت دردانگیز　کیسا نظارہ ہے یہ رقت خیز
اُف ہے کیسا یہ دلخراش سمان　عالمِ نزع مین ہے ایک جوان
اک طرف دوست وآشنا ہین کھڑے　اک طرف غم مین اقربا ہین کھڑے
اک عجب خامشی کا عالم ہے　جسکو دیکھو وہ چشم پُرنم ہے
کوئی فکرِ دوا مین ہے مصروف　کوئی دل سے دعا مین ہے مصروف
سرنگون اک طرف طبیب کھڑے　سب ہین بیمار کے قریب کھڑے
آہ اب اُس مریض کی حالت　ہوگئی اور بھی ردی حالت
رخ کی رنگت بھی اب بدلنے لگی　نبض بھی ابتو سُست چلنے لگی
اور حالت بگڑ گئی دیکھو　سانس بھی اب اُکھڑ گئی دیکھو
کھلتی ہے اب زبان بھی دقت سے　دیکھو آنکھین بھی لگ گئین چھت سے
ایک بچّی بھی ہے قریب کھڑی　متحیّر وہ بدنصیب کھڑی
دیکھکر سب کے مُنہ پہ رنج وملال　کچھ نہ سمجھی کہ کیا ہے باپ کا حال
دیکھا جب سب کو چُپ کھڑے ہین اداس　دوڑی اندر گئی وہ مان کے پاس
غمزدہ مان بھی سر جھکائے ہوئے　اشک آنکھون مین ڈبڈبائے ہوئے
کیسی حالت بنائے بیٹھی ہے　لو خدا سے لگائے بیٹھی ہے
آہ معصوم بچّی نے جاکر　کردیا مان کا اور ٹکڑے جگر
گود مین جاکے پہلے بیٹھ گئی　پھر چمٹ کر گلے سے یہہ بولی
آپ چُپ چاپ کیون ہین بیٹھی یہان　کس لئے رورہی ہین آج اماں
ابّا کمرہ مین چُپ پڑے ہین کیون　لوگ گھیرے ہوئے کھڑے ہین کیون
اور بھی لوگ آتے جاتے ہین　مرے ابّا کو کیون ستاتے ہین
چلکے کمرہ مین سب کو منع کرو　نیند آتی ہے شاید ابّا کو
اسکی اس بھولی بھالی باتون نے　دل ہلا دینے والی باتون نے
کیا کیا ہائے مان کے دل پہ اثر　کردیا اور ٹکڑے ٹکڑے جگر
دل مین سمجھی کہ اب ہے حالت غیر　چیخ اُٹھی کہ ہوالہی خیر
حال اب کیا کرون رقم آگے
اب تو چلتا نہین قلم آگے

انجم

## نوحہ وفات حضرت کمال لکھنوی

آہ اے چرخِ ستم پیشہ یہ کس تقصیر پر　آفتین ڈھاتا ہے تو ہردم میانِ لکھنو
خوب ہی صورت نکالی ہے یہ تو نے ظلم کی　غم کے پتلے ہو رہے ہین ساکنانِ لکھنو
جائے شادی ہر محلّے مین ہے اک ماتم بپا　خانۂ رنج والم ہے ہر مکانِ لکھنو
رشک سے تو ہوگیا ہے دشمنِ اہلِ کمال　رل رہی ہے خاک مین سب آن بانِ لکھنو
بھولنے پایا نہ تھا رنج وغم مرگِ جلال　محوِ افغان تھے ابھی پیر و جوانِ لکھنو
نام نامی جنکا دنیا بھر مین روشن ہو چکا　تھے جو مشہور آفتابِ آسمانِ لکھنو
چین اسپر بھی نہ آیا۔ پھر دیا اک تازہ زخم　پھر ہوئی سینے مین بسمل آہ جانِ لکھنو
بُجھ گیا یعنی چراغِ زندگانیِ کمال　ہوگئی بے نور بزم شاعرانِ لکھنو
شاعری پہ جسکی سحر سامری بھی تھا فدا　جسپہ نازان تھے بہت جادو بیانِ لکھنو
روزمرہ کا مزہ تھا جسکے دم سے سربسر　جسکے حصّے مین ازل سے تھی زبانِ لکھنو
جسکی رنگینیِ مضمون گل کھلاتی تھی نئے　جسکے باعث سے ہرا تھا بوستانِ لکھنو
وہ رنگیلے شعر صورت دار وہ تصویر نظم　وصف سُنکر جسکے قربان ہین بتانِ لکھنو
فکر دُنیا اُنکو لیجائے میانِ رامپور　ہوگئے مجبور آخر قدر دانِ لکھنو
یہ قیامت اُسپہ غربت مین اجل بھی آگئی　پھر گیا ایسا نصیب ساکنانِ لکھنو
یہ وہ غم ہے یاد کرکے رو ئینگے اہلِ کمال　جب تلک دنیا مین ہے نام و نشانِ لکھنو
خیر جو قسمت مین لکھا تھا ہوا وہ اے محب　اب دعا کرتے ہین ہم حق سے میانِ لکھنو
یادگارِ زندگانی ہے جو تصنیفِ کمال　دلکو بہلائین اسی سے نکتہ دانِ لکھنو
حشر کے دن سایۂ رحمت رہے مرحوم پر　مانگتے ہین یہ دعا باشندگانِ لکھنو

محب (دریاآبادی)

## غزل

(از سید محمد مصطفیٰ مرزا عرف پیارے صاحب رشید لکھنوی)

شبہ ہے تمکو کہاں ٹوٹتے تھے تارے رات کو — دمبدم آنسو ٹپکتے تھے ہمارے رات کو
آپنے پوچھا نہ جان و دل جگر کی خبر — دردِ فرقت مین نرگس کسکو پکارے رات کو
کین وہ بعدِ وصل باتین بڑھ گیا پھر شوقِ وصل — ہین وہی نکلے تھے جو ارمان سارے رات کو
دل جگر لینے پھر آئے صبح کو کہتے ہوئے — رہ گئے بستر پہ دو موتی ہمارے رات کو
آپ آرائش بھی کرتے ہین موافق وقت کے — دن کو منہ دھویا گیا گیسو سنوارے رات کو
ڈھونڈتے پھرتے ہین دل کو صبح سے آج اے رشید
دلربا تھا ایک پہلو مین ہمارے رات کو

## کیا کرتے کیا نکرتے

تھوڑی سی زندگی مین کیا کرتے کیا نکرتے — اس دورِ سرسری مین کیا کرتے کیا نکرتے
ہستی مین آج آئے کل جائینگے عدم کو — ایسی رواروی مین کیا کرتے کیا نکرتے
جب موت زندگی کے جھگڑے مین مر گئے — پھر ایسی بے بسی مین کیا کرتے کیا نکرتے
ہستی نے پہلے کھینچا پھر موت نے گھسیٹا — جب تھے کشاکشی مین کیا کرتے کیا نکرتے
فکرِ معاش کا گھن دلمین لگا ہوا تھا — ہم کام زندگی مین کیا کرتے کیا نکرتے
ڈھائے ستم فلک نے آغاز ہی سے اے مہر
اس بیسوین صدی مین کیا کرتے کیا نکرتے

سکھدیو پرشاد مہر

## رباعیات

زندہ ہین تو اچھے بھی دن آئینگے کبھی — بگڑی ہوئی تقدیر بنائینگے کبھی
ہمت ہے تو دور نہین منزلِ دوست — گرتے پڑتے پہونچ ہی جائینگے کبھی

پیدا ہوئی تھین بہرِ تماشا آنکھین — بس دیکھ چکین تمام دنیا آنکھین
بچپن دیکھا، شباب و پیری دیکھی — دیکھون مجھے دکھلاتی ہین اب کیا آنکھین

مقصود ہے راحت تو بہانہ کیسا — سُننا بیکار کا فسانہ کیسا
پیری مین اجل نے بند کین ہین آنکھین — یہ صبح کے وقت نیند آنا کیسا

محشر لکھنوی

## تاریخ وفات
## حضرت کمال لکھنوی

بلبلِ گلزارِ معنی تھا کمال — نوبہارِ شاعری دکھلا گیا
مہر موزون ہے یہی سالِ وفات — اک گلِ باغِ سخن کمھلا گیا

سنہ ۱۹۱۱ء

سکھدیو پرشاد مہر

# ایڈیٹوریل

ملک مین یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ پڑھی گئی ہے کہ شمس العلماء ڈاکٹر **مولوی سید علی صاحب بلگرامی** بالقابہٗ ایم اے، ڈی لٹ، پی ایچ ڈی، بیرسٹرایٹ لا، ۳ مئی کو یکایک ہردوئی مین انتقال فرما گئے۔ شمس العلماء موصوف قوم کے ایک برگزیدہ ممبر اور اپنی بیش بہا علمی قابلیتون کے لحاظ سے فرد فرید تھے۔ ہندوستان و انگلستان اور دیگر بلاد یورپ بلکہ دنیا مین اُن کی علمی شہرت تھی، اور یقین ہے کہ اُنکی وفات کی خبر ہر جگہ نہایت رنج و افسوس کے ساتھ سُنی جائیگی۔ ہم مرحوم کے اہل خاندان کے ساتھ اُنکے رنج و غم مین شریک ہین، اور ان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہین ع

خدا بخشے بہت سی خوبیان تھین مرنیوالے مین

آیندہ نمبر مین ہم مرحوم کے حالات و تصویر ہدیۂ ناظرین کرینگے۔

---

گزشتہ فروری مین گورنمنٹ کی تحریک پر ایک تعلیمی کانفرنس الٰہ آباد مین منعقد ہوئی تھی، جسکے صدر نشین مسٹر بٹلر تھے جو گورنمنٹ ہند کے مشیر تعلیم ہین۔ اس کانفرنس مین چار یوم تک تعلیمی معاملات پر بحث ہوتی رہی۔ حال مین اسکا نتیجہ شایع ہوا ہے۔

کانفرنس مین یہ طے پایا ہے کہ دیہات مین بعد معائنہ جابجا مرکزی اسکول کھولے جائین، جنمین آس پاس کے گاؤن کے طلبا آکر تعلیم حاصل کرینگے۔ تعلیم فی الحال ابتدائی تیسری جماعت تک ہوگی، اور بعد کو رفتہ رفتہ پانچوین جماعت تک کی جائیگی۔ دیہاتی اور شہری اسکولون کی تعلیم مین زیادہ فرق نہ ہوگا۔ مذہبی اور اخلاقی تعلیم کے باب مین بہت ردو قدح ہوئی، پر چونکہ ممبران کسی ایک بات پر متفق الراے نہین ہو سکے، لہذا اسکے متعلق کوئی فیصلہ نہین ہوا۔ استادون کی تنخواہ اور اسکولون کے عمارات کے متعلق جو فیصلہ ہوا ہے، وہ نہایت اطمینان بخش ہے۔ ہم امید کرتے ہین کہ گورنمنٹ ضرور تعلیمی کانفرنس کی تجاویز پر کاربند ہوگی۔

---

حال مین آنریبل پنڈت مدن موہن مالوی نے ہندو یونیورسٹی کی اسکیم شائع فرمائی ہے۔ جسمین تعلیمی ضروریات کو نہایت وسیع پیمانہ پر پورا کرنے کی تجویز کی گئی ہے۔ یہ یونیورسٹی بنارس مین قائم ہوگی اور اسکا نام "ہندو وشو ودیالہ" یا "ہندو یونیورسٹی آف بنارس" ہوگا۔ اس یونیورسٹی کے اغراض و مقاصد یہ بتائے گئے ہین۔

ہندو شاستروں اور سنسکرت لٹریچر کے مطالعہ کی توسیع۔

تمام شاخہائے علوم و فنون کی تعلیم و تحقیقات۔

علمی، صنعتی و حرفتی تعلیم کی ترقی و اشاعت

مذہب و اخلاق کو تعلیم کا جزو لاینفک قرار دیکر نوجوانون مین اخلاقی قوت پیدا کرنا۔

جو لوگ ہندو یونیورسٹی کے پہلے ٹرسٹی چنے گئے ہین، ان مین ہندوستان کے مختلف صوبہ جات کے قابل و ذی عزت اصحاب شامل ہین جنکی تعداد ۲۱ ہے۔ یقین ہے کہ گورنمنٹ کو چارٹر عنایت فرمانے مین کچھ عذر نہو گا۔

---

ہندو یونیورسٹی کے ساتھ کس قسم کے کالج ملحق کئے جائینگے؟ مذکورہ بالا اسکیم سے واضح ہوتا ہے کہ کالجون کی تعداد حسب گنجایش سرمایہ ہوگی، مثلاً (۱) سنسکرت کالج مع صیغہ دینیات (۲) کالج آف لٹریچر (۳) کالج برائے تعلیم صنعت و حرفت (۴) زراعتی کالج (۵) کالج برائے تعلیم تجارت و ملک داری (۶) آیورویدک کالج، جسمین طب جدیدہ کی بھی تعلیم ہوگی (۷) کالج فنون نفیسہ۔

---

حال مین جو مردم شماری ہوئی تھی، اُسکا یہ نتیجہ نکالا ہے کہ تمام ہندوستان کی آبادی ۳۱ کرور ۵۰ لاکھ ایک ہزار ۹۹۔ آدمی ہین۔ برٹش عملداری کے اندر ۲۴ کرور ۱۴ لاکھ ۲۷ ہزار تین سو ا۷ ہے، اور دیسی ریاستون مین ۷ کرور ۸ لاکھ ۲۸ ہزار سات سو اٹھائیس آدمی ہین۔ خیال کیا جاتا تھا کہ شاید اس مردم شماری مین ہندوستان کی آبادی کم نکلیگی، لیکن خلاف اُمید تمام ملک کی آبادی مین بمقابلہ سنہ ۱۹۰۱ء ۷ فیصدی کی بیشی ہوتی ہے، یعنی دو کرور ۶ لاکھ ۴۰ ہزار ۳۴ نفر کی آبادی کا اضافہ ہوا ہے۔ اسمین برٹش عملداری مین ایک کرور ۲۵ لاکھ ۷۴ ہزار پانچسو ۴۶ اور دیسی ریاستون مین ۸۰ لاکھ ۹۲ ہزار چارسو ۷۹ کی تعداد بڑھی ہے۔ گو ممکن ہے کہ مکمل نقشون کی جانچ سے کچھ تفاوت نکلے، مگر سر دست یہ تخمینہ بہت صحیح معلوم ہوا ہے۔

---

ہواخواہان اُردو یہ سُنکر خوش ہونگے کہ ریڈ کرسچین کالج لکھنؤ مین اُردو مختصر نویسی کا جو طریقہ جاری کیا گیا تھا، اُس مین خاطر خواہ کامیابی ہوئی ہے۔ حال مین وہان ایک جلسہ منعقد ہوا تھا جسمین اس طریقہ کی آزمایش کی گئی، اسکے طلبا ء فی منٹ ۲۰۰ لفظ بآسانی لکھ سکتے ہین۔ چنانچہ آنریبل بابو گنگا پرشاد صاحب ورما نے جو تقریر اس جلسہ مین کی تھی اُسکی رپورٹ قابل اطمینان طریقہ مین لیگئی۔ صدر جلسہ نے رائے دی کہ ہندی مختصر نویسی کا طریقہ بھی جاری کیا جائے۔

ناظرین ادیب کو اطلاع دیجاتی ہے کہ منشی نوبت رائے صاحب نظر کا ادیب سے قطع تعلق ہو گیا ہے۔ لہذا آیندہ ادیب کے متعلق کسی قسم کی خط و کتابت اُنکے ذاتی نام پر نہ کی جائے۔ ادیب کے قلمی معاونون سے بھی درخواست ہے کہ وہ بھی اسکا لحاظ رکھین۔ آیندہ صرف اس پتہ پر خط و کتابت ہونی چاہئے۔

**ایڈیٹر ادیب، انڈین پریس الٰہ آباد**

اس نمبر کی رنگین تصویر انڈین پریس کے ایک قابل مصوّر کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ یہ اُسوقت کا سین ہے جبکہ کرک شیتر کی لڑائی ہونے پر تھی، اور دریودھن اور ارجن سری کرشن جی کے پاس امداد کی غرض سے آئے ہین۔ سری کرشن مہاراج کے متعلق ہمارے مکرم جناب منشی محمد حسین صاحب نے ایک دلچسپ مضمون بھی ارسال فرمایا تھا جو اس نمبر مین شایع کیا جاتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی "رادھا کی رسوئین" کی تصویر بھی شایع کی جاتی ہے۔ اسمین رادھا جی کھانا پکا رہی ہین اور سری کرشن دریچہ مین سے جھانک رہے ہین۔ لاہور کے عجائب خانہ مین اسکی اصل موجود ہے جو ہندوستانی مصوّری کے اعلیٰ نمونون مین شمار کی جاتی ہے۔

---

خیرخواہان ادیب یہ سُنکر خوش ہونگے کہ منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) نے ادیب کی ایڈیٹری منظور کی ہے، چنانچہ آیندہ نمبر آپ کی ایڈیٹری مین شایع ہوگا۔ جناب شاکر صاحب کو لٹریری دنیا مین کافی شہرت حاصل ہے، آپکے مضامین نظم و نثر ہمیشہ مقبولیت کی نظر سے دیکھے گئے ہین۔ اُمید ہے کہ آپ کے زمانہ مین ادیب خاطر خواہ ترقی کرے گا (انشاء اللہ تعالےٰ العزیز)

**منیجر ادیب، انڈین پریس الٰہ آباد**

---

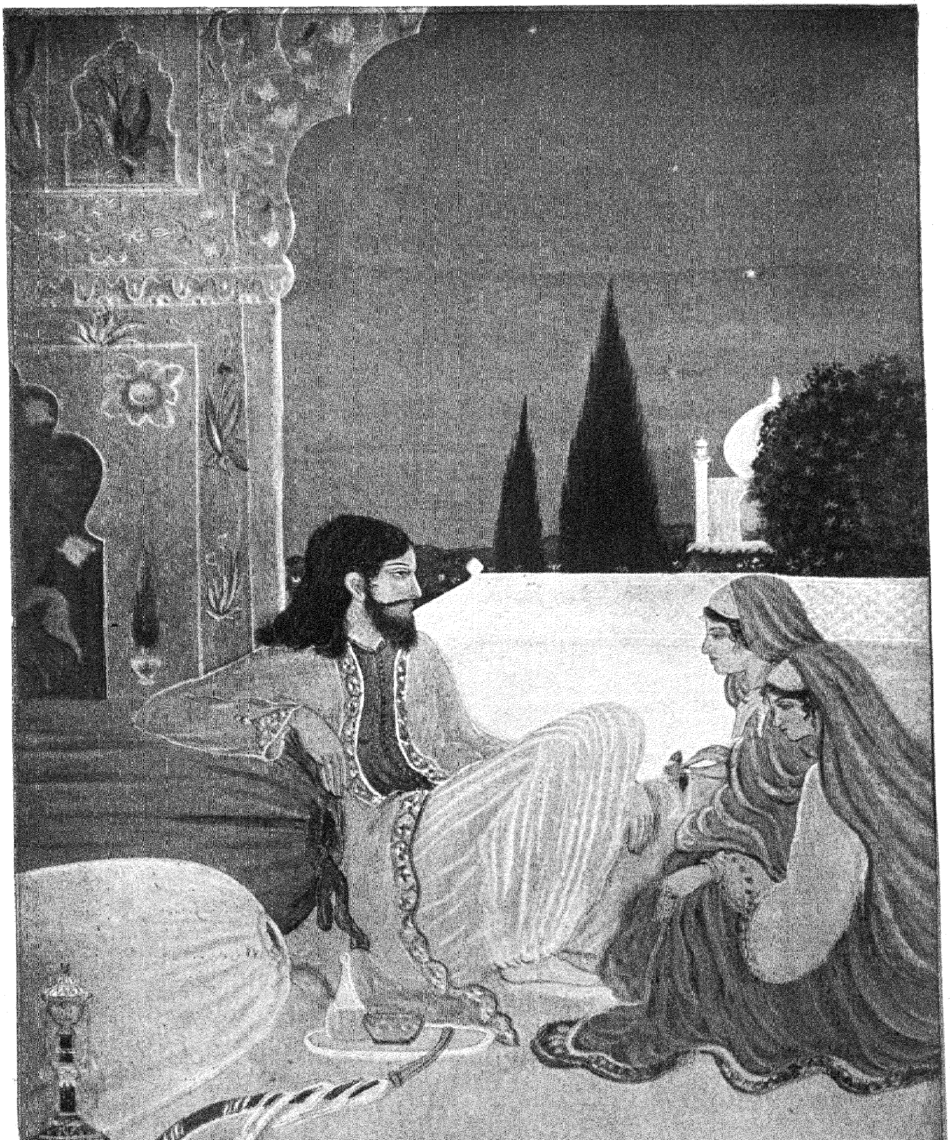


شہریار و دختران وزیر

انڈین پریس، الہ آباد

جون سنہ ۱۹۱۱ء

# ادیب

جلد ۳ — نمبر ۶

## تخت وتاج

در بار مین حضور کے چہرہ کی ہے ضیا
ملبوس زرفشان ہے تجلا ہے نور کا

بعض لوگ کہتے ہین دُنیا مین جبتک درجوں اختیارات قدرت وجبروت کی مساوات نہ ہو تب تک مخلوق یا انسانی جماعتین خوشی اور آرام سے نہین رہ سکتین اور نہ ہر ایک خلقت اپنا حق پا سکتی ہے۔ مگر یہ ایسا خیال ہے جسکی زمانہ اور زمانہ کی رفتار تائید اور تصدیق نہین کرتی۔

بیشک ہر شخص آرزومند ہے او چاہتا ہے کہ اُسکی حیثیت او حالت اوروں سے کسی صورت مین کم نہ ہو لیکن یہ بھی کوئی نہین چاہتا کہ کسی سے پیچھے رہے۔ ہر شخص دُنیا کی گھوڑ دوڑ مین آگے ہی نکلنا چاہتا ہے اور ہر شخص کی یہ خواہش ہے کہ دُنیا کی پُر رونق منڈی مین اُسکا نمبر سب سے اوپر ہو اور وہ کسی نہ کسی امتیاز سے خصوصیت دیا جاسے۔

یہ کیون ہے ؟ اسواسطے کہ انسانی فطرتون مین جو قدرت نے یہ جذبہ ودیعت کر رکھا ہے اور ہر خلقت مین اسکا جوہر پایا جاتا ہے۔ سب انسان ایک ہی طریق سے پیدا ہوتے اور مرتے ہین اور ایک ہی طریق پر اُنکا شروع اور خاتمہ ہوتا ہے لیکن پھر بھی اُنکے امتیازی درجون مین کچھ نہ کچھ فرق ہے۔ لوگ جُدا جُدا نام اسواسطے رکھتے ہین کہ ایک دوسرے سے تمیز کی جاسکے۔ اسیطرح پر درجون کے امتیازات کی بھی ضرورت ہے۔ انسان متمدنی الطبع بنایا گیا ہے اور مدنیت اسکا خاصہ ہے۔ تمدنی ضرورتین چاہتی ہین کہ درجہ بندی ہو اور سوائے درجہ بندی کے دُنیا کے کاروبار بسہولت نہین چل سکتے۔ اگر غور کیا جائے تو ثابت ہوسکے گا کہ خود انسان کا اپنا وجود ہی ان تمام ضروریات

اور امتیازات کا بین ثبوت ہے - انسان کے وجود کی ترکیب ہی ان تمام ضروریات پر روشنی ڈالتی ہے -

انسان کے جسم مین جسقدر اندرونی، بیرونی پُرزے رکھے گئے ہین یہ ظاہر کرتے ہین کہ اُنمین کیا کچھ امتیازات اور درجہ بندیان ہین - ایک ہی جسم مین سر اور پانون ہوتے ہین لیکن دونون مین جو نسبت باعتبار ضرورت و حاجت اور نزاکت کے ہے وہ پوشیدہ نہین ہے - ناک اور آنکھ قریب قریب ہین لیکن دونون مین باعتبار کام ضرورت کے بہت کچھ فرق ہے - اگرچہ سر اُس جسم مین سے ایک ہے جس مین دو پانون ہوتے ہین لیکن سر کی جو عزت اور جو احترام ہے وہ دو پانون کا نہین ہے - ناک کی وہ حالت نہین جو آنکھ کی ہے - ضمیر اور پھیپھڑے مین فرق ہے اور یہ فرق قدرت نے خود ہی رکھا ہے - آنکھ کے پھوٹنے سے روشنی اور بصارت جاتی رہتی ہے لیکن ناک کے زخمی ہونے سے بصارت مین کوئی فرق نہین آسکتا - سر کی چوٹ اور پانون کی چوٹ مین بہت کچھ فرق ہے سر کے یادت ہونے سے دماغ اور دماغی طاقتون مین ایک فتور فاش ہو جاتا ہے اور پانون کی چوٹ سے گو الم اور درد کی سختی ہوگی مگر وہ صورت جو صدمہ سر سے عارض ہوتی ہے پیدا نہین ہو سکتی - ان یا ایسے امتیازات کا قانون قدرت قدم قدم پر نشان دیتا ہے اور پھر سمجھاتا ہے کہ اسکے بغیر گزارہ نہین -

جیسے انسان کا ایک بدن اور ڈھانچہ ہوتا ہے اور اُس بدن یا ڈھانچے مین مختلف کم و بیش چھوٹے بڑے پُرزے ہوتے ہین - ایسے ہی قومون اور انسانی جماعتون کا بھی ایک بدن اور ایک ڈھانچہ ہوتا ہے اور اُسمین بھی مختلف پُرزے ہوتے ہین، کوئی کم، کوئی بیش، کوئی بڑا، کوئی چھوٹا کوئی نرم، کوئی سخت، کوئی چُست، کوئی ڈھیلا -

دنیا کی ابتدائی تاریخین اگرچہ کیسی ہی دُھندلی اور نامکمل ہون پھر بھی اُنسے بہیئت مجموعی یہ پتہ لگ سکتا ہے کہ اوپر کے اصول کے مطابق شروع ہی سے ہر قوم، ہر جگہ اور ہر گروہ مین کوئی میر قوم یا میر گروہ ہوتا چلا آیا ہے - وہ قومین جو اب تک وحشی اور جنگلی ہین اُن مین بھی اب تک یہی رسم چلی آتی ہے - ہر وحشی گروہ اور ہر وحشی فرقہ مین کوئی نہ کوئی میر قوم ہوتا ہے اور گروہ یا فرقہ کے تمام پُرزے اور تمام اجزا اُسی میر قوم کے ہاتھ کے نیچے رہتے اور بسر کرتے ہین - دُنیاوی امور مین نہین بلکہ مادّی اور روحانی امور مین بھی یہی طریقہ مرعی ہے - مختلف قومون مین اوتارون، رشیون، منیون وغیرہ کا آنا اور اُنکے ہاتھ پر لوگون کا بیعت اور اقتدا کرنا صاف طور پر اس ضرورت کا احساس کرا رہا ہے - کنبون اور گھرون مین بھی ایک صدر مجلس ہوتی ہے اور اُسی کی تجویزات پر سب فیصلے ہوتے ہین - اگرچہ دُنیا مین بادشاہتین اور حکومتین کیسے ہی مختلف اسباب کے ماتحت نشو و نما پا چکی ہون اور اُنکا شروع کیسا ہی ہو لیکن اُنکا اصول یہی تھا کہ ایک میر قوم ہو جسکے ماتحت سب افراد زندگی بسر کرین -

اگرچہ قومون اور گروہون مین سخت خونریزیان ہوتی رہین اور چند در چند نسلین تلوار و نیزہ کی نذر ہو گئین مگر آخر مین یہی فیصلہ ہوا کہ کوئی نہ کوئی میر قوم ہونا ضرور ہے - آریہ قومین جب ہندوستان مین آئین اگرچہ اُنمین بھی گروہ در گروہ تھے لیکن پھر بھی میر قوم کی اُنھین بھی ضرورت پڑی - آریہ قومون کے دوسرے فرقے اور دوسری گروہ جو یورپ کی طرف نکلے اُنکا بھی رجحان اسیطرف ہوا حالانکہ دونون کے مقاصد جداگانہ تھے اور دونون کے واسطے میدان الگ الگ عربی اور شامی

قومون نے بھی یہی روش اختیار کی۔ فارسی، چینی، جاپانی گروہون مین بھی اسی خیال نے نشو و نما پایا اور اسی مین اخیر پر کامیابی ہوئی۔ باوجودیکہ ہر شخص اسی بات کا خواہان رہا کہ وہی بادشاہ اور میر قوم بنے مگر سہرا ایک ہی کے سر بندھا اور بالاتفاق ایک ہی میر قوم بنایا گیا۔

دنیاوی رنگ مین یہ کہا جائیگا کہ جس شخص کو اتفاقات حسنہ پیش آتے گئے وہی اپنے اپنے وقت پر ہر قوم بنتا گیا اور اُسی کی امارت تسلیم کی گئی۔

لیکن مادّی رنگ مین اگر اس مسئلہ کا حل کیا جاے تو اُسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی میر قوم سواے مرضی خداے کریم یا قدرت کے نہین ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہر میر قوم اور ہر قوم کی امارت کی ایک عمر ہے اُسکے مطابق قدرت انتظام کرتی رہتی ہے۔ جب ہر مخلوق کی عمر اور زمانہ مقرر ہے تو کوئی وجہ نہین کہ میر اقوام یا بادشاہون کی کوئی زمانہ وار عمر نہ ہو۔

اگر ہم لگاتار تاریخین پڑھین اور بہ چشم غور دیکھین تو یقین کرنا پڑیگا کہ کسطرح کوئی قوم امارت کی وارث بنتی ہے اور کسطرح اُسمین سے کوئی ایک شخص میر قوم بنا دیا جاتا ہے۔ ہندوستان مین وارد ہونے کے بعد آریہ قومین جسطرح میر قوم اور صاحب الامارت قرار پائین اور اُسکے بعد مسلمان قومون نے جسطرح انکی کمزوریون خانہ جنگیون، نااتفاقیون سے موقع پر فائدہ اُٹھا کر اپنا تسلط اور قبض و دخل کیا، اور مسلمانون کی کمزوریون، نااتفاقیون، خانہ جنگیون سے جسطرح پرتگیزون، فرنچون، اور انگریزون نے فائدہ اُٹھایا اور ایک دور دراز کے حصہ سے آکر جبروت و قدرت حاصل کی یہ تمام سانحات اور تمام واقعات ایک چھیننے والی طبیعت کے واسطے ایک ایسا سامان ہے جسسے وہ یہ نتیجہ بآسانی نکال سکتا ہے کہ گو بظاہر قومون کی اپنی ہی لغزشون کے یہ نتیجہ ہین لیکن اگر اسکی تہ تک نظر کیجاے تو ماننا پڑے گا کہ باوجود اسقدر جبروت و قدرت اور سامان کے ان قومون مین دوئی کا آجانا نااتفاقی کا پیدا ہو جانا سواے اسکے نہین کہ کوئی مخفی طاقت وقت کے پورا ہونے کی وجہ سے خود اس زنجیرون کی کڑیون کو حرکت دے رہی ہے اور سابق کی کڑیون کے بجاے جدید کڑیان داخل کرنا چاہتی ہے۔

اگرچہ بعض لوگون کی نگاہون اور ضمائر مین یہ توجیہ انوکھی معلوم ہوگی مگر یقین کرلو کہ معاملہ یون ہی ہے۔ قانون قدرت اپنے منشاء کے مطابق حکومتون مین تبادل اور تغیر و تبدل کرتی ہے اور اسمین اُسکی جانب سے کوئی ناانصافی اور قبل از وقت کوئی بات نہین ہوتی۔ ہر قوم کے تنزل کے موجبات اور کوائف کو ساتھ رکھکے دوسری حکومت کے آنے کے اسباب پر جب غور کروگے تو بآسانی پتہ لگ جائے گا کہ دوسری قومین پہلی حکمران قومون پر اُسوقت غلبہ پاتی یا غالب دیکھاتی ہین کہ جب

(الف) پہلی قومونکی کمزوریان اور لغزشین حد سے باہر ہو جاتی ہین۔

(ب) جب اُنمین سے حکومت کے مواد کی عمدگی کم ہو جاتی ہے۔

(ج) جب ایک عام بے چینی پھیل جاتی ہے۔

(د) جب مخلوق عامہ آسائش سے کام نہین کر سکتی۔

(ہ) جب شخصی عیش و عشرت کی طنابین بڑھ جاتی ہین۔

کوئی حکومت اور کوئی قوم پایہ امارت سے سواے ان امور کے یا اسی قسم کے اور امور کے گرائی نہین گئی ہے۔ کوئی قوم یک لخت پست پا نہین کی گئی بلکہ رفتہ رفتہ اپنی کرتوتون کیوجہ سے طعمہ قدرت ہوئی ہے۔

کیا جب انگریز ہندوستان پر قابض ہوئے تو اُسوقت ہندوستان کی حکومتون اور طوائف الملوکی ایسی حالت نہ تھی؟

کیا مرہٹون اور راجہ رنجیت سنگھ کے دور کی قباحتین اور لغزشین اس بات کا پیش خیمہ نہ تھین کہ کوئی اور قوم ہندوستان کی حکومت کیواسطے انتخاب مین آئے؟ اگر خود ہندوستان کے لوگ کسی بیرونی قوم کو جتینا چاہتے تو اُسکا کیا نتیجہ ہوتا۔ خود قدرت نے انگریزون کو یورپین نسلون مین سے چن لیا اور اُنھین سات سمندر پار سے لاکر ہندوستان کا بادشاہ بنایا۔ انگریز صرف اپنی ہی قوت اور رعب کیوجہ سے اس ملک کے بادشاہ نہین ہوئے ہین بلکہ اسمین خدا کا مقدس ہاتھ بھی ہے۔

اس خیال کیوجہ سے ایشیائی خیالات کے مطابق بادشاہ کو "جوتی سروپ" اور "ظل اللہ" کہتے ہین مطلب یہ کہ اُسکے ساتھ خدا کا مقدس ہاتھ ہوتا ہے جسکا کوئی دوسرا ہاتھ مقابلہ نہین کرسکتا اُسوقت تک کہ جبتک خدائی ہاتھ ساتھ ساتھ ہے۔

شاہجہان کے وقت سے انگریزون کی پنیری سرزمین ہندوستان مین لگنی شروع ہوئی اور خدا کے فضل سے رفتہ رفتہ سرسبز ہوتی گئی۔ اگرچہ صدہا کیفیتین اور مقامی صعوبتین حائل ہوئین اور کبھی کبھی انگریزون کے قدم اُکھڑ بھی گئے اور بے وطنی نے دل اُکتا بھی دیا مگر چونکہ قدرت کو اُنکی حکومت اور اُنکا تسلط منظور خاطر تھا باوجود ان سب تکلیفون اور مصائب کے قدم جمتا ہی گیا۔ ایک مُٹھی بھر دور دراز فاصلہ کی رہنے والی قوم سے ہندوستان جیسے براعظم مین کامیاب ہوجانا سوائے اسکے اور کیا کہا جائے کہ خدا اُنکے ساتھ تھا اور ابتک ہے۔ اُنکا قومی کریکٹر، اُنکے قومی اخلاق، اُنکی بے تعصبی، اُنکے منصفانہ طریق حکومت، اُنکا علم، اُنکے اکثر امور مین شایستگی (اُنکی کامیابی کے علاوہ) کفیل اور ضامن تھے۔

ہندوستان نے ابتک چار حکومتین انگلستان کی دیکھین اور پائین۔

(۱) حکومت کمپنی۔
(۲) حکومت ملکہ معظمہ وکٹوریہ۔
(۳) حکومت شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم۔
(۴) حکومت جارج پنجم۔

تین حکومتین گزر چکین۔ دُنیا اور محکومون نے اُنکا طرز عمل اُنکا انصاف، اُنکا برتاؤ، اُنکا طریق حکومت اور اُنکا زمانہ دیکھ لیا۔ اب چوتھی نسل یا چوتھی حکومت کی باری آئی ہے۔ اُس حکومت کیواسطے جسمین خوبی قسمت سے سورج کبھی غروب نہین ہوتا اور جسکی وسعت اقصائے مغرب اور اقصائے مشرق تک ہے۔ جارج پنجم بالقابہ کا انتخاب ہوا ہے۔ یہ انتخاب محض اسوجہ سے نہین ہوا کہ جارج پنجم ایڈورڈ ہفتم کے صاحبزادے ہین بلکہ اسواسطے بھی کہ قدرت نے از خود اُنکی خوبیون کے خیال سے یہ انتخاب کیا ہے۔ یہ خیال ہمارا اُس اصول کے اقتدار کی وجہ سے ہے جسمین ہمنے یہ تسلیم کیا ہے کہ صرف خدائے کریم ہی اپنی مرضی سے ایسا انتخاب کرتا اور اُسمین برکت دیتا ہے۔

خیال کرو کون ایسا شخص ہے جو امیر اور بادشاہ ہونا نہین چاہتا۔ لاکھون فوجون اور لاکھون سول اور فوجی افسران کا دل اور حوصلہ کون طاقت صرف ایک ہی شخص کی جانب موڑ دیتی ہے؟ وہی اعلیٰ طاقت جسے خدا کہا جاتا ہے۔ جارج پنجم کے ساتھ خدا ہے اور اُسکا فضل وکرم اور اُسکی عنایات اُسکے مدد ومعاون پہلی تین حکومتون مین ہندوستان جس صلح اور آشتی و آسایش کے زمانہ مین رہا ہے وہ دل سے شکریہ کے قابل ہے خصوص جبکہ بعض گزشتہ کمزوریون کا اُس سے مقابلہ کیا جائے۔ ہر انسانی پرورش اور ہر انسانی حکومت باوجود اعلیٰ اور پاک

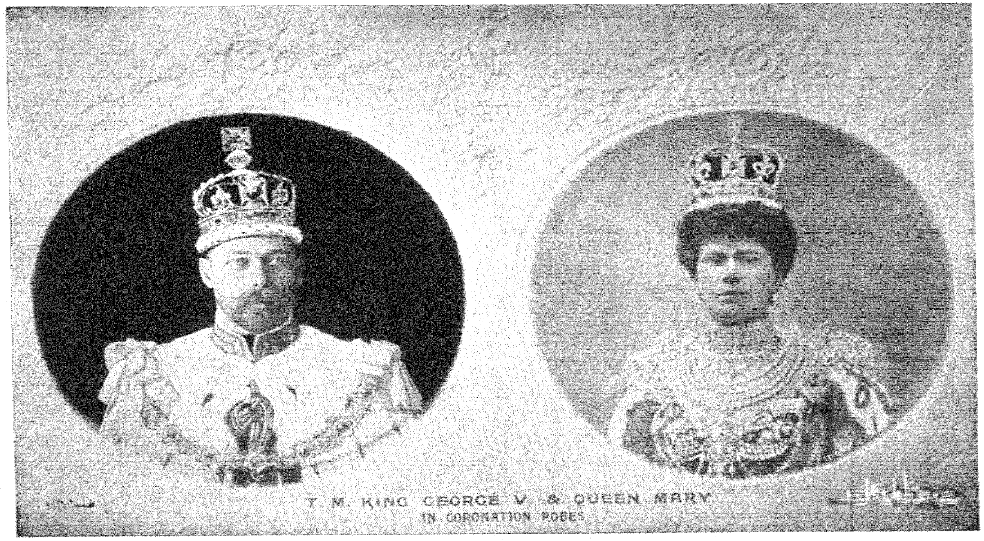


علیا حضرت ملکہ معظمہ میری دام اقبالہا

اعلیٰ حضرت شہنشاہ جارج پنجم دام ملکہ

صاف ہونیکے بھی کچھ نہ کچھ اپنے اندر کمزوریان رکھتی ہے۔ انسان کمزور ہے اور انسانی حکومتون کا جزو اعظم خود انسان ہی ہوتے ہین۔

یہ نہین کہ کمزوریان یا لغزشین کیون ہین بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اصول حکومت کیا ہے اور اُسمین اخلاق، تمدن، اور سیاست کے اصول کے مطابق اصلاح کہانتک ہے اور پہلون سے اُسکی مجموعی نسبت کیسی ہے؟ انگریزی قوم نے ہندوستان مین جو طرز اختیار کیا ہے اور جو رفتہ رفتہ کر رہی ہے وہ اس بات کا ثبوت اور پیش خیمہ ہے کہ وہ ہندوستان کیواسطے موجودہ زمانہ مین ایک رحمت ہے اور اُسکا ہونا ضروری ہے۔

ہندوستان کی موجودہ حالت اس امر کی متقاضی نہین ہے کہ کوئی اندرونی حکومت اُسمین کام کرنے کے قابل ہوسکتی ہے یا انگریزون کے سوائے کوئی اور بیرونی حکومت کام دےسکتی ہے۔ یہ واقعات موجودہ کا نچوڑ ہے اسمین نہ تو کوئی مبالغہ ہے اور نہ کوئی زائد حاشیہ۔

ہندوستان کے واسطے ان خیالات کی وجہ سے اعلیٰ حضرت جارج خامس کی تخت نشینی ایسی مسرت انگیز ہے جیسے خود انگریزون کے واسطے گو ہم انگریزون کے رنگ اور روپ لیاقت، اقبال، دبدبہ مین اسقدر شریک نہین ہین جسقدر وہ خود ہین لیکن اس امن وامان کے خیال سے اُنکے شریک ہین کہ جو انگریزی دور کی وجہ سے ہمین حاصل ہو رہا ہے۔ انگریزون نے ہم سے اگرچہ ملک اور اقطاع موروثیہ حاصل کئے اُسوقت کہ جب ہم مین سے کوئی اس بار کے اُٹھانے کے قابل نہ رہا۔ لیکن ساتھ ہی اسکے جو سائنس، جو امن، جو ترقی انگریزون نے اسکے معاوضہ مین کشادہ دلی سے ہمین بخشی اُسکا معاوضہ ایک اور ملک بھی دیکر ادا نہین کرسکتے بیشک ہم مین سے بعض کچھ کبیدہ خاطر بھی ہونگے لیکن یہ بالکل درست اور صحیح ہے۔ ایسے لوگ بھی اصول حکومت، اور بادشاہ انگلینڈ یا انگریزی قوم سے کبیدہ نہین ہین بلکہ اُن بعض لغزشون سے جو کسی وقت اُنکے قائم مقامون سے سرزد ہوتی ہین اور جنکے صرف دو ہی سبب ہوسکتے ہین کہ یا تو اُنکی اپنی ذاتی غلطی ہے یا ہمارا ہی قصور فہم ہے۔

ارتقاء (Evolution) کا مسئلہ صرف انسانی نسل سے وابستہ نہین بلکہ حکومتون اور امارتون سے بھی ہے۔ دنیا مین شروع شروع مین حکومتون اور پھر اقوام کی کچھ اور حالت اور سمان ہوتا تھا۔ اب رفتہ رفتہ کچھ اور ہوتا جاتا ہے۔ اگر پچھلے بادشاہ اگر سمان ملاحظہ کرین تو وہ حیران ہوکر یا گھبرا کر واپس جانے پر مجبور ہونگے۔

اب موجودہ زمانہ مین جسطرح ایک انسان بلحاظ کریکٹر کے تعریف کیا جاتا ہے۔ اسیطرح ایک حکومت کا بھی ایک کریکٹر ہوتا ہے جو پرائیویٹ کریکٹر سے ایک جداگانہ شے یا جداگانہ حالت ہے۔ انگریزی حکومت کا کریکٹر فی الواقع ساری دنیا مین بعض امور کے خیال سے بے نظیر اور لاثانی ہے اگرچہ اُسکے بعض حصون مین کچھ مدھم سے داغ بھی ہونگے جو صفحہ ظاہر ہین لیکن اُسکی عام خوبی، عام عمدگی اور عام مضبوطی وغیرہ سے کسی صورت مین انکار نہین کیا جاسکتا اور وہ ہمارے اور خود انگلینڈ کیواسطے ایک الٰہی رحمت ہے ہندوستان کا موجودہ زائچہ کہہ رہا ہے کہ اُسکی گنڈلیان نجات دہندہ سے لگا کھا رہی ہین اور خدا کی مرضی اور مہربانی سے ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے کہ ہندوستان انگلستان کا داہنا بازو شمار ہوگا اور اُسکی بہتری خود انگلستان کی بہتری ہوگی۔ صرف پار اور وار کا فرق رہ جائے گا باقی سلسلہ ایک ہی ہو جائیگا۔

ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم صحیح طور پر جارج پنجم بالقابہ کی حکومت کی برکات کا اعتراف کرین اور دل سے دعا کرین کہ ہمارا بادشاہ ہمارا حکمران اور اُسکا خاندان زمانہ کی دستبرد سے عمر بھر محفوظ

رہے۔ آمین ثم آمین ۔

وہ آسائش، وہ آرام اور وہ مہذب تلقینیات جو انگریزی گورنمنٹ کی جانب سے ہمین نصیب ہورہی ہین اس بات پر آمادہ کرتی ہین (لفظی رنگ مین ہی نہین بلکہ اصلی روپ مین) کہ ہم صدق دل سے اُس کارونیشن کی مبارکباد دیتے ہوے جو اسی ماہ مین انگلینڈ مین وجود پذیر ہے خوشی کے ساتھ اُس عظیم الشان کارونیشن کا انتظار کرین جو ماہ دسمبر دلی مین ہونے والا ہے۔ انگلینڈ کا کارونیشن مقدمہ زنجیر ہے اور ہندوستان کی موخرہ زنجیر، دونون مین جو نسبت ہے وہ دونون قومون اور دونون رعایا کے واسطے دونون صورتون مین مبارکباد کے قابل ہے۔ رفتہ رفتہ ہندوستان اور انگلستان کا پلہ آپسمین ملتا جاتا ہے۔ یہ کسے خیال تھا کہ ایک زمانہ مین بادشاہ انگلینڈ ہند مین بھی رونق افروز ہونگے۔ یہ مقدمہ ہے ان فتوحات محکومانہ اور میابی ہاے مفتوحانہ کا جو آیندہ کے واسطے ہندوستان کے حصے مین آنے والی ہین۔

سلطان احمد

# دھرم کا خیال

خیال اور اُسکی عجیب وغریب طاقت کی تحقیقات کے متعلق ابتک لوگون کی توجہ بہت کم رجوع ہوئی ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جارہا ہے کہ خیال معمولی چیز ہے اور اُسکا اثر اسقدر نہین ہوتا جتنا ہندو شاسترون نے بالخصوص اور ہندو عُلما نے بالعموم زور دیا ہے۔ کاش ہمارے اصلاح کرنے والے اگر ذرا بھی اس طرف متوجہ ہوتے تو نہ صرف اُنکا کام کامیاب نظر آتا بلکہ وہ زندگی کے تمام محکمون مین نمایان شخصیتین پیدا کرکے ملک مین سرگرمی و گرمجوشی کے زبردست سیلاب لانے مین کامیاب ہوتے۔

اسوقت جو کامیابی کی غلط معراج ہم ہندوؤن کے سامنے پیش کیجارہی ہے وہ بالکل فضول اور بےمعنی ہے۔ ہم یہ نہین کہتے کہ جو لوگ کسی خاص مدعا کو نگاہ کے سامنے رکھکر کام کرنا اور کام کرانا چاہتے ہین وہ بالکل ہی بادہوائی ہے اور اُسکا کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ خیال چاہے کیسا ہی ہو اپنا اثر پیدا کرنے سے باز نہین رہتا۔ مگر اسقدر دیکھنا بھی لازمی ہے کہ آیا جنکو اس خاص خیال کی ظاہری دُھن لگی ہے اُسمین سچائی بھی ہے یا نہین اور آیا وہ خود اُسکے لئے موزون اوزار بھی ہیں یا نہین یہ دو ضروری شرطین ہین اور جبتک انپر غور نہ کرلیا جاے۔ ساری کوششین بےسود و بےمعنی ثابت ہونگی۔ کمزور آدمیون کے خیال کمزور ہوتے ہین اور اُنکا اثر بھی کمزور رہتا ہے۔ یہ اصلی سبب ہے کہ انکا کام شاندار اور وقیع نہین ہوتا۔

دُنیا مین ہر قوم کا کوئی نہ کوئی مشن ہوتا ہے اور جبتک وہ مشن پورا نہین ہوتا قدرت کسی صورت مین اُس قوم اور اُسکے افراد کو زندہ نہین رکھتی، کیونکہ نیچر مین غیر ضروری اور غیر مفید زندگیون کے قائم رکھنے کا کبھی انتظام و اہتمام نہین ہے۔ یہ اسقدر دور اندیش منتظم ہے کہ جہان کام ہوچکا

پھر ایک قوم کے لئے کسی کو اپنی وسیع و لامحدود سلطنت مین نہین رہنے دیتی۔ نگاہ کو وسیع کرو اور تم ذرہ ذرہ کی موجودگی مین اسی اصول کو محیط پاؤ گے۔ ہندو قوم دُنیا مین کسی خاص مشن کے لئے موضوع و مقصود ہے اور اسکی ہستی اس بات کی صریح دلیل ہے کہ اب تک اُس خاص مشن کی تکمیل کے لئے قدرت کو اُسکے انحفاظ کا خیال قدم قدم پر ملحوظ خاطر رہتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اب تک وہ کب کی صفحۂ ہستی سے محو ہو گئی ہوتی۔ زمانہ کی سختیان اُسکو بُری طرح اپنا آماجگاہ بنا چکی ہین۔ ہزارون برس تک وہ کھیل کے میدان مین فٹ بال کیطرح ادھر اُدھر رہی ہے۔ مگر مری نہین۔ دُنیا اسکی سخت جانی دیکھکر سخت متعجب ہے۔ یونانی۔ پارسی۔ مصری سب آئے اور گئے۔ کچھ دنون کے لئے کوس لمن الملکی بجایا اور اب اسطرح عدم مین مُنہ ڈھانپ کر سو رہے کہ سوائے تواریخ کے منتشر صفحات کے اُنکا کہین نام و نشان بھی نہین ہے۔ مگر ہندو اب تک زندہ ہین اور باوجود تمام تر پریشانیون کے گذشتہ زمانے کے حوادث اور بلیات کو اُنکا نام مٹانے مین کامیابی نہین ہوئی۔ آخر اسکا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے اور وہ سبب صرف یہ ہے کہ ہندؤن کو اب تک دُنیا مین کچھ کام کرنا باقی ہے اور جب تک اس مقصد کی تکمیل نہ ہو لیگی، وہ برابر زندہ رہیگی۔

اب سوال یہ ہے کہ ہندو قوم کی ہستی و زندگی کا مشن کیا ہے؟ اس سوال کا جواب نہ سہل ہے نہ مشکل ہے اور نہ سہل و مشکل دونون۔ جنکو قدرت نے گہری نگاہ سے دیکھنے کی طاقت عطا کی ہے۔ اُنکے واسطے یہ معمّا لاینحل عقدہ نہین ہے۔ جو محض کوتاہ بین، کوتاہ اندیش اور کوتاہ عقل ہین، اُنکو اصلیت کا پتہ ملنا مشکل ہے۔ ہندو قوم کا اصلی مشن صرف یہ ہے کہ وہ دُنیا مین رہکر روحانیت کا تماشہ دکھایا کرے اور بس اسمین کلام نہین کہ بہ حیثیت مجموعی ہندو قوم نہایت پست حالت مین ہے۔ یورپ اور امریکہ کے اولوالعزم اقوام کے ساتھ کوئی نسبت نہین ہے۔ لیکن فردیت و شخصیت کی حیثیت سے وہ دنیا کی تمام اقوام مین ممتاز ہے اور جو افراد ہندؤن مین کبھی کبھی پیدا ہو کر اسطرح کے تماشے دکھلاتے ہین، اُنکی عجیب و غریب روحانی طاقت کے کاروبار کو دیکھکر دُنیا کو سخت حیران ہونا پڑتا ہے۔ افراد کی اب بھی ہندؤن مین کمی نہین ہے اور وہ کسی نہ کسی صورت مین آہستہ آہستہ مگر یقینی طور پر اپنے فرائض انجام دے رہے ہین۔ اس قسم کے اولوالعزم انسان ہندؤن مین سب سے زیادہ پیدا ہوتے ہین اور پیدا ہوتے رہینگے۔ اس سلسلے کو قدرت کبھی موقوف نہ ہونے دیگی۔ یورپ کی بلند خیال اقوام مین اب اونچی طبیعت کے انسان پیدا نہین ہوتے اور اگر پیدا ہوتے بھی ہین تو نہایت کمی کے ساتھ۔

کیا اسکے ثابت کرنے کی ضرورت ہے؟ دور کیون جایئے ابھی مہاتما رام کرشن پرم ہنس ایسے ناخواندہ شخص نے تمام دُنیا کو محو حیرت بنا دیا تھا۔ اُنکے شاگرد رشید سوامی ویویکانند جی نے امریکہ اور یورپ مین جس دانائی کے ساتھ کام کیا وہ دُنیا کو یاد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دانشمند مرتاض کے کاروبار نے خیالات کی دنیا مین وہ تہلکہ ڈالدیا کہ آج کا امریکہ وہ امریکہ نہین رہا جو بیس برس پہلے تھا۔ مذہبی مسائل کی تاویلات ہندو نقطۂ نگاہ سے کیجاتی ہین۔ ویدانت جو کسی وقت مین محض خیالی و وہمی چیز سمجھا جاتا تھا آج سب سے زیادہ زندہ مذہب و زندہ طریق سمجھا جاتا ہے۔ رائے سالگ رام صاحب بہادر کی تصوف کی بنظر تعلیم اپنا کام اور بھی زیادہ خوبی اور مضبوطی کے ساتھ کر رہی ہے جو بے خبر ہین اُنسے کچھ کہنا سُننا لاحاصل ہے۔ جو باخبر ہین،

وہ جانتے ہین کہ اُنکے شاگردون کے زمرہ مین اسوقت کتنے مسیحی، یہودی، مسلمان، پارسی وغیرہ شامل ہو کر روحانی تشفی حاصل کر رہے ہین ۔ سوامی رام تیرتھ کے وصال کو ابھی بہت دن نہین گذرے ۔ دُنیا کو اب تک یاد ہے کہ وہ کیسی زبردست روحانی شخصیت تھی ۔ علیٰ ہذا القیاس ۔

ہندوون کا گوتر رام چندر یا بودھشٹر سے منسوب نہین ہے ۔ سورج بنسی و چندر بنسی خاندانون کا گوتر صرف رشیون کا گوتر ہے ۔ کیا اس سے لوگ بآسانی نتیجہ نہین نکال سکتے کہ ہندو قوم کے سامنے اگر کوئی آئیڈیل یا معراج ہے تو وہ صرف روحانی ہے اور اُسکا مشن دنیا مین صرف روحانیت پھیلانا ہے اور ہندو ہمیشہ سے صرف اسی کام کے لئے کرۂ ارض مین ممتاز رہے ہین ۔ اسمین کلام نہین کہ دُنیا کی اور قومون مین بھی روحانیت ہے اور تھی کیونکہ روحانیت کے بغیر کبھی زندگی مکمل و شاندار نہین ہو سکتی ہے نہ اخلاقی حالت کی درستی کی امید ہو سکتی ہے مگر اسمین خصوصیت کا رتبہ ہندوؤن کو حاصل ہے ۔ پرماتما نے اسی قوم کو ویدون کی دولت سپرد کی اور ویدون کا محافظ بنایا ۔ اسی قوم کے رشیون اور منیون نے اُپ نشدون کی حقانیت کا نغمہ گایا جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے عدیم المثال ہین اور فلسفہ کی تمام شاخون کو بڑی خوبی کے ساتھ تکمیل کا درجہ بخشا ۔ گوتم بدھ، مہاویر سوامی رشبھ دیو سب ہندو ہی تھے ۔ ہندو ابتدا ہی سے دُنیا کے معلّم کی حیثیت مین آئے ہین ۔ یونان و مصر کے کون سے فلاسفر ہین جو انکے خرمن فیض کے خوشہ چین نہین ہین ؟ اور یہ استحقاق دُنیا کی کوئی قوم ہندوؤن سے کبھی نہین چھین سکتی ۔

مگر اس زمانہ کے ہندو سخت ادبار مین گرفتار ہین اور نحوست کی گھنگھور گھٹائین ہر چہار طرف چھائی ہوئی ہین بعض بعض اہل الرائے کا تو یہ خیال ہے کہ اب ہندو چند دنون کے مہمان ہین ۔ اب انکے برباد ہونے مین ذرا شک نہین ۔ بعض ناعاقبت اندیش و کوتاہ بین آدمیون نے تو قطعی فیصلہ نافذ کر دیا کہ نصف صدی کے اندر اندر ہندو دُنیا سے غائب ہو جائینگے ۔ میرا یہ خیال کبھی نہین تھا اور نہ ہے ۔ کیونکہ مین برسون سے ہندو قوم کے جذبات کا مطالعہ کر رہا ہون ۔ یہ سچ ہے کہ ہندوؤن کی آبادی گھٹ رہی ہے ۔ وہ تیئیس ۲۳ کرور سے اُنیس ۱۹ کرور رہ گئے اُنمین بہت سی خرابیان واقع ہین ۔ تاہم یہ مایوسی بخش باتین نہین ہین ۔ سونیوالے کسی وقت بیدار ہونگے اور وہ اپنی حالت درست کر سکین گے ۔

اسوقت جو بات ہندوؤن کو ذہن نشین کرانی ہے وہ صرف یہ ہے کہ وہ دُنیا مین اپنی حیثیت کو سمجھین اور قومی آئیڈیل کو نگاہ کے سامنے رکھین اور اُس معراج تک پہونچنے کی کوشش کرین ۔ اُنکے دل مین ہمت و استقلال کے خیالات پیدا کر دئے جائین ۔ خیالات ہی دراصل کسی قوم کے اُبھارنے کا بہترین سامان ہین ۔ خیال کی طاقت سب سے زیادہ ہوتی ہے یہانتک کہ بجلی، گرمی اور آواز وغیرہ اُسکے پاسنگ کو بھی نہین پہونچ سکتین اور جہان یہ خیال اُنکے دل مین قائم ہوگیا، پھر وہ بآسانی ترقی کے راستہ مین قدم زن ہونگے ۔

ہندوون کو صرف دھرم کی ضرورت ہے ۔ کیونکہ دھرم ہی اُنکی سرشت ہے اور دھرم ہی انکا قومی خاصہ ہے ۔ وہ زندگی کے چاہے جس طبقہ مین کام کرین، چاہے کیسا ہی پیشہ اختیار کرین مگر ضرورت ہے کہ وہ سچے دھرماتما ہون اور دھرم کی راہ پر قائم ہو جانے سے وہ پھر نہ صرف اپنی ہستی ہی کو معرض ہلاکت سے محفوظ کر لینگے بلکہ گوتم بدھ کے زرین عہد کی طرح وہ دھرم کے ہتھیار سے ساری دُنیا کو مسخر کر لینگے ۔

شیوبرت لال

# عالم ومافی العالم

(سلسلہ کے لئے دیکھو ادیب بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء)

مضمون ہٰذا کے اوّل حصے مین اس امر کا ذکر ہوا ہے کہ عالم کے اندر دو چیزین مادہ (Matter) اور حرکت (Motion) ہر حصہ عالم مین محیط ہین اور کوئی مقام انکے وجود سے خالی نہین ہے۔ آگے چلکر ہر دو عالمگیر وجودون کی تشریح و توضیح ہوئی۔ بڑے بڑے محققون کے آرا پیش کئے گئے۔ پھر مادہ کے خواص اور کرشمے دکھائے گئے اور اس امر پر بحث اُٹھائی گئی کہ "آسمانون مین مادہ کن کن صورتون مین موجود ہے"۔ اسکے ضمن مین یہ بیان ہوا کہ آسمانون مین مادہ سیارون۔ دُمدار تارون۔ ستارون۔ شہاب ثاقبون۔ اتھر اور درخشان دخان وغیرہ کی صورتون مین پایا جاتا ہے اس کے تعلق مین خاک فلکی (Cosmic dust) کا بھی ذکر آیا جو قطبین کی برف اور سطح بحر پر گر کر پانی کی تہ مین جمع ہوتی رہتی ہے۔ پھر سیارون کا چرچا ہوا اور دکھایا گیا کہ آسمان ہمارے نظام شمسی ایسے کرورون نظام ہاے شمسی کا مسکن ہے۔ سب سے پہلے اپنے نظام شمسی کا ذکر ہوا جسکا مرکز آفتاب عالمتاب ہے اِس روشن بالذات کرے کا ذکر قدرے تفصیل سے دیا گیا اُسکی جغرافیائی حالت، اور دیگر مظاہر شمسی کا ذکر کر کے اخیر مین سطح آفتاب پر انسانون کی بستی کے امکان و احتمال پر بحث ہوئی اور بڑے بڑے عالم فلکیات کے خیالات پیش کر کے اسے ثابت کیا کہ وہان انسان رہتے ہین جو ہم سے بہت باتون مین مختلف ہین۔ اب نظام شمسی کے دیگر اراکین کا ذکر کیا جاتا ہے نظام شمسی کے مرکز او رمرجع یعنی سورج کے بیان کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کرۂ ارض کا ذکر کیا جاسے جو سورج سے اُترکر تمام سیارون مین ایک سے زیادہ اعتبار سے سب سے مقدم ہے۔ گو اپنی جسامت کے لحاظ سے سواے بدھ (عطارد) منگل (مریخ) اور شکر (زہرہ) کے سب سیارون مین چھوٹا ہے۔ سورج اسوجہ سے سب سیارون پر فائق ہے کہ وہ اُنکی ہستی کا موجب ہونے کے علاوہ انسے لاکھون گنا بڑا ہے اور ہماری زمین ذی عقل اور ذی روح ہستیون کا مسکن ہے۔ اسکا مفصل بیان سردست اُٹھائے رکھتے ہین سلسلہ ہٰذا کے اخیر مین اسکی طرف رجوع ہونگے۔ بالفعل بدھ (عطارد) منگل (مریخ) شکر (زہرہ) یورےنس (Uranus) نپچون (Neptune) سنیچر (Saturn) جسے عربی والے زحل کہتے ہین اور برہسپت (مشتری) (Jupiter) کا ذکر کرینگے۔ اسکے ساتھ ہی چھوٹے سیارون کا ذکر جداگانہ ہوگا جو صرف اُنیسوین صدی مین دریافت ہوئے۔

## نظام شمسی کی وسعت

سیارون کے ذکر بالانفراد سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نظام شمسی کی وسعت کا کچھ ذکر کیا جاسے اور سیارون کے متعلق چند دلچسپ امور بیان کئے جائین۔ اس ضمن مین سب سے پہلے انکے حجم نسبتی[1] کا چرچا کیا جاتا ہے اور یہ دکھایا جاتا ہے کہ ہر سیارہ سورج سے کتنے فاصلہ پر ہے۔

[1] ماخوذ از "نیو انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا" جلد ۱۸ صفحہ ۳۲۶۔

| نام سیارہ | قطر بمیلون | آفتاب سے فاصلہ | گردش کا زمانہ |
| --- | --- | --- | --- |
| بدھ | ۳۰۳۰ میل | تین کرور ساٹھ لاکھ میل | ۸۸ یوم |
| منگل | ۴۲۳۰ " | چودہ کرور ساڑھے بارہ لاکھ میل | ۶۸۷ " |
| شکر | ۷۷۰۰ " | چھ کرور بچھتر لاکھ میل " | ۲۲۵ " |
| کرۂ ارض | ۷۹۱۸ " | نو کرور اکیس لاکھ میل " | ۳۶۵ " |
| یورےنس | ۳۱۹۰۰ " | ایک ارب اٹھتر کرور گیارہ لاکھ میل | ۳۰۶۸۸ " |
| نپچون | ۳۴۸۰۰ " | دو ارب اٹھاسی کرور دس لاکھ سولہ ہزار میل | ۶۰۱۸۱ " |
| سنیچر | ۷۳۰۰۰ " | اٹھاسی کرور ساٹھ لاکھ میل | ۱۰۷۵۹ " |
| برہسپت | ۸۶۵۰۰ " | اڑتالیس کرور تیس لاکھ تینتیس ہزار میل | ۴۳۳۳ " |
| صغیر سیارہ سیریز | ۴۸۵ " | پچیس کرور ستر لاکھ میل | ۱۶۸۱ " |
| " " ایروس | ۲۰ " | ساڑھے تیرہ کرور میل | ۶۴۳ " |

سورج کا قطر ساڑھے آٹھ لاکھ میل ہے مگر جسامت مین ہمارے کرۂ ارض سے ساڑھے بارہ لاکھ گنا زیادہ ہے اور نظام شمسی کے تمام سیارون اور انکے متعلق چاندون سے چھ سو گنا بڑا ہے اور کرۂ ارض سے تین لاکھ دس[۵۱] ہزار گنا بھاری ہے۔

مساحت سیاری | نظام شمسی مین برہسپت (مشتری) سب سے بڑا سیارہ ہے جسکا کل رقبہ چوبیس ارب اٹھاسی کرور چالیس لاکھ مربع میل ہے۔ اس سے اُتر کر سنیچر (زحل) ہے جسکا کل رقبہ اُنیس ارب ساٹھ کرور مربع میل ہے اور پھر تیسرے نمبر پر یورےنس ہے جسکا رقبہ تین ارب چوراسی کرور چوراسی لاکھ ساٹھ ہزار مربع میل ہے۔ نظام شمسی کے ارکین اور اُن کے چاندون کی مجموعی مساحت کا تخمینہ ساٹھ[۵۲] ہزار ملین (Milt on) مربع میل ہے۔ ملین انگریزی حساب مین دس لاکھ کا ہوتا ہے اور اس حساب سے یہ ساٹھ ارب مربع میل ہوتا ہے مگر سورج کی مساحت ۲½ بلین (B illion) یعنی چوبیس کھرب مربع میل ہے اور سیارون کے رقبہ مجموعی سے چالیس گنا زائد ہے۔ اب اس سے اندازہ کر لیجیے کہ نظام شمسی کتنا وسیع ہے جسکی سرحد سورج سے دو ارب اسی کرور میل ہے اور وہان پر یورےنس چوکیداری کے فرائض انجام دیتا ہے۔ اسکی گردش سورج کے گرد ۱۶۴ برس مین صرف ایک دفعہ ہوتی ہے۔

گردش کے دوائر کی وسعت کا اندازہ | اب ہم انکے دائرون کے خطوط کا حساب لگاتے ہین اور یہ بتاتے ہین کہ انکا ہمارے کرۂ ارض سے کیا تعلق ہے۔ اگر آپ کسی ایسی گاڑی پر سوار ہون جو پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلے تو آپ کرۂ ارض کے دائرہ کو جو اپنی گردش مین بناتی ہے چارسو تیس برس مین طے کرینگے مگر یہ زمانہ دیگر نظام شمسی کے ارکین کے دائرون کے مقابلہ مین کوئی حقیقت نہین رکھتا۔ اگر کوئی گاڑی سنہ عیسوی کے آغاز سے اسی رفتار سے متواتر چلتی رہتی تو وہ آج کے دن تک سنیچر کی گردش کے نصف دائرہ کو بھی طے نہ کر سکتی اگر وہی گاڑی اُسوقت روانہ ہوتی جب حضرت آدمؑ بہشت مین تھے تو وہ اسوقت یورےنس (Uranus) کے گردش کے دائرہ کے صرف دو تہائی حصہ کو طے کر سکتی۔ اس ہولناک وسعت کا تخمینہ کرنا محال ہے۔ جس آدمی نے ہزار دو ہزار، چار چھ یا دس ہزار میل سفر کیا ہو اور یورپ اور امریکہ دیکھ آیا ہو۔ وہ دس بیس ہزار میل فاصلہ کا تصور کر سکتا ہے۔ مگر ایسے فاصلہ کا تصور نہایت دشوار ہے جسکے اظہار کے لئے ایسے اعداد درکار ہوتے ہن جنسے انسان اپنے روزمرہ کے کاروبار اور حساب کتاب مین کوئی کام نہین لیتا۔

مگر یہ تو ہمارے نظام شمسی کی کیفیت ہے۔ عالمانِ فلکیات کی رائے مین ایسے ایسے نظام ہائے شمسی

---

۵۱ ماخوذ از "گیلری آف نیچر" (نگارخانۂ قدرت) صفحہ ۵۳ - ۵۲ ماخوذ از "گیلری آف نیچر" (نگارخانۂ قدرت) صفحہ ۱۰۲ - ۱۰۳

آسمانون[۱] مین کرورون کے شمار مین ہین۔ آپ قیاس کیجیے آسمانون کی وسعت کتنی بے قیاس اور بے اندازہ ہے۔ ہمارا آفتاب مع سیارگان اور دیگر اراکین نظام شمسی سولہ میل فی سکنڈ کی رفتار سے ویگا (Vega) نکشتر کی کشش سے کھنچا چلا جا رہا ہے۔ خیال تو کیجیے وہ کتنا عظیم الشان نکشتر (مجموعہ ستارگان) ہوگا جو تمام نظام شمسی کو اپنی طرف کشش کر رہا ہے اور پھر یہ بھی خیال فرمائیے کہ وہ کتنے ہولناک فاصلہ پر ہے جسکی طرف سورج نو سو ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بڑھ رہا ہے اور یہ حرکت اور رفتار شاید ہزارون سال سے جاری ہے۔ اب اندازہ کرنا چاہیے کہ خلا کی حد کہان ہے اور یہ وسعت کہان جا کر ختم ہوتی ہے۔ یہ خدائے ذوالجلال کی شان ہے۔ گو ظرف و زمان کا ہنوز عقل انسانی پتہ لگانے مین قاصر ہے۔ مگر وہ اس سے بھی پہلے موجود تھا اور اسکے حدود و قیود سے بالاتر ہے۔

## دن رات اور سالون کی میعاد

ایک اور امر بھی قابل ذکر ہے اور وہ مختلف سیارون کے دنون۔ مہینون اور سالون کی میعاد اضافی ہے یعنی یہ کہ فلان فلان سیارہ مین دن رات کتنے گھنٹون منٹون کا ہوتا ہے اور سال کتنے مہینون اور دنون کا ہوتا ہے۔ گو جب ہم ہر ایک سیارہ کا جدا جدا ذکر کرینگے تو ان امور کا ذکر بھی کیا جائیگا۔ مگر یہان مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً سب کا ذکر کیا جائے جسکی غرض یہ ہے کہ سرسری نظر مین ہر سیارہ کے دن رات اور سال کی میعاد معلوم ہو جاتی ہے۔

---

[۱] (فٹ نوٹ) ابتک اس خلائے سماوی کی حد کا پتہ نہین لگتا۔ عالمان فلکیات کی کوششون سے دن بدن نئے نئے ستارے اور سیارے دریافت ہوتے چلے آتے ہین۔ یہان پر بعض شمار و اعداد دیگر آسمان کی بے پایانی کا خفیف سا تصور پیش کیا جاتا ہے کہکشان (Milky Way) مین جو صاف رات کو لمبی سڑک سی دکھائی دیتی ہے دو کرور سورج ہین۔ ہمارا سورج اس عظیم الشان درخشان گروہ مین بہت ہی ادنیٰ اور کم بضاعت ہے۔ عالمون کا تخمینہ ہے کہ خلا مین ایسے ایک ارب کے قریب سورج ہین۔ لارڈ کیلون اور ہیلم ہولٹس اس خیال کے حامی تھے۔ ہمارے نظام شمسی کے قریب ترین نظام شمسی القنطاوری (Alpha Centauri) ہے جہان سے روشنی دو لاکھ میل فی سکنڈ کی رفتار سے چلتی ہوئی چار سال مین ہمارے یہان پہونچتی ہے اور اسکا فاصلہ بیس بلین ہے کہکشان کے بعید ترین ستارہ سے روشنی آٹھ ہزار برس مین زمین پر آتی ہے اور نہایت ہی دور افتادہ نیبولہ (سحاب) سے جو بڑی بڑی دوربینون ہی کے وسیلہ سے دکھائی دیتا ہے دو کرور برس مین روشنی کرۂ ارض مین پہونچتی ہے۔ نزدیک ترین ثابت یعنی ستارۂ قائم ہماری کرۂ ارض سے (۲۴۷۸۶۶۴۰۰۰۰۰۰) میل پر ہے۔ اگر ہم ایک تیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والی گاڑی پر سوار ہو کر اس ستارہ کیطرف چلین بشرطیکہ ایسا سفر ممکن الحصول ہو تو ہم وہان نو کرور بیس لاکھ سال کے بعد پہونچینگے۔ کہکشان بحر خلا مین ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ وہ مجموعہ ستارگان کتنا دور افتادہ اور کیسا ہولناک ہوگا جو سورج اور اسکے سیارون کو صدیون سے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ بعض اسے ہرقلیس اور بعض عالم اسے ویگا کے نام سے پکارتے ہین۔ اب اس سے ارباب تجسس قیاس فرما سکتے ہین کہ آسمان کتنے وسیع ہین اور انکے اندر سورج سیارے وغیرہ وغیرہ کتنے اور کہان اور کیسے دور افتادہ ہین۔ جرمنی کا نامور نیچرل شاعر کیا خوب کہتا ہے:۔ اے میرے تخیل تو اپنا جہاز واپس لا تیرے آگے ازلیت اور بے پایانی ہے۔ تیرے پیچھے ابدیت ہے۔ اپنے بادبان اتار دے۔ اے تصور لنگر ڈالدے سفر ہو چکا۔ شوریدہ ملاح آفرینش کے سمندر کا کوئی کنارہ نہین ہے۔

جے۔ آر۔ آر

| نام سیارہ | دن رات کی میعاد: گھنٹے | منٹ | سال کی میعاد: سال | مہینے | دن |
|---|---|---|---|---|---|
| بدھ | ۲۴ | ۶ | ۰ | ۲ | ۲۸ |
| شکر | ۲۳ | ۲۱ | ۰ | ۷ | ۱۵ |
| کرۂ ارض | ۲۳ | ۵۶ | ۱ | ۰ | ۰ |
| منگل | ۲۴ | ۳۰ | ۱ | ۱۰ | ۲۱ |
| برہسپت | ۹ | ۵۶ | ۱۱ | ۱۰ | ۱۷ |
| سنیچر | ۱۰ | ۳۰ | ۲۹ | ۰ | ۰ |
| یورے نس | نامعلوم | | ۸۴ | ۰ | ۰ |
| نپ چون | 〃 | | ۱۶۴ | ۰ | ۰ |

اس گوشوارہ سے عیان ہے کہ نپ چون کا سال سب سے بڑا ہے یعنی ہمارے حساب کے رو سے ایک سو چونسٹھ برس کے برابر ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ مین اسکے یہہ معنی ہین کہ سیارۂ نپ چون ایک سو چونسٹھ ۱۶۴ سال مین اپنی گردش کا دور سورج کے گرد ختم کرتا ہے۔ یورینس[ف] ۸۴ برس مین سنیچر ۲۹ سال مین وعلیٰ ہذا۔

## سیارون کی کثافت نسبتی وغیرہ

کرۂ ارض باعتبار حجم پانی سے پانچ گنا بھاری ہے اور بدھ تین گنا۔ مگر سنیچر پانی سے صرف نصف کے قریب کثیف ہے۔ اگر کوئی ایسا عظیم الشان اور بے پایان اور بے تھاہ سمندر ہو اور اُسمین سیارون کو پھینکا جائے تو بدھ سیسہ کے گولہ کیطرح پانی کی تہ مین جا بیٹھیگا۔ مگر سنیچر نہایت ہولناک جہاز کی طرح اسپر تیرتا رہیگا۔ اُنکی کثافت کی تناسب پر اجسام کا وزن موقوف ہے۔ گو سورج کی کثافت کرۂ ارض سے کئی درجہ کم ہے۔ مگر وسعت کے باعث پونے دو من وزنی آدمی کا سطح آفتاب پر چالیس من کے قریب اسکا وزن پایا جائیگا۔ گو برہسپت بھی کرۂ ارض کے مقابلہ مین بہت کم کثیف ہے۔ مگر جسامت کے سبب سے کشش ثقل آٹھ گنا زیادہ ہے۔ بالفرض اگر کوئی انسان برہسپت مین جا رہے تو اسکا وزن آٹھ گنا زیادہ ہوگا۔ اگر چلیگا تو اسے آٹھ گنا زیادہ بوجھ معلوم ہوگا اور اگر گرے گا تو بھی آٹھ گنا زور کے ساتھ۔ مگر چھوٹے سیارون کی کثافت اور کشش ثقل بہت کم ہے۔ اگر ہم وہان پر جا رہین تو بجائے ۴-۵ گز کی چھلانگ کے سو سو۔ ڈیڑھ ڈیڑھ سو گز ایک ذقند مین پھاندینگے اور دیوؤن پریون کے قصون کے تمام کارنامے صحیح معلوم ہونے لگینگے۔ سطح برہسپت پر شیر اور ہرن کبھی چھلانگ نہ مار سکینگے۔ مگر مریخ اور بدھ اور شکر کی سطح پر انکی ایک ایک ذقند تین اور چار سو گز کے درمیان ہوگی۔

## ایک نیا سیارہ

پُرانے اور معلوم سیارون کا تذکرہ شروع کرنے سے پیشتر ایک اور سیارہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جو پروفیسر پکرنگ متعلقہ رصدگاہ ہارورڈ کالج (امریکہ) نے ۱۹۰۹ء مین معلوم کیا تھا۔ اسکے بارے مین بہت سی باتین ابتک معلوم نہین ہوئی ہین۔ مگر جو کچھ دریافت ہوا ہے۔ وہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یہ نیا سیارہ نپ چون کے اُسطرف واقع ہے اور بہت بڑا ہے۔ دو سال پیشتر عالمون کا یہ گمان تھا کہ نظام شمسی کا سرحدی سیارہ نپ چون ہے۔ برسون سے ماہران فلکیات کا یہ خیال تھا کہ نپ چون سے آگے بھی ایک اور بڑا سیارہ ہے جو نظام شمسی کی گردش پر خاص اثر ڈالتا ہے۔ پروفیسر جارج فاربس نے یہ خیال ظاہر کیا تھا۔ ۱۸۴۳ء ۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۲ء مین جو دمدار ستارے

ف ماخوذ از "گیلری آف نیچر" صفحہ ۱۰۵

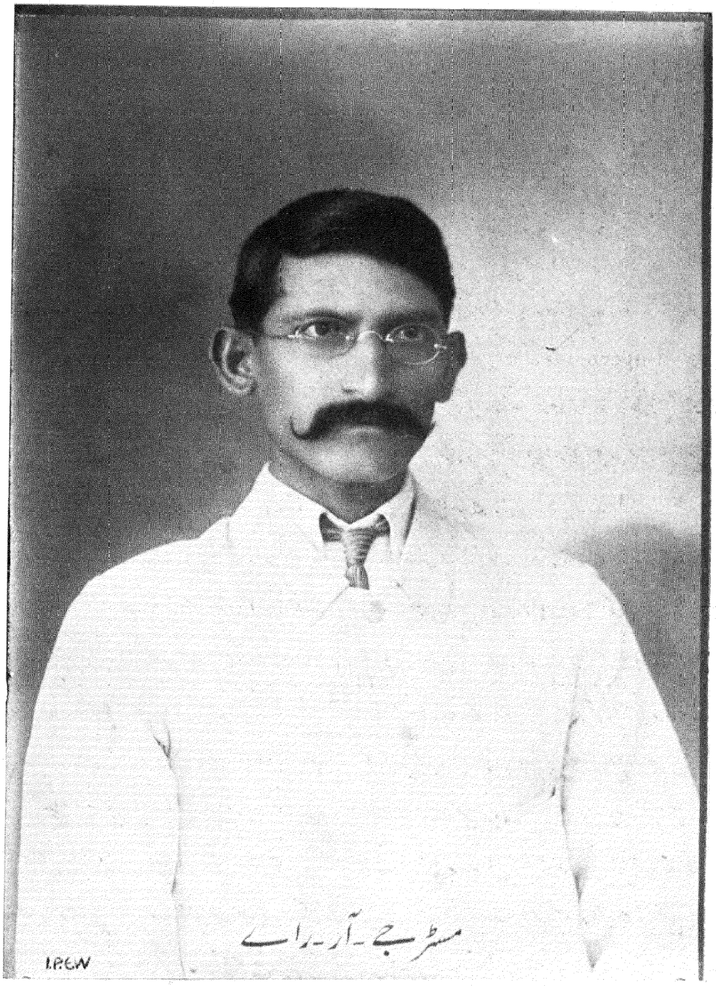


مسٹر جے-آر-رائے

انڈین پریس الہ آباد

ظاہر ہوتے تھے - انکی حرکتون سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ اثنائے ساخت[1] مین کسی عظیم سیارہ سے موثر ہوتے تھے جو سورج سے تقریباً سوا تو ارب میل پر واقع ہے اور جسکا سال ہمارے یہان ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے اور اُسی نکشتر مین واقع ہے جہان ہرشل صاحب نے ۱۸۴۶ء مین سیارہ نپچون[2] معلوم کیا تھا۔

## بدھ (عطارد)

اب ہم یہان سے سیارون کا جداگانہ تذکرہ شروع کرتے ہین - ترتیب اُنکے حجم کے رو سے رکھی جاتی ہے - بدھ سب سے چھوٹا ہے اسواسطے پہلے اسی کا ذکر کیا جاتا ہے - بدھ سورج کے قریب ہے - سال مین تین مرتبہ دکھائی دیتا ہے طلوع آفتاب سے ڈیڑھ دو گھنٹے پیشتر مشرق مین اور غروب آفتاب کے دو گھنٹے بعد مغرب مین تین تین بار نظر آیا کرتا ہے - سیارون مین سب سے تیز رو ہے - یعنی ایک لاکھ میل سے زائد فی گھنٹہ چلتا ہے اور کرۂ ارض کی رفتار صرف چھیاسٹھ ہزار میل فی گھنٹہ ہے - اسکی کثافت پانی سے چودہ گنا زائد سمجھی جاتی ہے اور اس سے زائد کثیف کوئی سیارہ نہین ہے - باوجود اسکے بھی اگر سورج کی کشش اسے اپنی طرف کھینچ لے تو چودہ روز مین اُسپر جا گریگا - دن رات ہمارے یہان کے دن اور رات کے برابر ہوتے ہین اور گردش کا دور سورج کے گرد اٹھاسی دن مین ختم کرتا ہے - گو اسکی بابت طرح طرح کے شکوک ظاہر کیے گئے تھے - مگر ۱۸۸۹ء مین اٹلی کے نامی فلکی شیاپریلی نے صحت کے ساتھ اسکا تعین کیا اور اب پروفیسر لوئل (امریکہ کے ایک عالم) نے اسکی تصدیق کردی ہے - ہمارے یہان بہار کا موسم سال بھر مین صرف ایک دفعہ آتا ہے مگر بدھ کی سطح پر اس عرصہ مین چار مرتبہ موسم بدل بدل کر آتے ہین - چونکہ سورج کے بہت نزدیک ہے - اسواسطے روشنی اور حرارت ہم سے سات گنا زیادہ آتی ہے۔[3] اگر اسیقدر گرمی اور روشنی ہمارے یہان آنے لگے - تو ہم ایک دن نہ جی سکینگے - بعض عالمون کا گمان ہے کہ وہان پانی اُبلتا رہتا ہے - مگر پروفیسر ٹنڈل مرحوم کا یہ قول ہے کہ کسی سیارہ کی قربت آفتاب کی بنا پر اسکی آب و ہوا کے باب مین کوئی خاص راے قائم نہین ہو سکتی۔

اسکی تیزروی کے سبب سے اسکی حرکتون کو بھانپ لینا بڑا دشوار ہے - کوپرنکیس (Copernicus) جرمن کا نامآور فلکی اسکا مشاہدہ کرنے سے قاصر رہا - آجکل شام کو سات اور آٹھ بجے اُس مقام پر چمکتا ہوا نظر آتا ہے - جہان سورج افق کے پیچھے چھپتا ہے۔

**بدھ دیوتا کی پوجا** | مصری لوگ اسے دیوتا سمجھکر پوجتے تھے اور اسے سٹ ہورس (Set Horus) کہکر پکارتے تھے - پرانون مین بھی اسکا تذکرہ ملتا ہے - سوم اسکا باپ اور برہسپتی کی بیوی اسکی ماں بیان کی گئی ہے - بعض ہندو لوگ اسکی خاص طور پر پوجا کرتے ہین - جوتش اور نجوم مین بھی بُدھ کا بڑا درجہ سمجھا جاتا ہے - انکے حساب سے کئی بڑے بڑے مہان پرش اسکے زیر اثر پیدا ہوئے تھے - خالدیہ - بابل - نینوہ اور فنیشیا کے لوگ بھی اسکی پرستش کرتے تھے اور اسے اپنی قسمتون کا قاضی مانتے تھے - یونان کے مشہور ترین فلکی طالمی (Ptolemy) سنہ مسیح سے ڈھائی سو برس پیشتر اسکا کئی بار مشاہدہ کیا - اسکی ایک کتاب مین اسکے

---

۱ بحوالہ "ترقی" جولائی ۱۹۰۹ء راقم نے اس رسالہ مین اس نئے سیارہ کے متعلق ایک مختصر مضمون شائع کیا تھا - ۲ "نیو انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا" جلد ۱۳ صفحہ ۳۲۵-

۳ ماخوذ از "گیلری آف نیچر" صفحہ ۶۵-

چودہ[1] مشاہدون کا ذکر موجود ہے۔

## منگل (مریخ)

منگل بحیثیت دیوتا یعنی اسکی بابت پرانے خیالات

جوتشیون اور نجومیون کے نزدیک منگل خاص عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ جو آدمی اسکے خاص زیر اثر پیدا ہوتا ہے۔ اسکی قسمت مین کئی قسم کے ادل بدل رہتے ہین۔ یہ کسی کے مقسوم پر خوشگوار اور نفع آور اثر نہین ڈالتا۔ پرانون مین اسکا بہت چرچا ہے اور ایک بڑا زبردست دیوتا مانا جاتا ہے جسکی کسی سے موافقت نہین بلکہ سب سے برسر پرخاش رہتا ہے۔ رومی اور یونانی لوگ اسے جنگ کا دیوتا مانتے تھے اور اسکی خوشنودی کے لئے قربانیان چڑھاتے تھے۔ قدیم زمانہ کی اور قومین بھی جو توہماتی بکھیڑون مین الجھی ہوئی تھین اس سیارہ کی پرستش کرتی تھین۔ اسکا رنگ سرخ انگارہ ایسا ہے۔ اسواسطے اسے جنگ کا دیوتا قرار دیا گیا تھا۔ جو اسکی شرارت اور شبیہ سے تصور ہوتی تھی لیکن زمانہ حال کی تہذیب اور علمی ترقیون نے ظاہر کر دیا ہے کہ یہ بیچارہ اور اجرام فلکی ایسا ناکردہ گناہ اور بے ضرر ہے۔

مریخ کے متعلق جدید خیالات

عالمان فلکیات منگل (Mars) کو اعلیٰ درجہ کے سیارون مین شمار کرتے ہین۔ زمین سے اتر کر یہی سیارہ فلکیات کی خاص دلچسپی اور تحقیق کا مرجع بنا ہوا ہے۔ عالمون نے تمثیل اور تشبیہ سے یہ خیال قائم کیا ہے کہ مریخ مین جاندار اور روئیدگی پائی جاتی ہے اور گمان کیا گیا ہے کہ وہان انسان رہتے ہین جو ہم سے زیادہ عقلمند ہین بعض عالم کہتے ہین کہ وہان کے باشندے برسون سے ہمسے سلسلہ نامہ و پیام جاری کرنے کی کوشش کر رہے ہین۔ اسی خیال کی بنا پر امہرسٹ کالج (اضلاع متحدہ امریکیہ) کی رصدگاہ کا سپرنٹنڈنٹ پلاٹیم کے بیاون مین بیٹھکر دس بارہ میل اوپر ہوائی کرہ مین جانیکا خواہشمند ہوا تھا۔ جب ڈھائی سال پیشتر (۲۴ ستمبر ۱۹۰۹ء) منگل اٹھارہ بیس سال کے بعد کرۂ ارض کے قریب تر آیا تھا۔ اسکی بنا پر ۱۹۰۸ء سے یورپ کی ایک مخیر طبع اور نیک طینت لیڈی نے کئی لاکھ روپیہ اس غرض سے عطا کر دیا تھا کہ اہل مریخ سے بات چیت کرنے کا کوئی طریقہ ایجاد کیا جائے۔ اب اس فنڈ مین لاکھون روپیہ جمع ہوگیا ہے۔ مشہور ماہر برقیات مارکونی اور اُسکا ایک نہایت مشہور ماہر برقیات اور چند اور اہل تحقیق اس کوشش مین ہین کہ منگل والون کے پاس کوئی پیام پہونچایا جاے اور انسے سلسلہ رسل و رسائل قائم کیا جاے۔ مارکونی وغیرہ کا خیال یہ ہے کہ بے تار کا برقی پیام منگل مین پہونچانا آسان اور ممکن العمل ہے۔ اسواسطے اس فکر مین ہین کہ آبشار نیاگرا (جو کینیڈا اور صوبجات متحدہ کی سرحد پر ہے) سے بہت سی برقی قوت راکی پہاڑ کی کسی اونچی چوٹی پر جمع کی جاے اور جب ضرورت کے مطابق بہم پہونچ جائے۔ تو ایک پیام بھیجا جائے۔ ہو سکتا ہے آنے والے برسون مین کوئی صاحب دماغ ایسی ترکیب نکالے جس سے مریخ کو پیام پہونچانے مین کامیابی ہو۔

منگل آفتاب سے چودہ کرور ساڑھے بارہ لاکھ میل پر ہے اور اس لحاظ سے زمین سے پانچ کرور میل کے قریب زیادہ فاصلہ پر ہے۔ سورج کے گرد اسکی گردش کا چکر ۶۸۶٫۹۸ دن مین مکمل ہوتا ہے اور اسکا قطر ۴۲۳۰ میل ہے۔ اس سیارہ کی سطح پر موسمی تبدیلات اسیطرح سے ہوتے ہین جیسے ہمارے یہان۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکا محور گردش کے دائرہ کی طرف (۲۴° ۵۰') جھکا ہوا ہے۔ عالمون نے برسون کے مشاہدہ

[1] ماخوذ از "کاسموس" جلد چہارم صفحہ ۱۳۰ مصنفہ الگزنڈر ہمبولٹ مطبوعہ ۱۸۵۲ء نیویارک۔

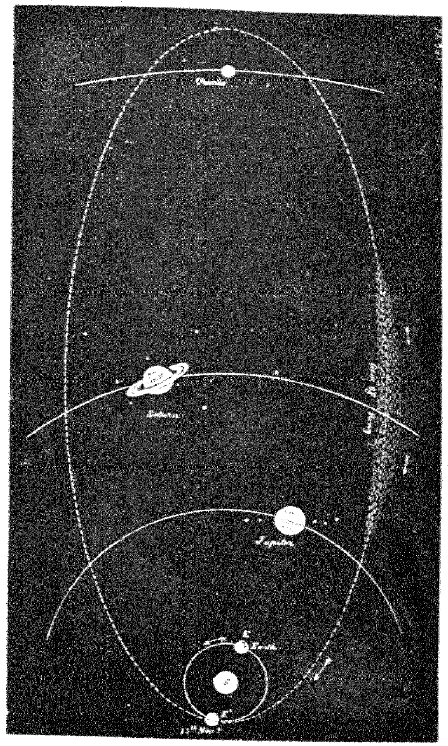


سیارگان فلک کی گردش کے دوائر اور اُن کے چاند

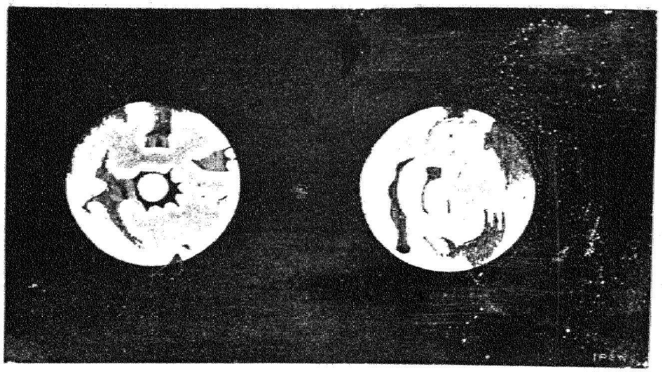

منگل (مریخ) نصف کرۂ شمالی اور نصف کرۂ جنوبی

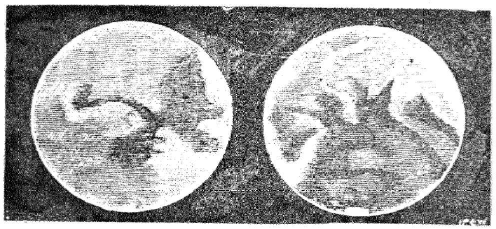

منگل (مریخ) جیسا دوربین میں نظر آتا ہے

انڈین پریس الہ‌آباد

کے بعد یہ قرار دیا ہے کہ اسکی حرکت روزانہ کا دور ۲۴ گھنٹے ۳۷ منٹ ۲۲ و ۶۷ سکنڈ مین پورا ہوتا ہے۔ یہ سیارہ سورج کے گرد اور نیز اپنے محور پر چوبّن ہزار میل فی گھنٹہ کے حساب سے چلتا ہے۔ شکل مین گول سا ہے گو قطبون کے قریب ہماری زمین کی طرح قدرے باہر کو نکلا ہوا ہے۔ اسکے ساتھ دو چاند ہین جو پروفیسر ہال متعلقہ بحری رصد گاہ واشنگٹن نے ۱۸۷۷ء مین دریافت کئے تھے۔ یہ اتنے چھوٹے ہین کہ بڑی دوربین کے بغیر دکھائی نہین دیتے۔ اندرونی چاند فوباس (Phobas) پونے آٹھ گھنٹے مین گردش کرتا ہے اور بیرونی چاند ڈیماس (Deimas) ہے۔

**کرۂ ارض اور مریخ مین مشابہت**

پہلے پہل سر ولیم ہرشل نے مریخ اور زمین کی طبعی صورتون مین کچھ موافقت معلوم کی تھی۔ اٹلی کے نامور محقق فلکیات شیاپریلی نے ۱۸۷۷ء مین یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ سطح مریخ پر نہرون کا ایک جال پھیلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسکے بعد اور عالمون نے بڑی بڑی دوربینون سے مشاہدہ شروع کیا اور نئی باتین معلوم ہوئین۔ اب یہ امر یقینی ہے کہ مریخی کرۂ ہوا ہمارے یہان کے کرۂ ہوا سے بہت مشابہ ہے۔ پروفیسر لوئل متعلقہ فلیگ اسٹاف رصدگاہ اری زونہ (امریکہ) مدت سے لگاتار اسکی مختلف صورتون اور حالتون کو مشاہدہ کرتے چلے آتے ہین۔ انکی راے سند سمجھی جاتی ہے۔ وہ کہتے ہین کہ مریخ مین "نہرون کا سلسلہ" برابر ہے اور وہ انسانی ہستیون کے وجود کے بھی قائل ہین۔ کرۂ ہوا صاف معلوم ہوتا ہے۔ اسکے قطبون کے قریب مین دو سفید قطعات بہت شفاف دکھائی دیتے ہین اور وہ سورج کی روشنی مین ستارون کی سی چمک دمک دکھاتے ہین عالم انھین برف یا یخ کے تودے خیال کرتے ہین۔ موسم کی تبدیلی کے ساتھ وہ نمودار اور غائب ہوتے رہتے ہین۔

**طبعی شکل و صورت**

وسطی حصہ مین نارنجی اور خاکستری سبز قطع نظر آتے ہین اور وہ خط استوا کے ساتھ ساتھ پھیلتے ہین۔ اسے زمین خیال کیا جاتا ہے۔ یہ قطع اور انکی خصوصیات مستقل نظر آتی ہین خاکستری سبز قطع پہلے بحیرے اور جھیلین تصور کی گئی تھین۔ مگر بعد کے مشاہدون سے یہ غلط ثابت ہوا۔ سر ولیم ہگنس نے کرۂ ہوا مین پانی کا بخار دریافت کیا تھا۔ ۱۸۹۴ء مین لوئل اور پکرنگ نے جنوبی قطب کے قریب ایک منقطع مشاہدہ کیا تھا، جسے انھون نے برف کے پانی کا ذخیرہ قرار دیا۔ شمالی قطب کے نزدیک بھی اسی قسم کا ذخیرہ پایا گیا تھا۔

سب سے زیادہ دلچسپی "نہرون کے سلسلہ" پر مرکوز ہے مشاہدۂ عمیق سے مریخ لمبی لمبی نہرون کے جال سے ڈھکا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کئی نہرین ایک دوسرے کو قطع کرتی معلوم ہوتی ہین۔ وہان پر عظیم تالاب پیدا ہوگئے ہین بعض انھین زمین کے بڑے بڑے ٹکڑے سمجھتے تھے اور بعض ندیان۔ مگر پروفیسر لوئل کا یہ خیال ہے کہ وہ نہرین ہین جو اہل مریخ نے قطبون سے پگھلی برف کا پانی میدانون اور شہرون اور کھیتون مین لیجانے کے لیے بنائی ہین۔ اسی کی بنا پر وہ بہت عقلمند سمجھے جاتے ہین۔ ۱۹۰۵ء مین لوئل نے انکے فوٹو لئے اور نہرون کا وجود پایۂ ثبوت تک پہونچا دیا ایک کتاب "مارس اینڈ اٹس کنالز" (Mars and its Canals) "مریخ اور اسکی نہرین" شائع کی ہے جسمین اس نظریہ کو ہر طرح سے ثابت کر دیا ہے۔

**منگل کے سُرخ ہونیکا سبب**

مریخ اور کرۂ ارض کے درمیان کئی طبعی امور[2] مشترک ہین۔

---

[1] ماخوذ از "نیو انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا" جلد ۱۳ صفحہ ۹۵ و ۹۶ - [2] ماخوذ از "گیلری آف نیچر" صفحہ ۹۰ و ۹۱-

جو کسی اور ستیارہ مین نہین پائے جاتے - مریخ کی خون گین صورت کرۂ ہوا کی کثافت کی طرف منسوب کی گئی تھی جیسے ہمارے یہان صبح اور شام کے وقت افق پر سُرخی نمایان ہوتی ہے مگر اسپکٹرواسکوپ (Spectroscope) سے جو مشاہدہ سر ولیم ہگنس نے کیا۔ اس سے سرجان ہرشل کی راے کی تائید ہوگئی کہ یہ سُرخی مٹیون کی رنگت کے سبب سے ہے۔ جو سطح مریخ کی ترکیب مین پائی جاتی ہیں اور کئی چیزین نمایان ہوتی ہین اور پھر جلدی سے ناپید ہوجاتی ہین۔ مگر کئی مستقل طور پر قائم رہتی ہین۔ بادل اور بخارات ادھر نکلے اُدھر غائب ہوگئے۔ اول رات دن کا تغیر و تبدل تقریباً یکسان ہے۔ موسمی تبدلات بھی ایک ہی جیسے ہوتے ہین۔ دوم دونون مین کرۂ ہوا۔ بادل - برف - یخ - مینہ - سمندر اور براعظم ہین مگر اسکے چاند کی کشش کمزور ہونے کے سبب سے سمندرون مین مدوجزر نہین پیدا ہوتا۔

**تازہ ترین حالات** تازہ ترین انکشافات مریخ کے باب مین ذیل مین دیے جاتے ہین۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ علوم تعلیمیہ مین نت نئی باتین معلوم ہوتی رہتی ہین۔ عالم اور ارباب تحقیق رات دن اپنی اپنی دھن اور اپنی اپنی تحقیق مین مشغول ہین اور نئی باتین دریافت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہین۔ ڈھائی سال پیشتر جب مریخ چکر کھاتا ہوا زمین کے بہت قریب آگیا تھا تو ماہران فلکیات نے بہت سی باتین مشاہدہ کی تھین منجملہ انکے ایک بات یہ ظاہر ہوئی کہ مریخ کی سطح دن بدن خشک ہوتی جاتی ہے اور پانی کی سخت قلت ہے۔ وہ وقت جلد آنیوالا ہے کہ جب وہان ایک بوند بھی پانی کی نہ رہیگی اور جاندار پیاس کے مارے تڑپ کر مرجائینگے۔ روئیدگی ابھی سے مرجھا رہی ہے سردی بڑھ رہی ہے۔ ایک روسی عالم نے پچھلے سال ایک میگزین[1] مین مریخ کی موجودہ حالت کے بارہ مین ایک مضمون لکھا تھا جسمین سے ذیل کے امور اخذ کیے جاتے ہین۔

وہ کہتا ہے۔ اپنے کو عالم تخیل مین آج کے زمانہ سے کرور دو کرور برس آگے لیجاؤ۔ جب کرۂ ارض کے پہاڑ فرسودگی کے عمل سے زمین کے ہم سطح ہو جائینگے اسکے زرخیز خطے صحراؤن مین تبدیل ہوجائینگے اور اسکی ہوا کیسون کی تخفیف کثیر سے لطیف ہوجائیگی - بارش اور آندھیان بالکل بند اور بادل صرف ظہورات طبعی مین ہونگے - مطلع بارہ مہینے صاف اور نیلگون رہیگا۔ سمندر اور جھیلین خشک اور بڑے بڑے سمندرون کا پانی زمین کے غارون مین غائب ہوجائیگا اور قطعات آبی صرف قطبون کی برف کی صورت مین باقی رہینگے - بعینہ یہی کیفیت اسوقت مریخ کی ہے - مریخ اور کرۂ ارض ایک ہی سے مادہ سے بنے ہین - مگر وہ ہماری زمین سے کہین زیادہ معمر اور فرسودہ سال ہوگیا ہے - قطبون کی برف جب پگھلتی ہے تو اسکا پانی نہرون مین ڈالکر خط استوا کیطرف لایا جاتا ہے جس سے زمین سیراب ہوتی ہے اور فصلین اٹھائی جاتی ہین - ان نہرون کا شمار چارسو قرار دیا جاتا ہے - اور ہر ایک کا طول بالاوسط سترہ سو میل ہے - سیارہ کا تمام رقبہ نہرون سے ڈھکا ہوا ہے -

وہان کے انسان کس قسم کے ہین ؟ اسکے باب مین سیارہ مریخ کی طبعی صورت کی بنا پر یہ قیاس ہے کہ وہان کی آب و ہوا لطیف ہونے کے سبب سے وہ ہماری شکل وصور

[1] راقم نے "امرت بازار پتریکا" مطبوعہ ۱۰ مئی سنہ ۱۱ء سے چند امور استنباط کیے ہین -

کے نہین ہین - مریخ زمین سے کرورون برس پہلے وجود مین آیا تھا - اگر وہی قانون قدرت وہان پر رائج رہا - گو وہ عقلی ترقیون مین ہزارون لاکھون برس پیشتر ہم پر سبقت لیگئے ہونگے اور انکا ڈھانچہ ہمارے ڈھچر سے بہت مختلف ہوگا - مریخ کی کشش ثقل بہت کمزور ہے - اسیوجہ سے وہان کا ہر ایک آدمی ہمارے یہان کے بڑے بڑے پہلوانون سے بڑھکر ہوگا - تین چار سکنڈ مین ایک آدمی سطح مریخ پر سو گز دوڑ سکتا ہے اور وہان کا سست الوجود ہمارے یہان کے ہوشیار ترین نٹ کو چند سکنڈ مین مات دیگا اور معمولی درخت پر سے ایک چھلانگ مین گزر سکتا ہے اور فٹ بال کو ایک لات سے پاؤ میل تک پہونچا سکتا ہے - وہ قد وقامت مین ہمارے یہان کے آدمی سے سہ چند اور کام کی قوت مین ستائیس آدمیون کی برابر ہوگا - کھدائی کے کام مین وہ پچاس ساٹھ قلیون کا مقابلہ بآسانی کرسکتا ہے اور ڈھائی ٹن (ستر من) بوجھ بڑی آسانی سے کندھے پر اُٹھاکر لیجاسکتا ہے -

منگل کی تباہی کے آثار ''پانی کی قلت''

ہمین افسوس صرف اس بات کا ہے کہ اہل مریخ تھوڑے عرصہ مین پانی کی کمی سے تڑپ کر مرجائینگے اور یہ حشر شائد ہمارا بھی کسی زمانہ مین ہوگا مگر وہ زمانہ بہت دُور ہے - ہم مین سے کسی کے پوتون پر پوتون اور انکی آل اولاد کو بھی دیکھنا نصیب نہ ہوگا - آبادی کا ذکر آگے چلکر ہوگا اور کرۂ ارض کے بیان مین ہم دکھائینگے کہ زمین کن اسباب سے برباد ہوگی -

## شکر (زہرہ)

یہ سیارہ بھی سیارون کی ذیل مین شمار ہوتا ہے - ہندؤن کی طرح یونانیون - رومیون اور قدیم زمانہ کی دیوپرست قومون کی مائتھالوجی (علم الاصنام) مین اسے بڑا رتبہ حاصل رہا - مگر زمانۂ حال کے ماہران فلکیات نے اسے خلا کے ساکنین مین ایک ادنی باشندہ قرار دیا ہے اور فلکی اصطلاح مین ادنی سیارون کے زمرہ مین شمار ہوتا ہے - سورج سے اسکا فاصلہ چھ کرور بہتر لاکھ میل ہے [51] - ہمبولٹ کے زمانہ مین یہ صرف چھ کرور میلون پر شمار ہوتا تھا - مختلف عالمون نے اسکے بُعدِ شمسی کا اندازہ مختلف کیا ہے - گریو نے سات کرور میل سے زائد اور چھ کرور میل سے کم نہین ہے - یہ سیارہ کبھی کبھی کرۂ ارض کے بہت نزدیک آجایا کرتا ہے یعنی کل دو کرور ساٹھ لاکھ میل اور کبھی گردش کے دوران مین اس سے سولہ کرور میل پیچھے ہٹ جاتا ہے - چاند اور کسی بھولے بھٹکے دمدار ستارے کے سوا اور کوئی سیارہ کرۂ ارض کے اسقدر قریب نہین پہونچتا ہے - شکر درخشانی اور آب وتاب مین تمام اجرام فلکی سے بڑھکر ہے - کبھی کبھی دن کے وقت بھی دکھائی دیتا ہے - مگر کبھی شام کو مغرب کے وقت اور کبھی طلوع آفتاب سے تھوڑی دیر پیشتر مشرق مین دکھائی دیتا ہے - فیثاغورس نے پہلے پہل اسکی نقل وحرکت کا مشاہدہ کرکے اسے ایک ستارہ قرار دیا تھا - گو اور عالم اسے دو مختلف تارے شمار کرتے تھے - یونانی شعرا اور مصنفین قدیم نے اسکی نسبت بہت خامہ فرسائی کی ہے اور اسے ملاحون اور مسافرون کا رہنما ٹھہرایا ہے کیونکہ وہ اسکی روشنی مین راستہ طے کرتے تھے -

شکر سورج کے گرد ۲۲۵ یوم مین اپنی سالانہ حرکت ختم کرتا ہے اور اسی ہزار میل فی گھنٹہ کے حساب سے چلتا ہے -

[51] ''کاسمس'' جلد چہارم صفحہ ۱۳۰

اگر سورج کی کشش غالب آکر اسے اپنی طرف کھینچ لے۔ تو ساڑھے انتالیس دن مین یہ سیارہ سطح آفتاب پر جاگرے اور جلکر خاک سیاہ ہوجائے۔ اسکا قطر زمین سے کچھ چھوٹا یعنی ۴۸۱۴، میل ہے۔ ہمبولٹ جرمنی محقق نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "کاسمس" مین اسے ۷۷۰۰ میل لکھا ہے اور "گلیری آف نیچر" مین یہ (صفحہ ۶۷) ۷۷۰۰ میل بیان ہوا ہے۔ ڈاکٹر رینگ نے اپنی کتاب مین بھی یہی فاصلہ دیا ہے۔ مگر تازہ ترین تحقیق کے مطابق اس سے زائد ہے۔ جیسا اوپر مذکور ہوا ہے۔ اسکی حرکت محوری ساڑھے تیئیس گھنٹے مین تمام ہوتی ہے۔ اسکی رفتار محوری ۲۲ میل فی سکنڈ ہے۔ اسکی ضخامت زمین کے حجم کا ۴/۵ حصہ ہے اور اسکی مساحت ۹۵/۱۰۰ ہے۔

اسکی بے حد درخشانی کے سبب سے شکر کے اجزائے ترکیبی کے باب مین ٹھیک ٹھیک معلوم نہین ہے کہ اسکے اندر کون کون معدنیات پائی جاتی ہین۔ ۱۸۷۴ء کے مشاہدون سے ظاہر ہوا تھا کہ اسکا کرۂ ہوا پچپن میل عمیق ہے۔ حالانکہ ہماری کرہ ارض کا صرف چالیس میل ہے اور یہ اسوقت ہوئے تھے جب وہ سورج کے قرص پر سے گزرا تھا۔ ہوا کی کثافت ہماری ہوا کے نصف ہے۔ گاہے گاہے اسکے اوپر دھبے سے نمودار ہوتے ہین جنکے بارے مین عالمون کا یہ خیال ہے کہ کرۂ ہوائے بخارات سے لدا رہتا ہے جس سے بادل بنتے ہین اور سطح زمین پر پانی۔ سمندر۔ دریا۔ جھیلین وغیرہ ہین۔ یہ بھی گمان ہے کہ بعض ایسے مظاہر دوربین کے ذریعہ سے دیکھنے مین آتے ہین جنسے پہاڑ اور وادیان موجود معلوم ہوتی ہین۔ جرمنی کے مشہور فلکی شراٹر کا یہی خیال ہے جو اسنے کچھ عرصہ تک شکر کے قرص کے مشاہدہ کے بعد قائم کیا تھا۔ اگر یہ قیاسات جو محض ظنیات سے ہین۔ بالکل درست ہون تو شکر اور کرۂ ارض کے درمیان مریخ کیطرح بہت مشابہت پائی جاتی ہے۔ مثلاً ہوائی کرہ جس سے روشنی منعکس ہوتی ہے اور آواز ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہونچتی ہے۔ اسمین بخارات موجود ہونے سے بادل بننا اور اولے اور مینہ برسنا وغیرہ جھیلین۔ ندیان اور پہاڑ وادیون کا ہونا وغیرہ امور دونون مین مشترک ہین۔ چونکہ سورج کے بہت نزدیک ہے اسواسطے وہان گرمی سخت پڑتی ہے قطبین بہت قریب ہین وہان کے موسم ہمارے یہان کے موسمون سے ڈبل ہین۔ یعنی دو جاڑے۔ دو بہار۔ دو گرما اور دو دفعہ سال مین خزان ہوتی ہے۔ وہان روئیدگی بھی یقیناً ہے اور اسکی بنا پر وہان جاندارون کا ہونا ناممکنات سے نہین ہے۔ مگر یہ قیاس صرف استدلال تمثیلی کی بنا پر قائم ہو سکتا ہے۔ کوئی تعجب نہین کہ جو آج ظنیات مین ہے وہ کل کو یقینی ثابت ہو اور پھر تازہ تحقیق کی روشنی مین سیارے جاندارون کا مسکن ثابت ہون۔ مگر یہ ایک جداگانہ مضمون مین بحث ہوگی۔

(باقی آیندہ)　　سیجے - آرہ راے

---

**نغمۂ روح** - یہ ایک نعتیہ دیوان ہے جسکے مصنف جناب حاجی قاضی جلیل الدین حسن صاحب حافظ زمین پیلی بھیت ہین۔ غزلیات، سلام، ترجیع بند، مخمس، رباعیات، مثنوی، غرض اس مجموعہ مین ہر ایک چیز شامل ہے۔ کلام نہایت پختہ اور عیوب شاعری سے پاک ہے ضخامت ڈیڑھ سو صفحات - قیمت ۸/ - ملنے کا پتہ :- سید احمد علی صاحب محرر رجسٹری - پیلی بھیت -

سید علی بلگرامی

انڈین پریس الہ آباد

# شمس العلما ڈاکٹر سید علی بلگرامی مرحوم

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

افسوس! ۳ مئی ۱۹۱۱ء کی صبح کو علمی دُنیا کا ایک بڑا شخص یکایک حرکت قلب بند ہو جانے سے ہمیشہ کے لئے خاک بلگرام کا پیوند ہو گیا - مولوی سید علی صاحب بلگرامی مرحوم ان افراد عالیہ مین سے تھے جنپر نوع انسانی فخر کر سکتی ہے۔ آپ کی ناگہانی وفات تمام ہند کے لئے عموماً اور دنیاء اسلام کے لئے خصوصاً ایک سخت ناقابل تلافی ملکی و قومی صدمہ ہے اور ملک و قوم انکے لئے جسقدر ماتم کرے بجا ہے۔ پایونیر ایسے اینگلو انڈین اور سخت محتاط اخبار نے بھی آپ کی وفات پر افسوس کیا اور لکھا کہ "ہندوستان سے ایک علامہ و وسیع الخیال و با اخلاق ہر دلعزیز شخص جاتا رہا" مرحوم نے جو علمی شہرت حاصل کی تھی وہ نہ صرف ہندوستان تک محدود نہتی بلکہ یورپ کے طبقہ علما مستشرقین مین بھی آپ ایک ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ وہ قدیم مختلف علمی زبانون یعنی عربی و سنسکرت کا علامہ ہونے اور یورپ کی مختلف زبانون مین مہارت رکھنے سے یورپ کا کوئی علمی مرکز ایسا نہ تھا جہان آپ کا تعارف نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ مرحوم ان "نادر روزگار" افراد مین سے تھے جنکو فطرت نے غیر معمولی ذہانت و عجیب و غریب قوت حافظہ عطا کیا تھا اور انکو اپنی ان خداداد قوتون کا پورا احساس تھا۔ چنانچہ انھون نے بچپن سے تا دم واپسین ان قوتون سے کام لینے اور انکو ترقی دینے مین کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ آپ کی طالبعلمانہ خصوصیت آخر تک قائم رہی۔ جن لوگون کو مرحوم سے قریبی تعلق تھا اور اُنکی بیش بہا صحبت کی عزت سے مستفیض ہونے کا موقع ملتا تھا وہ اُن کی وسیع و محققانہ معلومات علمی سے متحیر رہجاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا علم کا ایک بحر ذخار ہے جو اُنکے دماغ مین موجزن ہے، یا ایک معدن و مخزن ہے جو بیش بہا خزائن علمی سے مالامال ہے۔ مہینون اور برسون کی صحبت سے بھی دل سیر نہ ہوتا تھا اور مشاغل علمی سے دل نہ تھکتا تھا۔

مرحوم کی اس غیر معمولی علمی ترقی کا راز تین باتون مین تھا۔ یعنی

اوّل اُنکی خداداد اعلیٰ ذہانت و قوت حافظہ

دوم علوم و فنون کی تحصیل کا بے حد شوق اور مشاغل علمی مین لگاتار مصروف رہنا۔

سوم خوش نصیب و فارغ البال زندگی جسکے حاصل کرنے کے بیش بہا مواقع مرحوم کو حیدرآباد دکن مین ملے۔

علمی دنیا مین ممتاز بننے اور شہرۂ آفاق ہونے کے لئے تینون مذکورہ بالا باتون کا نہایت قریبی سمبندھ ہے۔ یہ اکثر کہا گیا ہے کہ کسی مین خداداد ذہانت کے ذرّے مخفی ہین تو اُسکو تحصیل علم کا شوق نہین، یا اگر تحصیل علم کا عشق ہے تو دماغی قوا مین اُسی تناسب سے قوت کی کمی ہے۔

اور اگر اتفاقاً اعلیٰ ذہانت و تحصیل علم کا شوق دونون بالقوۃ والفعل موجود ہین تو پھر زندگی کی دشواریان اتنی مہلت نہین دیتی کہ اس شوق کو پورا کیا جاسے۔ بیشمار خداداد دیسی نظری قوتین عمدہ و موزون موقعون کی کمی اور مربیانہ آبیاری نہ ہونے سے یون ہی بغیر شگفتہ ہوئے رہجاتی ہین۔

حیدرآباد دکن علم دوستی و ہنر پروری مین ہمیشہ ممتاز رہا ہے اور ہندوستان کے اس سخت و نازک و کشمکش کے زمانہ مین جبکہ ہر قسم کی دیسی لیاقتون، قوتون اور صنعتون کی کس مپرسی ہے اور اُنکو اپنے جوہر قابلیت دکھانے کے موقع حاصل نہین۔ یہ ریاست مغتنمات سے ہے۔ اب ہونہار و باکمال ہندی یوسفون کے لئے حیدرآباد ہی ایک مقر باقی رہ گیا ہے جہان پہونچکر کچھ عزت افزائی ہوجاتی ہے اور اس قدر دانی سے ہونہار اور اہل کمال کو اپنے جوہر قابلیت دکھانے کا موقع ملتا ہے اور کسی علم دوست کا یہ مقولہ پورا ہوجاتا ہے ع

اگر بدبخت باشد من چہ دانم + ولے یکبار بر دولت رسانم

مہدی علیخان مرحوم ایسے مدبر و سید حسن صاحب بلگرامی ایسے لائق و مشتاق حسین ایسے متدین اور نواب محسن الملک و نواب عماد الملک و نواب وقار الملک کو ایسے اعلیٰ مدارج پر پہونچنے کے موقعے حیدرآباد ہی مین ملے۔ مولوی چراغ علی مرحوم کے سے لائق۔ راے حکم چند ایسے مقنن۔ علامہ شبلی کے سے فاضل و فلسفی مصنف۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ایسے ادیب۔ داغ مرحوم ایسے شاعر بے بدل و موسیٰ عزیز مرزا ایسے منتظم و علم دوست اشخاص کو اپنی قدر و قیمت کا کچھ صلہ حیدرآباد ہی مین حاصل ہوا۔ اور سید علی صاحب بلگرامی مرحوم بھی آخر دم تک حیدرآباد ہی کے رہین منت رہے۔ یہ وہین کی فارغ البالی کی بدولت تھا کہ آپ کی عالمانہ پیاس کی سیرابی کیلئے بیش بہا کتب کا ایک نایاب ذخیرہ برابر بڑھتا رہا چنانچہ اسوقت جو جائداد اور میراث آپ نے چھوڑی ہے وہ ایک نہایت نایاب لائبریری ہے اور مرحوم اُسکو نہایت عزیز رکھتے تھے۔ مرحوم نے اپنی خداداد لیاقت و حیدرآباد کے بے بہا مواقع سے متمتع ہونے و عالمگیر شہرت حاصل کرنے کا پورا فائدہ اُٹھایا اور باوجود حیدرآباد کی امیرانہ و سازشانہ زندگی مین شب و روز گھرے رہنے کے بھی آپ کی زندگی ہمیشہ طالبعلمانہ رنگ لئے رہی۔ چنانچہ آپ اپنی مشہور تصنیف کتاب تمدن عرب کے دیباچے مین لکھتے ہین کہ:-

"جو اشخاص دیسی ریاستون کی ملازمت کی مشکلات سے واقف ہین اور جنھون نے اُن بدنصیب انقلابات کو دیکھا ہے جو ان ریاستون مین ہر روز ہوا کرتے ہین خیال فرماسکتے ہین کہ کسی عہدہ دار کے لئے جو علاوہ اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے ہر وقت دربارداریون اور سازشون کی مصیبتون مین مبتلا ہو ایسی بڑی تصنیف کا ارادہ کرنا اور پھر اسکو ایک سال کے اندر ختم کرنا کسقدر دشوار امر ہے"

مرحوم کی ۶۰ سالہ زندگی پر نظر ڈالنے سے بہت سے بیش بہا سبق حاصل کئے جاسکتے ہین۔ آپ کی زندگی تین حصّہ پر منقسم کیجا سکتی ہے۔ اول ابتدائی عمر و طالبعلمی۔ دوم حیدرآبادی زندگی۔ سوم حیدرآباد سے وظیفہ لینے اور زندگی کے آخری ۱۰ سال۔ مرحوم کا مرز بوم صوبہ اودھ کا وہ مشہور و مردم خیز قصبہ ہے جو بلگرام کے نام سے مشہور ہے۔ آپ وہان کے سادات عظام مین سے تھے۔ چونکہ آپ کے والد ماجد خان بہادر سید زین الدین بنگال پراونشل سروس

مین تھے اسلئے مرحوم ۱۸۵۱ء مین بمقام پٹنہ پیدا ہوے اور آپ اپنے پانچ بھائی اور ایک بہن مین سب سے چھوٹے تھے - سید حسن صاحب بلگرامی المعروف بہ نواب عماد الملک آپ کے برادر اکبر ہین جو علاوہ اپنی اعلیٰ لیاقت اور تاریخ دکن کے مصنف ہونے کے محض اپنی قابلیت اور اعلیٰ درجہ کے صائب الرائے ہونے کے انڈیا کونسل کی ہندوستانی ممبری پر سرفراز ہوئے - آپ کے دوسرے بھائی میجر حسن ہین جو انگلستان کی اعلیٰ سوسائٹی مین نہایت بارسوخ ہین - آپ کے ایک بھائی بنام سید محمد صاحب حیدرآباد کے ایک بڑے ضلع کے سینیر کلکٹرون مین سے ہین اور آپ کی ایک ہمشیرہ مسز شجاعت علی صاحب فخر خاتونان اسلام ہین اور اعلیٰ درجہ کی انگریزی و فارسی لیاقت رکھتی ہین - اور آپ کے کل خاندان پر یہ مصرعہ صادق آتا ہے کہ -

این خانہ تمام آفتاب است

سید علی صاحب بلگرامی مرحوم نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے عم بزرگوار خان بہادر سید اعظم الدین سی - آئی - ای کے گھر مین حاصل کی - لیکن یہ تعلیم وہی پرانی مکتبی طریقے کی تھی جسکو آجکل "اولڈ اسکول" کہا جاتا ہے - مرحوم کی عربی و فارسی تعلیم کی یہین بنیاد پڑی - پرانے مکتبی طریقہ تعلیم کی خواہ کتنی ہی ملامت کیجائے مگر اسمین شک نہین کہ اسمین ذہنی و اخلاقی تربیت کی کچھ خوبیان ضرور تھین - کون نہین جانتا کہ سر سید علیہ الرحمۃ، نواب محسن الملک، وقار الملک، علامۂ شبلی و حالی، ڈاکٹر نذیر احمد، ذکاء اللہ مرحوم وغیرہ وغیرہ ایسے عالم فاضل مدبر و منتظم اشخاص سب اسی پرانے اسکول کے طالبعلم تھے اور انکی ابتدائی تعلیم کی بنیاد قدیم مکتبون مین پڑی تھی - یہ لوگ کیرکٹر یعنی عملی قوت کے لحاظ سے جدید اسکول کے فارغ التعلیم حضرات کے مقابلہ مین جو حقوق رکھتے ہین وہ ارباب بصیرت پر مخفی نہین ہے -

بلگرامی مرحوم نے اپنی مادری زبان اُردو اور عربی و فارسی مین پختگی حاصل کر لینے کے بعد پندرھوین سال مین انگریزی زبان کی تحصیل کی طرف توجہ کی - چونکہ بچپن ہی سے خداداد و طور پر طباع اور ذہین تھے اور اسپر قوت حافظہ مستزاد تھی اور عربی فارسی کی تعلیم سے انکی دماغی تربیت خوب منجھ چکی تھی اسلئے انھون نے انگریزی اسکول مین بھی اس سرعت سے ترقی کی کہ داخلہ سے صرف آٹھ سال مین پٹنہ کالج کی طرف سے - بی - اے - مین شریک ہوئے اور اول درجے کے دُہرے اعزاز یعنی "ڈبل آنرز" کے ساتھ اس امتحان مین کامیابی حاصل کرلی - سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس امتحان مین مرحوم کی سکنڈ لینگوج یعنے دوسری زبان سنسکرت تھی ! اس امتحان کے پاس کرنے کے بعد آپ میکانکل سائنس یعنے علم آلات و انجینیری سیکھنے کی غرض سے رُڑکی کالج مین داخل ہوئے - سر سالار جنگ اوّل کو جو اس زمانہ مین حیدرآباد کے بہترین وزیر اعظم تھے اور جنکا نام ہندوستان کی تاریخ مین بڑے بڑے مدبرون کی فہرست مین ہے، مرحوم کی عجیب و غریب ذہانت کی خبر لگی اور انھون نے فی الفور بلگرامی صاحب کو حیدرآباد طلب کرکے اپنے ذاتی اسٹاف مین رکھ لیا اور جب سر سالار جنگ ممدوح انگلستان تشریف لے گئے تو بلگرامی صاحب مرحوم کو بھی اپنے ساتھ لیا اور وہان پہونچکر اُن کو انگلستان کے معدنیات کے شاہی مدرسہ مین داخل کرا دیا یہان آپ کو پروفیسر ہکسلے اور پروفیسر ٹنڈل جیسے مشاہیر روزگار سائنس والون کی شاگردی کی خوش نصیبی حاصل ہوئی - جس پر

آپ ہمیشہ بجا طور سے فخر کیا کرتے تھے - تھوڑے ہی عرصے مین آپ نے معدنیات کا امتحان بھی اعزازون کے ساتھ پاس کیا - اسکے علاوہ جیالوجی یعنے ارضیات کے مضمون مین بھی ایک اعلیٰ درجہ کا تمغہ حاصل کیا - اسی زمانہ مین آپ نے جرمنی - فرانسیسی لاطینی اور یونانی زبانین سیکھنی شروع کین اور بہت جلد ان مین مہارت پیدا کرلی - امتحانات سے فارغ ہو کر براعظم یورپ کا سفر کیا اور اطالی زبان خود اٹلی مین قیام کر کے سیکھی -

یورپ سے حیدر آباد واپس پہونچنے کے بعد آپ انسپکٹر جنرل معدنیات اور پھر ہوم سکرٹیری اور ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم اور آخر کار معتمد تعمیرات عامہ اور ڈائرکٹر ریلوے و معدنیات کے معزز عہدون پر فائز رہے آپکے ماتحت صدہا یوروپین و یوریشین محکمہ تعمیرات و ریلوے و معدنیات مین تھے جن پر حکومت کرنا اور انکو قابو مین رکھنا آسان امر نہ تھا لیکن مرحوم کا سکہ و رعب اُن پر جم گیا تھا اور سب آپکی عزت و تعریف کرتے تھے - نظامس ریلوے کی خوش انتظامی کے صلہ مین آپ کو ریلوے بورڈ انگلستان کی طرف سے ایک گولڈ میڈل عطا کیا گیا جسکی بدولت آپ تا زیست نظامس ریلوے اور جی - آئی - پی - ریلوے مین فرسٹ کلاس مین مع دو نوکرون کے بلا کرایہ سفر کرنے کے مجاز تھے - یہ اعزاز سوائے انکے کسی دوسرے ہندوستانی کو اب تک نصیب نہین ہوا - حیدر آباد سے آپ کو ۱۹۰۱ء مین وظیفہ دیدیا گیا اور آپ انگلستان جا کر دار العلوم کیمبرج مین مرہٹی کی پروفیسری کی کرسی پر زینت افروز ہوئے - حیدر آباد کی بیس سالہ مصروف زندگی مین بھی جبکہ مختلف فرائض منصبی کا بار آپ کے کندھون پر تھا اور انقلابات کے خوف اور سازشون کی مصیبتون مین آپ گھرے ہوئے تھے - آپ نے مشاغل علمی کو زور شور سے جاری رکھا - ۱۸۹۲ء مین آپ نے کلکتہ یونیورسٹی کا امتحان بی - ایل - صرف چار ماہ کی حیرت انگیز کوشش سے پاس کرلیا اور کل امیدوارون مین اول آئے اور گولڈ میڈل یعنی طلائی تمغہ حاصل کیا - باوجود حیدر آباد کی نہایت مصروف زندگی کے آپ مطالعہ کے بلاناغہ شائق رہے اور بالتخصیص علوم سنسکرت اور ویدون کے مطالعہ و تحقیق مین محو رہے - ان علوم مین آپ کے عبور کا یہ حال تھا کہ مدراس یونیورسٹی کے سنسکرت کے امتحان - ایم - اے - کے آپ ممتحن مقرر ہوا کرتے تھے اور سنسکرت مین آپ نظم لکھتے تھے - تصنیف و تالیف و ترجمے کا کام بھی جاری تھا چنانچہ حیدر آباد ہی کی ملازمت کے دوران مین آپ نے چند قابل قدر تصانیف و ترجمے بھی کئے "میڈیکل جورس پروڈنس" اور بنظیر کتاب تمدن عرب آپ نے وہین تصنیف و ترجمہ کین "کلیلہ و منہ" اور فارسی و سنسکرت کی جداگانہ خوبیون پر بھی آپ کی ایک تصنیف ہے - ایک زمانہ مین ایک عربی اخبار بھی آپ نکالا کرتے تھے اور مختلف مشہور رسالون مین وقتاً فوقتاً آپ کے قابل قدر مضامین بھی چھپتے تھے - سچ تو یہ ہے کہ حیدر آباد مین جو کچھ علمی چرچے و علمی سرپرستیان ہوتی تھین اسکی باعث آپ ہی کی ذات بابرکات تھی - دائرۃ المعارف و محکمہ علوم و فنون و کتب خانہ آصفیہ آپ ہی کی سرپرستی مین تھے - آپ جب تک حیدر آباد مین رہے اہل علم و قلم کی سرپرستی و مدد آپ اپنے فرضیات مین سے سمجھتے تھے - علم دوستی کی یہ حالت تھی کہ بڑے بڑے نوابان و روسا و انگریز صاحبان آپ کی ملاقات مین منتظر بیٹھے رہتے تھے مگر غریب پھٹے کپڑے پہنے طالب علم کی رسائی آپ تک فی الفور ہو جایا

کرتی تھی اور آپ حسب حیثیت اپنی ذات و سفارش و ریاست سے اہل علم کی مدد کیا اور کرایا کرتے تھے - اپنی آمدنی کا ایک بیش بہا حصہ آپ کتب کے خرید مین صرف کر دیا کرتے تھے - دنیا مین کہین کوئی عمدہ کتاب چھپی اور چندہی ہفتون مین وہ آپ کی نایاب لائبریری مین آجاتی تھی - کتابون کی نسبت آپ کی معلومات اور وسعت نظر حیرت انگیز تھی - یورپ کی مشہور لائبریریون کی چیدہ چیدہ کتب کا آپ کو علم تھا اور ہندوستان کے مشہور کتب خانون کی بھی آپ نے سیر کی تھی - چنانچہ سال گذشتہ مین آپ رام پور کا مشہور کتب خانہ دیکھنے کیلئے ریاست رام پور تشریف لے گئے اور علم دوست نواب صاحب نے آپ کی بڑی مہمان نوازی کی -

سنہ ۱۹۰۱ء مین بلگرامی مرحوم بھی حیدرآباد کے پولیٹیکل ہوگی انقلابات کا شکار ہو گئے مگر انھین بھی ریاست نے اپنی مشہور فیاضی سے معقول وظیفہ عطا فرمایا اور مرحوم انگلستان تشریف لے گئے - آپ کی اعلیٰ ذہانت - علمی امتیازات کی شہرت انگلستان کے علمی حلقون مین پہلے ہی سے پہونچ چکی تھی - چنانچہ کیمبرج یونیورسٹی نے آپ کو مرہٹی زبان کی پروفیسرشپ کی کرسی عطا فرمائی - یہ کرسی آپ کو کئی دیگر باعلم و بارسوخ انگریز صاحبان کے مقابلہ مین بازی جیت لینے کے بعد ملی - رفتہ رفتہ آپ سنسکرت و عربی زبانون کی تعلیم بھی دینے لگے - آپ غالباً پہلے ہندوستانی تھے جنکو برطانیہ کی سب سے معزز یونیورسٹی مین یہ اعزاز حاصل ہوا - آپ کے حیرت انگیز تبحر علمی کے لحاظ سے کیمبرج یونیورسٹی کے مشہور کرائسٹ چرچ کالج نے ایم - اے کی اعزازی ڈگری عطا فرمائی اور یونیورسٹی نے آپ کو بورڈ آف اورنٹیل سٹڈیز کی ممبری اور اورنٹیل لنگوجز ٹریپاس کے ممتحنی پر سرفراز کردیا -

یہ وہ اعزاز ہین جن پر لائق سے لائق انگریز فخر کرسکتا ہے اور شاید مرحوم سے پہلے کسی ایشیائی شخص کو یہ اعزاز علمی حاصل نہین ہوا - اسکے علاوہ آپ نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی کونسل پر بھی کام کیا اور اس ڈیپوٹیشن کے ممبر مقرر ہوتے جو دسمبر ۱۹۰۶ء مین مشرقی زبانون کی تعلیم کی ضرورت جتانیکے لئے وزیر اعظم برطانیہ کی خدمت مین حاضر ہوا تھا اور جسکی استدعا کا نتیجہ تھوڑے عرصہ قبل لندن یونیورسٹی کے ساتھ مشرقی زبانون کی تعلیم کا ایک اسکول قائم ہونے کی صورت مین نکلا ہے - کیمبرج کے زمانہ قیام مین مرحوم نے بارسٹری کا امتحان پاس کرکے اسکی سند بھی حاصل کرلی - کیمبرج مین آپ ہندوستانی طلبا کے لئے ایک مایۂ فخر و ناز تھے اور آپ کا مکان غریب سے غریب ہندی طالب العلم کے لئے وقف تھا - مختلف طریقون سے آپ اپنے ہموطن طالب علمون کی پردیس مین مدد و ہمت افزائی کیا کرتے تھے - کئی ایک غریبون کو مالی مدد سے آپ نے بارسٹر وغیرہ بنوادیا جسکی بدولت آج وہ لوگ نہایت عزت و فارغ البالی کے ساتھ ہندوستان مین جابجا روزی کما رہے ہین - انگلستان مین لذیذ مشرقی کھانے ہندی طالب علمون کو آپ ہی کی میز پر ملتے تھے - وقتاً فوقتاً آپ مشاہیر اسلام کے حالات معزز علما کی مجلسون مین پڑھا کرتے تھے - سنہ ۱۹۱۰ء مین آپ اختلاج قلب کے مرض مین مبتلا ہو گئے اور ڈاکٹرون کی رائے سے ہندوستان واپس آئے - آپ کی شاندار کامیابیون کے صلہ مین کلکتہ یونیورسٹی سنٹ نے یونیورسٹی مذکور کی جوبلی کے موقع پر جبب وہان کے بڑے بڑے نامور گریجویٹون کی عزت افزائی عمل مین آئی تو مرحوم کو ڈاکٹر آف لٹریچر کی ڈگری سنہ ۱۹۰۹ء مین دی گئی - مرحوم کا یہ آخری علمی اعزاز تھا - آپ

بہت چاہتے تھے کہ حیدر آباد مین رہکر بقیہ زندگی بسر کرین لیکن حیدر آباد کی سازشون کی بدولت گذشتہ سال کے اپریل مین راقم سطور کی سفارش پر دوبارہ دکن تشریف لے آئے تاکہ کتاب تمدن ہند کے ترجمہ کی تکمیل کرین چنانچہ وہ مکمل ہو گیا اور اب زیر طبع ہے۔ اوائل سرما مین آپ مع اپنی بیگم صاحبہ و بچون کے اپنے وطن مالوف بلگرام تشریف لائے اور ہردوئی مین ایک بنگلہ خرید لیا۔ ارادہ تھا کہ بقیہ زندگی وطن کے قریب ہی اور ملک و قوم کی خدمت مین صرف ہو۔ چنانچہ تقریباً دو سال سے "آپ علیگڈھ موومنٹ" مین بہت کچھ عملی دلچسپی لینے لگے تھے۔ گذشتہ جنوری مین آپ "آغاخانی مشن" کے ساتھ الہ آباد مین شریک تھے اور آخر مارچ مین پنجاب ڈیپوٹیشن کے ساتھ بسرکردگی راجہ سر محمد علی محمد خان صاحب لاہور بھی تشریف لائے تھے۔ علیگڈھ یونیورسٹی کا نسٹیٹوشن مرتب کرنے کا اہم ترین کام آپ کے سپرد ہوا تھا۔ آپ اسکے سکریٹری تھے اور اسمین ہمہ تن مصروف تھے۔ اس شوق و مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ ١٢- اپریل کو آپنے نواب وقار الملک کو لکھا کہ کل مین نے بسلسل ٩ گھنٹہ کام کیا اور پھر شام کو ٢ گھنٹے۔ ایسٹر کی تعطیلون مین اسکا مسودہ آپ نے بمقام علیگڈھ منتخب کمیٹی کے سامنے پیش کیا تھا اور ٣- مئی کی صبح کو آپ پھر لکھنؤ جانے اور راجہ صاحب ممدوح سے یونیورسٹی کا نسٹیٹیوشن کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے گھر سے روانہ ہوے تھے کہ پیام اجل آ پہونچا۔ ٣ منٹ کے اندر ہی اندر روح نے اس خاکی جسم سے مفارقت کی۔ آپ کی بیگم صاحبہ جنھین آپ بہت عزیز رکھتے تھے کئی مہینے کے بعد حیدر آباد سے اسی روز واپس تشریف لائی تھین اور یہ آخری صحبت صرف ١٤ گھنٹہ کی تھی۔

حسب وصیت آپ بلگرام کے امام باڑہ مین دفن ہوے۔ افسوس آپکی رحلت سے نہ صرف قوم اور ملک کو ایک نقصان عظیم پہونچا بلکہ ایک ایسا فرد دنیا سے اُٹھ گیا جسکے مانند مادر گیتی روز بروز پیدا نہین کرتی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے جو ٦٠ سالہ زندگی مین علمی اعزاز حاصل کئے وہ حسب ذیل ہین۔ شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی۔ بی۔ اے (کلکتہ) ایم۔ اے۔ (کیمبرج) بی۔ ایل (کلکتہ) گولڈ میڈلسٹ بارسٹرایٹ لا۔ ڈاکٹر آف لٹریچر۔ ایف۔ جی۔ ایس۔ ایسوشیئیٹ رائل اسکول آف مائنس لندن۔ ممبر آف دی رائل ایشیاٹک سوسیٹی آف گریٹ برٹن اینڈ آئرلینڈ۔ ممبر آف دی نارتھ آف انگلینڈ انسٹی ٹیوشن آف مائینگ انجینیرس۔ ممبر ایشیاٹک سوسائٹی بنگال و بمبئی۔ ممتحن سنسکرت مدراس یونیورسٹی۔ وغیرہ وغیرہ۔

ماسوائے ان علمی اعزاز کے آپ قریباً چودہ یورپ و ایشیا کی زبانون مین مہارت رکھتے تھے۔ فلسفہ علم اللسان کے ایک زبردست ماہر تھے طبعی عملی طور پر آپ طالبعلم تھے۔ نہایت خلیق و متواضع و فیاض تھے۔ حیدر آباد مین صرف دو شخص ایسے گذرے ہین جنھون نے اپنے اوج و اقبال کے زمانہ مین صدہا بندگان خدا کو روزی سے لگا دیا اور ہزاری ماہوار تک پہونچایا۔ اول نواب محسن الملک مرحوم تھے اور دوسرے بلگرامی مرحوم۔

مذہباً آپ اثنا عشری شیعہ تھے مگر حضرت عمر کے انصاف و اعلیٰ اوصاف کے ہمیشہ مداح تھے۔ آپ کا مذاق عالمانہ تھا اور آپ کے خیالات بیشتر فلسفیانہ تھے۔ اصلاح رسوم و تمدن مسلمانان ہند کے نہ صرف آپ حامی تھے بلکہ عملی طور پر آپ اسکے کوشان تھے۔ ہندی پردہ یا حبس دوام کے آپ سخت

مخالف تھے اور تعلیم نسوان کے بڑے زبردست حامی - چنانچہ آپ کی صاحبزادی مس لولو رقیہ بلگرامی ہندوستان مین اسوقت بلحاظ انگریزی تلفظ، عربی قرأت، فرنچ دانی، فنون لطیفہ و باریک خیالی مین اپنے یکتا باپ کی اکلوتی بیٹی ہین -

ایک عجیب خصوصیت جو مرحوم مین حیدرآبادی زندگی کے باعث پیدا ہوگئی تھی وہ یہ ہے کہ باوجود عالمانہ مذاق و طالبعلمانہ زندگی کے آپ مین اعلیٰ درجہ کا اسٹیٹ کرافٹ یعنی ملک و دربارداری و جوڑ توڑ کا ملکہ بھی پیدا ہوگیا تھا اور مشرقی ریاستون کے راز بازسے آپ خوب ماہر تھے اور مشرقی و اسلامی ممالک کی ساری تباہ حالی ذلت و خواری کا ذمہ دار آپ بادشاہان و امراء مشرق کو قرار دیتے تھے - چنانچہ راقم سطور جن ایام مین ایران و استنبول و مصر کی سیاحت کر رہا تھا تو آپ نے مجھے یہ تحریر فرمایا تھا کہ :-

"میرا خیال ہے کہ اس سفر کے بعد آپ بھی اسلام او مسلمانون کے طرف سے اس درجہ پُرامید نہونگے جیسے پہلے تھے - اصل یہ ہے کہ جب تک ہمارے بادشاہ اور امرا نہ جاگین گے تب تک کوئی اُمید نہین ہوسکتی اور انکی یہ حالت کہ خود تو وہ کسیقدر غافل تھے ہی لیکن یورپ کی قومون نے اپنی خودغرضی سے انکو جام پر جام مسکرات اور مقویات کا دیکر سلا رکھا ہے اور جاگنے ہی نہین دیتے"

گو مرحوم کو اسلامی اقوام کے پھر اُبھرنے سے بعض اوقات بہت کچھ مایوسی سی معلوم ہوتی تھی لیکن جب کبھی انکی ترقی کا کسی گوشہ سے کوئی حال سُنتے تھے تو ایک جوش مسرت اُنکے چہرے سے مترشح ہوتا تھا - راقم سطور کو گذشتہ ۱۰ سال سے نہایت قریبی تعلق مرحوم سے رہا - مہینون ایک جا بسر ہوسئے اور صدہا پرائویٹ خطوط راقم سطور کے پاس اسوقت مرحوم کے موجود ہین جنسے انکے مذہبی و ملکی و عالمانہ خیالات پر روشنی پڑتی ہے - راقم سطور کا ارادہ ہے کہ انکو وقتاً فوقتاً شائع کرے کہ اس جلیل القدر شخص کا اندازہ پبلک کسیقدر کرسکے - مرحوم کو اپنے عالمانہ مذاق و عدیم الفرصتی کے باعث طبقہ عوام سے میل جول کا بہت کم موقع ملا - انکے آخری ایام کے خطوط سے اپنے ذاتی معاملات کے متعلق کسیقدر مایوسی معلوم ہوتی ہے مثلاً مرحوم کے سب سے آخری خط کا جو انھون نے اپنی موت سے ایک ہفتہ قبل ۲۲ - اپریل کو مجھے لکھا ایک جملہ یہ ہے

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اجابت کو دعا سے بیر ہوگیا ہے"

مرحوم علیگڈھ یونیورسٹی کو نہایت مفید خیال کرتے تھے اور انکو نہایت آرزو تھی کہ وہ اس یونیورسٹی کو دیکھین - یہانتک خیال تھا کہ خود جاکر علیگڈھ کو ہند کا کیمبرج بنائین اور ہند کے مسلمانون پر جو ایک بہتر دَور جدید شروع ہوا ہے اُسکے کچھ آثار دیکھ لین - لیکن جسطرح حضرت موسیٰ کو زمین موعود کے اندر داخل ہونیکا موقع نہ ملا اور انھون نے دور سے ایک پہاڑ پر سے اُفق مین زمین موعودہ کی زیارت کرلی اسیطرح بلگرامی مرحوم بھی یہ داغ حسرت دل مین لے گئے -

کسی آیندہ نمبر مین بشرط فرصت ہم بلگرامی مرحوم کی زندگی سے جو خاص سبق حاصل کئے جا سکتے ہین اسکا بیان کرینگے اور انکے خیالات پبلک کے سامنے پیش کرینگے - یہان صرف اسقدر عرض کردینا ضروری سمجھتا ہون کہ پبلک انکی آخری تصنیف تمدن ہند کو ضرور پڑھے - یہ ایک نہایت مفید کتاب ہے جو زیر طبع ہے اور راقم سطور نے سال گذشتہ قریباً پانچ ماہ حیدرآباد دکن مین انکا مہمان رہکر اس کتاب کی تکمیل مین انکی مدد کی تھی -

ایم - جان

# قدیم ہندوستان کی بحری تجارت

(ماڈرن ریویو کے ایک مضمون کا خلاصہ)

برہمنی اور بدھ مذہب دونوں کے زمانے میں جو کتابیں لکھی گئی تھیں۔ انمیں جا بجا ایسے تذکرات پائے جاتے ہیں جو قدیم ہندوستان کی بحری تجارت پر دلالت کرتے ہیں۔ ایسے بیانات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں جہازسازی کا ہنر معدوم نہ تھا بلکہ اسمیں بہت کچھ ترقی ہوئی تھی۔ یہ باتیں ہندوستان کے قدیم لٹریچر، تاریخی کتبہ جات اور سکوں سے پایہ ثبوت کو پہونچتی ہیں اور بعض ممالک کے مورخوں اور سیاحوں کے بیانات سے بھی انکی تائید ہوتی ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تین ہزار سال تک ہندوستان تجارتی دنیا کا مرجع و مرکز رہا ہے فینکی، یہودی، اسوری، یونانی، مصری اور رومی اقوام کے ساتھ سلسلۂ تجارت قائم تھا اور قرون وسطی میں ترکوں، وینس والوں، پرتگیزوں ڈچ اور انگریزوں کے ساتھ تجارت ہوا کرتی تھی۔ زمین کی زرخیزی کاریگروں کی ہنرمندی و صنعتگری، خوشگوار آب وہوا، اور سادہ طرز زندگی کے باعث اہل ہندوستان ضروریات زندگی کیلئے غیروں کے محتاج نہ تھے۔ البتہ دوسری قسم کی چیزیں (جو ضروریات زندگی میں شمار نہیں ہوسکتی ہیں) یورپ اور مغربی ایشیا سے آیا کرتی تھیں مثلاً قلعی، سیسہ، کانچ کے برتن، عنبر، فولاد، اور ادویات وغیرہ اشیاء درآمد تھیں۔ عرب سے لوبان آتا تھا جو معبدوں میں جلایا جاتا ہے۔ برعکس اسکے ہندوستان سے یورپ کو اون بھیجی جاتی تھی جو سکندر کے زمانے سے مشہور چلی آتی تھی۔ ہیرے، یاقوت، فیروزے، نیلم اور پکھراج وغیرہ کیلئے بھی مغرب اسی ملک کا دست نگر تھا کئی قسم کے گوند، پوستین، ہینگ، مشک نافہ، بیش بہا اور خوبصورت شال دوشالے، قالین جنکی بابل اور روما میں وہی قدر و قیمت تھی جو اسوقت پیرس اور لندن میں ہے، اس ملک سے بکثرت تیار ہوکر باہر جایا کرتے تھے۔ اشیائے برآمد میں سب سے بیش قیمت ریشم تھا جو سلطنت ایران کے عروج کے زمانے میں سونے کے بھاؤ فروخت ہوتا تھا۔ یہ ریشم ہندوستان میں بھی تیار ہوتا تھا اور چین سے بھی لایا جاتا تھا۔ اس سے اُتر کر ململ، چھینٹ، اور سوتی کپڑے تھے۔ مگر ململ سب سے اعلی قسم کی تیار ہوا کرتی تھی۔ مختلف قسم کے روغن، پیتل کے برتن، راب، نمک، نشہ آور ادویات، کئی قسم کے رنگ، خوشبویات، مرچ، دارچینی اور قسم قسم کے مصالح جات جنکی یورپ میں بڑی مانگ تھی، ہندوستان سے بکثرت روانہ ہوا کرتے تھے۔

ممالک غیر کی آسائش کے سامان ہندوستان صدیوں تک بہم پہونچایا کیا اور اس تجارت سے اہل ہند بہت متمول ہوگئے تھے۔ غیروں سے وہ صرف سونا چاندی خریدتے تھے، جس پر انکے منافع کا ایک بڑا حصہ اُٹھ جاتا تھا۔ جس طریقے سے یہ دھاتیں لیجاتی تھیں اُن کی بابت سی ڈانیل صاحب "Industrial competition of Asia" (صنعتی مقابلۂ ایشیا) کے صفحہ ۲۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"جو چیزیں اہل ہند کے نزدیک غیر ضروری اور وافر بھی جاتی تھیں، اُنکا سونے چاندی سے تبادلہ کیا جاتا تھا۔ یہ چیزیں دنیا کے کسی اور

حصے سے بہم نہ پہونچ سکتی تھین۔علاوہ ازین مغربی ایشیا، مصر اور یورپ
کے اہالیان کے نزدیک انکی قدر و قیمت بہت اعلیٰ تھی"

ہندوستان مین ہر سال سونے کی ایک معتد بہ مقدار آتے دیکھکر اوّل صدی قبل از مسیح مین پلائنی کو اندیشہ و تاسف ہوا تھا۔اس مشہور مصنف کے اندازہ کے مطابق سلطنت روما خوشبویات اور سنگار کی اشیا کے لئے ساڑھے دس لاکھ روپے کا سونا دیا کرتی تھی[۵۱]۔پانچوین صدی قبل از مسیح مین دارا نے پنجاب و کشمیر کو اپنی سلطنت کا صوبہ بنایا تھا، جو سب سے زیادہ متمول اور زردار تھا۔اسکی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان مین غیر ممالک سے اشیا برآمد کے تبادلہ مین سونا اور چاندی آتی تھی۔اس صوبہ مین افغانستان بھی شامل تھا" وہ ہر سال پندرہ ہنڈرڈ ویٹ خاک طلا جو ڈیڑھ کرور روپیے کی ہوتی تھی بطور خراج لیا کرتا تھا یہ رقم اُسکی سلطنت کے ایشیائی حصے کی آمدنی کا تہائی حصہ تھی[۵۲]"

اس عظیم الشان تجارت کی تاریخ بیان کرنا خالی از فائدہ نہوگا۔اس تجارت کی قدامت کا اس امر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ رگوید مین جو بنی آدم کی سب سے پُرانی تحریر ہے، اسکا ذکر پایا جاتا ہے کئی جگہہ جہازون اور تاجرون کا ذکر ہے جو دولت لانے کے لئے جہازون پر سوار ہو کر سمندرون مین جاتے اور اپنی جان کو خطرون مین ڈالتے ہین۔اس سے ظاہر ہے کہ ہندوستان کی بحری تجارت کی ابتدا تاریخی زمانہ کے ساتھ ہوئی تھی یا جب بنی آدم اس زمین پر آباد ہوئے تو اسکے بعد ہی یہ تجارت بھی شروع ہوئی۔بائبل مین بھی اسکا ذکر ملتا ہے کہ تاجر اُونٹون پر بلسان، مُر، اور گرم مصالح لادکر مصر کو لے جایا کرتے تھے[۵۳]۔حضرت سلیمان کے زمانے مین ہندوستان سے ہاتھی دانت، نفیس و بیش قیمت کپڑے، ازدہکتر، اور مور جایا کرتے تھے جنکے خریدار اشوریہ مین بکثرت تھے اوّل سلاطین کی کتاب مین مذکور ہے کہ حضرت سلیمان کے جہاز اوفیر سے سونا، جواہرات اور ایک قسم کی قیمتی لکڑی لے جایا کرتے تھے[۵۴]۔حزقی ایل نبی کی کتاب مین طائر کی تجارت کے ضمن مین ایسی اشیا کا تذکرہ ملتا ہے جو بلاشبہ ہندی ساخت کی تھین[۵۵]۔زمانہ قدیم کے نامور مصنفین مثلاً میگستھنز[۵۶] (Megasthenes)

---

۵۱ ملاحظہ " Natural History " (تاریخ طبعی) مصنفہ پلائنی جلد دوازدہم صفحہ ۱۰۱، وموسین صاحب کی کتاب Provinces of Roman Empire جلد یازدہم۔

۵۲ تاریخ ہیرودوطس جلد سوم۔نیز وی۔اے۔اسمتھ صاحب کی کتاب Early History of India (قدیم ہندوستان کی تاریخ) صفحہ ۳۴۔

۵۳ "......اسماعیلیون کا ایک قافلہ جلعاد سے گرم مصالح اور روغن بلسان اور مُر اونٹون پر لادے ہوئے آتا ہے کہ انھین مصر کو لیجائین" (پیدائش ۳۷/۲۵)۔

۵۴ "پھر سلیمان بادشاہ نے عصیون جبر مین جو ایلوت کے نزدیک ہے دریائے قلزم کے کنارے پر جو آدوم کی سرزمین مین ہے، جہازون کی بحر بنائی اور حیرام نے اُس بحر مین اپنے چاکر ملاح جو سمندر کے حال سے آگاہ تھے سلیمان کے چاکرون کے ساتھ کرکے بھجوائے اور وہ اوفیر کو گئے اور وہان سے چار سو بیس قنطار* سونا لیکے سلیمان بادشاہ پاس آئے" (اوّل سلاطین ۹/۲۶، ۲۷، ۲۸) "اور حیرام کی بحر پر جس پر لادکر اوفیر کا سونا لائے، اُسی پر اوفیر سے چندن کے بہت سے درخت اور جواہر دھرے ہوئے آئے" (اوّل سلاطین ۱۰/۱۱)۔

۵۵ "......یہی تیرے تجار تھے جو کمخواب اور چوغے اور ارغوانی اور منقش پوشاکین، اور سب طرح کے بوٹے دار نفیس کپڑے کے گٹھون کو ڈوری سے کسے ہوئے اور مضبوط کئے ہوئے تیری تجارت گاہ مین بیچنے کے لئے آتے تھے" (حزقی ایل ۲۷/۲۴)۔

۵۶ "وہان آبنوس پیدا ہوتا ہے" (استرابو ۱۵/۱)۔

---

* قنطار۔ایک قنطار ۱۳۲۰۰۰ انگریزی گرین کے برابر ہوتا ہے یعنی ۲۲۹ ½ ٹرائے پونڈ۔

ثاوفرسطس[51] (Theophrastrus) اور ورجل[52] (Virgil) بھی ان اشیاء کو ملک ہند کی پیداوار سمجھتے تھے ۔

ڈاکٹر کالڈویل صاحب اپنی مشہور کتاب "دراوڑی زبانون کی نسبتی گرامر"[53] مین تحریر فرماتے ہین :-

"گمان غالب ہے کہ آریہ سوداگر دریاے سندھ کے دہانہ سے فنیکیون اور حضرت سلیمان کے ملازمون کے ساتھ ساحل مالابار تک آوفیر کی جانب جایا کرتے تھے، یا کم از کم اس تجارت مین حصہ لیا کرتے تھے - ویدون سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان کے زمانہ کے آریہ لوگ جہازون مین سوار ہوکر غیر ملکی تجارت بھگتایا کرتے تھے - مگر یہ کہنا مشکل ہے کہ ان کے جہاز کہان اور کن حصون کو جایا کرتے تھے"۔

بشپ کالڈویل صاحب ممدوح کے خیالات کی ایک فاضل و محقق پادری صاحب (پادری ٹی فولکس) حسب ذیل بیان سے تائید کرتے ہین :-

"اب اس امر مین شاید ہی شبہ کیا جائیگا کہ حضرت سلیمان اور شاہ حیرام (والیٔ طائر) کے زمانہ مین جو چیزین مشرق سے جاتی تھین، وہ دکن کی بندرگاہون سے روانہ ہوا کرتی تھین اور گمان غالب ہے کہ مدیان کے تاجر جنکا ذکر کتاب مقدس (پیدائش ۲۵ ۲۶ ۲۷/۲۷) مین ملتا ہے اور حضرت یعقوب کے بیٹے مصر مین جو گرم مصالح پہونچایا کرتے تھے وہ دکن کے باغات مین پیدا ہوا کرتے تھے"[54]

ان اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کی تجارت ابتدا مین مغربی ایشیا اور فلسطین کے ساتھ ہوا کرتی تھی جسکا تاریخ مین ذکر پایا جاتا ہے - حضرت سلیمان نے اس تجارت کا ایک حصہ اپنی یہودی رعایا کے لئے مخصوص کرنا چاہا اور بدین غرض اُسنے مشرقی تاجرون کے لئے بحر و بر مین سہولتین پیدا کین، چنانچہ بری راستون پر قافلون کے آرام کیواسطے تدمور یعنی (Palmyra) بعلبک یعنی (Heliopolis) (مدینۃ الشمس) اور ہامت (Epiphania) بسائے - سلیمان کی پیش بینی جوان قافلون کی حفاظت مین ظاہر ہوئی تھی - آخر کار رنگ لائی یعنی مسوپطامیہ مین تجارتی مرکز قائم ہو گئے جس سے بابل سلیشیا اور آسیبں مشرقی تجارت سے مالامال اور فارغ البال ہو گئے - سلیمان مشرق کی بحری تجارت کی ترقی کا بھی یکسان خیال رکھتا تھا - اُسکے بیڑے بحیرۂ قلزم اور خلیج فارس کے بندرگاہون سے وقتاً فوقتاً ممالک غیر کو روانہ ہوا کرتے تھے اور انکے وسیلے سے جو مال سمندر کے کنارے پر اُترتا تھا اُسے قافلۂ اندرون ملک مین پیٹرہ پہونچاتے تھے اور پھر وہان سے کچھ مصر کو جاتا اور کچھ بحیرۂ روم کی بندرگاہون مین پہونچکر یورپ کو بھیجا جاتا تھا - فنکی قوم نے اس تجارت مین سرگرم حصہ لیا تھا اور شہر طائر اسکا بڑا تجارتی مقام تھا - جب سکندر اعظم طائر کو فتح کرکے شہر سکندریہ کی بنیاد قائم کرچکا

---

[51] - ملاحظہ ہو "پودون کی تاریخ ۴/۹" جان میک کرنڈل صاحب نے ثاوفرسطس کے الفاظ نقل کئے ہین -

[52] ورگ ۱۱۶ ، ۱۱۷/۱۱ "سیاہ آبنوس صرف ہندوستان ہی مین پیدا ہوتا ہے" نیز ورگ ۱/۵۷ " ہاتھی دانت ہندوستان کی پیداوار ہے" پیری پلس (Periplus) بھی لکھتا ہے کہ "آبنوس کے لٹھے برتی گزا (یعنی بھروچ) سے بھیجے جاتے ہین -

[53] "Grammar of the Dravidian Languages" صفحہ ۱۲۲ -

[54] ملاحظہ ہو Foulke's "Indian Intiquary" جلد ہشتم

**تصویر بیکسی**

اک مصیبت سے تو مرمر کے ہوا تھا جینا * پڑگئی اور یہہ کیسی مرے اللہ نئی

انڈین پریس الہ آباد

تو اہل مصر اس تجارت کی جانب رجوع ہوئے - جب رفتہ رفتہ یکے بعد دیگرے یہودیون، فنکیون اور ایرانیون کے اقتدار کو مغربی ایشیا مین زوال آیا اور اُنکی حکومت بھی زوال پذیر ہوگئی تو مصریون کا ستارۂ اقبال عروج پر پہونچا اور نو سو برس تک اہل عرب کے ذریعے سے مشرقی تجارت سے آسودہ حال بنے رہے - انکے اقبال کا زمانہ سکندر اعظم کی موت کے بعد شروع ہوکر سنہ ۶۴۰ء تک رہا - جب مسلمانون نے مصر کو فتح کیا -

اب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یونانیون کے اُن بیانات پر نظر ڈالی جاے جو اُنھون نے قدیم ہندوستان کی داخلی تجارت کے باب مین اپنی کتابون مین قلمبند کئے ہین - ان بیانات سے ہندوستان کے بین الاقوام راہ و رسم پر بھی روشنی پڑتی ہے - ہیرادوٹس[۵۱] یونانی تاریخ کا مبدا اور سب سے پرانا معتبر مورخ ہے - اُسنے اپنی تاریخ مین ہندی سپاہ کے دستہ کا ذکر کیا ہے جو زرقسیس کے لشکر مین شامل تھا - اُسکے بیان کے مطابق ہندی سپاہیون کا لباس سوتی تھا اور وہ بید کی کمانون اور تیرون سے جنکے سرے پر لوہے کی تیز نوکین تھین، مسلح تھے - وہی مورخ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ ہندوستان کا شمالی حصہ دارا کی سلطنت مین شامل ہوکر اسکا بیسوان صوبہ قرار پایا تھا - علماء کا خیال ہے کہ ہندوستان کی صنعت پر جو ایرانی اثر ہوا تھا اسکی یہی وجہ ہے - ہیرادوٹس کپاس کا خاص ذکر کرتا ہے اور اُسے بھیڑون کی اُون سے بہتر اور نفیس تر قرار دیتا ہے - استرابو اور ایرین صحرائے گوبی کے سونا کھودنے والون کا ذکر کرتے ہین جنسے پنجاب کے تاجر سونا خریدا کرتے تھے - مسیح سے چار سو برس قبل یونانی زبان مین ایک کتاب لکھی گئی تھی جو سب سے پرانی سمجھی جاتی ہے - اسمین یونانی مصنف نے ملک ہند کے حالات تحریر کئے ہین جو اُسے ایرانی حکام سے اثنائے گفتگو مین معلوم ہوئے تھے یا دربار ایران کے ہندوستانیون سے سُنے تھے -

سکندر اعظم کے حملۂ ہند (۳۲۷ق م) کے وقت کئی نامور یونانی سیاح اور مورخ بھی اُسکے ہمراہ آتے تھے - اُنھون نے ہندوستان کی اُسوقت کی مالی اور حرفتی حالت کی کیفیت حوالۂ قلم کی ہے - جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت جہاز سازی کے ہنر کا بڑا غلبہ تھا اور اسکے طفیل بہتون کو روزی ملتی تھی - اس سے ظاہر ہے کہ دریائی اور بحری تجارت کے سبب سے جہاز بنانے کی ضرورت لاحق ہوئی تھی - سکندر اعظم نے دریاے سندھ کو کشتیون کے ذریعے سے عبور کیا[۵۲] تھا نیارکس (Nearchos) کے لئے جو دریاے سندھ کے دہانہ سے گزر کر خلیج فارس کو مع سپاہ گیا تھا، تمام کشتیان اور جہاز بیگار مین پکڑے گئے تھے اور ایک ہولناک بیڑا بنایا گیا تھا جس کا شمار ایرین مورخ کے بیان کے مطابق آٹھ سَو اور کرٹیوس (Curtius) اور دیوڈورس (Diodorus) کے بیان کے مطابق ایک ہزار تھا - مگر طالمی (Ptolemy) کے "زیادہ قابل اعتبار بیان" کے مطابق دو ہزار تھا، جنمین آٹھ ہزار سپاہ کئی ہزار گھوڑے اور اشیاے خوردنی کا وسیع ذخیرہ لدا تھا - یہ بیڑا ہندی کاریگرون نے ہندی مصالح سے تیار کیا تھا اور بڑا ہی عظیم الشان تھا - ایرین یہ بھی بیان کرتا ہے کہ قبیلۂ خطار (Xathroi) کے اپنے ڈاک یارڈ (جہاز بنانے اور بحری جنس

۵۱ یہ مورخ مسیح سے چار سَو برس بیشتر گزرا ہے -

۵۲ ملاحظہ ہو اسمتھ صاحب کی کتاب "Early History of India" صفحہ ۵۵ -

رکھنے کی جگہہ) اور ذخائر جہازرانی تھے - انکے اپنے چھوٹے چھوٹے باربرداری کے جہاز تھے جنھیں وہ خود بنایا کرتے تھے - ان اقتباسات اور حوالجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ موریہ خاندان کے زمانہ مین جہازسازی ایک سرسبز اور نفع آور صنعت تھی، مگر اسکا تمام انتظام گورنمنٹ کے ہاتھ مین تھا - میگستھنز کہتا ہے کہ اہل حرفہ کے درمیان جہاز بنانیوالے کاریگر بھی تھے - مگر بہت سے سرکاری ملازم تھے اور انھین پرائیویٹ (ذاتی) جہاز بنانے کی ممانعت[۵۱] تھی - مگر بقول استرابو یہ جہاز تاجرون اور مسافرون کو کرایہ پر ملجاتے تھے[۵۲] - پلائنی (Pliny) نے اپنی کتاب مین جزیرۂ تپروبین (لنکا) کا ذکر کیا ہے جسمین چند دلچسپ باتین جہازرانی اور جہازسازی کے متعلق درج ہین -

" لنکا اور ہندوستان کا درمیانی سمندر گہرا نہین ہے، مگر بعض مقامات پر اسقدر گہرا ہے کہ لنگر تہ تک نہین پہونچ سکتا - اس غرض سے جہاز کا اگلا اور پچھلا سرا ایسا ہے کہ اسے تنگ پانیون مین باسانی ادھر ادھر موڑا جاسکتا ہے - تپروبین کے ملاح تارون سے سمت معلوم نہین کرتے اور دب اکبر بھی انھین نظر نہین - مگر وہ اپنے ساتھ پرندے لیجاتے ہین جنھین سمندر مین چھوڑ دیا جاتا ہے جہاز ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہین کیونکہ وہ خشکی کی طرف اڑا کرجاتے ہین -"

پلائنی یہ بھی بیان کرتا ہے کہ بڑے بڑے جہازون پر تین ہزار امفورا[۵۳] وزنی بوجھ لدا کرتا تھا اور بعض پر دس ہزار امفورا تک وزنی بوجھ بار ہوتا تھا[۵۴] جو ڈھائی سو من کے برابر ہوتا ہے میک کرنڈل صاحب اسکی تائید کرتے ہین -

جہازسازی اور جہازرانی کا رواج ہونے کے سبب سے صیغۂ بحریات قائم کرنیکی ضرورت لاحق ہوئی - اسمتھ صاحب اپنی کتاب "قدیم ہندوستان کی تاریخ" مین تحریر کرتے ہین :-

" حاکم شہر سے دوسرے درجہ پر منتظمین کا ایک تیسرا فریق تھا جو فوجی معاملات کا انصرام کرتا تھا - اسکے چھ حصے تھے اور ہر حصے مین پانچ پانچ ممبر ہوا کرتے تھے - ایک حصہ خاص بحری معاملات کا منتظم تھا[۵۵] "

شہنشاہ چندر گپت (سنہ ۳۲۱ لغایت سنہ ۲۹۷ ق-م) کے چھ بورڈون مین سے ایک صیغہ جنگ کا تھا - میگستھنز اور استرابو وغیرہ مصنفین اسکا ذکر اپنی کتابون مین کرتے ہین مگر اس زمانہ کی ایک سنسکرت زبان کی کتاب مین بھی اسکا تذکرہ ملتا ہے - یہ کتاب اُس زمانہ کی ادبیات کی بہترین یادگار اور قدیم تمدن کا ایک شاندار نشان ہے - اس کتاب کا نام کوتلیا کا ارتھ شاستر ہے اسکا مصنف چانکیہ تھا - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صیغۂ بحریات کی ترکیب اور اسکا انتظام بہت عمدہ تھا - اسکا اعلیٰ ترین افسر جہازون کا مہتمم کہلاتا تھا یعنی नावध्यक्ष وہ نہ صرف بحری جہازون کا مہتمم تھا بلکہ دریاؤن اور جھیلون کی جہازرانی کا بھی منتظم تھا[۵۶] - جہازون کا مہتمم زمانۂ حال کے کمشنر بندرگاہ کی مانند

---

[۵۱] استرابو ۱۵/۴۶ ملاحظہ ہو -

[۵۲] ملاحظہ ہو Ibid ۱۵/۴۶ -

[۵۳] امفورا ٹن کا چالیسوان حصہ ہوتا تھا اور ایک ٹن ۲۸ من کا ہوتا ہے -

[۵۴] ملاحظہ ہو ٹار صاحب کی کتاب "Ancient Ships" صفحہ ۲۵

[۵۵] ملاحظہ ہو Smith's "Early History of India" صفحہ ۱۲۴ نیز استرابو ۱۵/۵۲ -

[۵۶] नावध्यक्षस्समुद्रसंयान नदीमुखतर प्रचारान् देवसरोविसरोनदीतरांश्च स्थानीयादिष्ववेक्षेत

ہوتا تھا۔ اسکا ایک فرض یہ بھی تھا کہ سب جہازون سے واجبی فیس لے اور کسی قسم کا دھوکا نہ دے۔ صیغۂ بحریات اُس زمانہ مین کیا کرتا تھا اور لوگ بحری تجارت وصنعت مین کس قدر مصروف تھے اسکا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ جو لوگ سمندر، دریا اور جھیلون کے کنارون پر آباد تھے اُنکو ہمیشہ ایک مقررہ رقم بطور ٹکس ادا کرنی پڑتی تھی[1]۔ ماہی گیر پروانہ اجازت (لائسنس) لیکر ماہی گیری کرتے تھے اور اپنی آمدنی کا چھٹا حصہ سرکار کو بطور ٹکس دیا کرتے تھے[2]۔ بندرگاہون اور سمندر کے کنارے کے شہرون مین رہتے والے تاجرون کو ایک خاص ٹکس دینا پڑتا تھا[3]۔ جو لوگ سرکاری جہازون پر سوار ہوکر باہر جاتے تھے، اُنھین روانگی کی ایک خاص فیس دینی پڑتی تھی[4]۔ موتی اور گھونگے نکالنے والے آدمیون کو سرکاری کشتیان کرایہ پر دی جاتی تھین[5]۔ اسکے سوا وہ اپنی ذاتی کشتیون سے بھی کام لینے کے مجاز تھے[6]۔ کمشنر بندرگاہ کو جو ٹکس ادا کرنا پڑتا تھا اسکے علاوہ دریائی گھاٹ کی فیس بھی تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت بحری تجارت رونق پر تھی اور تاجرانہ زیست مصروفیت کا ایک تسلسل تھی[7]۔ آدمیون، بیلون اور گھوڑون پر جو اسباب بار ہوکر جاتا تھا، اُسپر بھی ٹکس مقرر تھا[8]۔ اُونٹ یا بھینسے کے دریا پار اُتارنے کا محصول چار ماشے تھا[9]۔ پانچ ماشہ چھوٹے چھکڑے کا اور چھ ماشہ معمولی چھکڑے کا جسے بیل کھینچتے ہین اور بڑے بڑے چھکڑون کا محصول سات ماشہ تھا[10]۔ بڑے دریاؤن کے گھاٹون پر مذکورۂ بالا شرح سے دوچند محصول لیا جاتا تھا[11]۔ سب ٹکسون کی تحصیل اور ہر قسم کی فیس لگانا، اور وصول کرنا، یہ جہازون کے مہتمم کا کام تھا۔ علاوہ ازین بندرگاہون کے لئے جملہ قواعد وضع کرنا اور ان کی تعمیل کرانا بھی اسکا فرض تھا، مثلاً جب کوئی تباہ اور طوفان زدہ جہاز اسکے علاقہ کی بندرگاہ پر آتا، تو اسکا فرض تھا کہ اسکی ہر طرح دستگیری کرے[12]۔ اگر کسی جہاز کا مال خراب ہوگیا ہو یا بھیگ گیا ہو تو مہتمم کو اسکا کل محصول معاف کرنے یا نصف محصول وصول کرنے کا اختیار تھا[13]۔ اگر کوئی جہاز سمندر مین جاکر ٹوٹ جاتا،

---

[1] तद्वेलाकूलग्रामाः क्लृप्तं दद्युः ।
[2] मत्स्यवन्धकाः नौकाहाटकं षड्भागं दद्युः ।
[3] पत्तनानुवृत्तं शुल्कभागं वणिजो दद्युः ।
[4] यात्रावेतनं राजनौभिः सम्पतन्तः ।
[5] शङ्खमुक्ताग्राहिणो नौकाहाटकान् दद्युः ।
[6] स्वनौभिर्वा तरेयुः ।
[7] क्षुद्रपशुर्मनुष्यश्च सभारो माषकं दद्यात् ।
[8] शिरोभारः कायभारो गवाश्वं च द्वौ ।
[9] उष्ट्रमहिषं चतुरः ।
[10] पञ्च लघुयानम् । षड्गोलिङ्गम् । सप्त शाकटम् ।
[11] द्विगुणो महानदीषु तरः ।
[12] मूढवाताहतां तां पितेवानुगृह्णीयात् ।
[13] उदकप्राप्तं पण्यमशुल्कमर्द्धशुल्कं वा कुर्य्यात् तथा निर्दिष्टाश्चैताः पण्यपत्तनयात्राकालेषु प्रेषयेत् ।

یا اسکے اندر پانی بھر کر تاجرانہ مال و اسباب خراب اور برباد ہو جاتا تو اُسے تاجرون کو ہرجانہ دینا پڑتا تھا، کیونکہ یہ اس کا فرض تھا کہ وہ جہازون کو مضبوط اور مستحکم بنوائے اور ٹوٹے پھوٹے کی مرمت کرائے اور انھین ہمیشہ اچھی حالت مین رکھے۔ ہرجانہ کا روپیہ سرکاری حساب سے دیا جاتا تھا[51]۔ بڑے بڑے دریاؤن کے جہازون کو ہمیشہ اچھی حالت مین رکھنا، اور ملّاح اور منتظم افسر بہم پہونچانا بھی اسکا فرض تھا۔ ہرایک جہاز کا ایک کپتان اور ایک آب شناس ہوتا تھا، چپّو لگانے اور پانی نکالنے والے اور دیگر ضروری ملازم بھی ہوتے تھے[52]۔ ندی اور نالون مین چھوٹی کشتیان ڈالی جاتی تھین[53]۔ کوئی آدمی بلا اجازت دریا کو عبور نہین کرسکتا تھا۔ اس سے ملک کے دشمنون اور غدّارون کو سلامت بچ کر نکلنے کا بہت تھوڑا موقع ملتا تھا[54]۔ اور نہ کسی کی جان تلف ہوسکتی تھی۔ دریا کے عبور کرنے کا وقت اور جگہہ مقرر تھی جو شخص غیر مقررہ مقام و وقت پر دریا کو عبور کرنے کی کوشش کرتا وہ گرفتار ہو کر سزایاب ہوتا تھا[55]۔ مگر اس قاعدہ مین مستثنیات بھی تھے یعنی فلاح عام اور تجارت کے فائدہ کے خیال سے خاص خاص قسم کے آدمیون کو ہر وقت دریا کو عبور کرنے کی اجازت تھی۔ جنمین ماہی گیر، سرکاری ملازم، ہر قسم کے پیغامبر، تاجر، جوگی، سنیاسی، برہمن وغیرہ[56] شامل تھے۔ وہ اس قاعدہ کی پابندی پر مجبور نہ تھے۔ جہازون کے مہتمم کو مجاز تھا کہ جو آدمی بندرگاہ کے قواعد کی خلاف ورزی کرے اُسے قرار واقعی سزا دے۔ وہ بدمعاشون کو بھی سزا دینے پر قادر تھا جو رعایا کی بہتری اور بہبودی کے لئے خطرناک تھے۔ دریائی قزاقون کے جہاز برباد کر دیئے جاتے تھے اور جو جہاز دشمن کے ملک کو جانے والے ہوتے تھے وہ بھی برباد کر دیئے جاتے تھے[57]۔ کسی کی بہو بیٹی کو ورغلانے اور بھگانے والا، چور، اور مشتبہ[58] آدمی وغیرہ فوراً گرفتار کرکے سزایاب ہوتا تھا جسکا مہتمم کو اختیار حاصل تھا۔ اسی قسم کے اور امتناعی قواعد بھی تھے اور چند دیگر فرائض بھی مہتمم کے عہدہ سے وابستہ تھے۔

اس سے عیان ہو گیا ہوگا کہ اُس زمانہ کے بحریات کا کیا انتظام تھا اور کہ یہ صیغہ کن کن باتون کا ذمہ دار تھا۔ یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ موریہ خاندان کے وقت ہندوستان کی بحری تجارت، جہازرانی اور جہازسازی کی صنعت بڑے زورون پر تھی۔ تجارت پر بلا شبہ شہنشاہ چندرگپت کی وسیع سلطنت کا بھی بہت اثر پڑا تھا جسکے حدود موجودہ سلطنت ہند کے تمام رقبہ سے وسیع تر تھے۔ غیر ممالک کے سیاح،

---

[51] पुरुषोपकरणहीनायामसत्कृतायां वा नावि विपन्नायां नावध्यक्षो नष्टं विनष्टं वाभ्योभवेत् ।

[52] शासकनियामकदात्ररश्मिग्राहकोत्सेचकाधिष्ठिताश्च महानावो हेमन्तग्रीष्मवर्षासु महानदीषु प्रयोजयेत् ।

[53] क्षुद्रिकासु वर्षास्राविणीषु क्षुद्रकाः ।

[54] बद्धतीर्थाश्चैताः कार्याः राजद्विष्टकारिणां तरणभयात् ।

[55] अकालेऽतीर्थे च तरतः पूर्वस्साहसदण्डः ।

[56] कैवर्तकाष्ठतृणभारपुष्पफलवाटषण्डगोपालकानामनत्ययः सम्भाव्यदूतानुपातिनाञ्च सेनाभाण्डप्रचारप्रयोगाणां च, स्वतरणैः तरतां ; बीजभक्तद्रव्योपकरणांश्चानूपग्रामाणां तारयताम् ।

[57] हिंस्रिका निर्घातयेत् । अमित्रविषयातिगाः पण्यपत्तनचारित्रोपघातिकाश्च ।

[58] परस्य भार्यां कन्यां वित्तं वापहरन्तं शङ्कितमाविग्नं भाण्डीकृतं महाभाण्डेन मूर्ध्नि भारेणावच्छादयन्तं सद्योगृहीतलिङ्गिनं आलिङ्गिनं वा प्रव्रजितमलक्ष्यव्याधितं भयविकारिणं गूढसारभाण्डशासनशस्त्राग्नियोगं विषहस्तं दीर्घपथिकममुद्रं चोपग्राहयेत् ।

سفیر اور تاجر ہندوستان مین آیا کرتے تھے اور بقول اسمتھ صاحب خارجی سلطنتون سے سلطنت موریہ کا بہت وسیع ربط و ضبط تھا۔ تجارت اتنی وسیع تھی کہ اشیاے درآمد پر جو محصول لگایا گیا تھا، اس سے ایک بڑی رقم وصول ہوا کرتی تھی۔ اشوک کے زمانہ مین سلطنت کی وسعت پہلے سے بھی بہت بڑھ گئی تھی۔ اسوریہ، بابل، مصر اور یونان وغیرہ ممالک کے فرمانرواؤن کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ تاجرون اور اپدیشکون (مشنریون) کی کوشش سے ہندوستان زمانۂ قدیم کی تمام دُنیا کا تجارتی اور روحانی مرکز بن گیا تھا۔ بدھ مت کے مشنری عالمگیر برادری کی تلقین کیا کرتے تھے جسے ہندوستان کے باہر بھی فروغ حاصل ہوا تھا۔

الغرض جو اقتباسات پیش کئے گئے ہین، یا جنکے حوالے دئے گئے ہین اُنسے یہ امر ظاہر ہو گیا ہے کہ اس ملک کے قدیم باشندے بڑے صاحب ہنر اور عالی حوصلہ لوگ تھے اور ان کی اولوالعزمی ان کی خارجی بحری تجارت سے ظاہر ہوتی ہے۔

# حسب ونسب

ہر زمانے اور ہر ملک کے بڑے بڑے نامور مصنفین نے اس بات پر زور دیا ہے اور نہایت شرح وبسط کے ساتھ اس امر پر قلمطرازی کی ہے کہ انسان کا اپنے حسب ونسب پر فخر کرنا بالکل بیجا ہے اور ع پدرم سلطان بود کا مصداق ہے۔ مجھے اس بارے مین ان نامور مصنفین سے کسی حد تک اختلاف ہے اور میرا خیال ہے کہ ہماری نظرون مین ان لوگون کی عزت ہونی چاہیئے جنکے بزرگون نے اپنے ملک وقوم کے لئے نام حاصل کیا اور جنکی وجہ سے انکے ابناے جنس دوسرون پر یا تو دانائی مین یا دولت مین سبقت لے گئے اور جنکی ان تھک کوششون کے طفیل سے ہم دوسری قومون کی نظرون مین زیادہ قابل قدر بنگئے۔ علاوہ برین یہ بات زیادہ قرین قیاس اور مدلل معلوم ہوتی ہے کہ وہ شخص جو نجیب الطرفین اور صحیح النسب ہے۔ شریفون کے گھر مین پیدا ہوا ہے۔ انکے زیر اثر پرورش پائی ہے اور جسکی رگون مین شریفون کا خون دورہ کرتا ہے وہ فرو ایک رذیل اور گمنام شخص کی اولاد سے کہین زیادہ اچھے خیالات اور اچھے اطوار کا ہوگا۔ کسبی لیاقت اور شرافت "نسبی عزت اور وجاہت کے مقابلے مین کسی صورت پیش نہین کیجا سکتی؛ ایک شخص جو ایک اعلی خاندان کا رکن ہے اور مزید بران اسنے علمی لیاقت بھی پیدا کر لی ہے۔ ایک ادنی درجے والے اور ذلیل آدمی سے گو اسنے اعلی تعلیم کیون نہ حاصل کر لی ہو۔ بدرجہا افضل ہے۔ بلکہ میرا تو یہانتک خیال ہے کہ ایک آدمی جسکا مایۂ ناز سوائے اپنے اباو اجداد کی حاصل کردہ عزت اور نیکنامی کے کچھ بھی نہین، وہ بھی معمولی درجے والے اور کم حیثیت لوگون کی نسبت زیادہ قابل قدر ہے۔

جدی اور خاندانی شرافت کو مایۂ ناز ثابت کر دینے کے بعد مجھے ان لوگون کو بھی نظر انداز نہین کرنا چاہئے جو اس بات

پر حد سے زیادہ فخر کرتے ہین اور راستی کی حدود سے تجاوز کرجاتے ہین - یہ لوگ اس امر پر غور نہین کرتے کہ بدی اور جہالت خون کو گندا کردیتی ہین اور اخلاق قبیحہ انسان کو دنیا کی نظر مین اتنا ہی ذلیل وخوار بنا دیتے ہین جتنا کہ خاندانی عزت اسکی نیکنامی کا باعث ہوسکتی ہے اور ان لوگون کا یہ بھی خیال ہے کہ ایک نیا مالدار اور ذی عزت شخص قابل وقعت نہین اور ایک بھوکا ننگا بڑون کی اولاد اسکے مقابلے مین پیش کیا جا سکتا ہے - بلکہ اول الذکر شخص بجاے عزت کئے جانے کے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جانے کے قابل ہے - ان لوگون کا یہ خیال بالکل غلط ہے وہ یہ نہین سوچتے کہ روزمرہ کے حالات اس بات کو ثابت کرتے ہین کہ اس دنیا مین روپیہ ایک بڑی زبردست طاقت ہے جس شخص کے پاس روپیہ کثرت سے اکٹھا ہوجاتا ہے وہ شائستہ بھی بن جاتا ہے - اسکے اخلاق بھی درست ہو جاتے ہین - غرض ہر طرح سے اسکی واہ واہ ہونے لگتی ہے اور جس شخص مین سے روپیہ پیدا کرنے کی قابلیت جاتی رہتی ہے وہ ہر طرح سے مورد طعن وتشنیع بن جاتا ہے - مالدار کے عیب بھی خوبیان نظر آتی ہین اور غریب کی خوبیان عیب شمار کئے جاتے ہین -

اگر اس امر کو بغور دیکھا جاے کہ شریف النسب آدمی کیون ایک عرصہ پاکر اپنی نجابت کو کھو بیٹھتے ہین اور انکے سامنے کے رذیل اور ہیچ انسان عزت اور ثروت حاصل کر لیتے ہین تو قدرت کا یہ اٹل قانون کہ "زمانہ کبھی ایک حالت پر نہین رہتا" ہمین اسکا تسلی بخش جواب دیتا ہے - زندگی کی اس جدوجہد مین وہی افراد اور قومین اپنا وجود قائم رکھ سکتی ہین جو خود کو حالات زمانہ کی روش کے مطابق چلا سکین ورنہ زمانہ انھین نیست ونابود کر دیتا ہے اور انکا نام ونشان صفحۂ ہستی سے اسطرح گم کرتا ہے گویا وہ کبھی دنیا مین تھے ہی نہین - نتیجہ یہ ہے کہ شرافت نسبی پر انسان فی الواقع فخر کرسکتا ہے مگر اس صورت مین کہ وہ اپنے تئین اسکا اہل ثابت کرے ورنہ اگر اپنی ذاتی لیاقت تو کچھ ہو نہین بلکہ صرف باپ دادا کی پیدا کی ہوئی عزت پر ناز کیا جاے تو بالکل بیجا ہے اور لوگون کی نظرون مین ذلیل ہونیکے علاوہ بزرگون کی عزت کو بٹہ لگانا اور خود کو سوسائٹی مین ملنے جلنے سے محروم کرنا ہے -

مرزا محمد عبدالرحمن - بی - اے -

## غزل فارسی

(از افکار تازہ جناب شمس العلماء مولانا محمد شبلی صاحب نعمانی)

غمزہ چون گفت کہ در نرگس پرفن باشم
فتنہ برخاست کہ با قامت او من باشم

اے کہ پرسی کہ بود آن کہ بہ ہجرم جان داد
می تواند کہ من سوختہ خرمن باشم

داغ عشقے کہ بہ دل داشتہ ام گفت بمن
میروم شمع رہ وادی ایمن باشم

یا تو آمیزم و از شوق تسلی نشوم
تا بہ حدے کہ تو جان باشی و من تن باشم

دامن افشان بگذر بر سرم اے مایۂ ناز
تا من از ہر دو جہان برزدہ دامن باشم

دوش در قتلگہ عام تو شبلی مے گفت
اول آن کس کہ فداے تو شود من باشم

# ہمارے قیصر کی تاجپوشی

ماہ رواں کے دوران مین سرزمین برطانیہ بالخصوص اس کا پایۂ تخت لندن ایک ایسے واقعۂ تاریخی سے دوچار ہوا چاہتا ہے، جسکی نظیر نہ تو تاریخ مصر قدیم، نہ بابل و نینوہ بہم پہنچا سکتی ہے جسکا جواب یونان اور روم نے اپنے عروج واقبال اور شان وشوکت کے زمانہ مین بھی نہ دیکھا، نہ سُنا۔ تاریخ ہند بھی خاموش ہے۔ الغرض تاریخ عالم کے اوراق ہم بے فائدہ اُلٹے چلے جاتے ہین۔ مگر اس نہایت عجیب وغریب اور دلچسپ وپُرلطف تقریب کی مثال ہاتھ نہین لگ سکتی۔ یون کہنا بجا ہوگا کہ یہ اپنی نظیر آپ ہے اور تاریخ عالم اسپر جسقدر ناز کرے تھوڑا ہے۔ ہماری مراد ہمارے شہنشاہ عالم پناہ جارج پنجم کی رسم تاجپوشی کے جشن سے ہے۔ یہ بیسوین صدی ہے جو تاریخ مین نہایت ممتاز اور عجیب سمجھی جائیگی۔ اس صدی کی دنیا اوّل صدی مسیحی کی دُنیا سے نرالی ہے۔ اسکی وسعت مین حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ وسائل آمدورفت کی آسانیون سے برسون کی مسافت ہفتون مین اور تار برقی کے ذریعہ سے چند منٹ کے اندر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خبر پہونچ جاتی ہے۔ قیصر جارج کو ورثہ مین وہ سلطنت ملی ہے جس سے آفتاب کبھی غائب نہین ہوتا۔ جسکی مساحت کو سکندر اعظم اور قیصر جولیس کی سلطنتین ملکر بھی نہین پہونچ سکتی ہین۔ دنیا کا کوئی جزیرہ اور کوئی ملک ایسا نہین جو جہان پناہ کے زیرنگین نہین اور جسپر علم انگریزی نہ لہراتا ہو۔ اس عظیم الشان سلطنت کا کل رقبہ ایک کرور پندرہ لاکھ میل کے لگ بھگ اور آبادی چالیس کرور ہے۔ گویا خشکی کا پانچوان اور بنی نوع انسان کا چوتھا حصہ قیصر جارج پنجم کی حکومت کو تسلیم کرتا ہے۔ شہنشاہ جارج کی سلطنت عظیم مین دُنیا کی سب قومون اور زبانون کے لوگ موجود ہین۔ سب قسم کی پیداوارین۔ ہر قسم کے چرندو پرند اسکے حدود کے اندر رہتے ہین۔ جہان پناہ کو شاہ ہفت اقلیم پکارا جاے تو درست ہوگا۔

اس عظیم الشان جشن تاجپوشی مین سلطنت برطانیہ کی تمام آبادیون اور قومونکے لیڈرون اور نمایندون کے ماسوا شاہان یورپ وایشیا کے خاص سفیر اور قائم مقام، براعظم امریکہ کی جمہوری حکومتون کے خاص وکیل، اور افریقہ کے سردارون کے نائب وغیرہ مدعو ہوے ہین۔ دُنیا کی کوئی سلطنت اور کوئی حصہ ایسا نہوگا جو ہمارے شہنشاہ عالی وقار کو تخت نشینی کی مبارکباد کہنے کو دربار مین نہ آئیگا۔ ہندوستان کے والیان ریاست اپنے قیمتی زر وجواہر اور شاندار درباری پوشاکون کی چمک دمک سے خاص شان پیدا کرینگے۔ یہ ایک دربار ہے جو دُنیا کا خلاصہ ہے اور بنی آدم کی عالمگیر کشش کا مرکز۔ اس دربار کے ساتھ سامان تفریح اور سلطنت کی مصنوعات کی خاص نمائش کا بھی بندوبست کیا گیا ہے۔ جلوس بڑے تزک واحتشام سے نکلیگا۔ الغرض اس دربار کی نظیر تاریخ مین کہین نظر نہین آتی۔

## سوانحی حالات

**ولادت مبارک حسب ونسب اور تعلیم وتربیت** — ہمارے قیصر ملک معظم ایڈورڈ ہفتم صلح جو اور نیک بخت ملکہ معظمہ الگزنڈرا کے دوسرے فرزند ارجمند ہین۔ ۳ جون ۱۸۶۵ء کو محل مارل برو واقع لندن مین

تولد ہوئے - ملکہ معظمہ وکٹوریہ مرحومہ کے پوتے اور "شاہ بحر" والی ڈنمارک مرحوم کے نواسے ہین بعض عالمون کا یہ مقولہ ہے کہ انسان کی عقلی قابلیتون اور اخلاقی خوبیون کا اندازہ کرتے وقت اسکے حسب ونسب اور تعلیم کے طریقہ کو فراموش نہین کرنا چاہئے - ہمارے قیصر "جہازران فرمانروا" کے نام سے بھی مشہور ہین جسکی وجہ یہ ہے کہ جہان پناہ کو بحری طریقۂ جنگ کے فنون مین معتدبہ دستگاہ حاصل ہے اور کئی جنگی جہازون کی کمان فرما چکے ہین اور جہازرانی کے کمال کے تمغے اور انعامات حاصل کرکے بڑا نام پیدا کرلیا ہے - حضور کا یہ شوق جدی ہے - شہزادہ الفریڈ اور شہزادہ والڈمار بحری فوجون کے اعلی افسر رہ چکے ہین جو حضور کے قریبی رشتہ مین ہین - شاہان برطانیہ مین ولیم چہارم اور ڈیوک آف یارک برادر جارج سوم، مشہور بحری کمانڈر انچیف تھے اور دوسرے ڈیوک آف یارک برادر چارلس دوم نے سترھوین صدی مین ڈچ بیڑہ کو شکست فاش دیکر خاص نام حاصل کیا تھا -

ہمارے شہنشاہ کا پورا نام جارج فریڈرک ارنسٹ البرٹ ہے - چار سال کی عمر مین اپنے بڑے بھائی وکٹر مرحوم سمیت پادری جان نیل ڈالٹن کی اتالیقی مین رکھے گئے -

ملک معظم ایڈورڈ کا یہ منشا تھا کہ حضور بحریات مین کمال حاصل کرین - بڑے بھائی وکٹر کی موجودگی مین تاج وتخت کا حق حضور کو نہ پہونچ سکتا تھا - اسواسطے آپ کو بحری بیڑہ کی کمان کرنے کے لئے خصوصیت سے تیار کیا گیا - چنانچہ ۱۸۷۷ء مین سانٹ ہیڈ کو بھیجے گئے تاکہ جہاز برطانیہ پر بحری فنون کی تعلیم حاصل کرین - خاص استاد مسٹر لاس مقرر ہوئے جنکی زیر نگرانی تمام بحری علوم وفنون حاصل کرنے لگے - علاوہ ازین ریاضیات کا بھی مطالعہ کیا - فرانسیسی زبان سیکھی - پادری ڈالٹن اخلاقی اور دینی تعلیم وتربیت کے اتالیق تھے - صبح ساڑھے چھ بجے سے رات کے ساڑھے نو بجے تک علمی اور اصولی تعلیم مین مصروف رہا کرتے تھے - عام طالب علمون اور شہزادون مین کوئی امتیاز نہین کیا جاتا تھا جیسے اور لڑکون کو اُستادون اور بحری افسرون کی فرمانبرداری کرنی پڑتی تھی - اسیطرح ان دونون گرامی قدر شہزادون پر بھی فرض تھی - شہزادہ جارج نے کشتی رانی مین اول درجہ کا انعام حاصل کیا تھا اور اپنے ہمسبقون اور جہاز کے ملاحون اور افسرون کے دلون مین بڑی عزت اور الفت پیدا کی -

**مقبوضات ماوراے بحر کی اوّل سیاحت**

والد مکرم کے حسب ارشاد ۱۸۷۹ء مین آپ جہاز "بشانٹ" پر انگریزی مقبوضات ماوراے بحر کی سیاحت کو روانہ ہوئے، تاکہ جہازرانی کے تمام نشیب وفراز سے آگاہ ہوجائین - اسوقت آپ کا سن صرف چودہ سال کا تھا - اس سیاحت کے دوران مین حضور کو یہ معلوم ہوگیا کہ سلطنت برطانیہ کا کل دار ومدار بحری سیادت پر ہے دو سال تک اسی سیاحت مین مصروف رہے - اس اثنا مین کئی سمندر اور کئی ملک دیکھے اُن مقامات کی خصوصیت سے سیر کی جہان انگریزی امراے بحر نے غنیم کے بیڑون کو شکست دیکر اپنے ملک وقوم کو ایک بڑے خطرہ سے بچایا - بماہ مئی ۱۸۸۳ء جہاز کینڈا کے مڈشپ مین مقرر ہوئے ۱۸۸۳-۱۸۸۴ء مین شمالی امریکہ اور غرب الہند کے چند مقامات مین رہے - اُنیس سال کی عمر مین سب لفٹنٹی کا امتحان دیکر اوّل درجہ کا سرٹفیکٹ حاصل کیا - وہان سے واپس جاکر گرینچ کے بحری کالج اور پورٹ اسمتھ مین تعلیم پائی - پانچ مضامین مین سے چار مین اول رہے - اکتوبر ۱۸۸۵ء مین لفٹنٹی کے

خاندان شاہی

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD-7

انڈین پریس الہ آباد

عہدہ پر تعینات ہوئے۔جنوری ۱۸۸۶ء مین جہاز "تھنڈرر" پر مقرر ہوکر بحیرہ روم کو گئے۔پھر ۱۸۸۸ء مین جہاز الگزنڈرا پر تعینات ہوئے اور تین سال تک وہان رہے۔گنبوٹ تھرش آپ کے سپرد ہوئی اور آپ جزائر غرب الہند کے سمندرون مین گشت کرتے رہے۔حضور اس جہاز پر پادری صاحب کی عدم موجودگی مین دعا نماز بھی کراتے رہتے۔تیسری مرتبہ جمیکا گئے اور وہان ایک نمائش کا افتتاح فرمایا۔۱۸۹۱ء مین جہاز ملیمپس کے کمان افسر مقرر ہوئے اور دو سال بعد کپتان مقرر کئے گئے۔

جنوری ۱۸۹۲ء مین پرنس وکٹر کے انتقال کے سبب سے حضور ولیعہد تاج برطانیہ قرار پائے،جولائی ۱۸۹۳ء مین شہزادی میری وکٹوریہ مے،دختر بلند اختر شہزادہ الگزنڈر ڈیوک آف ٹاک سے آپ کی شادی ہوئی۔جون ۱۸۹۸ء کو جہاز کریسنٹ زرہ پوش کے کمان افسر درجہ اول مقرر ہوئے۔اسکے بعد حضور بحری معاملات سے دست کش ہوگئے۔

جن لوگون کو حضور کے ساتھ یا ماتحت کام کرنے کا اتفاق ہوا،وہ سب کے سب متفق الرائے ہوکر کہتے ہین کہ حضور فرض کی ادائگی مین پرلے درجہ کے مستعد تھے اور کسی کام سے پہلوتہی نہ کرتے تھے۔

**سیاح حکمران** اولوالعزم تاج داران مین کوئی حکمران سیر و سیاحت

**فرمانروائے مقبوضات ماوراے بحر** اور جہاندیدگی مین ہمارے شہنشاہ جہان پناہ کا پہلو دبانے کی جرأت نہین کرسکتا اور شاہان برطانیہ مین صرف جہان پناہ ہین جو "فرمانروائے مقبوضات ماوراے بحر" کہلانے کے مستحق ہین۔گو یہ فقرہ پہلے پہل حضور کے والد ماجد مرحوم کے اعلان تخت نشینی مین ایزاد ہوا تھا۔جہان پناہ بچشم خود اور بنفس نفیس تین مرتبہ جزائر غرب الہند تین چار مرتبہ کینیڈا۔دو دفعہ اسٹریلیا اور جنوبی افریقہ۔دو بار لنکا ایک مرتبہ ہندوستان اور نو آبادیہائے مشرق بعیدہ کی سیاحت فرما چکے ہین۔کوئی حکمران اس بات کا دعوی نہین کرسکتا کہ اسنے اپنی سلطنت کے تمام حصون کو ملاحظہ کیا ہے۔مگر ہمارے قیصر نے اپنی سلطنت کے انتہائی گوشون کو دیکھنے کے علاوہ اور کئی ملکون کی بھی سیر فرمائی ہے۔

حکما کا مقولہ ہے کہ سیر و سیاحت سے انسان کا تجربہ اور عقل بہت ترقی پکڑتی ہے۔ہمارے شہنشاہ کو یہ اعانت حاصل ہے۔جسکی بنا پر یہ امید لگانا بے سود نہین کہ حضور کا عہد فرمانروائی ملکہ معظمہ وکٹوریہ اور ملک معظم ایڈورڈ ہفتم کے عہد حکومت سے بڑھ چڑھکر رہیگا۔

**نوآبادیون کی سیاحت** ملکہ وکٹوریہ اور ملک معظم ایڈورڈ کا جو اس وقت پرنس آف ویلز تھے۔۱۸۹۹ء مین یہ قصد ہوا کہ حضور نوآبادیون کی سیر فرمائین۔اُس سال حضور نے مع شہزادی میری آئرلینڈ کی سیاحت فرمائی تھی۔اسکے قریباً دو سال پیچھے حضور پُرنور آسٹریلیا کو روانہ ہوئے۔ماہ مئی ۱۹۰۱ء مین شہر ملبورن مین داخل ہوکر وہان کی پہلی پارلیمنٹ کا افتتاح فرمایا۔وہان سے نیوزی لینڈ کو تشریف لیگئے۔پھر جنوبی افریقہ کی سیر فرمائی۔بعد کو کینیڈا رونق افروز ہوئے اور وہان سے اپنے وطن مالوفہ کو واپس ہوئے۔۱۹۰۱ء مین ریئر ایڈمیرل اور ۱۹۰۳ء مین وائیس ایڈمیرل کے عہدہ پر مقرر ہوئے۔نومبر ۱۹۰۱ء مین دیرینہ شاہانہ رسوم کے ساتھ "پرنس آف ویلس" ملقب ہوئے مگر اپنے بڑے بھائی شہزادہ وکٹر کی وفات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ۱۸۹۲ء مین ڈیوک آف یارک۔ارل آف ان ورنس اور بیرن کلارنی

ملقب ہوئے تھے۔

ہندوستان کی سیاحت | نومبر ۱۹۰۵ء میں حضور مع شہزادی صاحبہ ہندوستان کی سیاحت کو تشریف لائے۔ ملک کے مختلف حصے ملاحظہ فرمائے۔ کئی دیسی ریاستوں کی راجدھانیوں میں گئے۔ جنگلوں میں شیر وغیرہ جانوروں کا شکار کھیلا۔ والیان ریاست اور اہل ہند نے حضور کے خیر مقدم اور خاطر و مدارات میں اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اہل ہند کو شاہ وقت سے خاص اُنس ہے اور وہ اسے ذات خدا کا پرتو خیال کرتے ہیں جسکی وجہ سے "اسکی ذات مقدس سمجھی جاتی ہے۔ اسواسطے لوگوں نے جہاں موقع ملا اظہار وفاداری اور نیکوخواہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ چونکہ یہ واقعہ صرف پانچ چھ سال کا ہے اور اسکی یاد تقریباً ہر کس و ناکس کے دل میں تازہ ہے، اسواسطے ہم اسکی تفصیلی کیفیت سے احتراز کرتے ہیں۔ چند ماہ تک سیر فرمانیکے بعد مئی ۱۹۰۶ء کے شروع میں آپ انگلستان واپس پہونچے ۱۷ مئی کو لندن میں اہل وطن کی طرف سے خیر مقدم کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جسمیں بڑے بڑے رؤسا۔ شرفا۔ وزراے عالی قدر شریک ہوئے تھے۔ حضور کو اپنی سیاحت ہند سے جو خصوصیات نظر آئیں، انکا اپنی تقریر میں اظہار فرمایا اور اس امر پر زور دیا کہ حکام کو اہل ہند کے ساتھ ہمدردی کا برتاو کرنا امر لازمی ہے جس سے انتظام ملک میں بہت آسانیاں پیدا ہوسکتی ہیں اور حاکم و محکوم کے تعلقات مخلصانہ اور خوشگوار ہو جاتے ہیں۔ اس تاریخی تقریر کا بڑا نیک اثر ہوا۔

شہنشاہ جہان پناہ کا کیرکٹر | ہمارے قیصر کا کیرکٹر اعلی۔ خیالات بلند۔ اصول ارفع ہیں اور حوصلے عالی ہیں۔ پچھلے سال اسی مہینے کے "فورٹ نائٹلی" رسالہ میں مشہور اخبار نویس سڈنی بروکس نے یہ لکھا تھا:۔

"جہان پناہ کی نجی طرز زیست بے لوث اور بے عیب ہے طبیعت عمدہ اور پاک اور میانہ روی قابل تعریف ہے۔ سیر و شکار کے شائق پابند فرض۔ نیک نہاد اور دل کے فیاض ہیں شخصیت باپ کی طرح زبردست مگر اور کینڈے کی ہے۔ ملکی معاملات کو بغور دیکھنے بھالنے والے۔ ہر مسئلہ اور معاملہ کو بطور خود سوچ کر اپنی راے قائم کرنیوالے کاروبار میں قاعدہ اور اصول کی پابندی کرنے والے۔ وزرا کے سامنے اپنی راے کا بڑی صفائی اور فراخ دلی سے اظہار فرماتے ہیں"

نیشنل ریویو کے اسی مہینے کے پرچہ میں مندرجہ ذیل بیان شائع ہوا:۔

"جہان پناہ بین الاقوام معاملات کا بڑی ہوشیاری سے مطالعہ فرماتے ہیں۔ والد مرحوم کی خارجی پالیسی کے بڑے مداح ہیں۔ نوآبادیوں کی سیاحت کے بعد لندن میں ایک تقریر کے دوران میں فرانس کی پیش بینی کو جو نہر سویز کے متعلق ظاہر ہوتی تھی۔ بہت سراہا جس سے فرانس سے دوستی کی بنیاد پڑی اور روسی خطرہ کو بے بنیاد ٹھہرایا اور اسطرح اس سلطنت سے بھی دوستانہ سمجھوتہ ہوگیا"

آپ محکوم کے ساتھ ہمدردی اور انصاف کے برتاؤ کے حامی ہیں۔

ملکہ معظمہ میری | ہمارے قیصر کی ملکہ میری اپنی ساس ملکہ الگزنڈرا کی طرح بڑی نیکبخت اور نیک نام عورت ہیں۔ حضور ممدوحہ ۲۶ مئی ۱۸۶۷ء کو تولد ہوئی تھیں۔ آپ پرنس فرانسس، ڈیوک آف ٹک کی دختر بلند اختر ہیں۔ پہلے آپ کی نسبت شہزادہ وکٹر

سے قرار پائی تھی مگر وہ تھوڑے عرصے کے بعد انتقال کر گئے تو پھر شہزادہ جارج سے منسوب ہوئین اور جولائی ۱۸۹۳ء مین شاہانہ کروفر کے ساتھ شادی خانہ آبادی کی رسم ادا ہوئی۔ ہمارے قیصر اور ملکہ کے چھ لڑکے لڑکیاں ہین سب سے بڑے صاحبزادے شہزادہ ایڈورڈ البرٹ ۲۳ جون ۱۸۹۴ء کو "وائٹ لاج" رچمنڈ مین پیدا ہوتے تھے۔ آپ حال ہی مین ولیعہد قرار دیے گئے ہین۔ شہزادہ فریڈرک جارج دسمبر ۱۸۹۵ء مین سینڈرنگم مین شہزادی وکٹوریہ الگزنڈرا اپریل ۱۸۹۷ء مین شہزادہ ہنری ولیم فریڈرک البرٹ مارچ ۱۹۰۰ء مین شہزادہ جارج الگزنڈر ایڈمنڈ دسمبر ۱۹۰۲ء مین شہزادہ جارج چارلس فرانسس جولائی ۱۹۰۵ء مین تولد ہوئے تھے۔ ملکہ میری نیک بخت بیوی اور پیار کرنیوالی ماں کی طرح اپنے بچون کی تربیت اور تعلیم کی خود نگرانی فرماتی ہین اور اس قاعدہ کی بڑی سختی سے پابندی کرتی ہین۔ اُستاد اور اُستانیان بڑی احتیاط سے مقرر کیے جاتے ہین گھر کے کاروبار کی بذات خود نگہداشت فرماتی ہین جب اس سے فراغت پاتی ہین تو رفاہ عام کے کامون مین مصروف ہوتی ہین مصیبت زدہ عورتون لڑکون اور بچون کی فلاح مین بڑی دلچسپی ظاہر فرماتی ہین۔ الغرض ملکہ میری سیرت و صورت دونون کیلیے خاص شہرت رکھتی ہین اور پاکیزگی اور نیکوکاری کیلیے مشہور عام ہین۔

جے۔ آر۔ آر

# دیانند اینگلو ویدک اسکول دہرہ دون

شمال مین کوہ ہمالیہ کے سلسلون اور مغرب و جنوب مین کوہ شوالک کی پہاڑیون سے گھری ہوئی ایک پُرفضا اور دلکش مقام پر چھوٹی سی بستی آباد ہے جو دہرہ دون کے نام سے مشہور ہے۔ جن لوگون نے کوہستانی مقامات ہند اور بالخصوص اُترا کھنڈ کے اُن مقامات کی سیر نہین کی جنکو زمانہ قدیم کے رشیون نے اپنی عبادتون اور ریاضتون سے ایسا متبرک بنا دیا ہے کہ اسقدر عرصہ دراز کے بعد بھی ہزارہا جاتری ہر سال اُنکی سیر کو جاتے ہین، وہ اُنکی پاکیزگی اور انکے قدرتی دلاویز نظارون کی خوبصورتی کو وہم و گمان مین بھی نہین لاسکتے۔ سچ تو یہ ہے کہ صانع قدرت نے ان مقامات کو کچھ ایسے سانچون مین ڈھالا ہے کہ انسان اُنکو دیکھکر محو ہو جاتا ہے اور اپنے دل کو جواب تک دنیاوی خرافات مین پھنسا ہوا تھا۔ اُس ذات باری کی درگاہ مین تصدق کر دیتا ہے جسکے بے چون و چرا کرشمون کو سمجھنے مین وہ اپنے تئین بالکل معذور و حقیر پاتا ہے۔ فی الواقع یہ ان مقامات کی خوبی ہی تھی جس نے قدیم رشیون کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور اُنھون نے تارک الدنیا ہو کر ان کوہستانی کندراون اور گپھاون کو اپنا مسکن بنایا اور یاد الٰہی مین مشغول ہوئے۔ نہ صرف فقرا اور مجرد اشخاص ہی کی طبیعت کو یہ مقامات پسند آئے، بلکہ زمانہ قدیم کے اکثر راجہ بھی اپنے تزک و احتشام کو خیرباد کہکے اپنی زندگی کے آخری ایام یہان بسر کرتے رہے اور انھین وجوہ سے شمالی ہند کے اس حصہ سرزمین کا نام تپوبن پڑ گیا۔

انیسوین صدی کے مشہور ہندو ریفارمر سوامی دیانند سرسوتی

کی یادگار میں اُنکی قائم کردہ آریہ سماج اور بیسویں صدی کی جیتی جاگتی سوسائٹی سے منجملہ اپنی اور متعدد تحریکوں کے اس تپوین کی سرزمین میں بھی (بمقام دہرہ دون) ایک تعلیمی انسٹیٹیوشن قائم کی جسکا نام عنوان پر درج ہے۔ سوامی دیانند سرسوتی نے سنہ ۱۸۸۳ء میں وفات پائی۔ اُسوقت ہندو سوسائٹی اور بالخصوص اُنکی قائم کردہ آریہ سماج ایسی منتشر اور کمزور حالت میں تھی کہ اُنکے یا دوسرے الفاظ میں اُنکی تلقین کردہ ویدوں کے اصولوں کی ترویج دینے کے لئے اُنکی یادگار مختلف مقامات میں قائم ہونا ایک امر محال تھا۔ پنجاب میں جہاں اُنکی تعلیم و تلقین زیادہ شد و مد کے ساتھ جاری رہی اور اجمیر میں جہاں اُنھوں نے وفات پائی، اُنکی وفات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یادگاری انسٹیٹیوشن قائم ہو گئے مگر دیگر مقامات میں جوں جوں اُنکے خیالات نے قوت پکڑی اور آریہ سماج کو زمانہ حال کی ضرورتوں کے مطابق بیداری اور انتظامی معاملات میں قابلیت حاصل ہوئی، آریہ سماج کو اُنکی یادگار قائم کرنے کا خیال پیدا ہوتا گیا۔ یہ شکر کا مقام ہے کہ اب تک جو یادگاریں قائم ہوئی ہیں اُنمیں کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو افادۂ عام کے لئے مخصوص نہو۔ یادگار کے معنی بھی یہی ہیں کہ زبانِ حال سے اُس شخص کے اوصاف اور خیالات کا اظہار کرے جسکے نام سے وہ منسوب ہے۔ سوامی دیانند سرسوتی نے اپنی تمام عمر افادۂ عام کیلئے وقف کر دی تھی۔ آریہ سماج اور اُسکے بانی کے لئے وہ دن نہایت بدنصیب ہوگا جب اُنکی یادگار اس جادۂ راستی سے ہٹ کر کسی بت وغیرہ کی صورت اختیار کریگی۔

دیانند انگلو ویدک اسکول سنہ ۱۹۴۸ء میں قائم ہوا ہے، اسکے قبل یہ یادگاری انسٹیٹیوشن اولاً سنہ ۱۹۴۶ء میں بمقام میرٹھ بہ سرپرستی دیانند ویدک کالج ٹرسٹ سوسائٹی قائم ہوا تھا مگر جب وہاں کی آب و ہوا اس نوخیز پودے کیلئے بابرکت ثابت نہ ہوئی تو اُسکو دہرہ دون میں منتقل کر دیا جہاں آتے ہی اسنے ترقی کرنا شروع کی۔ نیگی پورن سنگھ صاحب نے جو دہرہ دون کے ایک فیاض طبع رئیس ہیں ایک وسیع قطع اراضی اس اسکول کے حوالہ کر دیا۔ یہ قطع اراضی شہر سے باہر ایک ایسے پُرفضا مقام پر واقع ہے جہاں کی قدرتی سینری طالبعلموں کے دلوں میں اُمنگ اور قدرتی خوبصورتی کا شوق پیدا کرنے والی ہے۔ نیز نیگی صاحب موصوف نے اسکے لئے عمارت بھی تعمیر کرائی۔

اس انسٹیٹیوشن کا اصل مدعا نوجوانوں کو دینی اور اخلاقی تعلیم دینے کا تھا جو محض ایک ایسی تعلیمگاہ سے پورا نہ ہوتا تھا جسمیں مثل دیگر اسکولوں کے دنیاوی تعلیم دیجاتی ہو اور دینی تعلیم محض ایک جزوی حیثیت رکھتی ہو۔ لہذا اسکے متعلق ایک ایسا آشرم یا ہوسٹل قائم کرنا ضروری ہوا جس میں بورڈروں کو داخل کرکے اُنکی تمام زندگی کو ایک نمونے کے سانچے میں ڈھالا جاسے۔ وہ سب ایک مقررہ وقت پر بیدار ہوں۔ اُنکے غسل، اُنکے طریق عبادت و خواندگی، اُنکی خورش، اُنکا کھیل کود، اُنکے خیالات اور طور و طریق ایک ڈھنگ کے اور ایک معینہ وقت کے پابند ہوں۔ اُنکی زندگی میں ہر ایک کام کا ایک وقت ہو اور ہر ایک وقت کے لئے ایک جداگانہ کام ہو۔ اُنکے دل و دماغ اور قوائے جسمانی ایک ہموار اور مناسب پیمانہ پر نشو و نما پائیں۔ اُنکے دل حب الوطنی سے پُر ہوں اُنکے دماغ زمانہ حال اور زمانہ مستقبل کی ضرورتوں سے بیدار اور اُنکو قبول کرنے والے ہوں جہاں وہ اپنے والدین اور

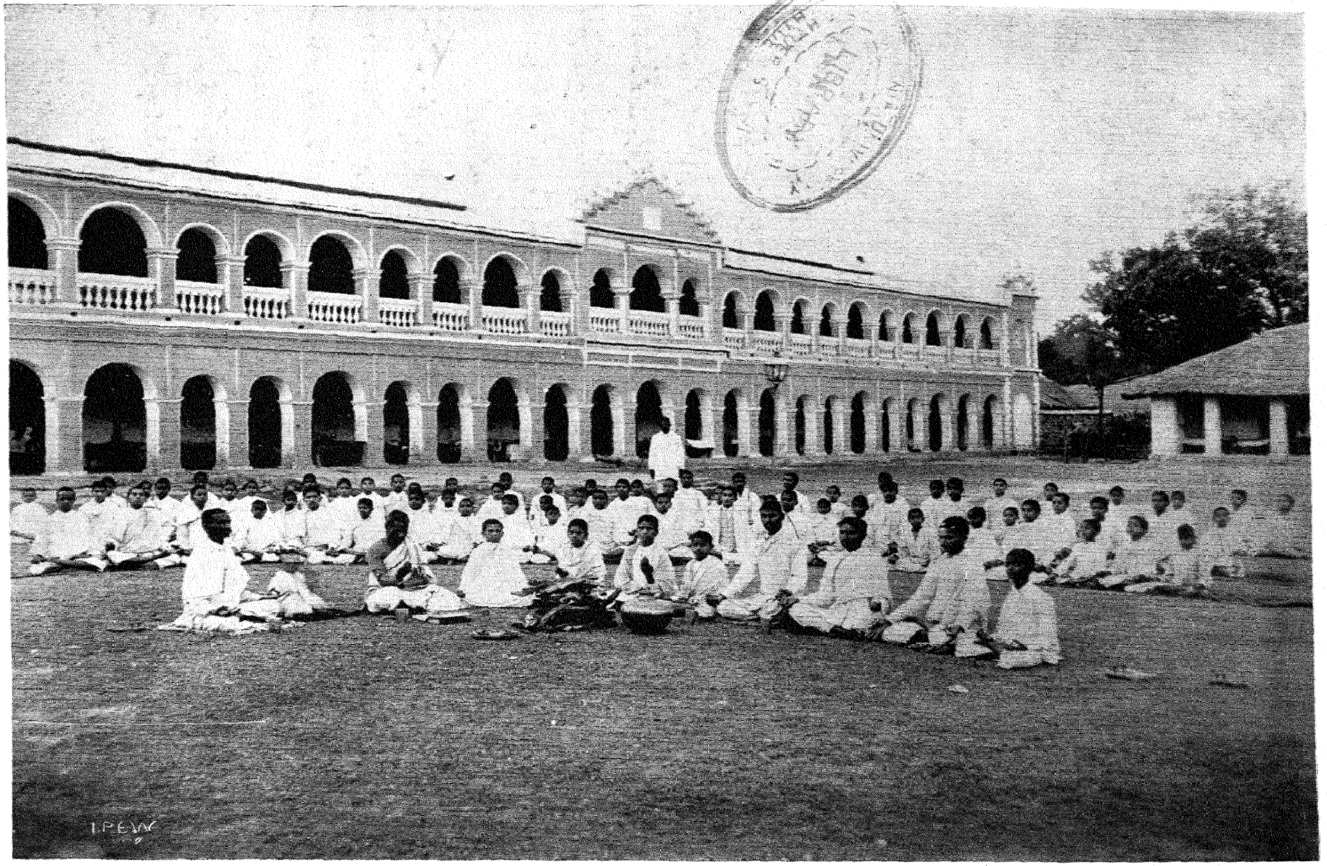


دیانند انگلو ویدک اسکول دھرہ دون

انڈین پریس الہ آباد

اپنے خاندان کے لاڈلے ہون، وہان اپنے ہمسایہ اور اپنے ملک اور سب سے بڑھکر اپنی سرکار کے بھی پیارے ہون۔ اُنکے مزاج صلح جو ہون اور اپنے دھرم کے اصولون پر بیباکانہ قائم رہتے ہوئے دیگر مذاہب کے لئے اُنکے دلون مین جگہہ ہو۔ اُنکی طرز معاشرت کفایت شعارانہ اور سادگی پسند ہو۔ مگر اعلیٰ خیالات اور سلف رسپکٹ اُنکی چال و چلن کا جزو عظیم ہون۔ غرضکہ ہر پہلو سے ایک ہونہار نسل تیار کرنے کا یہ آئڈیل بانیان اسکول کے پیش نظر تھا۔ چنانچہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے نِگی صاحب نے ایک دو منزلہ پختہ عمارت آشرم کے لئے تعمیر کی جسکی تصویر اس مضمون کے ساتھ شائع کیجاتی ہے۔ آپ نے صرف اسی پر اکتفا نہین کی بلکہ اس آشرم کو اُسکی دیگر ضروریات غسل خانہ و اسپتال وغیرہ سے بھی مکمل کر دیا۔ آپ کی اس الوالعزمی و فیاضی کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوکل و بیرونجات کے دیگر روسا نے بھی کافی معاونت کی اور ایک خاتون نے اسکول کے ملحق بیگھہ اراضی عطا کر کے اُسکے میدان اور کمپاؤنڈ کو اور وسیع کر دیا ہے۔

اس ہوسٹل مین فی الحال قریباً سو بورڈر ہین۔

نِگی صاحب نے اسکول کی عمارت مین اور بھی بہت اضافہ کیا اور اسکے ملحق ایک سنسکرت پاٹھ شالہ کی عمارت تعمیر کی۔ اسکے ماسوا آپ نے اپنے چند دیگر بنگلون اور کوٹھیون کی آمدنی بھی اسکول کو وقف کر دیتی ہے اور ارادہ ہے کہ اپنی تمام مقبوضہ جائداد اسکول کے نذر کر دین۔

بدقسمتی سے گذشتہ ماہ اپریل مین خام حصہ بورڈنگ ہوس مین اتفاقیہ آگ لگ گئی اور بورڈنگ ہوس اور بورڈرون کا نقصان کثیر ہوا۔ شکر ہے کہ جان کا نقصان نہین ہوا۔ نِگی صاحب بورڈنگ ہوس کے قریب ہی رہتے ہین۔ وہ فوراً تشریف لائے اور سب کی تسلی و تشفی فرمائی اور صبح کو ایک ہیرے کی انگشتری قیمتی ۳ ہزار روپیہ پریسیڈنٹ اسکول کے پاس روانہ فرمائی اور لکھا

"آگ کا غم نہ کیجئے۔ بالفعل ہوسٹل کی جدید پختہ عمارت کا کام اس سے شروع کر دیا جائے"

چنانچہ دوسرے ہی روز ایک عمارت کا کام شروع کر دیا گیا۔

بیسوین صدی کا آغاز بہت بڑی بیداری اور پُر امید مستقبل سے مملو ہے۔ ہر ایک سینے مین ملکی بہبود کی اُمنگ پائی جاتی ہے۔ ہر ایک جماعت اور ہر ایک فرقہ اپنے اپنے فرائض، اپنی اپنی ہستی اور اپنے حقوق کے لئے جد و جہد مین کوشان اور سرگردان ہے۔ اعلیٰ تعلیم، اپنی ہستی اور اپنے سلف رسپکٹ کو قائم رکھنے کے لئے قومی طریقہ پر اخلاقی اور دینی تعلیم کی پیاس ہر ایک ہندوستانی متنفس کے حلق کو خشک کر رہی ہے۔ ایسی حالت مین کیا آریہ سماج کی جیتی جاگتی سوسائٹی سے یہ اُمید کرنا خلاف اُمید ہوگا کہ کم از کم اجمیر اور دہرہ دون کے اسکولون کو کالج کے درجہ تک پہونچا دیا جائے اور تمامی ہند کے دیانند اسکولون اور کالج کی ایک سنٹرل کمیٹی قائم کر کے اُنکو ایک ہی ضابطہ اور قواعد کے سلسلہ مین منسلک کر دیا جائے۔ اگر آریہ سماج کی ضرب المثل یکجہتی اور تعلیمی گرسنگی پر غور کیا جائے تو اس اسکیم کو درجہ تکمیل تک پہونچانا کچھ دشوار امر نہین ہے۔ لیکن تعلیم کی دیوی ہندو پران مالا کے مطابق ایک ایسی دیوی ہے جسکا سنگھاسن سب سے بلند پایہ رکھتا ہے۔ اُسکا آئیڈیل انسانی قوت متخیلہ کی بالاترین حد ہے۔ اس نقطہ خیال سے ہمکو بزرگان آریہ سماج سے یہ اپیل کرنے مین (بالخصوص زمانہ موجودہ کی یونیورسٹی کی دُھن کی پُرزور تحریک کے وقت) مطلق پس و پیش نہین کہ اب وقت آگیا ہے جب اُنکو کمرہمت باندھکر یہ غور کرنا چاہئے کہ کیونکر دیانند اینگلو ویدک یونیورسٹی قائم کیجائے۔

چنڈی پرشاد

## غزل

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہین — یہ عاشق کونسی بستی کے یارب رہنے والے ہین
علاجِ درد مین بھی درد کی لذت پہ مرتا ہون — جو تھے چھالون مین کانٹے نوکِ سوزن سے نکالے ہین
بیابانون مین لے دل اہل دل کی جستجو کیسی — کرین جو پیار انسان سے وہی اللہ والے ہین
پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدون کا — جگر کا خون دے دیکر یہ بوٹے مین نے پالے ہین
غضب کے منچلے ہین جنس دل کے بیچنے والے — یہ سودے مال کے ساتھ آپ بھی بک جانیوالے ہین
رلاتی ہے مجھے راتون کو خاموشی ستارون کی — نرالا عشق ہے میرا نرالے میرے نالے ہین
بتالیون تو بتاتے ہین وہ سب کو لامکان اپنا — ہمین معلوم ہے اے دل جہان کے رہنے والے ہین
پلا دی اسکو کیا مے ساقیِ بادِ بہاری نے — زبانِ برگِ گل پر قطرۂ شبنم کے نالے ہین
نہ دیکھ اسے دیدۂ خونبار دل کو کم نگاہی سے — ترے آنسو اسی اجڑے ہوئے گلشن کے لالے ہین
نہ پوچھ مجھسے لذت خانمان برباد ہونے کی — نشیمن سیکڑون مین نے بنا کر پھونک ڈالے ہین
نہین بیگانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے — ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہین
دعا دیتا ہون، روتا ہون، گلہ کرتا ہون قسمت کا — ہزارون ڈھنگ اظہارِ تمنا کے نکالے ہین
الٰہی کونسا مالی ہے اس دل کے گلستان کا — امیدون کے شجر، زخمون کے گل، داغون کے لالے ہین
امیدِ حور نے سب کچھ سکھا رکھا ہے واعظ کو — یہ حضرت دیکھنے مین سیدھے سادے بھولے بھالے ہین
نشانِ ماہِ کنعان اے زلیخا پوچھ لے مجھسے — کہ مین نے چاہِ دل سے سیکڑون یوسف نکالے ہین
نہین کچھ امتیازِ من و تو شہرِ محبت مین — نرالا دیس ہے، دستور بھی یہان کے نرالے ہین

ترے اشعار اے اقبال کیون پیارے نہ ہون مجھکو
مرے ٹوٹے ہوئے دل کے یہ درد انگیز نالے ہین

**اقبال**

### رباعی

کچھ عقل کی میزان مین تولا نہ گیا — چپ ہو گئے اسطرح کہ بولا نہ گیا
عقدے سب حل ہوئے مگر آہ انیس — یہ بند اجل کسی سے کھولا نہ گیا
(انیس)

## رباعیات

کچھ دردِ جگر سناؤن گا گلشن مین — ہر رگ کا دل ہلاؤن گا گلشن مین
کانٹا نہ ہو سوکھکر زبانِ بلبل — مین نغمۂ تر سناؤن گا گلشن مین

افسانۂ غم سناؤن گا محفل مین — احباب کو تسن بناؤن گا محفل مین
مین دیکھ چکا ہون خوب ہنسنا تیرا — اب شمع تجھے رلاؤن گا محفل مین

تجدید کے گل کھلاؤن گا محفل مین — مین سکۂ فن جماؤن گا محفل مین
مے گریہ خون کباب ہے سوختہ دل — یارون کو مزا چکھاؤن گا محفل مین

پھل پھول دکھائیگا مرا باغِ قلم — لالہ کو جلائیگا مرا داغِ قلم
گلشن مین نہ اسکے پاؤن جمنے دیگا — بلبل کو اڑائے گا مرا زاغِ قلم

ہے جوہرِ فن سے میرے گوہر پانی — ہے نطقِ سخن سے میرے پتھر پانی
گریہ سے مرے اوس پڑیگی گل پر — پڑ جائے گا بلبل کے پرون پر پانی

ناپاک کبھی نہ مصحفِ پاک پڑھین — ہان اسکو فقط عاشق لولاک پڑھین
تجدید سے لین سبق جوانانِ سخن — بوڑھے طوطے ہین جو وہ کیا خاک پڑھین

نے لالہ و گل ہے نے فضا ہے باقی — اب باغ مین صرف ایک ہوا ہے باقی
جب جاکے عدم مین آنکھ غفلت سے کھلی — دیکھا تو فقط نام خدا ہے باقی

لاہوت کلام آشیان میرا ہے — اک روح قدس ہی ہمزبان میرا ہے

کیون نرم غذا نہ ہو ہما کو مرغوب    مغزِ غم دوست استخوان میرا ہے

---

صحرائے جنون مین شوق کو پیر سمجھ    گزرے جو تو سر سے، خود کو رہگیر سمجھ
اس دشت سے بھاگ اگر تو خس طینت ہے    ہر خار کو تیر، خس کو شمشیر سمجھ

---

عاجز ہے کفِ جنون سے تدبیر مری    کیون گو سے گریبان ہے گلوگیر مری
چلتی نہین شوخیون سے کچھ وحشت کی    نقشِ قدم دوست ہے زنجیر مری

---

جو سانس ہے بیکسی کی، کس کی ہے صدا    خوابیدہ کو عبرت ہی عسس کی ہے صدا
بیدار دلون کے پاؤن کب سوتے ہین    ہر تارِ نفس مین اک جرس کی ہے صدا

---

وحشت مجھے چارہ گر سے روپوش کرے    بیخود ہوان جو مین تو بیخودی کوش کرے
ہے جوشِ جنون پہاڑ اسکے سر پر    اب چاک گریبان کو سبکدوش کرے

---

بیتاب ہون گر گر کے اُچھلتا ہون مین    مثلِ چہ سیماب اُبلتا ہون مین
دار فتگیون سے شوکت آپ ہو مین    اپنے پہ بر رنگ موج چلتا ہون مین

احمد حسن شوکت (دبیر کلمی)

---

# تاریخ انتقال

(جناب شمس العلما مولوی سید علی صاحب بلگرامی طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ)

کیا ستم تو نے کیا اے آسمان    رو رہے ہین غم مین جو پیر و جوان
آج یہ کس کی ہے بزم تعزیت    ہو گیا ہے کون نظرون سے نہان
کہتی تھی خلق مجسم کس کو خلق    فخر کس پر کرتا تھا ہندوستان
اُٹھ گیا وہ سید عالی صفات    خلق مین تھا جو کہ فخر خاندان
دیکھتے تھے اہل یورپ رشک سے    اُسکے جوہر کے وہی تھے قدر دان
اُسکی نظرون مین سمائے کیا کوئی    جانتا ہو جو کہ اٹھارہ زبان
خیر خواہ قوم وہ سید علی    خوبیان ہین جسکی عالم پر عیان
ساتھ لے کر آئے تھے سالار جنگ    جب دکن سے وہ گئے ہندوستان
بھیجکر لندن اُنھین تعلیم دی    فیض سلطان سے رہے یہ شادمان
کیون نہ ہو پھر خلق مین ان کا عروج    جبکہ ہو شاہ دکن سا قدر دان
یاالٰہی دے اسے تو عمر خضر    ہے جہان مین خلق کا راحت رسان
میر محبوب علی سا بادشاہ    شکر ہے ہم پہ کیا ہے حکمران
معتمد آکر عدالت کے ہوئے    عدل اُن کا آج تک ہے بر زبان
مختلف کی ہین دکن مین خدمتین    حال کس کس کا کرون سب سے بیان
تھا خطاب شمس اورون کو بھی، پر    سامنے اسکے تھے سارے ذرہ سان
کرتے تھے پیہم اسی سے کسب نور    شمس آسا تھا یہ سید ضو فشان
تھے ستارے جتنے اہل فضل تھے    آفتاب فضل تھا یہ بے گمان
ایک تھا نظرون مین محتاج و غنی    سب پہ رہتا تھا برابر مہربان
اس سے بیگانہ یگانہ شاد تھا    فیض کا دریا ہمیشہ تھا روان
کیا سخاوت تھی کہ اپنے ہاتھ سے    آب و نان لائے برا سے مہمان
بعد اُسکے فکر وہ ایسی کرے    فیض سے پائے ہمیشہ آب و نان
گھیرتے تھے جب اُسے اہل غرض    کام کر دیتا تھا ہو کر شادمان
حلم ایسا تھا کہے گر کوئی سخت    سُن کے چپ رہتا، نہ ہوتا کچھ گران
رات دن رہتا تھا پیہم شغل علم    وقت کب ہوتا تھا اُسکا رائیگان
اہل ہمت، صاحب جود و کرم    اہل علم و فضل کا تھا قدر دان
جسکا پُرسان ہو نہ کوئی خلق مین    کام یہ اس کا نکالے بیگمان
خود بھی دے اور رون سے بھی دلوائے وہ    لیکے حاجت جائین جب پیر و جوان
اُس مین دُنیا کے محاسن جمع تھے    یاد آتی ہین اُسکی خوبیان
رنج پہونچایا نہ بھولے سے کبھی    کی ہین دشمن سے بھی اُسنے نیکیان

کوئی ہوتا تھا نہ آزردہ کبھی    دل مین رہتا تھا خیال دوستان
شان و شوکت پر نہ تھا مطلق غرور    چاہتا تھا کچھ نہ وہ نام و نشان
ملتے تھے ہر مذہب و ملت کے لوگ    اہل جوہر کا وہی تھا رتبہ دان
بیٹھتا تھا جاکے وہ جس بزم مین    ڈر سے کھلتی تھی نہ لوگون کی زبان
کوئی بتلاسے تو ایسا خلق مین    جسکا غم کرتے ہون سب خرد و کلان
چند دن مرنے سے پہلے کا ہے ذکر    جس سے واقف سارے ہین پیر و جوان
منتخب اس کو کیا تھا قوم نے    جب ملا کوئی نہ ایسا کاردان
ایک ہفتہ مین قواعد وہ بنا سے    دنگ ہوکر رہ گئے قانون دان
اے علیگڈھ یہ بھی قسمت تیری ہے    ایک ساعی ہوگیا تیرا نہان
جو مدد کالج کی کرتا تھا سدا    ڈھونڈنے جائین گے اب ہم کہان
چاہتا تھا وہ کہ دار العلم ہو    ایک دن کالج یہی باعز و شان
روز سہ شنبہ کا سُنیئے ماجرا    شام تک بالکل نہ تھا کچھ خوف جان
بعد کھانے کے ہوا یہ سانحہ    اشک آنکھون سے نہون کیونکر روان
ہوگئی تھی بند جنبش قلب کی    چلتی چلتی رُک گئی نبض روان
بیٹھے بیٹھے طے ہوئی وہ راہ سخت    جانتا جس کا نہین کوئی نشان
پائی سب دُنیا کے جھگڑون سے نجات    اُنکے حصہ مین ہے عیش جاودان
خلد مین لیجائے گی حُبِّ علیؓ    زیر سایہ پائینگے اُن کے مکان
کہدو ماہر اُن کی تاریخ وفات    منزل سید ہوئی باغ جنان
۱۳۲۹ھ

**ماہر کنتوری**

## دیپ دان

چھپا ہے پردۂ مغرب مین مہر عالمتاب    اُلٹنے ہی کو ہے لیلائے شب کے رُخ سے نقاب
سُہانا شام کا ہے وقت دلربا نایاب    ہوئی سحر نہ کبھی جسکی خوبیون کی جواب
کسی کی سانولی صورت کی آن ہے اسمین
کسی کے نازِ دل آرا کی شان ہے اسمین

دکھا رہا ہے سمان دلنواز کیفیت    نظر فریب شفق کی وہ لالہ گون رنگت
ہوائے بزم مین پھولون کی جانفزا نکہت    طیور زمزمہ سنج ترانۂ عشرت
عجیب روح فزا دلپذیر ساعت ہے
ہر ایک لمحہ طلسم سکون و راحت ہے

خوشا یہ منظر دلکش یہ عہد برنائی    نگاہین لوٹ رہی ہین بہار رعنائی
کنارِ آب ہے بیخود کوئی تماشائی    شفق کی دیکھکے پانی مین رنگ آرائی
ہوا ہے جلوہ نما چرخ پر ہلال ابھی
نمود اختر تابان ہے خال خال ابھی

صفائے آب مناظر کا یون ہے عکس پذیر    کہ جیسے ہوتہ آئینہ کا عندتصویر
سُرور خیز ہے نظارۂ فسون تاثیر    بصد ادا تبسم ہے غنچۂ دلگیر
بہار شام بڑھائی تھی نجم تابان نے
فروغ اور دیا جلوۂ چراغان نے

عجیب ہوش ربا جلوہ ہے لب دریا    کہ چند عورتین عفت مآب حور لقا
کمال فرطِ عقیدت سے آئی ہین گنگا    دلون مین پریم ہے بھاگیرتی کی عظمت کا
بہا رہی ہے "دِئے" کوئی شعر و پڑھکر
ستارے ٹانکے ہین آب روان کی چادر پر

کسی کے حق مین دل افروز ہے وہ طرز عمل    بصدق دل کوئی بھرنے کو آئی گنگا جل
چڑھائے ہین کسی نازک ادا نے پھول اور پھل    پذیر کامنا بھاگیرتی کرے گی سپھل
یہ لطف خاص ازل سے ملا ہے بھارت کو
کہان یہ منظر دلکش نصیب جنت کو

**شرر سہارنپوری**

## رباعی

گزرے ہر دم مرا ارادت مین تری    گردن یہ جھکی رہے عبادت مین تری
یارب ا مجھے طول عمر دے تو لیکن    وہ عمر جو کام آئے اطاعت مین تری
(انیس)

دیپ دان

انڈین پریس الہ آباد

## دولت و شہرت

دُنیا کی دولت! دنیا کی شہرت　کیا یہ ہین دونون بنیادِ عشرت؟
دے سکتی ہین کیا تم کو یہ راحت؟　کیا ان سے پاؤ گے لطف و بہجت؟
کیا ان سے حاصل ہوگی مسرت؟　شاید جواب اسکا دو گے ہان مین

---

دنیا مین لیکن شہرت کا سہرا　کتنا ہی پیارا ہو اور اچھا
کیسی ہی خوشبو دے وہ زیادہ　جس سے مشامِ عالم ہو تازہ
آخر ہے اک دن مرجھانے والا　کیا وہ بچیگا فصلِ خزان مین

---

یہ مال اسباب یہ سیم یہ زر　یہ سچے موتی لعل و جواہر
یہ بیش قیمت دھات اور پتھر　عمدہ سے عمدہ بہتر سے بہتر
اچھے تو سمجھے جاتے ہین اکثر　داخل ہے یہ سو و لیکن زیان مین

---

کرلین اگر فرض اک شخص ایسا　رکھتا بہت سا ہے وہ خزانا
شانِ امارت مین بھی ہے یکتا　دبتے ہین سارے ادنیٰ و اعلیٰ
آخر کسی دن وہ بھی مرے گا　ہوگی جُدائی جسم اور جان مین

---

اک مطربہ کی یا شاعرہ کی　شہرت ہے ساری دنیا مین پھیلی
عزّت ہے کرتی ہر قوم اُسکی　آنکھون مین دل مین سب نے جگہ دی
ہوگی فنا پر اُسکی بھی ہستی　تھی ہی نہین وہ گویا جہان مین

---

قابل مصنّف ہے اک ایسا　زورِ قلم کا جسکے ہے چرچا
مانا گیا ہے بے مثل و یکتا　تحریر اسکی ہے فخرِ انشا
بکھرے گا پھر بھی شیرازہ اُسکا　دقت پڑے گی نام و نشان مین

---

دُنیا کی دولت! دنیا کی شہرت　دُنیا کی عزّت! دنیا کی حرمت
دُنیا کی ثروت! دُنیا کی حشمت　دُنیا کی رفعت! دُنیا کی شوکت
دُنیا کی عظمت! دُنیا کی وقعت　منظر ہین یہ سب خوابِ گران مین

ارشد (تھانوی)

## "زنجیر لوہے کی"

جنون نے کی عطا مجنون کو یہ توقیر لوہے کی　گلے مین طوقِ آہن پاؤن مین زنجیر لوہے کی
کسی کے حلقۂ زلفِ معنبر کے اسیرون کو　نہین آنکھین دکھا سکتی کبھی زنجیر لوہے کی
زمین تنگ آگئی جب اسکے ہاتھون وحشتِ دل کے　لگی سر پر اُٹھانے آسمان زنجیر لوہے کی
اسیرانِ بلا کو دو قدم چلنے نہین دیتی　بنی ہے ناتوانی پاؤن مین زنجیر لوہے کی
نہین کچھ سقف و در سے کام آزادانِ وحشت کو　کڑی ہے درمیانِ خانہ زنجیر لوہے کی
مین وہ ہون ناتوان وحشی کہ میرے مقید کرنیکو　بنے گا سایۂ زنجیر بھی زنجیر لوہے کی
گرفتارانِ گیسوے بتِ خود کام کے حق مین　حصارِ عافیت ہو جائیگی زنجیر لوہے کی
غضب ہے اسطرح حلقہ بگوشون پر ستم کافر　کہ انکی بیکسی پر چیخ اُٹھی زنجیر لوہے کی
جنون تیرے ہی سر سہرا رہا فصلِ بہاری مین　کہ جھانجھن پاے وحشت کا بنی زنجیر لوہے کی
سلیمان کے ترحم سے نہ نزادی خاکساری سے　قطارِ مور ہے میرے لئے زنجیر لوہے کی
نہ کیون پیرِ فلک کو باندھ لاؤن جوشِ وحشت مین　دھوان آہون کا میری بن گیا زنجیر لوہے کی
لڑی آنکھین ادھر دل سے اُدھر سکتے نے آگھیرا　نگاہِ سُرمگین کیا بن گئی زنجیر لوہے کی
ارادہ تیرے وحشی نے کیا سیرِ بیابان کا　گری پڑتی ہے ہر زنجیر پر زنجیر لوہے کی
سیہ بختی اسیرِ دامِ گیسو کی نہ کچھ پوچھو　دمِ تحریر سطرین بن گئین زنجیر لوہے کی
وہ چونک اُٹھین گے اے صدا و اپنے خوابِ نوشین سے　بنا نا بے صدا میرے لئے زنجیر لوہے کی
نہ لیجائے کہین وحشت مین وحشت مجھکو جنگل مین　لگی آپس سے رشتہ توڑنے زنجیر لوہے کی

یہ ادنیٰ معجزہ ہے گیسوے اسود کے سودا کا　　برنگ مار بل کھانے لگی ، زنجیر لوہے کی
رہی زوروں پہ اپنی قوت دیوانگی یونہی　　تو مجھکو چاہیئے ہر دم نئی زنجیر لوہے کی
جنون نے دشت پیمایان الفت سے فاقت کی　　لئے پھرتی ہے ہر سو پاؤن مین زنجیر لوہے کی
اگر زندان مین دونگا پاے وحشت کو ذرا جنبش　　کریگی صور کو بھی دم بخود ، زنجیر لوہے کی
پہاڑون پر گیا فرہاد ، بھاگا قیس جنگل کو　　فقط اک رہ گئی میرے لئے زنجیر لوہے کی
اگر دریا مین تیرے آشناے جوش وحشت ہو　　بھنور ہو طوق آہن ، موج ہو زنجیر لوہے کی
گرفتار جنون ہی عاشق و معشوق کو دیکھا　　کہین زنجیر سونے کی کہین زنجیر لوہے کی
بڑھائے ہین مگر طوق طلائی اسنے منت کے　　ہمارے پاؤن پر رکھتی ہے سر زنجیر لوہے کی
کڑی ہین جھیلتے صدآد کیون بیڑی بنانے مین　　نہ اٹھے گی ترے بیمار سے زنجیر لوہے کی
بلا آتی تھی میری چارہ سازو! قید زندان مین　　یہ لائی پاؤن پڑ پڑ کر مجھے زنجیر لوہے کی
مثال طوق قمری پاؤن مین اے میر پڑ جائے
اگر کھینچے مصور عکس مین زنجیر لوہے کی

میر سلمۃ القدیر

## رباعیات

کیا پایا اگر کوے صنم مین بیٹھے　　کیا ملگیا جاکر جو حرم مین بیٹھے
دل مطمئن اسوقت ہوا اے محشر　　جس وقت کہ آخرت کے غم مین بیٹھے

ہستی کو حباب سے بھی تم کم سمجھو　　دُنیا کی خوشی کو اپنا ماتم سمجھو
اللہ سے پائی ہے اگر عقل سلیم　　ہر کام پہ مرنے کو مقدم سمجھو

مجنون ہوئے عشق مین دل کھونے پر　　بے صبر بنے محو فغان ہونے پر
افراط ہر اک شے مین بُری ہے محشر　　اب اپنے بھی ہنستے ہین مرے رونے پر

محشر (لکھنوی)

## علم

بیکار ہے یان شیوہ بیانی اپنی　　بے سود ہے اے طبع! روانی اپنی
محروم ہے خاموش۔ قلم ہے ساکت　　خود علم سناتا ہے کہانی اپنی

بزم فنا مین ساغر آب بقا ہون مین　　آزار مرگ کیا ہے کہ خاک شفا ہون مین
میرے ہی دم سے ہے گل ہستی کی آب و تاب　　ابر بہار ہون مین ، نسیم صبا ہون مین
رونق نگار خانۂ امکان کی مجھ سے ہے　　ہون وہ طلسم ہوش کہ حیرت فزا ہون مین
وہ میری گُنگی ہے ، فدا جس پہ تازگی　　دور قدیم سے ہون مگر نیا ہون مین
سب شوخیان ہین عالم ایجاد مین مری　　میرے ہین سب کرشمے جدھر دیکھتا ہون مین
سب جانتے ہین نور جبین ازل مجھے　　رنگ ظہور خالق ارض و سما ہون مین
عارف کے واسطے ہون مین خورشید معرفت　　برہم زن طلسم شب ماسوا ہون مین
گمراہ میری راہ پہ ہوتا نہین کوئی　　پرتو وہ چراغ طریق صفا ہون مین
مشکل نہین ہین راہ حقیقت کے مرحلے　　منزل نہین ہے دور اگر رہنما ہون مین
دیتا ہون بے نشان کا نشان کچھ تو کچھ ضرور　　طالب زمانہ جسکا ہے ، اسکا پتا ہون مین
ہرچند وہ رسائی دانش سے دور ہے　　ہے یہ بھی جانتا کہ نہین جانتا ہون مین
میراث انبیا مرا مشہور نام ہے　　سیدھا سا اک وسیلۂ قرب خدا ہون مین
دیتا ہے گو یہ سارے زمانے کو روشنی　　رتبے مین آفتاب سے لیکن سوا ہون مین
اس آفتاب مین تو ہے ظاہر کی روشنی　　دراصل آفتاب حقیقت نما ہون مین
ظلمت فزاے دل مرو خورشید ہون الٰہی
چشم جہان سے آج نہان گرچہ ہون مین
میرا وطن نہ پوچھئے مجھ سے کہ صبح و شام　　غربت مین مثل بادیہ گرد صبا ہون مین
اس سرزمین مین کرتا ہون چندے قیام بھی　　جوہر کی اپنے قدر جہان دیکھتا ہون مین
نفرت غرور و کبر سے ہے ، کاہلی سے ہے　　انکا جہان عمل ہو ، وہان سے اٹھا ہون مین
اس مملکت مین مین نے گزاری ہین مدتین　　سچ پوچھئے تو ہند مین پروان چڑھا ہون مین
جنت نشان بھی ہے پرانا وطن مرا　　پیدا ہوا اسی مین اسی مین بڑھا ہون مین

پالا اسی سنے دامن شفقت مین ہے مجھے    سائے مین اسکی مہر کے صدیون رہا ہون مین
یونان و مصر مین بھی پھرا مدتون مگر    جس ملک مین گیا ہون یہین سے گیا ہون مین
گنگا کے یہ کنارے - ہمالا کی چوٹیان    تھے میری سیرگاہ ، انھین جانتا ہون مین
یورپ مین آجکل ہین مرے قدر دان - مگر    وان صرف صرف مادۂ بے لقا ہون مین
بھارت ورش مین جب تھے مرے دن عروج کے    اسوقت کیا تھا - آہ ! مگر آج کیا ہون مین

جس رنگ مین ہون ، خیر وہی رنگ خوب ہے
ظاہر ہون جس ادا مین بہت دلربا ہون مین

کچھ ذوق دید ہے تو جوانان زندہ دل !    دیکھو مجھے کہ شاہد رنگین ادا ہون مین
رکھتا ہون اپنے طالب صادق کو شادکام    مائل کوئی مرا ہے تو اسپر فدا ہون مین
ایسے مرے نصیب کہان ہین جو اسکو    مجھ مین وہ رس ملا کہ مزون کا مزا ہون مین
رہتا ہون مثل مردمک چشم آنکھ مین    مٹتا نہین ہون دل سے وہ نقش وفا ہون مین
ہر ملک و ہر دیار مین عالم کی قدر ہے    سارا زمانہ دوست ہے گر آشنا ہون مین
بوڑھون مین رکھتا ہون مین جوانون کی آن بان    وہ ہاتھ نا توان نہین جسمین عصا ہون مین
مفلس نہین رہا مرا طالب کہین کوئی    مین کوہ زر ہون ، کان گہر کیمیا ہون مین
اقبال جسکو کہتے ہین پروردہ ہے مرا    کیا سایۂ ہما ہے - ہما کا ہما ہون مین
یورپ کو دیکھتے کہ ہے دولت سے مالا مال    وہ مجھ مین غوطہ زن ہے کہ بحر عطا ہون مین
محتاج ہر ہنر ہے مرا اور ہر ایک فن    مین ابتدا کمال کی ہون - انتہا ہون مین
خاک ، آب و باد و آتش سرکش بدین جلال    سب میرے زیر حکم ہین - فرمانروا ہون مین
رستے بنائے مین نے پہاڑون کو چیر کر    ہمدم ذرا جو انجینیر کا ہوا ہون مین
مثل زمین بنے ہین سمندر پہ شاہراہ    بیڑے کو خوف کیا ہے اگر ناخدا ہون مین
ادنی سا ہے کرشمہ - تعجب ہے اسمین کیا    لے کر اگر بشر کو ہوا مین اڑا ہون مین

لونڈی ہے میری برق ، بخارات ہین غلام
دونون سے تار ، ریل کو چلوا رہا ہون مین

ظاہر نظر فریب ہے ، باطن ہے دلپذیر    ہر رنگ اور روپ مین جلوہ نما ہون مین
موجود ہر خیال مین ہون ، ہر الاپ مین    ہون شاعری کہین تو کہین فلسفہ ہون مین
مین ہون کہین نقوش ریاضی مین جلوہ گر    منطق کے سلسلون مین کہین بولتا ہون مین
پیدا کرون مین شکسپیر اور بالمیک    ہے لطف گر معاون طبع رسا ہون مین

اظہار امر واقعی محروم کردیا
ورنہ نہ خود فروش نہ کچھ خودنما ہون مین

**محروم**

## غزل

وہ دل نہین - وہ جگر نہین ہے    سامان ہے وہی وہ سر نہین ہے
افسردگیون کا ڈھیر ہون مین    اس راکھ مین اب شرر نہین ہے
اب دل مین وہ کاوشین نہین ہین    اب آہ مین وہ اثر نہین ہے
مجھ مین جو نہین وہ بے قراری    تیری بھی تو وہ نظر نہین ہے
جو کچھ تھا خیال دوست سے تھا    ہنگامۂ شور و شر نہین ہے
نالہ تو کرون ہزار ہمدم    کیا کیجئے کہ وہ جگر نہین ہے
غمزے تو ہنوز دلربا ہین    دل در خور غمزہ گر نہین ہے
اجڑے ہوئے دل کا تو ہے مہمان    لائق ترے گو یہ گھر نہین ہے
ہان تیرے خریدنے کو کافی    سرمایۂ بحر و بر نہین ہے
آغاز کسی طرح ہوا بھی    انجام کی کچھ خبر نہین ہے
تجھ سے کوئی پیشتر نہین تھا    تجھ سے کوئی بیشتر نہین ہے
تو سب کو چلا رہا ہے اور خود    تیرا کوئی ہمسفر نہین ہے

الفت مین پھنسے اگر ولی تم
پھر جانو کہین مفر نہین ہے

**ولی الحق**

## رباعی

راحت مین بسر ہوئی کہ ایذا گذری    کیونکر تاریک گھر مین تنہا گذری
اے کنج لحد کے سونے والو افسوس !    کس سے پوچھین کہ تم پہ کیا گذری

(انیس)

# قومی نظم

رات دن رونا ہمین دن رات غم کھانا ہمین
تو ڈبو دیگی کہین لے چشمِ طوفان زا ہمین

چشم تر سرسبز کیون ہوتا نہین نخلِ مراد
رہ گیا ہے تجھ سے باقی خون برسانا ہمین

یاد آتا ہے زمانہ اپنا جب گزرا ہوا
کیا کہین کس سے کہین ہوتا ہے غم کیا کیا ہمین

ہم خلف اُنکے ہین تھا جنکا زمانے مین عروج
مانتے تھے ہر طرح سے قیصر و کسریٰ ہمین

کون سی خوبی ہے دنیا کی کہ جو ہم مین نہ تھی
جانتی تھین غیر قومین رہنما اپنا ہمین

منہ سے جو کہتے تھے وہ کرتے تھے ہم پہلے نہ تھے
سر رہے یا جائے کچھ پروا نہ تھی اصلا ہمین

محنتین کرتے تھے مزدوری مین تھا ہمکو نہ عار
ان ہی وصفون سے ملا تھا رتبہ اعلیٰ ہمین

اُس صدف کے ہم ہین گوہر جسنے دیکھا اک نظر
بالیقین وہ جانتا تھا گوہر یکتا ہمین

غیر قومون کے ہمین تھے رہنما و پیشوا
ہین جو منصف جانتے ہین بوعلی سینا ہمین

ہم وہ ہین قبضہ مین جنکے تھے زمانے کے علوم
مانتے تھے اہل دانش زیرک و دانا ہمین

آج وہ دن ہے کہ ہمسا مبتذل کوئی نہین
کردیا بیغیرتی نے خوار اور رسوا ہمین

عیب تھے جتنے وہ حصے مین ہمارے آگئے
یاد ہین بغض و نفاق و مکر اور کینا ہمین

شوکتِ اسلام کو آخر گنوایا ہمنے ہاے
مل چکا ہے اپنے کرتوتون کا پھل اچھا ہمین

وا ے ناوانی کہ ہم ہین خوابِ غفلت مین ابھی
جانتے ہین کر چکے جو کچھ کہ کرنا تھا ہمین

منزلِ مقصود پر گویا کہ جا پہونچے ہین ہم
بے خبر ہین اب نہین مطلق کہین جانا ہمین

ہے ترقی کا زمانہ پڑھتے جاتے ہین سبھی
غور سے دیکھا یہ دنیا ہے نئی دُنیا ہمین

ایشیا مین اک فقط جاپانیون کو دیکھکر
ہو جو غیرت تو منا سب ہے سبق لینا ہمین

عقل کا یہ مقتضا ہے، عقل سے کچھ کام لین
شرم کے قابل ہے دیکھو سطرح جینا ہمین

سب سے پہلے ہمکو خود غرضی سے نفرت چاہئے
قوم ہی کے فائدہ مین چاہئے جینا ہمین

سب چلین اک راہ پر اور ایک ہو سب کی غرض
مضطرب کرنے نہ پائے خواہشِ بیجا ہمین

ہر ترقی کو تنزل ہے تنزل کو عروج
مرحلہ دشوار ہے درپیش اب کیسا ہمین

قافلہ سب منزلِ مقصود پر پہونچا - مگر
راستہ طے کرتا ہے اک سخت جان فرسا ہمین

سہل ہو جاتی ہین محنت سے سبھی دشواریان
ہان بھروسہ چاہئے اللہ پر رکھنا ہمین

خستہ جان اے رابعہ تو کیا تری تحریر کیا
کر دعا توفیق دے وہ خالقِ یکتا ہمین

اُس نبی کا واسطہ دیتے ہین ہم اللہ کو
جسکے صدقے مین کیا اللہ نے پیدا ہمین

ہمکو دے توفیق راہِ نیک کی اے ذوالجلال
تیری رحمت کی ضرورت ہے فقط مولا ہمین

عزت و دولت کا مالک ہے تُو ہی اے بے نیاز
کیون سمجھتے ہین ذلیل اب گبر او ترسا ہمین

تو اگر چاہے تو بیڑا پار ہو اک آن مین
ہے اگر تو ہے تیری رحمت ہی کی پروا ہمین

**رابعہ سلطان بیگم**

# غزل

(از نواب محمد عمر خان صاحب بہادر المتخلص بہ **وفا** دام اللہ اجلالہٗ)

جب یہان آتی ہین حورین باغِ رضوان چھوڑکر
پھر کہان جاتا ہے زاہد کوے جانان چھوڑکر

کیون نہ بلبل خوش ہو آنکھین دیکھکر اُس شوخ کی
باغبان جنگل مین رہتا ہے گلستان چھوڑکر

سوزشِ داغِ جگر سے اک قیامت ہوگئی
مردے بھاگے جاتے ہین شہر خموشان چھوڑکر

تُرخ روئی کو کرے کیا جب جگر خون ہوگیا
لعل نے غربت مین کیا پایا بدخشان چھوڑکر

کون کہتا ہے کہ یوسف کو زلیخا سے تھا عشق
وہ تو تمکو ڈھونڈھتے پھرتے تھے کنعان چھوڑکر

دیکھکر عارض کو تیرے پانی پانی ہوگئے
مثلِ شبنم گل اُڑے جاتے ہین بستان چھوڑکر

جو یہان سرسبز ہین حاصل ہے اُنکو وصلِ دوست
پھول جاتے ہین کہین گلشن کا دامان چھوڑکر

ایک بھی باقی نہین ہے جبکہ پیراہن کا تار
جائینگے وحشی کہان صحرا کا دامان چھوڑکر

زندگانی پر تو کیون بھولا ہوا ہے مردہ دل
یاد رکھ جائیگی اک دن جسم کو جان چھوڑکر

جذبۂ دل دیکھکر ہنسنے لگے زخم جگر
صبحدم جب چلدیا وہ مجھکو گریان چھوڑکر

آسمان خود حلقۂ زنجیر آفت ہے **وفا**
حضرت یوسف نے کیا پایا تھا زندان چھوڑکر

# ایڈیٹوریل

یہ دریافت کرنا بہت کچھ طمانیت بخش اور مسرت انگیز ہے کہ "ہندو یونیورسٹی" کے لئے چندہ فراہم کرنے کا کام عملی طور پر شروع ہوگیا ہے۔ اس مقصد کے لئے پہلا جلسہ ۱۲ مئی کو کچہری مین منعقد ہوا تھا، جس مین بڑے بڑے ہندو معززین شامل تھے۔ آنریبل بابو گنگا پرشاد صاحب ورما اور پنڈت گوکرن ناتھ صاحب مشر لکھنؤ سے، اور پنڈت اقبال نارائن صاحب بنارس سے تشریف لائے تھے۔ راجہ راجندر بہادر سنگھ صاحب تعلقدار میرمجلس تھے۔ جلسہ کی کارروائی پنڈت اقبال نارائن صاحب کی تقریر سے شروع ہوئی جسمین اُنھون نے "ہندو یونیورسٹی" کی اسکیم کو واضح کیا تھا۔ آپ نے فرمایا

> موجودہ یونیورسٹیان بیشک اچھا تعلیمی کام کررہی ہین، لیکن "ہندو یونیورسٹی" کچھ اور ہی چیز ہوگی، اور اسکا تعلیمی کام ہندو نقطۂ خیال سے بدرجہا بہتر اور اعلیٰ ہوگا۔

بابو گنگا پرشاد صاحب ورما نے ایک ریزولیوشن پیش کیا جسمین یہ چاہا گیا تھا کہ آنریبل پنڈت مدن موہن مالوی، اور مسز اینی بسینٹ کی یونیورسٹیون کی تجاویز کو ملا دیا جائے اور صرف ایک ہی یونیورسٹی قائم ہو + بابو سیتا رام صاحب بی۔ اے۔ نے اس ریزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے دونون یونیورسٹیون کی تجاویز مین اصولی اختلاف ظاہر کیا، اور فرمایا کہ

> یہ اختلاف بھی دور ہوسکتا ہے، بلکہ اسکو دور کرنے کی سخت ضرورت ہے، تاکہ ہندوؤن کی طاقت اور دولت دو یونیورسٹیان قائم کرنے مین نہین، بلکہ ایک ہی یونیورسٹی قائم کرنے اور اسکو تقویت پہنچانے مین صرف کیجائے!

اخیر مین چندہ کی اپیل ہوئی اور اسی جگہ ۵۲ ہزار روپیہ کے وعدے ہوئے۔ گویا ایک گھنٹہ سے کم عرصہ مین نصف لاکھ روپیہ سے زائد جمع ہوگیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ابتدا اچھی نہین ہے۔ امید ہے کہ ہندو قوم اس عظیم الشان تحریک کے متعلق اپنی اہم ذمہ داریون کو محسوس کریگی اور ثابت کر دکھائیگی کہ وہ ایک زندہ قوم ہے، اور اپنی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنیکا دل اور حوصلہ رکھتی ہے۔

---

صوبہ سرحدی کی تازہ ترین سالانہ رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ صوبۂ مذکور کے اہل اسلام پشاور مین ایک اسلامیہ کالج قائم کرنے کی تجویز کررہے ہین۔ اسکی تکمیل کے لئے ایک نہایت مقتدر کمیٹی قائم کی گئی ہے جسکے تمام ممبر سرآوردہ مسلمان ہین۔ اس کمیٹی کا ارادہ اعلیٰ تعلیم کے لئے پشاور مین علیگڈھ کالج کے نمونہ پر نہ صرف ایک اسلامیہ کالج اور بورڈنگ ہوس تعمیر کرنے کا ہے، بلکہ صوبۂ سرحدی کے تمام اضلاع مین اسکولون کی تعداد مین اضافہ کرنے، اور موجودہ اسکولون کو ترقی دینے کا ہو رہا ہے۔

ہمکو اس تجویز سے دلی ہمدردی ہے کیونکہ اسکی تکمیل سے صوبہ سرحدی مین اعلیٰ تعلیم بیحد ترقی کرجائیگی۔ کالج کے قیام کے لئے پانچ لاکھ روپے کی ضرورت بیان کی گئی ہے، جسکی فراہمی کا کام شروع ہوگیا ہے، اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ یہ تحریک اُمید سے بڑھکر کامیاب ہورہی ہے۔ چنانچہ چندہ کی مقدار دو لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ یہی نہین کہ کھاتے پیتے اور خوشحال لوگون ہی نے چندہ دیا ہو، بلکہ ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگون نے اپنی حیثیت کے موافق چندہ دینے سے دریغ نہین کیا۔ گورنمنٹ کی ملازمت مین جسقدر اہل اسلام ہین اُنھون نے ایک ایک ماہ کی سالم تنخواہ دیدی یا دینے کا وعدہ کیا ہے، اور بعض بعض تحصیلون مین مسلمان زمیندارون نے مالگذاری کے ساتھ ایک آنہ فی روپیہ چندہ دینے کی تجویز منظور کرلی ہے۔ یہ سب کہنے کی باتین ہین، یہی کرنیکی باتین ہین۔

یقین ہے کہ اس مبارک تحریک مین لوگ دل و جان سے چندہ دینگے۔ اگر عام چندہ سے رقم مطلوبہ فراہم ہوگئی، تو اُمید ہے کہ ہماری شفیق گورنمنٹ بھی

امداد فرمانے مین دریغ نہ کریگی، کیونکہ عدم تعلیم ہی کیوجہ سے سرحد پار کے لوگ گورنمنٹ سے گاہے گاہے برسر پرخاش ہوتے ہین جسکی وجہ سے گورنمنٹ کا بہت سا روپیہ صرف ہوجاتا ہے۔

---

ابتدائی تعلیم کا چرچا ملک مین روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ ہر طرف اسکا خیر مقدم جوش سے ہو رہا ہے۔ مگر تعجب کا مقام ہے کہ بعض بنگالی اصحاب اس مفید تحریک کے خلاف ہین۔ وہ ڈرتے ہین کہ اگر یہ مسودہ پاس ہو گیا تو اخراجات تعلیم کے لئے مزید ٹیکس دینا پڑیگا۔ حال مین ایک عام جلسہ مسٹر گوکھلے کے مسودۂ قانون کی حمایت مین بمقام کلکتہ منعقد ہوا تھا جسمین بنگال کے بہت سے سربرآوردہ اصحاب شریک تھے۔ بعض اہل اسلام بھی اس جلسہ مین شامل تھے جنمین "کامریڈ" کے قابل ایڈیٹر، مسٹر محمد علی، کا نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ آپ نے اپنی تقریر کے دوران مین فرمایا تھا کہ :۔

> جب اس مفلسی کی حالت مین اہل اسلام تعلیم کے لئے مزید ٹیکس دینے کو بخوشی تیار ہین تو پھر ہندو بھائی جو اُن سے کہین زیادہ متمول ہین، کیون اس تھوڑے سے بار سے ڈرتے ہین۔

"بنگالی" مین اس جلسہ کو بھی غیر مناسب بتایا گیا ہے، کیونکہ جب "بنگال مین اس مسئلہ کے متعلق اختلاف رائے ہے تو ایسا جلسہ نہ ہونا چاہئے تھا، کیونکہ اس سے اختلاف بڑھنے کا اندیشہ ہے اور جب ایک امر مین اختلاف ہوگا، تو اور باتون مین بھی ناراضگی پیدا ہوگی"! یہ منطق بالکل نرالی ہے۔ اسکے یہ معنی ہونگے کہ ہمین کسی ایسی تحریک مین شامل ہونا نہین چاہئے جسکا کوئی فریق مخالف ہو، خواہ وہ تحریک بذات خود کیسی ہی مفید کیون نہو! افسوس!

لیکن امید کیجاتی ہے کہ یہ اختلاف جلد مٹ جائیگا، چنانچہ لیگ بنگالہ متعلقہ ابتدائی تعلیم نے ایک سرکلر شائع کیا ہے، جسمین بنگالی اہل الرائے صاحبان سے بالخصوص اور عوام سے بالعموم یہ درخواست کی گئی ہے کہ وہ مسٹر گوکھلے کے مسودۂ قانون کے مختلف پہلوؤن پر غور کرکے، اپنی اپنی رائے ظاہر کرین۔ لیگ کی رائے مین اشاعت تعلیم کے لئے اس کا لازمی ہونا نہایت ضروری ہے، کیونکہ جب تک لوگ اس پر مجبور نہ کئے جائینگے، اُسوقت تک خاطر خواہ توسیع ہونی غیر ممکن ہے۔ مزید ٹیکس کے بارے مین بھی مذکورہ سرکلر مین نہایت مناسب رائے ظاہر کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ گورنمنٹ پر اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ وہ خزانۂ عامرہ سے ابتدائی تعلیم کا خرچ پورا کرے اور رعایا پر اسکا بار نہ ڈالے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اہل ملک سے بھی استدعا کی گئی ہے کہ اگر کسیقدر ایثار نفس کی ضرورت پڑے اور مزید ٹیکس لگایا جانا ضروری ثابت ہو، تو ہمکو اسکے برداشت کرنے سے جھجکنا نہ چاہئے۔

---

بعض اخبارات نے مسز اینی بیسنٹ کی مجوزہ "انڈین یونیورسٹی" اور آنریبل پنڈت مدن موہن مالوی کی مجوزہ "ہندو یونیورسٹی" کے الحاق کی خبر مشتہر کی ہے۔ ممکن ہے کہ اسکی محرک مسز اینی بیسنٹ کی وہ تحریر ہو جسکو اُنھون نے سنٹرل ہندو کالج میگزین مین شائع کیا تھا لیکن یہ خبر بالکل بے بنیاد ہے۔ ابھی تک اسکے متعلق کوئی مستقل سمجھوتہ نہین ہوا، چنانچہ خود آنریبل پنڈت صاحب اخبار لیڈر کے ذریعہ سے اس خبر کو قبل از وقت بتاتے اور اسکی تردید کرتے ہین۔ آپ لکھتے ہین :۔

> الحاق کا سوال ہنوز زیر غور ہے۔ جن لوگون کو اس تحریک سے دلچسپی ہے، اُنھین یقین رکھنا چاہئے کہ ہندو جماعت کے لیڈرون اور مالی مددگارون کی آرا پر خوب غور کیا جائیگا۔ لیکن سب سے ضروری سوال روپیہ کی فراہمی کا ہے۔ جو لوگ جلد یونیورسٹی کو قائم دیکھنا چاہتے ہین اُن سے میری درخواست ہے کہ وہ اپنی توجہ اور اپنی طاقت کو اس کام مین صرف کرین۔ جبتک ۲۵ لاکھ روپیہ فراہم نہ ہوجائے اُسوقت تک چارٹر حاصل کرنے کی کوشش

نہین کیجا سکتی - اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ جسقدر جلد ممکن ہو تو یہ رقم فراہم ہو جائے "

---

عجائب خانہ برطانیہ کے مشرقی صیغہ کے منتظمین کو حال ہی مین دیوان حافظ کا ایک نادر نسخہ ہاتھ لگا ہے اس نسخے مین ۲۰۸ ورق اور آٹھ تصویرین ہین ان تصویرون مین سے، عہد اکبری کی وضع کی اور ایک قدیم ایرانی طرز کی ہے۔ ان تصاویر سے اکثر اُن واقعات پر روشنی پڑتی ہے، جنکو شاعر نے کمال فصاحت کے ساتھ اپنے اشعار مین نظم کیا ہے، اور دلاویزی سیکدستی اور خوشنمائی کی جتنی خوبیان اعلیٰ درجہ کی تصاویر مین ہو سکتی ہین وہ سب ان مین موجود ہین - اس دیوان کی کتابت کا زمانہ تحریر ۱۶ ؁ء ہے -

---

کیلیفورنیہ (امریکہ) مین کوہ ولسن کی چوٹی پر ایک عظیم رصدگاہ واقع ہے، جہان سے ایک نئی دُنیا کی پیدائش کی خبر ملی ہے - علماے سائنس کا خیال ہے کہ یہ نئی دنیا اُس دُنیا سے جسکی وہ شاخ ہے ......... ۱۵ میل پر واقع ہے اور آخر الذکر کا قطر ......... ۵ میل ہے - ان اعداد کا خیال کرکے دماغِ انسانی چکّر مین آتا ہے - آسمانون کے اُن رازون مین جو منجمّون کو حیران کرنے والے ہین، وہ ناگدم ستارون کے گچھے بھی ہین، جو ہر جگہ ایک حیرت انگیز تعداد مین موجود ہین - انکی جسامت بہت بڑی ہوتی ہے اور جس طاقت کو وہ ظہور مین لاتے ہین، وہ نہ رکنے والی ہے - انکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ زمانہ مستقبل کے نظام شمسی کی ابتدائی شاخین ہین، یا یون کہنا چاہئے کہ اس عالم کے مادّہ پر وٹوپلازم کا اُڑتا ہوا حصّہ جسمین سے نئے سورج اور نئے عالم اسطرح پیدا ہو رہے ہین، جیسے ایک گھومتے ہوئے چکّر سے آگ کے شرارے اُڑا کرتے ہین -

امید ہے کہ ہم جلد ان اجرام فلکی کی نسبت زیادہ واقفیت حاصل کر سکین گے، کیونکہ ایک نئی دُوربین تیار ہو رہی ہے جس سے منجمّون کو وہ امداد حاصل ہو سکیگی، جسکی اُنھین ضرورت ہے - کون کہہ سکتا ہے کہ اِس دُوربین سے ہمارے معلومات مین اس قسم کا اضافہ ہو کہ اس سے علم نجوم مین ایک عظیم انقلاب پیدا ہو جائے - آجتک جو بڑی بڑی دُوربینین تیار ہوئی ہین وہ اس عظیم الشان دُوربین کے مقابلہ مین ہیچ ہونگی، اس دُوربین کے شیشے کا قطر ۱۰۰ انچ ہے، یعنی موجودہ دُوربینون کی نسبت اسمین چھ گُنا انعکاسی قوت زیادہ ہوگی - مسٹر کارنیگی (جنکے خرچ سے یہ دُوربین تیار ہو رہی ہے) کا خیال ہے کہ اس دوربین کی مدد سے لاکھون ایسے نئے عالم ہمارے دیکھنے مین آئینگے، جنھین کسی آنکھ نے آجتک نہین دیکھا۔

---

دہلی مین جو دربار شاہی ہونے والا ہے، اسمین دیسی اخبارات کو بھی مدعو کیا جائیگا - صوبجات متحدہ کی گورنمنٹ نے ہندو اخبارات اور اسلامی اخبارات کو اطلاع دی ہے کہ انکی طرف سے ایک ایک قائممقام شریک دربار کیا جائے گا جسکا فیصلہ وہ کثرت رائے سے کرسکتے ہین تقسیم قسمت وار کی گئی ہے، مثلاً الہ آباد، بنارس، لکھنؤ، اور فیض آباد چار ڈویژنون سے ایک ہندو ایڈیٹر اور ایک مسلمان ایڈیٹر دربار مین شریک ہو سکیگا - لارڈ کرزن بالقابہ نے بھی گذشتہ دربار مین تمام صوبون کے چیدہ ایڈیٹرون کو مدعو کیا تھا، اس لئے ہماری گورنمنٹ کا اخبار نویسون کو دربار مین مدعو کرنا نہایت مستحسن فعل ہے - مگر اندیشہ ہے کہ ہماری فیاض گورنمنٹ نے اصول مساوات کو مدنظر رکھکر طریقۂ انتخاب کا جو خوشنما پہلو نکالا ہے، اُسمین خاطر خواہ کامیابی نہو، کیونکہ ہر شخص اس اعزاز کے پانے کا بطور خود مشتاق ہے - ہمارے صوبہ کے اخبارات ہی نہین بلکہ پنجاب کے بھی بعض اخبارات اس طریقۂ انتخاب کے خلاف ہین اور سب کی یہی رائے ہے کہ اس طریقہ پر قائممقامی کا حق پورے طور پر ادا نہو سکیگا۔

---

ہمنے یہ خبر نہایت رنج و قلق کے ساتھ سنی کہ یادگار مومن و تسنیم منشی امیر اللہ صاحب تسلیم لکھنوی نے ۲۰ مئی ۱۹۱۱ء پانچ بجے دن کو اپنے مولد و مسکن لکھنؤ میں رحلت فرمائی۔ مدت سے جناب مرحوم کی بینائی زائل ہوگئی تھی، آنکھ کھلوانے لکھنؤ تشریف لائے، پر کچھ ایسی بے عنوانیاں ہوئیں کہ جان پر بن گئی اور راہی ملک بقا ہوئے۔ پرانے شعراء میں صرف تسلیم باقی رہ گئے تھے، وہ بھی دنیا سے اٹھ گئے۔ اب دلی و لکھنؤ میں سناٹا نظر آتا ہے۔

(گذشتہ نمبر میں ہم جناب تسلیم کے حالات و تصویر ادیب میں شائع کر چکے ہیں)

---

## تصریح تصاویر

اس نمبر کی رنگین تصویر ایک مشہور بنگالی مصور کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اسمیں الف لیلہ کا وہ سین دکھایا گیا ہے جبکہ دختران وزیر (شہرزاد و دنیازاد) شہریار کی خدمت میں حاضر ہوئی ہیں اور چھوٹی بہن کی تحریک پر سلسلہ داستان شروع ہوتا ہے۔ نمائش الہ آباد میں یہ تصویر خاص وقعت سے دیکھی گئی تھی اور ایک یوروپین قدر دان فن نے اپنی لول سیر کے روز ہی اسکو خرید لیا تھا۔

---

اس ماہ میں لندن میں جشن تاجپوشی ہونے والا ہے۔ اس مبارک تقریب کی خوشی میں اعلیٰ حضرت جارج پنجم دام ملکہٗ و علیا حضرت جنابہ ملکہ میری دام اقبالہا کی خاص تصویروں کے ساتھ خاندان شاہی کا بھی ایک گروپ شائع کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ یہ تصویریں نگاہ پسندیدگی سے دیکھی جائینگی جو اس نمبر کے لیے خاص کوشش سے مہیا کی گئی ہیں۔

---

مسٹر جے۔ آر۔ رائے کی تصویر اس شکرگذاری کے ساتھ شائع کیجاتی ہے، جو آپ کی قلمی اعانت سے ادیب پر فرض ہے اور جسمیں آپ نے ابتدا ہی سے غیر معمولی دلچسپی ظاہر فرمائی ہے۔ آپ ایک قابل اور مشاق اخبار نویس ہیں۔ اور آجکل اندور کے مدرسہ علم الٰہی میں الٰہیات کے پروفیسر ہیں۔ ہندوستانی مسیحیوں میں علمی چرچا بہت کم ہے اور اس لحاظ سے مسٹر رائے کا وجود مغتنمات سے ہے۔

---

شمس العلما ڈاکٹر سید علی بلگرامی کے انتقال کی خبر ہم گذشتہ پرچے میں لکھ چکے ہیں۔ اس نمبر میں حسب وعدہ اُنکی تصویر و حالات درج کئے جاتے ہیں ہم ریورنڈ ملکم جان صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُنھوں نے ہماری درخواست پر ادیب کے لئے یہ حالات قلمبند فرمائے۔ آپ ہندوستانی مسیحی کلیسا کے ایک معزز رکن ہیں اور ایشیائی لٹریچر سے آپ کو بیحد دلچسپی ہے۔ ناظرین ادیب یہ سُنکر خوش ہونگے کہ جناب ممدوح نے ادیب کی مستقل قلمی اعانت کا وعدہ فرمایا ہے۔

---

تصویر بیکسی۔ یہ ایک متوفی راجہ کے دو نابالغ لڑکے تھے۔ رانی راج کرتی تھی۔ وزیر سے اور رانی سے ملاقات ہوگئی اور وہ خود حکومت کرنے لگا۔ وزیر چاہتا تھا کہ اُن دونوں لڑکوں کو مار ڈالے۔ جب دایہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُسنے رانی اور شاہزادوں کو جنگل میں بھگا دیا۔ جنگل میں ایک مست ہاتھی آیا اور دونوں شاہزادوں کو اُٹھا لے گیا۔ وہ ہاتھی جس سلطنت کا تھا وہاں کا بادشاہ مرگیا تھا۔ اب رانی تنہا رہ گئی اور گریہ وزاری کرنے لگی۔ وہ حاملہ تھی اور جنگل میں وضع حمل ہوا۔ اتنے میں ایک اور سلطنت کا وزیر اُدھر آگیا، اُسکے کوئی اولاد نہ تھی۔ خوبصورت بچے کو دیکھکر، وہ اُسے دبے پاؤں اُٹھانے بڑھا اور آخر لے گیا۔ "اس قصے کے آخری واقعات کو انڈین پریس کے ایک قابل مصور نے تصویر کا [illegible] پہنایا ہے۔

---

[illegible] دیپ دان کا نظارہ کسی انگریزی ماہر فن کی مصوری کا نمونہ ہے، جسمیں ہندو مستورات کا گنگاجی میں چراغ بہانے کا منظر نہایت عمدگی کے ساتھ دکھلایا گیا ہے۔ ادیب میں یہ تصویر ہندوستان کی ایک قدیم تاریخ سے نقل کیجاتی ہے "دیپ دان" کے متعلق ہمارے مکرم جناب شرر سہارنپوری کی دلکش نظم قابل داد ہے۔

---

OSMANIA UNIVERSITY
HYDERA